تحقیق کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے خاک میں ملا دیا (القرآن)

AT-TAHIR
HYDERABAD

سہ ماہی
الطّاھِر
حیدر آباد

رحمتہ اللہ علیہ
سوھنا سائیں نمبر

مَزار پُر انوار

حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ ایک عہد ساز شخصیت

سرپرست اعلیٰ: سیدی مرشدی خواجہ محمد طاہر مدظلہ العالی

مدیر اعلیٰ: حبیب الرحمٰن گبول طاہری

نائب مدیر: مختار احمد کھوکھر

مدیر مسئول: مفتی عبدالرحیم طاہری

سہ ماہی

الطاہر حیدرآباد

شعبان 1422 — نومبر 2001ء

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نمبر

مدیر اعزازی: ڈاکٹر منور حسین بھرگڑی

مدیر معاون: ڈاکٹر غلام یاسین ڈاہری

سرکولیشن منیجر: سید خالد محمود

مجلس مشاورت:
- شیخ محمد اقبال لاسی
- مظہر حسین چنہ
- شیر دین طاہری
- مرزا شمیم الدین تیموری

خط و کتابت کا پتہ: سہ ماہی الطاہر پوسٹ بکس نمبر 1059، لطیف آباد حیدرآباد۔

قیمت خاص نمبر 50 روپے

ترسیل زر کا پتہ: خالد محمود: مکان نمبر 290، یونٹ نمبر 4/B، لطیف آباد حیدرآباد۔

پبلشر:۔ سید خالد محمود نے عذرا عروج پرنٹنگ پریس بھائی خان چاڑی سے چھپوا کر آفس الطاہر لطیف آباد یونٹ نمبر 4/B سے شائع کیا۔

گلزارِ کہکشاں

گلزارِ کہکشاں

ادار یہ

دو باتیں

مدیر کے قلم سے

پہلی بات :- آپ کے مؤقر جریدہ الطاہر کا یہ شمارہ سر زمین سندھ کے ایک مرد قلندر حضرت خواجہ الحاج اللہ بخش عباسی نقشبندی المعروف " سوہنا سائیں " نور اللہ مرقدہ کی طرف منسوب ہے ، جس کی اشاعت کا بنیادی مقصد آپ کی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق گذاری ہوئی زندگی کے خدو خال ، احوال و واقعات بیان کر کے آپ کے متعلقین و مریدین کو خصوصاً اور تمام امت مسلمہ کو عموماً اسلامی شریعت کے مطابق زندگی گزارنے کی تلقین ، تحریص اور بہترین رہنمائی فراہم کرنا ہے اس لیے اس شمارہ میں جہاں حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمہ کی ذاتی زندگی کے اہم گوشے واضح کیے گئے ہیں وہاں آپ کی دینی خدمات ، تعلیم و تبلیغ اور آپ کی حکمت و دانش اور محنت کے نتیجہ میں اصلاح امت کے احوال واقعی اور قائم کی گئی اصلاحی تنظیموں جماعت اصلاح المسلمین ، روحانی طلبہ جماعت اور جمیعت علماء روحانیہ عفاریہ کا ذکر ہے کہ عوام الناس سے لے کر اعلیٰ سوسائٹی تک اور پرائمری اسکول سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک ان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔

الحمد للہ آپ نے بڑے ہی مؤثر طریقہ پر شریعت مطہرہ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کے لیے کام کیا کئی مدارس اور مراکز قائم کیے ان کے علاوہ تین با برکت بستیوں فقیر پور شریف (دادو) طاہر آباد شریف (حیدر آباد) اور آخر میں درگاہ اللہ آباد شریف (کنڈیارو نوشہرو فیروز) قائم کیں اور ان میں عملی طور پر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ کر کے دکھایا کہ کوئی دوسرا ایسی بستی آج تک قائم نہیں کر سکا۔

پاکستان میں تو الحمد للہ ہر سطح پر آپ نے اصلاحی تبلیغی کام کیا لیکن پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی آپ کی عین حیات میں ہی اصلاحی روحانی تبلیغ کی ابتدا ہوئی تھی جسے آپ کے پیارے فرزند و نائب حضرت قبلہ الحاج مولانا محمد طاہر بخشی نقشبندی دامت برکاتہ نے آپ ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے وسعت دی اور خود بیرونی ممالک کے تبلیغی دورہ کیے نتیجتاً آج امریکہ افریقہ اور یورپ سمیت بہت سے ممالک میں آپ کے مریدین موجود ہیں اور دعوت دین میں مصروف ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ آج بھی ہمارے علماء کرام مبلغین اندرون ملک خواہ بیرون ملک ،سلامی تبلیغ کا اہتمام حکمت و موعظہ حسنہ اور انسانی فطری نفسیات کے اصولوں کے مطابق کریں تو کوئی

وجہ نہیں کہ مسلم معاشرہ میں اس کے مثبت اثرات مرتب نہ ہوں، یہی نہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ مغربی دنیا کا بیشتر حصہ بھی جو کہ پہلے سے اسلامی تعلیمات سے حد درجہ متاثر ہے حق کی آواز پر لبیک کہہ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگا اور اسلامی معاشرہ میں ایک نیا خون داخل ہو کر دائرہ اسلام کی وسعت کا باعث بنے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

الغرض اس خاص شمارہ میں ہم نے اپنی بھرپور کوشش سے بہت کچھ جمع کیا جسے آپ پڑھنا پسند کریں گے، لیکن وہ سب کچھ اس میں نہیں جو ہونا چاہئے تھا، ان چند سو صفحات میں وہ سب کچھ سمیٹا بھی تو نہیں جاسکتا جو نصف صدی سے زائد عرصہ کی مختلف الجہات دینی خدمات پر مشتمل ہے۔ خدا کرے ہماری یہ محنت کسی ٹھکانے لگے اور کسی اہل دل کے دل میں گھر کر جائے اور وہ میرے شیخ علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چل کر زندگی بسر کرے اور اس کے صدقہ میں اس سیاہ کار اور رفقائے کار کی مغفرت ہو جائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اگر قارئین نے ہماری اس کوشش کو پسند فرمایا اور تعاون کا ہاتھ بڑھایا تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم یہ سلسلہ آگے بڑھائیں گے وقفہ وقفہ سے خواجۂ خواجگان حضرت پیر مٹھا علیہ الرحمہ نمبر اور اس کے بعد مرشد المرشدین حضرت پیر فضل علی قریشی علیہ الرحمہ کے حالات و واقعات پر مشتمل خصوصی نمبر شائع کریں گے۔

اس سلسلے میں جملہ متعلقین و مریدین سے گذارش کی جاتی ہے کہ ان حضرات بابرکات کی سیرت، سوانح حیات، کشف و کرامات اور دینی خدمات کے موضوعات پر جو کچھ مواد آپ کے پاس موجود ہو الطاہر کی معرفت ارسال کریں یا ادارۃ المعرفۃ درگاہ اللہ آباد شریف میں مدیر کے پاس پہنچائیں۔

دوسری بات :- شمارہ ہمارے اندر روحانی بالیدگی پیدا کرنے کا ذریعہ ثابت ہوگا اور اولیاء اللہ کی توجہات سے ہمارے قلوب کو جلا بخشے گا، یہ حقیقت ہے کہ اولیاء اللہ کی پر تاثیر صحبت اور تعلیمات ہمیں قرب خداوندی سے ہمکنار کرتی ہے اور ان سے دوری ہمیں خدا کے در سے دور کرتی ہے، آج مسلمان ہر جگہ رسوا ہو رہے ہیں بالخصوص بین الاقوامی دہشت گرد امریکہ اور اس کے اتحادی برطانیہ نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی سازش کر کے اور بودہ الزام تراشتے ہوئے افغانستان کے نہتے مسلمانوں پر آتش و آہن کی بارش کردی ہے۔ نوے فیصد علاقے پر طالبان کی پر امن حکومت کو ختم کر کے شمالی اتحاد کے کمیونسٹوں کی حکومت مسلط کر کے اپنے مفادات

حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ پروگرام ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی سے بھی پہلے کا ہے یہود و ہنود نے ہمیشہ اپنا معمولی مادی نقصان کر کے عالم اسلام کو تباہ کرنے کی سازش کی ہے مگر

نور خدا ہے کفر کی ہر حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

لاکھوں افغان بے گھر و بے در ہوئے سینکڑوں زخمی و معذور ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ دنیا چیخ اٹھی ہے کہ یہ ظلم ہے مگر ظالم تو اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ عالم اسلام کی بے حسی بھی باعث تاسف ہے ایک برادر اسلامی مملکت کو صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کے لیے کفر متحد ہو چکا ہے۔ مگر ہائے افسوس کہ امت مرحومہ کہلانے والے جسد واحد کہلانے والے بے حسی کی گہری نیند سو رہے ہیں شاید وہ یہی سمجھتے ہوں کہ یہ ہماری مصیبت نہیں ہے مگر یہ ان کی بھول ہے کفر بتدریج اپنے مقاصد کے حصول کے لیے آگے بڑھ رہا ہے اس کا مقابلہ ایمان و ایقان ہی سے ممکن ہے۔ خدا کی ذات پر پختہ یقین ہی فتح و کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے اور یہ عرفان حق، عارفان حق سے ہی مل سکتا ہے، تو اٹھیے بیدار ہو جائیے اور خدا کی بارگاہ میں ہاتھ بلند کیجیے، افغانستان فلسطین، کشمیر، چیچنیا، بوسنیا کے نہتے اور مدد کے منتظر مسلمانوں کے لیے خداوند قدوس ان پر وہ ہوائیں چلا دے جو اس نے بدر کے میدان میں اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے لیے چلائی تھیں۔

آخر میں ہم ان تمام حضرات کے تہ دل سے مشکور و ممنون ہیں جنہوں نے اپنے قیمتی اوقات کو اس بیش بہا نمبر کے لیے ارزاں فرمایا اور بیش قیمت مضامین فراہم کیے۔ بالخصوص سیدی و مرشدی سجن سائیں دامت برکاتہ کے حضور مؤدبانہ ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں جن کے عملی تعاون اور تجاویز اور مکمل رہنمائی کی بدولت اس سعادت سے بہرا مند ہوئے۔ جب کہ بعض ذمہ دار افراد نے جو کہ کسی حد تک الطاہر سے وابستہ بھی ہیں، اس خاص شمارہ کے لیے مضامین کے حوالے سے ہم ان سے مسلسل رابطہ میں بھی رہے اور کئی سال تک اس کی اشاعت میں تاخیر بھی کی لیکن وہ آخر تک اس کے لیے وقت اور قلم کی قربانی دینے سے قاصر رہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

حبیب بخشی

درس قرآن
وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ٥

حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمٰن محبوب طاہری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" یا یھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین " (توبہ:۱۱۹)

"اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو سچوں کے ساتھ"۔

ربط :- سابقہ آیات میں ان چند مخلص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کی توبہ اور قبول توبہ کا ذکر تھا، جو غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر انہوں نے صاف طور پر اپنی کوتاہی کا اقرار کیا اور نہ دل سے نادم و پشیمان ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی، قرآن مجید میں اس کا اعلان فرمایا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے ان کو مبارک باد دی، اور چونکہ یہ سب نتیجہ تھا امین و صادق نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کا، اس لیے اس آیت کریمہ میں تمام مسلمانوں کو نیک صحبت کی ہدایت کے ساتھ ساتھ " کونوا مع الصادقین "رہو سچوں کے ساتھ۔ فرما کر صالحین کی صحبت و معیت میں رہنے کا حکم فرما کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ صفت تقویٰ (جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے قرب و معیت کا ذریعہ بتایا ہے) حاصل کرنے کا طریقہ صالحین و صادقین کی صحبت و مجالست اور عملی زندگی میں ان کی تقلید و تابعداری ہے، اور یہ کہ جو صالحین کی صحبت و رفاقت اختیار کرتے ہیں اگر ان سے کسی قسم کی غلطی و کوتاہی سرزد ہو بھی جاتی ہے تو وہ جلدی سنبھل کر تہ دل سے توبہ و استغفار کے ذریعے متوجہ الی اللہ ہو جاتے ہیں اور رحیم و کریم، غفار و ستار مولیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور ان کے نامۂ اعمال میں نیکیاں لکھوا دیتا ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

"يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن تَتَّقُواْ ٱللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ" (انفال:۲۹) اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ اس پر نص قاطع ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اہل ایمان اگر تم تقویٰ و پرہیزگاری کو اپنا شعار بنالو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان خود ہی فیصلہ فرما دے گا (تمہیں کفار پر غلبہ عطا فرمائے گا) اور تمہارے گناہ دور فرما دے گا اور تم کو بخش

دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ فرقان سے نور ہدایت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ تقوی کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور پیدا کرے گا جس سے تم خود ہی حق اور باطل میں فرق کر لیا کرو گے۔

ایمان، تقویٰ، صحبت صالحین :- سورۃ توبہ کی اس آیت مبارکہ میں ایمان کے بعد تقویٰ اور اس کے بعد صادقین و صالحین کی معیت کا حکم فرما کر ان دونوں کی اہمیت اور ضرورت پر مہر ثبت کر دی گئی ہے کہ کوئی بھی ایمانی و روحانی کمال کاملین اولیاء اللہ کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو یہ فضیلت ملی کہ قیامت تک پیدا ہونے والا کوئی بھی عامل عالم صالح عابد و زاہد ان کے مقام کے قریب تک نہیں پہنچ سکتا صدقہ ہے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت با برکت کا (تفصیل کے لیے دیکھیئے مکتوبات امام ربانی قدس سرہ) اسی لیے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اہل ذکر، صادقین، صالحین کی صحبت و ہم نشینی کا حکم فرمانے کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا مانگنے کا حکم فرمایا گیا؛ " اِهدِ نَا الصِّرَ اطَ الْمُسْتَقِيمَ " خدایا ہمیں سیدھا راستہ چلا، پھر خود ہی سیدھے رستہ کی نشاندہی فرما دی "صِرَ اطَ الَّذِينَ اَنعَمتَ عَلَيهِم " ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا، مزید فضل فرما کر سورۃ نساء میں ان انعام یافتہ بندگان خدا کی فہرست بھی جاری کر دی گئی کہ وہ چار قسم کے لوگ ہیں۔

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت (۲) صدیقین یعنی جو قول و عمل میں سچے ہیں (۳) جو راہ خدا میں جان دے کر شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں (۴) نیک و صالح بندگان خدا۔

کسی کے طور طریقہ اور راہ و رسم اپنانے کے لیے ضروری ہے کہ اس کو دیکھا جائے، اس کی نشست و برخاست، قول و عمل کو بار بار دیکھ بھال کر سمجھ کر اس کے طریقہ کو اپنایا جا سکتا ہے، اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار میں بھی اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے کہ کسی بھی علم و فن میں قابلیت و مہارت حاصل کرنے کے لیے اس فن کے ماہر کی صحبت و ہم نشینی میں رہ کر اس کے علم و فن سے بہرہ ور ہوا جا سکتا ہے، صحبت کے بغیر کتابوں کے مطالعہ یا سنی سنائی باتوں پر عمل کر کے کوئی بھی کسی فن کا ماہر نہیں بنا، ہاں کسی استاد سے استفادہ کے بعد اس فن کی کتابیں ممد و معاون ہوتی ہیں۔ سورۃ مائدہ کی آیت ۳۵ میں ارشاد الٰہی ہے؛ " يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ ابتَغُوا اِلَيهِ الوَسِيلَةَ وَ جَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُم تُفلِحُونَ " اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو اس امید پر کہ فلاح

پا جاؤ۔

اس آیت میں بھی ایمان کے بعد تقویٰ کا حکم اور اس کے فوراً بعد وسیلہ طلب کرنے کا حکم ہے اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ کا حکم فرمایا گیا ہے، مفسرین کرام نے وسیلہ سے ایمان، اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مشائخ طریقت ذکر کئے ہیں اور چونکہ مشائخ طریقت کمال اتباع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت کامل فی الایمان ہوتے ہیں، ان کی صحبت و تربیت عوام الناس ہی کے لیے نہیں بلکہ علماء وقت کے لیے بھی ضروری ہے، اور متقدمین و متاخرین علماء اہل السنۃ والجماعت نے اس کا اہتمام کیا ہے (تفصیل کے لیے دیکھئے احقر کی کتاب ھدایۃ السالکین)

حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے اتباع سنت اور اعتقاد و محبت شیخ کو اس عمدہ و جامع پیرایہ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ "اگر دریں دو امر رسوخ دارند ہیچ غم نیست متابعت صاحب شریعت غراعلیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام و اعتقاد و محبت بشیخ طریقت واقف باشد و ملتجی و متضرع بوند کہ دریں رو دولت فتور نزود دیگر ہرچہ باشد سہل است و تلافی آں ممکن" (مکتوب ۱۳ معرفۃ الحقائق ص ۲۳ مطبوعہ رؤف اکیڈمی لاہور) اگر دو چیزیں پوری طرح سے حاصل ہیں تو فکر کرنے کی کوئی بات نہیں ان میں سے ایک ہے نبی کریم صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور دوم پیر طریقت سے عقیدت و محبت ہمیشہ باخبر رہیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں الحاد زاری جاری رکھیں کہ ان دو عظیم چیزوں میں فتور نہ آنے پائے، ان کے علاوہ جو کچھ (کوتاہی و سستی سرزد ہو) سہل ہے اور اس کی تلافی ممکن ہے (لیکن اتباع سنت اور محبت پیر کی تلافی کسی طور نہیں ہو سکتی)۔ تقویٰ کے متعلق بھی اسی قسم کا ارشاد ولی کامل سلطان عادل حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے، جب آپ کو منت و سماجت کر کے خلافت پر بٹھایا گیا تو آپ نے اپنے صدارتی خطبہ میں تقویٰ کی اہمیت کو یوں اجاگر کیا۔ فرمایا "یَاأَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ فَإِنَّهُ لَیْسَ مِنْ هَالِكٍ إِلَّا لَهُ خَلَفٌ إِلَّا التَّقْوَىٰ" (تفسیر در منثور ص ۲۵ جلد اول) اے لوگو اللہ تعالیٰ سے ڈرو، یقیناً جو چیز ہاتھ سے چلی جاتی ہے اس کا کوئی بدل ہوتا ہے لیکن تقویٰ کا بدل (قائم مقام) کوئی چیز نہیں۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اعلان فرمایا اس میں بھی تقویٰ ہی کو وجہ فضیلت قرار دیا، حدیث شریف کے کلمات (جو کہ دراصل قرآن مجید کی آیت "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ" کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تم میں سب سے زیادہ محترم و مکرم وہی ہے جو تم سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے کی تفسیر و تشریح ہے) "أَیُّهَا النَّاسُ أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ

وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ، اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلٰى عَرَبِيٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰى اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰى اَحْمَرَ اَلَّا بِالتَّقْوٰى" (مسند احمد رحمۃ اللہ بینات جمادی الاخریٰ ۱۳۹۶ھ) "اے لوگو یاد رکھو بلاشبہ تمہارا رب ایک ہے اور بلاشبہ تمہارا باپ (دادا آدم علیہ السلام) ایک ہے، یاد رکھو کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ (خوبصورت) کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر لیکن تقویٰ سے (فضیلت حاصل ہوتی ہے خواہ کسی رنگ و نسل کا ہو)"

تقویٰ کے متعلق حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قابل قدر کلام حضرت امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے یوں ذکر کیا ہے۔ " قَالَ لَا يَكُوْنُ الرَّجُلُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ حَتّٰى يُحَاسِبَ نَفْسَهٗ اَشَدَّ مِنْ مُحَاسَبَةِ شَرِيْكِهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ مِنْ اَيْنَ مَطْعَمُهٗ وَمِنْ اَيْنَ مَلْبَسُهٗ وَمِنْ اَيْنَ مَشْرَبُهٗ اَمِنْ حَلَالٍ ذٰلِكَ اَوْ مِنْ حَرَامٍ "(تفسیر در منثور جلد اول) یعنی حضرت میمون بن مہران علیہ الرحمۃ نے فرمایا! اس وقت تک کوئی آدمی متقین میں شامل نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ جس طرح اپنے شریک (معاملہ تجارت وغیرہ میں شریک آدمی) سے پوری طرح حساب کتاب کرتا ہے اس سے کہیں زیادہ محاسبہ اپنے نفس سے کرے، یہاں تک کہ یقین سے جان لے کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے یہ لباس کہاں سے آیا ہے، یہ پانی کہاں سے آیا ہے، آیا حلال طریقہ سے حاصل ہوئے ہیں یا حرام سے یعنی حرام و مشتبہ سے بچنے کے لیے کھانے پینے پہننے غرض یہ کہ استعمال کی ہر چیز کے استعمال سے پہلے تسلی کر لے کہ یہ خالص حلال ہی ہے تب استعمال کرے، ورنہ ترک کر دے، ہمیں بھی چاہیے کہ حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات کی روشنی میں تقویٰ اختیار کریں عام طور پر ہم لوگ تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ سے وابستہ ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم رزق حلال کھا رہے ہیں بس یہی تقویٰ ہے، اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہمارے مذکورہ کاروبار پوری طرح شریعت و سنت کے مطابق ہیں کہ نہیں، اور یہ کہ جس کاروبار سے ہم وابستہ ہیں اس کے شرعی احکام سے ہم واقف بھی ہیں کہ نہیں اور اگر واقف ہیں تو ان پر کہاں تک عمل پیرا ہیں مشہور و معروف صوفی بزرگ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ تاجر تھے، ایک مرتبہ ان کے پاس خالص گھی کے چالیس مٹکے بھرے ہوئے تھے، اتفاقاً ایک گھڑے میں چوہا گرا غلام نے دیکھ کر باہر پھینک دیا اور حضرت صاحب کو بتایا آپ نے جب پوچھا کہ کونسے گھڑے میں سے چوہا نکلا ہے تو غلام نے عرض کیا حضور بھول گیا ہوں، فرمایا سارے کے سارے مٹکے انڈیل دو۔ (تفسر روح البیان ص ۲۲ جزء اول) متقی آدمی ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے، سکھ ہو یا

دکھ امیری کی حالت میں ہو یا فقیری میں اپنے نفع و نقصان کا مداوا ایک ہی در دولت سے چاہتا ہے اور ہر حال میں بامراد ہوتا ہے۔

اولیاء کاملین کبھی بھی کسی عقیدت مند مرید سے اپنی ذات کے لیے کچھ طلب نہیں کرتے یہی نہیں بعض بزرگان دین تو متعلقین سے دنیاوی منافع حاصل کرنے سے اس قدر گریز کرتے رہے کہ ان سے ہدیہ تک قبول نہیں کرتے تھے کہ اس میں دینداری کے بدلے میں دنیوی نفع کا شائبہ ہے ،ایسے ہی بزرگوں میں سے ایک مشہور بزرگ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد تھے کے متعلق مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو کھانسی کی تکلیف تھی عقیدت مندوں میں سے ایک شخص نے اپنے بیٹے کے ہاتھ کھانسی کی ایک گولی بھیج دی۔بیٹے نے گولی پیش کی تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا اس کی قیمت کیا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا، حضرت میرے والد صاحب نے مجھے قیمت نہیں بتائی ،اس پر ارشاد فرمایا! اپنے والد صاحب کو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ پچاس سال سے لوگوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ اپنے دین کو دنیا خوری کا ذریعہ نہ بناؤ اور آج خود اپنے دین کے عوض دنیا خوری کریں گے؟ (حلیۃ الاولیاء ص ۱۱۷ ج ۱۰)

واضح رہے کہ شرعی نقطہ نگاہ سے ہدیہ قبول کرنا کوئی گناہ نہیں، بلکہ دینے والے کی خوشی اور اس کے ثواب و سعادت کے باعث، باعث اجر و ثواب بھی ہے ،لیکن تقویٰ کا مقام ہی کچھ اور ہے کہ جہاں دینے لینے کا سبب محض کسی کی دینداری ،فقیری ہوتی ہے ،پرہیزگار و متقی حضرات لینے سے معذرت کرلیتے ہیں ،اور جو لیتے ہیں اپنے ذاتی تصرف میں نہیں لاتے فقراء پر خرچ کردیتے ہیں، اگرچہ اپنے مصرف میں خرچ کرنا بھی جائز سمجھتے ہیں لیکن احتیاط اپنی ذات پر صرف نہیں کرتے ،لہٰذا اگر کوئی شخص کسی بزرگ کو کوئی چیز ہدیہ کرتا ہے اور وہ اپنے ذاتی مصرف میں خرچ کرتا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے اور نہ ہی یہ خرچ کرنا ناقص ہونے کی علامت ہے ،البتہ مریدوں سے اپنے لیے نذرانے طلب کرنا یا ترغیب دینا ، یا جیسا کہ آج کل بعض بزرگوں کے پس ماندگان اپنے آباؤ اجداد کے مریدوں کو تلاش کر کے ان سے نذرانے وصول کرتے ہیں ،یہ تقویٰ ، توکل، تصوف و فقیری کے سراسر خلاف ہے ،ہمارے سلسلہ کے ولی کامل شیخ المشائخ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی مجددی دھلوی قدس سرہ کی خدمت میں اس وقت کے ایک نواب نے مطبخ (فقراء کے کھانے پینے) کے لیے کچھ اوقاف مخصوص کرنے کی پیش کش کی، آپ نے اس کے جواب میں اسی خط کی پشت پر یہ شعر لکھ کر بھیجدیا!

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم   با بادشاہ بگو کہ روزی مقدر است

یعنی ہم فقیری اور قناعت کی آبرو کو بٹہ نہیں لگائیں گے، بادشاہ سے کہدو کہ روزی لکھی جا چکی ہے (ماہوار بینات کراچی، ربیع الاول ۱۴۰۱ھ)

حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں "روز نو و روزی نو نقد وقت ماست" مکتوب ۶۵، دفتر دوم حصہ ہفتم) یعنی ہر نئے دن نئی روزی میسر آنا ہی ہمارا سرمایہ ہے۔

ہم نقشبندیوں مجددیوں، اہل ذکر فقیروں کے لیے آپ کا یہ جامع فقرہ قابل یاد داشت و قابل تقلید ہے۔ مشہور ولی حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ نبی خدا حضرت داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جلیل القدر فرزند اور نبی حضرت سلیمان علیہ السلام سے فرمایا!

"یَا بُنَیَّ اَنَّمَا تَسْتَدِلُّ عَلٰی تَقْوٰی الرَّجُلِ لِثَلَاثَۃِ اَشْیَاءَ لِحُسْنِ تَوَکُّلِہٖ عَلَی اللّٰہِ فِیْمَا نَابَہٗ وَلِحُسْنِ رِضَاہُ فِیْمَا اٰتَاہُ وَلِحُسْنِ زُہْدِہٖ فِیْمَا فَاتَہٗ" (تفسیر در منثور ص ۲۴ جلد اول) یعنی کسی آدمی کے متقی ہونے کے لیے تین چیزوں سے دلیل پکڑنا ایک یہ کہ اس کو جو معاملہ در پیش ہو اس کے بارے میں پوری طرح اللہ تعالیٰ پر توکل کرے، دوم یہ کہ جو کچھ اس کی طرف سے ملے اس پر راضی رہے، سوم یہ کہ جو چیز ہاتھ سے چلی جائے اس سے بالکل بے رغبت ہو جائے (اس چیز کے چلے جانے پر پریشان نہ ہو)

ایک اہم نکتہ! اولیاء کاملین مثالی نیکی تقویٰ و پرہیز گاری کے باوجود دوسرے لوگوں سے بڑھ کر خائف خدا ہوتے ہیں، اور رحمت الاہی میں امید بھی اوروں سے زیادہ ان کو حاصل ہوتی ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگوں سے بڑھ کر میں خائف خدا ہوں اسی لیے فرمایا گیا ہے "اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ" کہ خوف و امید کے درمیان رہنا ہی ایمان کی علامت ہے،

امیر المؤمنین امام المتقین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! اگر عرش بریں سے ندا کی جائے کہ تمام روئے زمین کے آدمی بخشدئے گئے مگر ایک شخص۔ تو میں خوف کروں گا کہ کہیں وہ شخص میں ہی نہ ہوں، اور اگر ندا کی جائے کہ روئے زمین کے تمام آدمی دوزخی ہیں سوائے ایک شخص کے تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں، خوف و رجاء کا مرتبہ ایسا معتدل ہونا چاہیے۔ خیر یہ تو حصہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا لیکن کم سے کم ہر مسلمان کو اتنا تو ہونا چاہیے کہ صحت و تندرستی کے وقت خوف غالب ہو اور مرتے وقت امید غالب ہو حدیث شریف میں ہے کہ موت کا ہر جھٹکا تلوار کی ہزار ضرب سے زیادہ سخت ہے اس وقت ملائکہ

دبوچے بیٹھے رہتے ہیں ورنہ آدمی نہ معلوم تڑپ کر کہاں سے کہاں تک چلا جائے (ملفوظات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ ص ۴۹ جلد چہارم)

آخر میں ایک حدیث، اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تقویٰ کی تاکید کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "یا عَائِشَۃُ عَلَیْکِ بِتَقْوَی اللہِ وَالرِّفْقِ" (کنزالعمال ص ۴۰ جلد سوم) اے عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے اوپر تقویٰ اور لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ لازم کرلو حدیث شریف کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو بالخصوص اہل ذکر فقیروں کو چاہیے کہ نماز، روزہ، تہجد و مراقبہ کو اپنے لیے کافی نہ سمجھیں بلکہ لوگوں کے ساتھ معاملات میں عمدگی حسن اخلاق کو اپنا شعار بنائیں، اپنا کردار عمل ایسا بنائیں کہ لوگ ان کو دیکھ کر از خود نیکی کی طرف گامزن ہو جائیں۔ نیک صحبت کے بارے میں قرآن مجید کی سورۃ توبہ کی آیت ۱۱۹ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ، اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو صادقین کے ساتھ رہنے کا امر فرمایا ہے لہٰذا ہر زمانہ میں صادقین کا پایا جانا ضروری ہے۔ آج کل بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ دور حاضر میں کوئی ولی نہیں رہا، قرآن و سنت کے سراسر خلاف اور حقیقت سے کوسوں دور ہے، الحمدللہ اولیاء اللہ اب بھی موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے، یہی جمہور علماء و مشائخ کا مبنی بر حقیقت عقیدہ ہے۔

اولیاء اللہ کی صحبت بابرکت کے بارے میں نبی کریم رؤف رحیم علیہ الف تحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز فجر پڑھ کر سورج طلوع ہونے تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوں مجھے اتنی دیر ان کے ساتھ بیٹھنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے چار غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ عزیز ہے، اسی طرح عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک بیٹھ کر یاد خدا میں مصروف رہنے والوں کے لیے ارشاد فرمایا کہ "وہ بھی مجھے چار غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے"۔

الحمدللہ، احقر نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، دیکھا ہے کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور و معروف پیر حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ اور ان کے وصال کے بعد ان کے نائب عالم و عامل حضرت پیر مٹھن سائیں دامت برکاتہ خصوصی اہتمام کے ساتھ ان اوقات میں حلقۂ ذکر، درس قرآن و حدیث، تصوف، فقہ وغیرہ کے درس یا تبلیغ دین کے امور میں مصروف رہتے ہیں، ویسے بھی قرآن و

نصيحت (توحيد)

ٿلهہ: آهي دوست دل ۾ اداديرو ڪيو
تو گهريار جو ڇو آ ميرو ڪيو

قلب بيت رحمان فرمان نبي آ
تو گهر يار جو نہ سنيرو ڪيو

رهي دوست گهر ۾ نہ هرگز ادا ٿو
جيڪو غير محبت ۾ ميرو ٿيو.

رهي دوست دل ۾ جا صاف و سليم،
تو قدر يار جو نہ ذري جو ڪيو.

زمين آسمان ۾ مون نہ سمايان،
منجهہ قلب مؤمن جي ديرو ڪيو.

اداپاڻ سڃاڻج حقيقت کي ڄاڻج،
ڪيڏو رب جي رحمت آ گهيرو ڪيو.

ڪري گنهگاري ٿي وني دل ڪاري،
توکان رب باري پنيرو ٿيو.

گذري وئي حياتي نہ ٿيو يار راضي،
آهي وقت هاڻي اويرو ٿيو.

خدا جي ذڪرکان ٿي دل نور ويندي
نظر پير ڪامل جي ڦيرو ڪيو.

ڦاسي غير محبت ۽ حرص وهوس ۾،
آهي دوست توکان پريرو ٿيو.

الله بخش مون کي قلب جو سليم
منجهہ عشق پنهنجي چگيرو ڪيو.

نعت شریف

توں تاج مانڑیں عرش تے راج مانڑیں
توں سب نبیاں دا چنگا معراج مانڑیں

تیکوں آمنہؓ بی بی جایا تیکوں دائی حلیمہؓ چایا
تیڈا سارے جگ تے سایا توں تاج مانڑیں

توں عرب عجم دا سائیں تیڈیاں ہن صفتاں ہر جائیں
تیڈیاں پڑھدے ملک مداحین توں تاج مانڑیں

تیڈے حوراں سہرے گاون نت پریاں گھول گھماون
کل ملک دی صدقے جاون توں تاج مانڑیں

تیڈے چارے یار پیارے توں چن تے اوہن تارے
ہن نور اکھیں دے سارے توں تاج مانڑیں

ہن روضے وچ ڈوں رلے صدیقؓ و عمرؓ سائیں بھلے
سر برسن نور تجلے توں تاج مانڑیں

ہے ابوبکر سائیں اعلیٰ من موہن تے متوالا
او بلبل توں گل لالہ توں تاج مانڑیں

کراں کیا تعریف عمرؓ دی عثمانؓ علیؓ حیدر دی
ہم تانگھ انہاندے در دی توں تاج مانڑیں

ایں در توں خالی ولاں ونج کیئں در پلو جھلاں
میں گھناں مول نہ ٹلاں توں تاج مانڑیں

تیڈا بوہا چھوڑ نہ ویساں تیڈے در تے ایہ جند ڈیساں
تیڈا داغ قبر وچ نیساں توں تاج مانڑیں

ایہو عبد غفارؒ دا عرض میکوں لاغر کیتا غرض
تھیوے دفع تمامی مرض توں تاج مانڑیں

(حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ)

سائل جا سڏڙا

سيدي و مرشدي حضرت محبوب سجن سائين مدظله

سهڻا سائين يار غفار، بيشڪ تو در آهيان سوالي،
مون ۾ آهن عيب هزار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

۱- دنيا ساري مون آزمائي، ڪانهي ڪنهن ۾ ڪا به وفائي،
آهي دنيا ساري مڪار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

۲- توکان سواءِ ٻي واهه نه آهي، ڪا به بچڻ جي راهه نه آهي،
باهه ٻري پئي جاڏي نهار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

۳- منهنجي گناهن ڏي نه نهاريو، دلڙي منهنجي جلد جياريو،
نفس ۽ شيطان آهي سوار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

۴- تنهنجي در جنهن جهولي جهلي آ، محبت تنهنجي ان کي ملي آ،
رڱجي ويا جي هُيا ٻڪرار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

۵- ڪهڙو ٻيو مان عاصي آهيان، ته به عشق تنهنجي جو پياسي آهيان،
قبر حشر ۾ لهجانءِ سار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

۶- تنهنجا ٿي آهيون سهڻا سائين، نظر ۾ رکجو قيامت تائين
سام تنهنجي هون سائين سردار، بيشڪ تو در آهيان سوالي،

۷- محمد طاهر تنهنجو آ خادم، پنهنجي گناهن تي آ نادم،
مهر ڪيو ان تي مهندار، بيشڪ تو در آهيان سوالي.

حضرت پیر سوہناسائیں قدس سرہ کا شجرہ نسب

(حضرت قبلہ الحاج) اللہ بخش ولد محمد مٹھل
ولد خلیفہ اللہ ابھایو ولد صاحب ڈنہ
ولد مہر علی ولد محمد اسحاق
ولد محمد پنجل ولد علی محمد ـــ رحمہم اللہ علیہم اجمعین

حضرت قبلہ سوہناسائیں قدس سرہ کے خاندان کھنبھڑا عباسی کا مصدقہ نسب نامہ جس پر ریٹائرڈ اسسٹنٹ ڈی، ای، آئی نواب شاہ کی تصدیق ثبت ہے اور اس پر ۱۶ جولائی ۱۹۵۷ء اور ۳۱ اکتوبر ۱۹۶۰ء کی تاریخیں درج ہیں، اس میں علی محمد کے نام کے بعد بھی کافی نام درج ہیں مثلاً ولی محمد بن محمد اور محمد الیاس اور نوابشاہ لیکن تسلسل سے فقط علی محمد تک نام پڑھے جا سکتے ہیں۔

حضرت خلیفہ اللہ ابھایو عباسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت الحاج اللہ بخش المعروف سوہناسائیں عباسی قدس سرہ کے دادا جان

تحریر: جناب ماسٹر صاحبڈنہ عباسیؒ والد گرامی ماسٹر غلام مصطفیٰ اور خلیفہ غلام مرتضیٰ عباسی
ترجمہ مولانا حبیب الرحمن گبول طاہری مدیر سہ ماہی الطاہر

حضرت خلیفہ اللہ ابھایو رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کا نام صاحب ڈنو رحمۃ اللہ علیہ تھا، آپ بکھری (تحصیل کنڈیارو) میں رہنے والے راشدی پیروں کے خاص خلیفہ تھے اور ان سے غیر معمولی عقیدت و محبت رکھتے تھے، ہمیشہ جمعہ کی نماز ان کے پاس بکھری میں جاکر ادا کرتے تھے۔
مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ سروقد، بلند قامت، قد آور شخصیت تھے، ان کی ڈاڑھی مبارک سفید لمبی تھی۔ صوم و صلوٰۃ کے بے حد پابند ولی اللہ شخص تھے، رزق حلال کما کر کھاتے تھے اور ان کے ہاتھ میں بڑی برکت تھی۔
خلیفہ صاحب کی پہلی شادی بڑے رئیس عبدالملک کی صاحبزادی سے ہوئی تھی، جس سے ایک

صاحبزادہ مٹھل (حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے والد گرامی) اور ایک صاحبزادی تولد ہوئے۔ پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد انہوں نے دوسری شادی عبدالرحمن کی بیٹی سے کی جس سے ایک فرزند خاوند ڈنو (میرے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صاحبزادی کی ولادت ہوئی خلیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی نیک، بخت اور مالدار انسان تھے۔) بھیڑ بکریوں کا ایک بڑا ریوڑ اور عمدہ قسم کی گائیوں کا ایک گلہ ان کے پاس ہوتا تھا، جن کے چرانے کے لیے ہمیشہ دو ملازم رکھتے تھے۔ لیکن دوہنے بلونے کا کام ہمیشہ خود ہی کیا کرتے تھے، اپنی زمین خود آباد کرتے تھے، اور اس کام میں ان کے بڑے فرزند مٹھل بھی معاون ہوتے تھے۔ اور وہ پڑھے لکھے نہیں تھے۔ جب کہ ان کے چھوٹے صاحبزادے خاوند ڈنہ (میرے والد گرامی) نے سندھی اور فارسی کی اچھی خاصی تعلیم حاصل کی تھی، دستکاری اسکول میں لکڑی کا کام (کارپینٹر) عمدہ طریقہ پر سیکھتے تھے بعد میں وزیر قادر داد خان کی مہربانی سے خیرپور میرس کے سرکاری دستکاری اسکول میں لکڑی کے کام کے استاد مقرر ہوئے تھے، کافی عرصہ تک ملازمت کی۔ خلیفہ صاحب نے اپنے بڑے بیٹے مٹھل کی شادی دوسری قوم یعنی ابیانی کے ڈتہ ڈنہ تنیہ کی صاحبزادی سے کرائی تھی۔

ان کی آخر عمر میں والد صاحب سرکاری ملازمت چھوڑ کر والد صاحب کی خدمت کے ارادہ سے لوٹ آئے، دادا جان رحمۃ اللہ علیہ نے خاصی تعداد میں اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تقریباً اسی بچاسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا " انا للہ وانا الیہ راجعون " ابیانی (نزد خانواہن) کے مشہور قبرستان میں مدفون ہوئے۔

بقیہ درس قرآن

سنت پر عمل کرنا اور مریدین کو خالصۃً لوجہ اللہ تعالیٰ نیکی تقویٰ و پرہیزگاری کی تلقین کرنا، تقویٰ و پرہیزگاری کو پابندی سے اپنانا آپ کے روز مرہ کے معمولات میں شامل ہیں، ایسے ہی اولیاء کاملین کے متعلق ارشاد ہے "نَظَرُہٗ شفاء وَ دُعَائُہٗ دَوَاء" کہ ان کی نظر شفاء اور دعا دوا ہے۔

" اللھم اجعلنا من الذاکرین الصالحین المتقین المتبعین لسنتہ نبیک و رسولک سید الثقلین سیدنا و مولانا محمد علیہ و علیٰ الہ و اصحابہ الصلوٰت و التسلیمات اتمھا و اکملھا "

ماٺهو سڀ نہ سهڻا پکي سڀ نہ هنج
ڪنهن ڪنهن ماڻهوءَ منجهہ اچي بوءِ بهار جي

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا جس طرح نام مبارک سوہنا (خوبصورت) تھا الحمدللہ اسی کے مطابق تھے بھی بہت سوہنے (خوبصورت) جسمانی بناوٹ، قد کاٹھ اور گفتار و رفتار میں مردانگی حشمت و جلال نمایاں تھا، آپ کے نورانی چہرہ مبارک کی زیارت سے عجیب سرور، لطف اور خوشی محسوس ہوتی تھی جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے آپ مناسب انداز میں قد آور تھے ساتھ ہی بھرا ہوا جسم سونے پہ سہاگہ۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہوگا کہ جسمانی ساخت کے اعتبار سے بڑے خوبصورت اور پر کشش لگتے تھے، زیارت کرنے والا جسمانی بناوٹ اور قد مبارک کے حسین امتزاج کے ساتھ ہی خداداد نورانیت سے متاثر ہو کر یہی سمجھتا کہ کسی بڑے بارعب مثالی مرد قلندر کی زیارت کر رہا ہوں۔

جنهان ڪر تيام ساجاهہ سپرين سين
تنهان ڪر ترجيتنرو ويل نہ وسريام
اندر روح رهيام سهڻ اوطاقون ڪري

رنگ:- آپ سفیدی مائل گندمی رنگ کے تھے چہرہ مبارک کشادہ قدرے طویل اور گول لگتا تھا خاص کر نصیحت کرتے وقت خوبصورت بہت جچتا تھا۔ چہرہ انور سورج کی مانند روشن اور ڈاڑھی مبارک سنت نبوی کے مطابق چار انگل کے برابر، مہندی سے مزین سورج کی کرنوں کی طرح چمکتی محسوس ہوتی تھی، ڈاڑھی مبارک زیادہ گنجان نہ تھی تاہم خوبصورت اور من پسند لگتی تھی۔

مبارک آنکھیں:- آپ کی آنکھیں نسبتاً بڑی بادامی شکل، مخموری سی لگتی تھیں، جن میں سنت کے مطابق صبح شام سرمہ لگاتے تھے، جن کی وجہ سے نورانی نین مبارک خوبصورت دلکش لگتے تھے جی چاہتا کہ دیکھتے ہی رہیں۔

ڪٽي نيڻ خمار مان جان ڪيائون ناز نظر
سورج شاخون جهڪيون ڪوماڻو قمر
تارا ڪتيون تائب ٿيا ديکينديءَ دلبر
جهڪو ٿيو جوهر جانب جي جمال سين (شاھ)

جب کبھی بات چیت کرتے یا وعظ و نصیحت فرماتے عموماً آپ کی نظریں نیچی ہوتی تھیں اور ہماری نظریں آپ کے چہرۂ انور پر مرکوز ہوتی تھیں، کبھی اچانک سر اٹھا کر سامعین کی طرف دیکھتے تو سامعین کی نظریں جھک جائیں کسی میں یہ قوت نہ ہوتی کہ رعب و تاب برداشت کرے اور نظریں ملا کر دیکھ لے بلکہ ہر ایک مخاطب "جی سائیں" جی ہاں قبلہ کہہ کر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتا۔

اکيون اهي ڏار جن سان پسين پرينءَ کي
ٻي راھ ڪيم نهار گھٽو ريسارا سپرين (شاھ)

بینی مبارک :- ناک مبارک باریک از حد خوبصورت نہ زیادہ موٹی نہ زیادہ باریک خصوصاً ناک کی چوٹی بڑی نفیس تھی۔

دہن مبارک :- درمیانہ تھا، تنگ نہ ہی زیادہ کشادہ لیکن گولائی مائل خوبصورت لگتا تھا خاص کر نصیحت کرتے وقت تو بہت جچتا تھا۔

لب مبارک :- لب مبارک سرخی مائل نہ زیادہ موٹے نہ ہی باریک خوبصورت لگتے تھے۔ خاموشی کے وقت بھی لب مبارک نہایت خوبصورت لگتے تھے۔

ہر غنچہ کہ گل گشت دگر غنچہ نہ گردد   قربان لب محبوب گہے غنچہ گہے گل گردد

جو کلی ایک بار کھل کر پھول بن جاتی ہے دوبارہ کلی نہیں بن سکتی، لیکن قربان جاؤں محبوب کے لبوں پر جو کبھی کلی بن جاتے ہیں اور کبھی پھول۔

دندان مبارک :- آپ کے دندان مبارک درمیانہ مضبوط، سفید اور چمکدار تھے بات چیت کرتے وقت عجیب کشش محسوس ہوتی تھی۔ وصال مبارک تک آپ کے دندان مبارک سلامت اور پر کشش رہے۔

رخسار مبارک :- آپ کے رخسار مبارک گوشت سے پر سرخی مائل خوبصورت تھے، مسکراتے وقت ان کا ابھار مزید واضح ہو جاتا اور چہرہ مبارک اور زیادہ پر کشش لگتا تھا۔

گردن مبارک:۔ گردن مبارک صراحی دار گوشت سے پر، رنگت میں صاف خوبصورت پر رعب قدرے موٹی، خاص کر چہرہ انور سے متصل حصہ کسی جوان مرد اور بہادر کی گردن محسوس ہوتی تھی۔

سر مبارک:۔ سر مبارک بڑا اور گول، آپ کی پیشانی کشادہ صاف رنگت کی بنا پر چمکتی نظر آتی، زائر یہی محسوس کرتا کہ انوار و تجلیات کا خاص ورود ہو رہا ہے۔

ابرو مبارک:۔ ابرو مبارک گنجان بارعب خوبصورت لیکن جڑواں (ملے ہوئے) نہ تھے۔

بال مبارک:۔ بال مبارک مضبوط اور مسنون طریقہ کے مطابق طویل، دیکھنے تو چمکتے نظر آتے ہاتھ لگاتے تو ریشم کی مانند نرم اور دلربا لگتے، بلکہ مخمل و ریشم سے بھی زیادہ نفیس و نازک دوران تقریر جب جذباتی انداز میں خطاب فرماتے چاندی کی مانند چمکتے سفید و خوبصورت طویل بال مبارک لڑھک کر چہرہ مبارک پر آجاتے تو جی چاہتا یہ من موہنے شاندار بال مبارک اپنے ہاتھوں سے درست کرنے کا شرف حاصل کریں، لیکن افسوس کہ آپ کے خداداد رعب و تاب، حشمت و بزرگی کے سامنے ہماری یہ خواہش خواہش ہی رہ جاتی اور آپ خود شہادت کی انگلی سے چہرہ مبارک سے ہٹا کر گردن کی طرف کانوں کے پیچھے درست کر لیتے۔

ہاتھ مبارک:۔ آپ کے ہاتھ مبارک قد کاٹھ کے عین مطابق کشادہ، گوشت سے پر مضبوط اور قدرے طویل تھے، جب کہ ہتھیلیاں نہایت درجہ سفید خوبصورت نرم و پر کشش تھیں، انگشت مبارک ہتھیلی کے مقابلے میں کسی قدر لمبی محسوس ہوتی تھیں، اور وہ بھی گوشت سے پر اور مائل با گولائی تھیں۔

مصافحہ کے وقت ہاتھ مبارک نرم و نفیس محسوس ہوتے تھے، جب کہ دباتے وقت مضبوط اور بھاری بھرکم محسوس ہوتے تھے، جس سے آپ کے ہاتھ مبارک کسی محنتی، جفاکش اور بہادر آدمی کے ہاتھ معلوم ہوتے تھے۔

پاؤں مبارک:۔ مبارک ہاتھوں کی طرح آپ کے پاؤں مبارک بھی نہایت درجہ مضبوط، عرض کے مقابلہ میں زیادہ طویل، گوشت سے پر، بھاری بھرکم اور سندھی کے مشہور لوک گیت "ہو جمالو" میں جو "**تنهنجا پير پنج سير**" سنتے آئے ہیں کہ مصداق، کسی شیر مرد کے وزن دار پاؤں نظر آتے تھے، اور پاؤں کے تلوے بھی موٹے، گوشت سے پر نسبتاً کم گولائی پر مشتمل تھے چھوتے وقت نرم اور بہت پر فیض محسوس ہوتے تھے، جب کہ پاؤں مبارک کی انگلیاں جڑے پر گوشت تھیں جن کے سرے نسبتاً پتلے تھے۔

عمامہ مبارک:۔ اکثر و بیشتر آپ کا عمامہ سفید ہوتا (کبھی سبز عمامہ بھی پہنتے تھے) نسبتاً بڑا عمامہ بڑی خوش اسلوبی سے سر مبارک پر سجا کر جب نماز کے لیے مسجد کی طرف آتے تو آپ کے خوبصورت نورانی چہرہ کی زیارت سے فقیروں پر وجد و جذبہ طاری ہو جاتا تھا۔

چادر مبارک:۔ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ محبت کے پیکر تھے، جیسے آپ خوبصورت تھے، ایسے ہی آپ کی سیرت بھی خوبصورت تھی، جیسا خوبصورت آپ کا اخلاق تھا ایسا ہی خوبصورت عمل تھا غرض یہ کہ آپ کی تمام ادائیں قابل ذکر تھیں۔ کن کن اوصاف کا بیان کیا جائے۔ بچپن سے لے کر آخر تک صاف و سفید ڈھائی گز کپڑے کی چادر اوڑھا کرتے تھے، عزت و عظمت کے پیکر سیدی سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ جس وقت بڑے ہی باوقار انداز میں چادر مبارک اوڑھ کر چلتے تو یوں محسوس ہوتا گویا اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ایک فرشتہ اپنی عجیب پر کشش صورت لے کر اس زمین کو شرف سعادت بخشنے آیا ہے۔ بلاشبہ نورانی چادر میں ملبوس محبوب خدا، عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مرد حق، فیاض، مریض قلوب کے طبیب کی زیارت سے قلوب کو قرار اور ارواح کو راحت پہنچتی تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ ولی کامل کی زیارت دراصل تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت گویا جلوۂ حق کا مشاہدہ ہے۔

بصورت شیخ دیدم مصطفیٰ را   نہ دیدم مصطفیٰ بلکہ خدارا

میں نے اپنے شیخ کی صورت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بلکہ خدا کو دیکھا۔

قمیض کا بٹن:۔ آپ کے زیب تن قمیض مبارک کا اوپر والا بٹن عموماً کھلا رہتا تھا، اس کی اصل وجہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ

عشق نا ھي راند جو کين نہ اڳيرو
سسي نيزي پاند اچل تہ اتي عاشق

یعنی عشق بچوں کا کھیل نہیں یہاں اپنی جان تلوار کی انی پر رکھ کر اپنی جان کو ٹکڑے ٹکڑے کروانا پڑتا ہے۔ چونکہ آپ عاشق ذات خداوندی، عاشق رسول اور مراد مرشد کامل تھے اور عشق کی آگ میں پختہ لعل تھے عشق کی ناقابل برداشت گرمی کی وجہ سے ہوا خوری کے لیے کسی قدر گلا کھلا رہنے دیتے تھے۔ اپنے محسنین کے ساتھ آپ کی محبت صداقت اور جوش اخلاص صرف ظاہری ہی نہیں، رگ رگ، گوشت و پوست میں سمایا ہوا اور خون جگر کے قطرہ قطرہ سے عیاں تھا،

خدا کی قسم نہ زبان کو یہ حقیقت بیان کرنے کی طاقت ہے نہ قلم کو یہ قوت ہے کہ آپ کے عشق و محبت کی بھٹی کا بیان کرے جس نے سینہ فیض گنجینہ میں ایسا سوز و گداز پیدا کیا کہ شاید کپڑا بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اور عموماً اوپر والا بٹن کھلا رکھتے تھے۔

تہمند مبارک:۔ آپ سادگی اور وقار اس سے بڑھ کر یہ کہ سنت نبویہ کے بڑے پابند تھے، تہمند استعمال کرنا بھی نبوی سنت ہے، آپ تو فنافی الرسول عاشق صادق تھے، سو آپ عرف عام میں عار محسوس کیے جانے کی بنا پر کسی سنت پر عمل سے کیسے رک سکتے تھے اس لیے آپ بعض اوقات تہ بند (ضروری نہیں کہ عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا) استعمال فرماتے تھے، شاید آپ کے استعمال کی برکت تھی کہ خواہ کوئی کم قیمت سادہ کپڑا ہی ہوتا آپ کے جسد اطہر سے مس ہوتے ہی ہمیں (بلکہ شاید ہر دیکھنے والے کو) بڑا عمدہ و اچھا لگتا تھا، بلکہ استعمال شدہ چند روپے کی چیز کے مقابل بڑی قیمتی چیز بھی ہیچ نظر آتی تھی۔

نازمنجھا را نکري جنھن پرين کري ٿو پنڌ
تہ پون پڻ بسم الله چئي راھ چمي تي رنڊ
اپيون گھٽي ادب سين حورون حيرت منڊ
سائين جو سوڳنڌ منھنجو ساجن سينئا سھٽو

آواز مبارک:۔

ہے تیری آواز آواز خدا — اور خاموشی تیری راز خدا
تھے لب شیریں لب دریائے ذات — اس لیے ہر بات تھی آب حیات
جو حکایت جو مثل جو بات تھی — عالم معنیٰ کی اک سوغات تھی

آپ کی آواز مبارک نہ زیادہ باریک نہ زیادہ بھاری، لیکن باریکی کی طرف زیادہ مائل ہوتی تھی صحیح الفاظ نہیں ملتے کہ آپ کی پر کشش دل لبھانیوالی آواز کی تصویر کشی کی جائے، بس یہی کچھ کہا جاسکتا ہے کہ اتنی مزیدار پر کشش آواز عمر بھر کبھی نہیں سنی تھی۔ آپ کے عشق و محبت اور خلوص کا بیان کن الفاظ میں کیا جائے۔ سوچ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ابتدائی ایام میں نماز کی جماعت خود کراتے تھے، سورۃ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو بھی سورت ملا کر پڑھتے اس کا لہجہ اور تجوید و قرائت کا انداز ہی نرالا تھا، کسی بنی بشر سے وہ انداز سننے کو نہ ملا شاید کسی اور دوست کے پاس بھی کیسٹ میں محفوظ ہو، آج بھی آپ کی آواز کیسٹ میں سنکر دوران تلاوت خوف خدا اور خلوص دل کا

اندازہ کرنے سے عقل قاصر ہے۔

قربان جاؤں نصیحت و تقریر کرتے وقت ایسی شیرینی سی محسوس ہوتی کہ سخت دل بھی پانی پانی ہو جاتے تھے، عبادت خداوندی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جب قرآن و حدیث بیان فرماتے تھے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، بعض اوقات ایسے ایسے انسانوں کو جن کے کان گویا کہ بہرے، کچھ پئے بغیر نشہ میں بدمست ہوتے دوران تقریر بھی اپنے خیالات میں مگن ہوتے، پھر بھی آپ ناامید نہ ہوتے جوش و جذبہ کے ساتھ ماسلف کے کارنامے سنا کر چست و ہوشیار بنادیتے کہ عقل حیران رہ جائے۔

آپ کے عجیب فن بیان و خطابت کے لیے یہی کچھ کہنا کافی ہو گا جو بعض اوقات خود ارشاد فرماتے تھے کہ (تقریر و بیان اس انداز سے کیا جائے کہ سویا ہوا آدمی اٹھ کر بیٹھ جائے اور بیٹھا ہوا اٹھ کھڑا ہو اور جو پہلے سے کھڑا ہو دوڑنا شروع کر دے) مطلب یہ کہ حسب حیثیت ہر ایک فائدہ حاصل کرے، آپ کے اس قسم کے ارشادات سے پورے مجمع میں جوش و جذبہ کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی، اللہ، اللہ اور حق، حق کے نعرے بلند ہوجاتے اور یوں محسوس ہوتا کہ نائب نبی حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ سوئی ہوئی محمدی امت کے پیشوا ہیں اور امت میں بیداری پیدا کرنے کے لیے بندگان خدا کے ایمان کی حفاظت و سلامتی کے لیے اپنا تن من، دھن، اہل و عیال، مال و ملکیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مانند قربان کیے ہوئے ہیں۔ آپ کا انداز خطابت نرالا، انوکھا، عام فہم، بہت سہل ہوتا تھا، عالم فاضل، لکھے پڑھے خواہ جاہل و جٹ قسم کے لوگ سندھی، بلوچی، پنجابی، پٹھان، مہاجر اور سرائیکی زبان والے بھی کم از کم مفہوم سمجھ لیتے تھے، اور حقیقی معرفت کے موتیوں کے ہار گلے میں سجائے دیوانے و مستانے بن جاتے تھے۔ آپ سوز و گداز اور عشق و مستی میں فرماتے۔

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم   بر سر ممبر سنائیں۔گے ترا افسانہ ہم

غرض یہ کہ ۲۷ویں کا ماہانہ جلسہ ہوتا یا گیارھویں کا، کم آدمی ہوتے یا زیادہ، درگاہ اللہ آباد شریف میں ہوتے یا فقیر پور شریف میں یا کہیں اور آپ کا پر سوز و گداز خطاب سامعین کے دل موہ لیتا تھا ایسی روحانیت اور محمدی فیض سے دلوں کو سیراب کرتے کہ سستی و کاہلی دور ہو جاتی اور شریعت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پیاری معلوم ہوتی اور عملی طور پر داڑھی مسواک اور عمامہ کی توفیق مل جاتی۔

خاص طور پر سالانہ جلسہ کے موقع پر (بہت سے عوارضات کے باوجود) دو تین گھنٹے مسلسل جوش و ولولہ سے خطاب فرماتے عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانا پینا بھول جاتا اور آنکھوں سے آنسو رواں دواں ہوجاتے، آہ و فغاں و ذکر اللہ اللہ کے نعروں سے فضا گونج جاتی تھی خاص کر جب درد مند دل سے ارشاد فرماتے اے محمدیؐ، اے صدیقیؓ، اے مجددیؒ، اے فضلیؒ و غفاریؒ اٹھو آج وقت ہے، خود بھی عاشق و صادق بن کر اوروں کے گھر گھر محبت کا یہ پیغام پہنچاؤ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کی خیر خواہی کرو، آپ سندھی میں یہ بیت پڑھتے۔

سيئي سانگا ستئي ستئي   کي مرد اينڌا ميدان انهيءَ ۾

یعنی تمام تعلقات چھوڑ چھاڑ کر کوئی خوش قسمت ہی اس میدان میں آئے گا۔ آپ فرماتے تھے ہم خود تو غفلت اور نفسانی خواہشات کے پتلے بن گئے لیکن غیر مسلموں کی اصلاح کے دروازے بھی ہم نے ہی بند کرلیے۔ کاش ہم خود شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہوں اعمال و اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اپنائیں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوں تو شاید اتنی تبلیغ و تقریر کی ضرورت ہی نہ پڑے، بلکہ ہمارے اسلامی طریقۂ کار کو دیکھ کر غیر مسلم خود بخود اسلام کی لازوال دولت حاصل کر کے مسلمان بن جائیں۔ آپ جوش و جذبہ کے عالم میں کبھی کبھی دیوانہ وار اللہ، اللہ کی ضرب لگاتے تو یوں محسوس ہوتا کہ گویا یہ درخت یہ زمین و آسمان بلکہ پوری کائنات ذکر اللہ میں محو و مستغرق ہے آپ یہ شعر بھی پڑھتے تھے۔

اللہ اللہ کا مزہ مرشد کے میخانہ میں ہے
دو جہانوں کی حقیقت ان کے پیمانہ میں ہے

بعض اوقات دوران تقریر نبی عربی فداہ امی و ابی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں اس قدر محو ہو جاتے کہ جو ہم سمجھتے شاید آپ دنیا و مافیہا سے بے خبر ہیں، اس عاجز کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ فقیر پور شریف میں سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تقریر فرماتے فرماتے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و محبت میں دیوانہ وار اٹھ کھڑے ہوئے سائلانہ انداز میں چادر مبارک گلے میں لٹکا کر قبلہ رو زور زور سے یا رسول اللہ، یا رسول اللہ کے طوفان بپا کرنے والے نعرے بلند کیے پورا جسم اطہر تھر تھر کانپنے لگا، آنکھوں سے آب جاری تھا، دست بستہ یہ مبارک شعر پڑھنے لگے

نسیما جانب بطحا گذر کن   ز احوالم محمدؐ را خبر کن

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف فرما ہیں آپ کے

اس عاشقانہ والہانہ انداز کا اثر تھا کہ ہزاروں کا مجمع بے خود ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، ہر طرف سے اللہ اللہ کی صدائیں اور دل و جگر سے آہ وفغاں اور رقت قلبی سے نزول رحمت کا احساس غیر معمولی سکون ،چین اور راحت کہ نوک قلم بیان کرنے سے قاصر ہے۔

دوران مراقبہ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے مرشد کامل کی تعریف میں منقبتیں پڑھتے ،اور نصیحت آمیز اشعار بھی پڑھتے ،غرض یہ کہ جو بھی شعر و نظم یا غزل پڑھتے ایک نور مجسم انسانی صورت میں پیاری پیاری آواز کے ذریعے عشق و محبت کے پر تاثیر و جاذب انداز میں دل سے غیر اللہ کے زنگ ہٹانے اور نفس و شیطان کے مکر و فریب سے. بچانے اور محمدیؐ محبت سے تن من کو مست و مدہوش کر رہے ہوتے۔

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم کے بیان و شکر کے لیے الفاظ نہیں ملتے جس نے ہمیں ایسے محبوب کی نسبت سے نوازا کہ تن من قربان کر کے بھی محبت و معرفت حق دینے والے اس محبوب کا حق ادا نہیں کر سکتے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسے انمول انسان ،جن پر بنی نوع انسان کو فخر ہے ،ایسے عاشق جن کے صدق کے طفیل یہ دنیا قائم ہے ایسے فانی فی اللہ و باقی باللہ جن کی زندگی شمع ہدایت ،جن کی زندگی دنیا بھر کی زندگی، جن کے ہمت و حوصلہ پر اسلام اور اہل اسلام کو فخر ،جن کی قربانی قرآن مجید کی ترجمانی ،جن کی حیاتی ابدی حیاتی ،جو قیامت تک نہ ختم ہونے والی حیاتی۔

مرڻا اڳي جي مئا سي مري ٿيا نه مات
هونداسي حيات جئڻا اڳي جي جئا

. لیکن ظاہری طور پر آج ہماری نظروں سے پوشیدہ اس فانی جہاں میں ہم سے دور ،ہمیں داغ مفارقت کا درد دکھ دیکر خود مالک حقیقی کے حضور بہشت کی لذات سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ کاش ہم حضور نور اللہ مرقدہ کی کوششوں ،کاوشوں محنتوں ،ریاضتوں اور قربانیوں کی قدر کریں آپ کے ارشادات و نصائح پر عمل کریں تو ہماری کشتی بھی کنارے لگ سکتی ہے ،اللہ تعالیٰ راضی ہوگا اور ہمیں بروز قیامت آپ کے غلاموں کی قطار میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوگی ،میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر ہمیں ان مقربان الٰہی کی جوتی رکھنے کی جگہ بھی نصیب ہو جائے تو ہمارے

لیے غنیمت و نعمت عظمیٰ ہے

جيهي جاتيهي تہ ٻہ ٻانهي ٻاروچل جي
حجت هوت پنهون سين مون ڪميڻيءَ ڪيهي
هو جاپاڻ پير ۾ تنهن جتي نہ جيهي
هاڻي وساري ويهي تن ڪيچين کي ڪيئن رهان

کلام ولی کا منظوم پنجابی ترجمہ

نعت شریف

اساں دا نبیؐ ہے جے خیر الوریٰ
تھیا آپ جس تے عاشق خدا
دنیا زندگی خواہ قبر تے حشر وچ
لئی سار ہر وقت وچ مصطفیٰ
حشر چ پکارن نبی نفسی نفسی
کروؐ امتی امتی دی صدا
نیکاں دا تکیہ عمل تے عبادت
خطا واراں دی آس نورُ الھُدیٰ
جیں تائیں عشق عربی نا دل وچ رچے
عمل تے عبادت نا سمجھ وے بھرا
ہوویں عشق احمدؐ چ سُنت دا تابع
بنا پیروی نئیوں حاصل صفا
(حضرت) اللہ بخش محبت مدنی میر دی
کراں سوہنے توں مال جند جاں فدا
شکیل احمد

حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے حقیقی جانشین

حضرت علامہ مولانا حبیب الرحمن گبول طاہری

بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام، خلفاء اللہ علی الارض یعنی روئے زمین پر خدا کے خلیفہ ہو کر رہے ہیں۔ اور ان کی خلافت براہ راست خداوند عزو جل کی طرف سے عطاء محض تھی اسی طرح سلسلۂ نبوت و رسالت کے اختتام پر قیامت تک کے لئے جاری رہنے والے سلسلۂ ولایت بھی عطاء الہٰی ہیں۔ لیکن بواسطۂ شیخ کامل کے اس طرح یہ سلسلہ خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے، لہٰذا ایک ولی براہ راست تو اپنے شیخ کا نائب ہوتا ہے، لیکن بالواسطہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت و سنت کو اپنی اصلی شکل و صورت، حقیقت و روح کے مطابق رواج دینے والا ظاہراً باطناً نائب نبی ہوتا ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیوی رئیس، چودھری اور وڈیرے کے بیٹے کی دستار بندی خاندانی و موروثی ہوتی ہے، سلطنت و حکومت پر سرفرازی کبھی باپ دادا سے موروثی میسر آتی ہے تو کبھی الیکشن، سلیکشن کے ذریعے آدمی ایوان اقتدار تک جا پہنچتا ہے، لیکن اولیاء اللہ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی وارث و نائب ہوتے ہیں، ان کی سجادگی و مسند نشینی خاندانی وراثت و شرافت اور ہر قسم کے ذاتی اثر و رسوخ سے بالاتر ہوتی ہے۔ نہ تو اس کے لئے پیرزادگی شرط ہے۔ نہ ہی رسمی دستار بندی اور جبہ پوشی کی ضرورت و حاجت۔ ان کی سادگی و مسند نشینی کا مدار صرف اور صرف نیکی تقویٰ، خوف خدا، محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اتباع شریعت و سنت پر ہوتا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حدیث شریف میں ہے "اِنَّ الْاَنْبِیَا لَمْ یُوَرِّثُوْا دِرْهَمًا وَّلَادِیْنَارًا وَّلٰكِنْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَ مِنْهُ اَخَذَ بِحَظٍّ وَّافِرٍ" یعنی انبیاء کرام علیہم السلام نے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بنایا (اس لئے کہ انبیاء کرامؑ علیہم السلام دنیا سے رخصت ہو کر بھی زندہ ہوتے ہیں اور زندہ آدمیوں کی ملکیت وارثوں میں تقسیم نہیں کی جاتی) لیکن انہوں نے علم (علم ظاہر اور علم باطن) کے وارث بنائے جس نے اس (علم) میں سے حاصل کیا اس نے بہت بڑا حصہ

(نبی کی وراثت کا) حاصل کیا۔

حضرت پیر سوہنا سائیں قدس سرّہ

پیر طریقت رہبر شریعت، عالم باعمل ولی کامل حضرت الحاج اللہ بخش عباسی غفاری نقشبندی (عرف سوہنا سائیں) نور اللہ مرقدہ، تصوف و طریقت میں خواجۂ خواجگان حضرت محمد عبدالغفار (عرف پیر مٹھا) رحمت پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہیتے، خلیفۂ ارشد، نائب و جانشین تھے اپنے وقت کے کامل و اکمل ولی اور شریعت و طریقت کی ترویج و اشاعت کے حوالہ سے مسند ارشاد کے انتہائی اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔

حضرت پیر مٹھا قدس سرہ (وفات ۸ شعبان ۱۳۸۳ھ بمطابق ۲۴ دسمبر ۱۹۶۴ء) کے خلفاء کرام کی تعداد تقریباً ایک سو چالیس تھی، جن میں حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ اس طرح نمایاں تھے جس طرح ستاروں کی جھرمٹ میں چودھویں کا چاند، حسن سیرت و صورت کا صدقہ تھا، حسن اخلاق و نیک اعمال کا نتیجہ تھا، خلوص و للّٰہیت کا ثمرہ تھا یا انتخاب خداوندی اور اعلان آفاقی (صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ کو اپنا محبوب بنالیتا ہے زمین و آسمان میں بسنے والی تمام مخلوق کو اس سے محبت کرنے کا امر فرماتا ہے) کہ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے زمانہ میں آپ سوہنا سائیں اور بڑے خلیفہ کے لقب سے مشہور تھے، پیرو مرشد کے منظور نظر، خلفاء کرام سمیت لاکھوں پیر بھائیوں میں ممتاز اور پیر مٹھا علیہ الرحمہ کے بعد سب سے اہم شخصیت تھے۔ بفضلہ تعالیٰ احقر راقم الحروف کو حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے اکابر خلفاء حضرات برگزیدہ صفات کی زیارت ہی نہیں، بیشتر حضرات سے غیر معمولی شناسائی، شرف نیاز مندی بارہا تفصیلی ملاقات اور حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کی صحبت بابرکت کے حوالہ سے استفادہ کا موقعہ ملا، خاص کر جب حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کی شخصیت، علمی و دینی خدمات کے موضوع پر شاہ عبداللطیف یونیورسٹی سے ایم فل کرنے کا موقعہ ملا تو تحقیقی مقالا (تھیسز) لکھتے وقت اس وقت بقید حیات خلفاء کرام سے خصوصی طور پر ملاقاتیں کیں اور انٹرویو لئے جن میں سے ہر ایک نے یہی بتایا کہ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے خلیفۂ ارشد اور نائب حقیقی حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنے شیخ کامل کے تبلیغی اصلاحی مشن کو نہ فقط جاری رکھا بلکہ اس قدر اس کو وسیع کیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

غرض یہ کہ اس موضوع پر دوسرے احباب کے مضامین الطاہر کے اسی شمارے میں موجود ہیں، یہ عاجز یہاں پر جماعت غفاریہ بخشیہ طاہریہ سے وابستہ احباب کی معلومات میں اضافہ کے لئے

حضرت پیر مٹھا قدس سرہ اور آپ کے پیارے خلفاء کرام کے اُن ارشادات عالیہ کا ذکر کرے گا، جو حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کی نیابت سے متعلق ہیں اور ہم جیسے فقیروں کے لئے سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

واضح اجازت نامہ : کسی بھی بزرگ کی مسند نشینی کے لئے سب سے اہم و مستند دستاویزی ثبوت اس کے شیخ کی تحریر یا وصیت ہوتی ہے، خواجۂ خواجگان حضرت پیر مٹھا قدس سرہ نے متعدد خلفاء کرام کو تحریری اجازت نامے عنایت فرمائے تھے، دیگر تمام خلفاء حضرات کے اجازت نامے مختصر اور ایک ہی طرح کی عبارات پر مشتمل تھے، جب کہ حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے لئے تحریر کردہ اجازت نامہ غیر معمولی طور پر ان سے ممتاز و نمایاں ہے، اور اس سے آپ کی نیابت و جانشینی واضح طور پر جھلکتی ہے۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" یایها الذین امنو اتقوا اله و ابتغو الیه الوسیلة و جاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون المجاهدی من جاهد نفسه فی طاعة الله"

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" الحمد لله رب العالمین و الصلوٰة والسلام علےٰ حبیبه سید المرسلین و اله الطاهرین و اصحابه الطیبین اجمعین الیٰ یوم الدین "۔

امابعد! حضرت چیٹر پیر قدس سرہ العزیز کی اولاد میں سے فقیر حقیر لاشی محمد عبدالغفار عرض کرتا ہے کہ اس عاجز خاکسار ذرہ بے مقدار نے سلسلہ عالیہ خاندان نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ میں داخل ہو کر، حضرت قطب الارشاد خواجۂ خواجگان پیر پیراں، غوث اعظم، چودھویں صدی ہجری کے مجدد و منور (روشن کرنے والے) نبی خیر البشر علیہ و علیٰ الہ من الصلوت افضلها و من التحیات اکملها کے نائب سیدی وسندی قبلہ عالم محمد فضل علی قریشی، عباسی، قلبی و روحی فداہ، ابی و امی فداہ سے دائرہ لاتعین تک علم سلوک حاصل کیا، اور ان ہی آنکھوں کی ٹھنڈک محبوب سبحانی سے اجازت و خلافت کا شرف حاصل کیا اور اس وقت سلسلہ عالیہ کی اشاعت کے لیے موجود ہے۔

پس اس عاجز لاشی سے برادر طریقت مولانا مولوی اللہ بخش صاحب عباسی سندھی نے علم سلوک جذب، حالات اور واردات صحیحہ حاصل کئے اور دائرہ لاتعین تک طریقۂ عالیہ کی تعلیم کی تکمیل کی۔ میں نے ضرورت کے تحت طالبان مولیٰ کے فائدہ اور اسلام کی خدمت کے لیے ان کو اسم ذات اور علم سلوک کی تعلیم کی اجازت مطلقہ دے دی ہے۔ اس کے علاوہ عرض یہ ہے کہ یہ تبلیغی

ادارہ محض رضائے الٰہی کے لیے قائم کیا گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر میں (اس دنیا میں) نہ رہا تو یہ رہیں گے، لہٰذا اس ادارہ کے قائم رکھنے کے لیے تمام حضرات خلفاء کرام میں سے مولانا موصوف کو زیادہ لائق، صاحب نسبت و اطاعت اور صاحب کمالات و برکات جان کر اپنے قائم مقام مقرر کرتا ہوں، چاہیئے کہ حضرات خلفاء کرام اور جملہ جماعت ان سے بیعت ہو کر طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات حاصل کریں اور رضائے الٰہی کی خاطر تبلیغ اور طریقہ عالیہ کی اشاعت کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

اگر اسی (بتائے ہوئے) طریقہ کے مطابق عمل پیرا رہے تو انشاء اللہ العزیز طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات بارش کی مانند برستے دیکھو گے، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ہم پر پیغام رسانی کے سوا کوئی بار نہیں ہے۔

لاشی فقیر محمد عبدالغفار فضلی

اصل اجازت نامہ چونکہ فارسی میں ہے، اس کی خاص خاص عبارات کی تشریح نذر قارئین ہے۔

"اجازت مطلقہ دادہ شد" یعنی حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کو عمومی اجازت و خلافت دی گئی، اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق دوسروں کو بھی خلافت دے سکتے ہیں، حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے علاوہ کسی اور خلیفہ کے لئے آپ نے اس قسم کی عبارت نہیں لکھی جس سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ دیگر تمام خلفاء کرام کی خلافت مقید تھی اور وہ کسی دوسرے کو خلافت و اجازت دینے کے مجاز نہ تھے، الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے اکثر و بیشتر خلفاء کرام اسی حکم پر کاربند رہے، اور آگے کسی کو خلافت نہیں دی۔

"امید وارم کہ اگر من نمانم ایں بماند، پس برائے قیام ایں ادارہ از جمیع حضرات خلفاء کرام مولانا موصوف را زیادہ تر لائق و صاحب نسبت و اطاعت و صاحب کمالات و برکات دانستہ قائم مقام خود کردہ می شود" (مجھے امید ہے کہ اگر میں اس دنیا میں) نہ رہا یہ رہیں گے لہٰذا اس ادارہ کو قائم رکھنے کے لیے تمام حضرات خلفاء کرام میں سے مولانا موصوف کو زیادہ لائق، صاحب نسبت و اطاعت اور صاحب کمالات و برکات جان کر اپنے قائم مقام مقرر کرتا ہوں۔

اس عبارت میں تمام خلفاء کرام میں سے زیادہ لائق ۔۔ اور ان کو اپنے قائم مقام مقرر کرتا ہوں کے بابرکت کلمات سے حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے حقیقی جانشین ہونے کی صراحت کے ساتھ ساتھ آپ کے روحانیت کے اعلیٰ مقامات پر فائز اور ولایت و بزرگی کے تمام اوصاف سے موصوف ہونا عیاں ہے، جب کہ آخر میں آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔" باید

کہ ازیں صاحب حضرات خلفاء کرام و تمامی جماعت بیعت کردہ حصول فیوض و برکات طریقہ عالیہ کنند" ۔۔۔ یعنی چاہئے کہ خلفاء کرام اور جملہ جماعت ان سے بیعت کر کے طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات حاصل کریں ۔۔۔ اسی آخری عبارت میں آپ نے تمام خلفاء و مریدین کو واضح طور پر حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ سے تجدید بیعت کا امر فرمایا ہے۔

بزرگ صفت حضرت مولانا عبدالرحمن ایری بلوچ رحمۃ اللہ علیہ (لنگر خانہ کے انچارج ہونے کی بنا پر ڈاڈا لانگری کے لقب سے مشہور تھے) جن کو حضرت پیر مٹھا علیہ الرحمہ کا خصوصی قرب حاصل تھا، یہاں تک کہ حضور رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں مراقبہ کرانے کی سعادت عموماً ان ہی کو حاصل رہتی تھی۔ سے راقم الحروف نے درگاہ فقیر پور شریف جاکر تفصیلی انٹرویو لیا تھا، اس موقع پر انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ نے تمام موجود خلفاء کرام کو جمع کر کے ارشاد فرمایا! آپ حضرات اپنے میں سے کوئی ایک سربراہ منتخب کریں جن کی قیادت میں میرے بعد مل کر دین کا کام کریں۔

چونکہ ان دنوں امامت نماز کے فرائض مولانا سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انجام دیتے تھے اور تھے بھی حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے رشتہ دار اور داماد بھی، اسی مناسبت سے خلفاء کرام نے مولانا محمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام پیش کیا، لیکن حضرت پیر مٹھا قدس سرہ نے اس انتخاب پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا! "کیا ہاتھی دا بار چھیلا چاسی۔ جاؤ دوبارہ مشورہ کرو" اس مرتبہ تمام خلفاء کرام نے متفقہ طور پر حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کا نام پیش کیا، جس سے اتفاق کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا "میرا ووٹ بھی اہینکو ہے" اس موقعہ پر حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمہ نے آپ کے قدموں میں عمامہ رکھ کر اس ذمہ داری سے معذرت چاہی مگر آپ نے معذرت قبول نہ کی اور انتخاب پر عمل کرنے پر زور دیا لانگری صاحب موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے مزید بتایا کہ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اگلے ہی روز جب تین نئے آدمی ذکر سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کو بلا کر اپنی موجودگی میں ان کو سوہنا سائیں علیہ الرحمہ سے ذکر دلایا پھر فرمایا "مراقبہ بھی توں کرا" چنانچہ مراقبہ بھی آپ نے کرایا مراقبہ کے بعد فرمایا "آئندہ نماز بھی توں پڑھیندا کر" چنانچہ حسب فرمان آپ نے چند روز امامت کے فرائض بھی انجام دئے لیکن لنگر کے کام اور تبلیغی دوروں کی وجہ سے مستقل امامت نہ کرا سکے۔

بقیہ السلف و حجۃ الخلف عالم باعمل حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی عبدالرحمن صاحب دامت برکاتہ سکنہ درگاہ اللہ آباد شریف بھی مذکورہ میٹنگ میں شامل تھے۔ فرمایا چاند کی گیارہ یا بارہ

تاریخ تھی اور بعد نماز ظہر کا وقت حضور پیر مٹھا نور اللہ مرقدہ جامع مسجد درگاہ رحمت پور شریف کے شمالی حصہ میں تشریف فرما تھے، مقیم و مسافر تمام خلفاء کرام کو جمع ہونے کا حکم فرمایا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ (پیر مٹھا) اس دن کسی کوتاہی کی وجہ سے سخت ناراض تھے کچھ دیر نصیحت فرما کر حویلی مبارک میں تشریف لے گئے۔ بعد نماز عصر مذکورہ تمام خلفاء کرام کو اپنے تسبیح خانہ میں طلب فرمایا اس وقت آپ بالکل خوش ہشاش بشاش نظر آرہے تھے، سورج کی طرف (جو غروب ہونے کے قریب تھا) اشارہ کر کے فرمایا جس طرح یہ سورج اب غروب ہونے والا ہے اسی طرح میری زندگی کا سورج بھی غروب ہونے والا ہے اور جس طرح مال مویشی کے لئے چرواہے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح جماعت کے لئے رہبر کی ضرورت ہوتی ہے، یہ عاجز آپ کے لئے مولوی صاحب (حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ) کو قائد و سربراہ مقرر کرتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نقشبندی فضلی فیض حاصل کرنے کے لئے لوگ بیرون ممالک سے بھی سندھ چلے آئیں گے، اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔

یہی نہیں بعض اوقات بھرے مجمع میں حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اب یہ عاجز بوڑھا ہوچکا ہے، جی چاہتا ہے مولوی اللہ بخش صاحب میری جگہ بیٹھ کر میری طرح خلق خدا کی خدمت کریں ذکر اذکار سمجھائیں اور وعظ و نصیحت کریں، میری نظر میں مرشد کامل کے حضور اس سے بڑھ کر اور کوئی منصب و مقام ہو ہی نہیں سکتا۔

خلیفہ حضرت مولانا محمد داؤد شر بلوچ رحمۃ اللہ علیہ (جن کا گذشتہ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ میں انتقال ہوا، اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے) کا شمار اکابر خلفاء کرام میں ہوتا تھا، وہ بھی مذکورہ میٹنگ میں موجود تھے، آپ نے مزید بتایا کہ مذکورہ اہم میٹنگ میں چالیس خلفاء کرام موجود تھے، پہلی بار کے مشورہ کے وقت حضرت مولانا محمد سعید صاحب نور اللہ مرقدہ کا نام حضرت قبلہ سوہنا سائیں قدس سرہ نے پیش کیا تھا جسے حضرت پیر مٹھا قدس سرہ نے قبول نہ فرمایا جب کہ دوسری بار حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کا نام پیش کرنے پر پسندیدگی کا اظہار فرمانے کے ساتھ ساتھ خلفاء کرام سے یہ وعدہ لیا کہ سوہنا سائیں سے سب بیعت کریں گے۔

مولانا محمد داؤد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مزید فرمایا کہ اس موقع پر دیگر تمام خلفاء کرام نے فرمان کے مطابق صلاح و مشورہ میں حصہ لیا اور حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کی قیادت پر اتفاق کیا، لیکن وہاں پر میں ہی وہ واحد فرد تھا جس نے حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کے سامنے کہدیا کہ میرے لئے آپ کی بیعت کافی ہے، میں کسی خلیفہ سے بیعت نہیں کروں گا، اور عملاً بھی میں نے یہی

کیا کہ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ انتقال کے بعد پونے دو سال تک اپنی ضد پر قائم رہا، حالانکہ اس درمیان کئی بار خواب میں حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور آپ نے حضرت سوہناسائیں قدس سرہ کی طرف رجوع کرنے کا امر فرمایا لیکن میں پھر بھی آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہوا، یہاں تک کہ ایک مرتبہ خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت پیر مٹھا اور حضرت سوہناسائیں نور اللہ مرقدھما کی ایک ساتھ زیارت نصیب ہوئی اور وہ بھی اس طرح کہ کثیر جماعت موجود ہے، اور طریقے عالیہ کے مروجہ طریقے پر محفل مراقبہ بپا ہے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں موٹے منکوں والی تسبیح ہے اور تلاوت قرآن مجید آپ فرما رہے ہیں لیکن آواز حضرت سوہناسائیں کے دہن مبارک سے سنائی دے رہی ہے اس عظیم خواب کے بعد میرے دل میں تڑپ پیدا ہوئی اور حضور سوہناسائیں قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تجدید بیعت کی۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت سوہناسائیں قدس سرہ کے بارے میں چند اہم ارشادات

فرمایا! ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ آپ کے پیر بھائی اور حضرت پیر فضل علی قریشی قدس سرہ کے خلیفہ تھے) سے ملاقات ہوئی جب انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ بڑے عرصے سے سندھ میں تبلیغ کر رہے ہیں آپ کی اس محنت کا کچھ ثمرہ بھی ظاہر ہوا ہے تو میں نے کہا میری محنت کا عمدہ ثمرہ ظاہر ہوا اور وہ ہیں مولوی اللہ بخش (سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ)

(روایت سید محمد مٹھل شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

فرمایا! میں اور مولوی (حضرت سوہناسائیں علیہ الرحمہ) ایک ہی چیز ہیں۔

(روایت، فقیر محمد عثمان بروہی رحمت پوری مدظلہ)

ایک مرتبہ خلفاء کرام کے مجمع میں حضرت سوہناسائیں قدس سرہ کی تعریف کرتے ہوئے حضرت پیر مٹھا علیہ الرحمہ والغفران نے فرمایا! میں اور یہ ایک ہی چیز ہیں، جس طرح ایک بھری بوتل میں سے خالی بوتل میں عطر ڈالدیا جائے تو وہ دونوں بوتلوں میں ایک ہی قسم کا عطر ہوگا، صرف بوتلیں جدا ہوں گی، اسی طرح میرے اور مولوی صاحب (سوہناسائیں علیہ الرحمہ) کے درمیان بھی کوئی فرق نہ سمجھو اس موقع پر آپ نے حضرت (امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

من تو شدم تو من شدی   من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں   من دیگرم تو دیگری

(میں، تو ہوگیا اور تو میں ہوگیا، میں جسم ہوگیا اور تو جان، یہاں تک کہ اس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ

میں اور ہوں اور تو اور ہے)

خلفاء حضرات کو حضرت سوہنا سائیں قدس سرّہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے مزید فرمایا بعض لوگ کہتے ہیں یہ (سوہنا سائیں علیہ الرحمہ) خلیفہ ہیں لوگوں کو ان سے ذکر کیا دلائیں پیر صاحب (پیر مٹھا قدس سرہ) سے ذکر دلائیں گے، بچے دشمن (یہ کلمہ غصہ کے وقت عموماً استعمال فرماتے)۔

(روایت: حضرت مولانا بخش علی صاحب کھوسہ کنڈیارو، حال میمن محلہ حیدر آباد)

فرمایا! مولوی صاحب (حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ) نے مجھے اپنی محبت کے جال میں پھنسالیا ہے، یہ میرے وفادار ساتھی ہیں، اور طریقت کے شیر ہیں، طریقہ عالیہ کو میرے بعد یہی آگے چلائیں گے، میرے بعد آپ حضرات ان سے بیعت ہوجانا۔

(روایت: خلیفہ سید مٹھل شاہ رحمۃ اللہ علیہ قاضی احمد سندھ)

فرمایا کل قیامت کے دن جب میرا پیر مجھ سے پوچھے گا کہ تونے سندھ میں کتنا دینی کام کیا تو میں کہوں گا حضور میرا شکار (میری محنت کا ثمر) بس یہی مولوی صاحب (سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ) ہیں، ایک اور مرتبہ فرمایا جی چاہتا ہے کہ سونے اور زمرد کا ایک خوبصورت محل تیار کروالوں اور مولوی صاحب (سوہنا سائیں علیہ الرحمہ) کو اس میں بٹھا کر دیکھتا رہوں۔

(روایت: لانگری مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا بخش علی کھوسہ مدظلہ)

غرض یہ کہ خواجۂ خواجگان حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موجودگی میں نئے واردین کو حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ سے ذکر دلا کر خلفاء کرام کو صراحتاً اپنے بعد آپ سے تجدید بیعت اور آپ کے ذریعہ سے طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات حاصل کرنے کا حکم فرما کر نیز تحریری طور پر سیدی و مرشدی قدس سرہ کو اپنا قائم مقام مقرر فرما کر برملا آپ کی مسند نشینی کا اعلان فرمایا تاکہ بعد میں کسی قسم کا مسند نشینی کا مسئلہ پیدا نہ ہو اور پوری جماعت متحد و متفق رہ کر آپ کی قیادت میں شریعت و طریقت پر کاربند رہے اور دین متین کی ترویج و اشاعت کا کام تسلسل سے جاری رہے۔

بلاشبہ حضرت پیر مٹھا قدس سرہ کا انتخاب بر محل تھا، اور دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ نے جس شخصیت کو اپنے باطنی فیوض و برکات سے نواز کر اپنی نیابت اور امت مسلمہ کی قیادت و سیادت کے لیے منتخب فرمایا انہوں نے آپ کے حسن ظن کے عین مطابق نیابت کا حق ادا کر دکھایا اور آپ کے جاری کردہ اصلاحی تبلیغی مشن کو اس قدر خوش اسلوبی سے وسعت دی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے زمانہ میں آپ کی جماعت میں مدارس خال خال ہی نظر

آتے تھے۔ مستند علماء کرام انتہائی قلیل تعداد میں تھے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ! حضرت پیر سوہنا سائیں قدس سرہ کی کوشش سے ملک بھر میں غفاری بخشی مدارس کا جال بچھ گیا جن میں سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ حفظ و ناظرہ قرآن مجید کے علاوہ دورۂ حدیث تک مکمل درس نظامی کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سینکڑوں کی تعداد میں علماء کرام جمعیۃ علماء روحانیہ غفاریہ کے پلیٹ فارم سے تعلیم، تبلیغ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کی صورت میں بھی دین متین کی خدمت کے لیے کوشاں ہیں۔

حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بیرونی ممالک میں آپ کی جماعت کی سطح پر تبلیغی کام نہ ہونے کے برابر تھا جب کہ حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے اس کی ضرورت کو محسوس کرکے بیرون ملک خلفاء کرام کے وفود بھیجے اور بیرونی ممالک کے لوگوں نے یہاں آکر آپ کے اصلاحی مشن کے طریقہ کار کو سراہا۔ آپؒ کے بعد آپ قدس سرہ کے لخت جگر اور نائب کامل ولی حضرت پیر محن سائیں مدظلہ نے اس سلسلہ کو غیر معمولی طور پر آگے بڑھایا خود بیرونی ممالک کے تبلیغی دورے کیے غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کیا اور اپنے خلفاء کرام کو متعدد ممالک میں متعین فرماکر اصلاحی تبلیغی سلسلہ کو اور مستحکم فرمایا۔ تصنیف و تالیف کتب کا سلسلہ منظم فرمایا اور ماہوار اردو اور سندھی رسالوں کا اجراء فرمایا ۔۔۔ خدا کرے غفاری بخشی طاہری اصلاحی دینی خدمت کا یہ سلسلہ قیامت تک ترقی کے ساتھ جاری و ساری رہے۔ "آمین"

یا رب العالمین بحرمۃ حبیبک سیدنا رحمۃ للعالمین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و سلم

سفر کا ساتھی

ایک مرتبہ حضور سوہنا سائیںؒ کے ہمراہ میں بھی درگاہ غریب آباد لاڑکانہ جارہا تھا، درگاہ فقیر پور شریف سے اور بھی کافی فقراء وفد میں شامل ہوگئے۔ لاڑکانہ اسٹیشن پر پہنچنے پر حاجی محمد حسین صاحب حضور کے لیے ٹانگہ لے آئے، ٹانگہ چند قدم ہی چلا ہوگا کہ ٹانگہ رکواکر مجھے بلایا اور اپنے ساتھ ٹانگہ پر بٹھایا، میں انتہائی متعجب تھا کہ حضور کے مقرب ترین خلفاء کرام بھی سفر میں ساتھ ہیں، آپ نے ان میں سے کسی کو نہ بلایا صرف مجھ گناہ گار پر شفقت فرمائی ہے، میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ آپ نے فرمایا "فتح محمد! سفر کے بھی آداب ہوتے ہیں، جو ساتھی ابتداء سے سفر میں ساتھ ہوتا ہے اس کا حق بانسبت ان لوگوں کے زیادہ ہوتا ہے، جو دوران سفر شامل ہوئے ہوں۔ چونکہ آپ شروع سے ہمارے ساتھ تھے اس لیے ہم نے آپ ہی کو بلایا ہے۔ (فتح محمد بیدار مورائی)

تحریر : خلف الرشید حضرت صاحبزادہ علامہ مولانا الحاج محمد طاہر بخشی نقشبندی دامت برکاتہ
زیب سجادہ درگاہ اللہ آباد شریف کنڈیارو

سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ اپنے رشتہ داروں سے بے حد حسن سلوک سے پیش آتے تھے، اگرچہ آپ کے رشتہ داروں میں اکثریت ایسے افراد کی تھی جو شریعت مبارکہ پر پوری طرح عامل نہ تھے، بلکہ نماز تک کے پابند نہ تھے، ان سے آپ نا صرف محبت و پیار سے پیش آتے بلکہ حکمت عملی سے پیغام حق بھی پہنچاتے۔ تمام عزیزوں میں سے آپ کو اپنے بھانجوں سے بہت پیار تھا، اگرچہ وہ دنیاوی مصروفیات کے باعث زیادہ حاضر خدمت نہ ہوتے، یہاں تک کہ بعض ان میں سے اپنے دنیاوی کام کاج کے سلسلہ میں کنڈیارو شہر بھی آتے مگر کنڈیارو سے بالکل متصل دربار عالیہ اللہ آباد شریف آپ سے ملنے نہ آتے پھر بھی آپ ان کو کچھ نہ فرماتے، جب کبھی کنڈیارو سے براستہ سکھر درگاہ فقیر پور شریف جانا ہوتا (اس وقت دریائے سندھ پر موجودہ مورو پل نہیں بنا تھا) تو خصوصی طور پر اپنے پیارے بھانجے حاجی نصر اللہ عباسی دام اللہ حیاتہ کے گھر ان کی دعوت کے بغیر تشریف لے جاتے، اگر وہ اصرار کرتے کہ کھانا تناول فرما کر بعد میں جائیں تو آپ رک جاتے، حالانکہ آپ کا یہ سفر کنڈیارو سے براستہ سکھر فقیر پور ضلع دادو تک طویل مسافت کی وجہ سے تھکا دینے والا ہوتا تھا، دو تین جگہ سواریاں تبدیل کرنی ہوتی تھیں، اگر حاجی نصر اللہ عباسی و میجر (ریٹائرڈ) امان اللہ عباسی آپ کے ہاں حاضر ہوتے تو بے حد خوش ہوتے، اگر کھانا تیار ہوتا تو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے آپ کا اخلاص نبوی دیکھ کر دونوں بہت متاثر ہوتے، ان کے تاثرات یہ تھے کہ حضرت قبلہ وکعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کھانا کھا کر جو لطف ہمیں ملا اور کیفیات حاصل ہوئیں بیان سے باہر ہیں، ان میں سے ایک نے کہا کہ دل چاہتا ہے کہ میں ڈاڑھی رکھ لوں اور نیک بن جاؤں۔

اپنی اولاد کو صلہ رحمی کی تاکید:- اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب یہ عاجز چھوٹا تھا، میری عمر شاید ۱۳ سال ہوگی ان دنوں ہر عید پر جملہ رشتہ دار خانواہن شہر میں اکٹھے مل

جل کر عید کرتے تھے ایسے موقعوں پر اس عاجز کو حاجی عبدالخالق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خانواہن بھیجتے تاکہ جملہ رشتہ داروں سے ملاقات ہو جائے اور حضرت قبلہ و کعبہ کی نیک خواہشات ان تک پہنچائی جائیں، یہ عاجز ایک آدھ رات ہی وہاں قیام کرتا، اس عاجز کا قیام میجر (ریٹائرڈ) امان اللہ عباسی صاحب کے گھر ہوتا تھا۔

رشتہ داروں کو تحفہ تحائف:۔ تحفہ دینا سنت بنوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے " تَهَادُوْا تَحَابُّوْا " ایک دوسرے کو تحفہ دیا کرو اس سے محبت پیدا ہوگی۔ خصوصاً رشتہ راروں کو تحفہ دینا تو اور بھی باعث اجر عظیم اور حصول رضائے باری تعالیٰ ہے۔ یہ عاجز جب بھی خانواہن جاتا تو کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور ساتھ لے جانے کا حکم فرماتے، کبھی پھل فروٹ اور کبھی دیگر اشیاء موقع کی مناسبت سے لے جاتا تھا۔

رشتہ داروں کی مدد کرنا:۔ حدیث شریف میں کامل مؤمن کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضرورت مند کی حاجت خوش دلی سے پوری کرے، آپ اس سنت پر بھی پوری طرح کاربند رہتے، جب بھی کوئی رشتہ دار کسی مشکل وقت میں نقد رقم یا کسی اور قسم کی مدد کے لیے آپ کی خدمت میں آتا تو آپ بغیر حیل و حجت کے اس کا مطالبہ پورا فرماتے، اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ کے ایک رشتہ دار کو زمین خریدنے کے لیے نقد رقم درکار تھی آپ کے پاس آیا، حالانکہ اس وقت آپ کے پاس مطلوبہ رقم موجود نہ تھی آپ نے ارشاد فرمایا دو دن بعد آکر لے جائیں چنانچہ آپ نے وہ رقم اپنے ایک معتمد علیہ ساتھی سے ادھار لے کر اپنے عزیز کو عطا فرمائی بعد میں وہ رقم آپ کے رشتہ دار نے واپس کردی۔

ایک مرتبہ آپ کا ایک رشتہ دار اپنے بیٹے کی ملازمت کے سلسلے میں آپ کے پاس آیا آپ نے بہت محبت سے ان کی بات سنی اس کا مطالبہ تھا کہ میرے بیٹے کو پی۔ آئی۔ اے یا کسٹمز میں ملازمت دلوائیں اس عاجز کو معلوم تھا کہ ایسا کوئی آدمی جماعت میں نہیں ہے جس کے ذریعے ان بہت اہم محکموں میں ملازمت کے لیے سفارش کر سکیں، مگر آپ نے اس رشتہ دار کو مایوس نہیں لوٹایا، اس عاجز کو کاغذ قلم لانے کا کہا، اور فرمایا جس کے نام کہو اس کو خط لکھیں اس نے عرض کیا کہ آپ محکموں کے نام نوٹ فرمالیں بعد میں کسی کو زبانی حکم صادر فرمائیں آپ نے فرمایا ہم کوشش کریں گے۔

اپنا آبائی گھر رشتہ دار کو عطا فرمایا:۔ آپ کا اپنا آبائی گھر خانواہن میں موجود تھا وہ گھر آپ کے والد ماجد یا دادا رحمۃ اللہ علیہما نے تعمیر کروایا تھا، آپ کو اپنا وہ گھر بے حد عزیز تھا،

جہاں آپ نے اپنی پیاری نیک و صالح پارسا والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کے ساتھ بہت اچھے دن گزارے تھے۔ جس گھر سے آپ نے تبلیغ دین کی ابتداء کی، جس گھر میں آپ اپنے پیرو مرشد حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دے کر لائے تھے اور وہ چند دن مسلسل اس میں قیام پذیر رہے، آپ اپنے اس گھر میں کبھی کبھار تشریف بھی لے جاتے جو کہ بہت اچھی حالت میں موجود تھا، آپ کے ایک رشتہ دار نے تمنا ظاہر کی کہ اپنا یہ گھر مجھے دے دیں اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ کافی دن آپ اس بات پر غور فرماتے رہے، گھر میں بھی تذکرہ رہا، بالآخر محض اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تابعداری کرتے ہوئے آپ نے اپنا وہ گھر بغیر معاوضہ لیے اپنے رشتہ دار کو دے دیا بعد میں کبھی اس کا تذکرہ بھی نہ فرمایا کہ ہم نے ایسا کیا۔۔ جب کہ اس موقع پر بہت سے رشتہ داروں نے آپ کو منع کیا کہ ایسا مت کریں یہ گھر بہت قیمتی ہے آپ اپنے پاس رکھیں۔

اپنی ہمشیراؤں کے ساتھ محبت:- آپ کو اپنی دونوں بہنوں سے بہت محبت تھی ان کی ضروریات کا خصوصی خیال رکھتے علاج معالجہ کے لیے کوشش کرتے، یہاں تک کہ جب آپ اپنی آنکھوں کے علاج کے لیے شجاع آباد (پنجاب) تشریف لے گئے محض اس بنیاد پر کہ وہاں ڈاکٹر صاحب بغیر انجکشن لگائے بڑی آسانی سے اور بہت جلدی بغیر تکلیف و اذیت کے موتیا پانی کا آپریشن کرتا ہے، آپ اپنی ہمشیرہ کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اور وہاں پر ہر طرح ان کی خدمت و تیمار داری کا خیال رکھا، بالکل اسی طرح آپ کی دونوں بہنوں کو آپ سے والہانہ محبت، عقیدت اور قلبی تعلق تھا، آپ کی بڑی سے چھوٹی ہمشیرہ ہمیشہ کے لیے خانواہن کو خیر باد کہہ کر آپ کے ساتھ قیام پذیر ہوگئیں، حالانکہ آپ کی دونوں بہنوں کے بیٹے دنیاوی لحاظ سے خوشحال اور امیر تھے، اور وہ والدہ کے بے حد فرمان بردار اور خدمت کرنے والے تھے، مگر اس نیک دل خاتون کو اپنے نیک صالح کامل ولی اللہ بھائی کی معیت میں زندگی کا حقیقی لطف آتا تھا۔ حتیٰ کہ عیدین بھی اکثر آپ کے ساتھ مناتی تھیں جب کہ ان کے بیٹے اپنی والدہ سے ملنے کے لیے کبھی درگاہ فقیر پور اور کبھی درگاہ اللہ آباد آتے رہتے تھے۔

خواتین کے حقوق کا پاس:- آج کے دور میں ان پڑھ، نا سمجھ لوگ تو عورت کو پاؤں کی جوتی کے برابر سمجھتے ہیں اور حقارت آمیز سلوک روا رکھتے ہیں، جیسا کہ شوہر کی جگہ یا ساتھ نہیں بیٹھ سکتی ساتھ مل کر کھانا تناول کرنا بے عزتی سمجھتے ہیں، عورت کا جھوٹا پینے سے کتراتے ہیں، بڑے دکھ کی بات ہے کہ اس طرح کی خرابیاں نیک و صالح لوگوں میں بھی موجود ہیں، حالانکہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ طعام تناول فرماتے تھے اور بوٹی پہلے اُم المؤمنین سیدہ عائشہؓ تناول فرمائیں اور وہی بوٹی بے حد محبت اور شوق سے آپ لے لیتے اور اسی جگہ سے تناول فرماتے جہاں سے اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استعمال کی ہوتی، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

اس سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر جو کہ آج تقریباً متروک ہو چکی ہے سیدی و مرشدی قلبی و کعبتی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ خود بھی عمل کرتے رہے اور جماعت اہل ذکر کو بھی اس پر عمل کرنے کا حکم دیتے۔

وہ دن بھی کیا عجیب خوبصورت دن تھے جب آپ فقراء کے درمیان نصیحت فرماتے ہوئے ایسی احادیث تفصیل سے بیان فرماتے، اور حقوق العباد خصوصاً اہل خانہ کے حقوق ادا کرنے پر زور دیتے، ایک مرتبہ حلقہ ذکر کے بعد جملہ خلفاء اور فقراء سے دریافت فرمایا کہ آج رات تم میں سے کس کس نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر کھانا کھایا ہے۔ شاید کوئی بھی نہیں اٹھا، آپ نے فرمایا کہ خلفاء اس کو کسر شان سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے بزرگ ہیں لوگ ہماری بڑی تعظیم کرتے ہیں، باہر ہمارے ہاتھ پاؤں چومے جاتے ہیں، علامہ مولانا کے القاب سے پکارا جاتا ہے، اب ہم اگر بیوی کے ساتھ بلا تکلف رہیں گے اور اس کے ساتھ کھانا کھائیں گے یا کام میں ہاتھ بٹائیں گے ہماری شان کم ہو جائے گی اس کو تکبر سے تعبیر فرمایا اور حکم دیا کہ جملہ جماعت اہالیان اللہ آباد اپنی بیویوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں کل بعد نماز فجر پوچھا جائے گا۔ اور پھر دوسرے دن صبح آپ نے باقاعدہ حاضری لی اور تقریباً سب خلفاء و فقراء نے اس سنت پر عمل کیا تھا۔ سبحان اللہ کیا آپ کا انداز تربیت تھا اور کس عمدگی سے ایسی سنتوں پر بھی عمل کرتے اور متعلقین سے بھی عمل کراتے جن سے بڑے بڑے عالم بھی لاپرواہ ہیں۔

بڑی بہن کا احترام:۔ خواتین کے احترام کا درس آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ ولیہ وسلم نے اپنے ارشاد اور عمل سے اپنی اُمت کو دیا ہے، جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء (آپ کی پیاری عظیم بیٹی) رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب کبھی ملاقات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ اٹھ کر ان کا استقبال فرماتے، اسی طرح آپ بھی نہ صرف اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے بلکہ اپنی بہنوں کا بے حد احترام بجالاتے، آپ کی بڑی ہمشیرہ جب بھی اپنے فرزند مولانا غلام مرتضیٰ صاحب کے گھر سے آتیں (دن میں متعدد بار آتی جاتی رہتیں) تو آپ اٹھ کر ان کا استقبال فرماتے حال احوال پوچھتے، دلجوئی فرماتے اور فرماتے تھے

کہ ہماری اس ہمشیرہ کی صورت ہماری ماں سے ملتی جلتی ہے ان کو دیکھ کر ہمیں اپنی پیاری ماں یاد آجاتی ہے۔ عمر کے آخری حصہ میں جب عوارضات زائد ہو گئے گھٹنوں کے درد کی وجہ سے چلنا پھرنا تو کجا کھڑا ہونا بھی دشوار ہو گیا تو آپ نے اٹھ کر استقبال کرنا چھوڑ دیا تھا، اپنی ہمشیرہ کے علاج معالجہ کے لیے خصوصی طور پر ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کو بلواتے اور تاکید کرتے کہ توجہ سے علاج کرو۔ کبھی کبھار خود کھڑے ہو کر انجکشن لگواتے، گرمیوں کے موسم میں جب آپ دو تین ماہ کے لیے درگاہ طاہر آباد تشریف لے جاتے تو آپ کی یہ خواہش ہوتی کہ آپ کی ہمشیرہ بھی آپ کے ساتھ وہاں چلیں اور اصرار کے ساتھ انہیں فرماتے بھی، لیکن انہیں درگاہ فقیر پور شریف پر رہنا بے حد پسند تھا وہ فقیر پور چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوتیں اسی طرح جب آپ فریضہ حج ادا کرنے حجاز مقدس تشریف لے گئے کم و بیش تین ماہ کا عرصہ اس سفر مبارک میں لگا۔ آپ وہاں سے بھی اپنی ہمشیرہ کو خصوصی خطوط بھیجتے رہے اسی طرح جب آپ اللہ آباد شریف میں یا طاہر آباد شریف میں قیام پذیر ہوتے تو وہاں سے بھی برابر انہیں خطوط لکھتے، جن میں آپ خیر و عافیت کے ساتھ ساتھ لنگر کے کام کی درستگی، طلباء، اساتذہ، مدرسہ کے لنگر کو صحیح رکھنے کی تاکید کے ساتھ ساتھ نصیحت بھی فرماتے، خصوصاً اس چیز کا تذکرہ ہوتا کہ آپ اپنے بیٹوں کو نماز کی تاکید کریں، ان کو کہیں کہ ذکر اللہ کو اپنے دل میں جاری رکھیں، دنیا کی محبت سے اپنے قلب کو خالی رکھیں، آخرت کے لیے کوشش کریں، صحبت میں آیا کریں وغیرہ۔

آپ اپنی دیگر بہنوں کا بھی بے حد خیال رکھتے اور خدمت کرتے چھوٹی بہن کا بڑا فرزند آرمی میں کرنل کی پوسٹ پر فائز تھا۔ اور دوسرا بیٹا اریگیشن ڈیپارٹمنٹ میں بہت اعلیٰ عہدہ پر جب کہ چھوٹا بیٹا آرمی میں میجر تھا، اس کے باوجود آپ کی ہمشیرہ نے اپنی ساری زندگی اپنے پیارے بھائی کے ساتھ بسر فرمائی۔ جب آپ کچے کے علاقے دین پور میں تھے تو وہاں رہیں۔ کہاں کچے کا علاقہ جہاں ضروریات زندگی تک دستیاب نہ تھیں اور نہ رہنے کے لیے کوئی پختہ مکان بلکہ گھاس پھونس سے بنائی گئی جھگیاں ہوتی تھیں۔ جس میں آپ قیام پذیر رہتے تھے۔ الحمد للہ اب بھی کچے کے علاقے میں وہ مرکز موجود ہے اگرچہ دریا کے کٹاؤ کی وجہ سے محل وقوع تبدیل ہوتا رہتا ہے۔

آپ کی بڑی ہمشیرہ کی وفات کا ایمان افروز واقعہ:- آپ کی بڑی بہن آپ کے وصال کے بعد کافی سال تک حیات رہیں، اکثر و بیشتر وہ خانواہن میں اپنے پیارے اور خدمت گذار بیٹے میاں غلام مصطفیٰ کے پاس رہتیں کبھی چند ماہ کے لیے ہمارے پاس آکر رہتیں اللہ آباد شریف میں ہمارے علاوہ ان کے نیک صالح اور چھوٹے فرزند، حضرت قبلہ و کعبہ قلبی و روحی فداہ

رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ استاد محترم مولانا غلام مرتضیٰ صاحب بھی رہتے ہیں، ان کے پاس بھی قیام فرما ہوئیں یہ ۱۹۸۸ء مئی جون کے ایام تھے جب ہم حسب معمول درگاہ طاہر آباد شریف میں قیام پذیر تھے۔ اس سے پہلے بھی ان کی طبیعت ناساز تھی اور یہ عاجز طاہر آباد جانے سے پہلے چند مرتبہ طبع پرسی کے لیے خانواہن گیا تھا۔ اچانک طاہر آباد میں ان کے وصال کی خبر ملی ان کی نماز جنازہ میں شرکت کے لیے پہنچنے کا وقت بہت قلیل تھا۔ اس لیے جنازہ میں شرکت نہ ہو سکی البتہ چند دنوں کے بعد یہ عاجز خانواہن پہنچا اور مزار شریف پر فاتحہ پڑھی، ان کے بیٹوں سے تعزیت کی۔

ہماری پھوپھی جان اپنے پیارے بھائی حضرت قبلتی و وسیلتی فی الدارین سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر محبت کرتی تھیں کہ پاکستان بننے سے پہلے جوانی کے ایام میں جب آپ خانواہن میں قیام پذیر تھے، اس دوران جس راستے سے آپ مسجد میں نماز پڑھنے جاتے تھے جو گھر سے بالکل ملحق تھی پھوپھی صاحبہ آخر دم تک اس راستہ کو روزانہ اپنے دوپٹے سے صاف کرتیں۔ اس راستے کی زیارت اس عاجز نے بھی کی تھی وہ راستہ دو گھروں کے درمیان سے تھا اور دو ڈھائی فٹ چوڑا تھا اور پختہ اینٹوں سے بنایا گیا تھا بعد میں شاید اس راستے سے کوئی نہ گذرتا ہو۔ پھوپھی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا نماز کی مکمل پابند تھیں ان کے فرزند میاں غلام مصطفیٰ صاحب نے بتایا کہ آخری چند دن حالت وجد میں رہیں دن رات اللہ اللہ کی ضربیں لگاتی رہتیں، اس قدر بلند آواز سے ذکر کرتیں کہ پڑوس کے گھروں تک آواز جاتی تھی۔ کھانا پینا بند ہو چکا، بولنا، چلنا پھرنا بند ہو گیا مگر ذکر اللہ کی تکرار جاری رہی اور آخری سانسیں لیتے ہوئے اپنے پیارے بھائی اور پیرومرشد سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو پکارتی رہیں حتیٰ کہ لیٹے لیٹے بتایا کہ میرے بھائی مجھے لینے آئے ہیں۔ اور سندھی میں کہنے لگیں۔ ”سائين مان بالكل تيار آهيان سائين ٿورو بيهو مان گڏ ٿي هلان“ ان کے یہ آخری الفاظ تھے یہ کہتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے حوالے کی، جون کا مہینہ اور وسطی سندھ کا علاقہ گرمی کی شدت توبہ توبہ الامان والحفیظ۔ اللہ آباد کے باسی سید علی حیدر شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ جب ہم اس نیک خاتون کے جنازہ کی ادائیگی کے لیے خانواہن پہنچے تو موسم یکسر تبدیل ہو گیا، ابر چھا گیا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں، ہم ان کے جنازہ کے ساتھ ابیانی قبرستان تک گئے جو خانواہن سے ایک کلو میٹر دور ہے، ہمیں کچھ پتہ نہ چلا نہ گرمی کا احساس ہوا۔

میجر امان اللہ کی رہائی کے لیے دعائیں۔ میجر امان اللہ صاحب جو آپ کی چھوٹی ہمشیرہ کے چھوٹے فرزند ہیں اور آج کل نواب شاہ میں قیام پذیر ہیں ۱۹۷۱ء کی جنگ میں وہ ڈھاکہ کے محاذ پر دشمن کے خلاف برسرپیکار تھے، سقوط ڈھاکہ کے بعد وہ بھی دیگر مجاہدین کے ساتھ گرفتار

کر لیے گئے، آپ برابر سب مجاہدین کے لیے، خصوصاً اپنے پیارے بھانجے میجر امان اللہ کی رہائی کے لیے دعائیں کرتے رہتے۔

اپنے بچوں سے شفقت و پیار:- چھوٹے بچوں سے خصوصاً اپنی اولاد سے شفقت سے پیش آنا نہ صرف سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم و ارشاد بھی ہے، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: " اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَّ اَلْطَفُهُمْ لِاَهْلِهٖ " (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۸۲) مؤمنوں سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق دوسروں سے اچھا ہے اور جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ زیادہ حسن سلوک کرے۔ ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ ایک مرتبہ ایک اعرابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اتنے میں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما میں سے کوئی ایک دوڑتا ہوا آیا اور آپ کی گود میں بیٹھ گیا، آپ نے بڑی شفقت اور چاہت سے اسے اپنے گلے سے لگایا اور سر پر بوسہ دیا، وہ اعرابی حیران رہ گیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی اس طرح کرتے ہیں جب کہ میرے کافی بچے ہیں لیکن میں نے کبھی ایسا نہیں کیا آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں رحم نہیں پیدا کیا تو میں (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کر سکتا ہوں۔

اپنے نواسوں سے پیار:- آپ (سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ) اپنے نواسوں سے بے حد شفقت فرماتے اور ان سے ہنسی مذاق بھی کرتے رہتے، محمد جمیل جو کہ بہت چھوٹا تھا، کبھی کبھار باہر آجاتا اور فقراء یا یہ عاجز اس کو اٹھا لیتے، اس دوران اگر حضرت قبلہ و کعبہ محبوب الٰہی مرشدی قلبی و روحی فداہ نور اللہ مرقدہ کو مسجد سے گھر آتے ہوئے محمد جمیل دیکھ لیتا اور ان کی طرف لپکتا تو آپ ان کو گود میں اٹھا لیتے، کبھی کسی فقیر کو قلب پر انگلی رکھ کر ذکر سمجھاتے تو محمد جمیل بھی اپنی انگلی فقیر کے دل پر رکھ کر اللہ اللہ کہتا تو آپ اس کی اس بچکانہ حرکت سے محظوظ ہوتے اور مسکراتے، ایک مرتبہ مزاقاً فرمایا محمد جمیل دو شادیاں کرے گا محمد جمیل نے کہا میں دو شادیاں نہیں کروں گا آپ نے پوچھا کیوں؟ محمد جمیل نے کہا کہ اگر ایک بیوی کہے کہ بیٹھ جا اور دوسری کہے اٹھ جا تو میں کیا کروں گا، آپ اس چھوٹے بچے کے عمدہ جواب سے بے حد محظوظ ہوئے۔

اپنی اولاد سے پیار اور دل لگی:- یہ عاجز فقیر پور کے ابتدائی ایام میں بہت چھوٹا تھا اور عورتوں سے بہت زیادہ پردہ کرتا تھا اور خواتین کے گھر آنے پر چھپ جاتا تھا اسی طرح شادی کے نام سے بھی چڑتا تھا، اس عاجز کا فلسفہ یہ تھا کہ شادی بے حد پابندی کا نام ہے اور تیس سال کی عمر سے پہلے نہیں کرنی چاہیے، حضرت قبلہ و کعبہ قلبی و روحی فداہ نور اللہ مرقدہ اس بات پر کبھی کبھار

گھر میں اس عاجز سے ہنسی مذاق کرلیا کرتے تھے۔ ان دنوں ایک مجذوب حالت جذب میں اپنی محبت کی وجہ سے کہتا تھا کہ میری بیٹیاں آپ کے حوالے ہیں جہاں آپ چاہیں ان کے نکاح کروادیں۔ چنانچہ حضرت صاحب نے گھر میں آکر مذاقاً فرمایا کہ فقیر اس طرح کہہ رہا ہے محمد طاہر کی شادی اس کے یہاں سے کروادیتے ہیں سب گھر والے میری طرف دیکھ کر ہنسنے لگے۔

درگاہ طاہر آباد کے نام کا انتخاب:- علاقہ لاڑ (زیریں سندھ) کی طرف جاکر آپ چند سال گرمیوں میں بوزدار فقراء کے گاؤں گوٹھ خان محمد بوزدار میں قیام پذیر رہے، بعد میں فقیر محمد حسن بوزدار کے والد فقیر محمد عیسیٰ نے کچھ زمین مرکز کے لیے وقف کی اور وہاں پر قبلہ سید نصیر الدین شاہ اور دیگر بوزدار فقراء نے مل کر دیواریں کھڑی کیں، حویلی، مسافر عورتوں کے لیے رہائش گاہ، لنگر خانہ تین کمروں پر مشتمل مدرسہ اور جائے نماز تعمیر کئے۔ اس سارے کام میں آپ قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی نور اللہ مرقدھم بنفس نفیس شامل رہے، بہر حال اس مرکز کے ابتدائی ایام میں آپ نے علماء و خلفاء کرام کو نام تجویز کرنے کے لیے فرمایا کافی سارے نام زیر غور آئے کچھ دن اس مرکز کو درگاہ فیض پور بھی پکارا گیا، اس طرح ایک دن نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد آپ نے جماعت کی طرف متوجہ ہوکر دریافت فرمایا کہ کیا نام تجویز ہوا ہے؟ اتنے میں حاجی ولی محمد بوزدار جو کہ پرانے اور محبت کرنے والے فقیر ہیں اور گفتگو کرنے میں بڑے ماہر ہیں اٹھ کر دست بستہ عرض کیا کہ قبلہ علماء اور خلفاء جو بھی نام تجویز کریں ان کی مرضی، لیکن ہم بوزدار فقیروں کی گزارش ہے کہ آپ اس مرکز کا نام طاہر آباد رکھنا منظور فرمائیں، آپ کے فرزند کی طرف اس مرکز کی نسبت کرنے سے ہم بوزدار فقراء کو بے حد خوشی ہوگی، یہ عاجز بھی وہاں پر موجود تھا، یہ عاجز پریشان ہوگیا اور سوچنے لگا کہ حاجی ولی محمد کو اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا اس مرکز کے نام کی نسبت تو ہمارے پیر کے نام کی طرف ہونی چاہیے یا ہمارے مشائخ ماسلف رضوان اللہ علیہم کی طرف ہو، میں اس دوران قبلہ و کعبہ قلبی و روحی فداہ نور اللہ مرقدھم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھتا رہا، اور واضح طور پر محسوس کیا کہ یہ نام سن کر آپ کے چہرۂ انور پر رضامندی بلکہ خوشی و انبساط کے آثار نمودار ہوئے، اتنے میں جملہ فقراء نے خوشی سے اللہ اللہ اللہ کی صدائیں بلند کیں اس طرح اس مرکز کا نام مجھ جیسے ناکارہ، نااہل اور بے عمل انسان کے نام پر رکھا گیا اس دن تو یہ عاجز بے حد پریشان تھا، لیکن آج بہت خوش ہے کہ یہ نام میرے پیر کی رضامندی سے فقیروں نے اپنی محبت سے منتخب کیا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

چوں بادشاہ مرا برداشت از خاک — سزد گر سر بگذ رانم ز افلاک

اپنے دوست کو کھانا کھلایا ہے ؟ :- فقیر عبدالرزاق عباسی حیدر آباد والے ہمارے حضرت کے بے حد پکے اور محبت رکھنے والے فقیر ہیں ان پر اس طریقت کی راہ میں بے حد آزمائشیں آتی رہی ہیں ، مگر ان کے اقدام ثبات میں کوئی لرزش نہیں آئی ، طاہر آباد میں جب قبلہ و کعبہ سیدی مرشدی رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر تھے تو وہ بہت زیادہ آتے تھے ۔ غالباً مولانا رحمت اللہ صاحب کے توسط سے اس عاجز کا ان سے تعارف ہوا ، بعد میں یہ تعلق بڑھتا ہی رہا ، ایک مرتبہ وہ اپنی موٹر سائیکل طاہر آباد لے آئے اس عاجز کو بہت کہا کہ موٹر سائیکل چلانا سیکھیں ، اور اس عاجز کو ان دنوں موٹر سائکل چلانے کا شوق بھی تھا مگر اس بات کو اس عاجز نے محض اس لیے ناپسند کیا کہ نامعلوم حضرت قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی اس چیز کو پسند بھی کریں یا نہ کریں اس طرح کی دیگر دعوتیں فقراء اپنی محبت سے ان دنوں دیتے تھے ، مثلاً کار چلانا ، شہر میں جاکر گھومنا پھرنا مگر الحمدللہ حضرت قبلہ و کعبہ نور اللہ مرقدھم کی تربیت کے طفیل یہ عاجز صاف جواب دے دیتا تھا ، حالانکہ نفس بہت چاہتا بھی تھا ۔ الغرض فقیر عبدالرزاق سے اس عاجز کے تعلق کا علم حضرت صاحب نور اللہ مرقدھم کو بھی تھا ، ایک مرتبہ جب وہ دربار شریف پر آئے تو حضرت قبلہ و کعبہ نے اس عاجز کو فرمایا کہ تم نے اپنے دوست کو کھانا کھلایا ہے ؟ قربان جاؤں کیا آپ کی وسعت قلبی تھی اور دور اندیشی ، الحمدللہ آپ جناب کی خوشنودی سے قائم کردہ وہ دوستی کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آج تک قائم ہے ، جب بھی یہ عاجز حیدر آباد جاتا ہے تو عبدالرزاق صاحب اپنا کاروبار چھوڑ کر اس عاجز کے ساتھ ہوتے ہیں ، ڈاکٹروں سے ٹائم لینا یا بازار خریداری کے لیے جانا ہو تو بھی ساتھ ہوتے ہیں ۔

نماز کے لیے خصوصی تاکید :- آپ ہمیشہ گھر میں چھوٹے بچوں کو نماز کے لیے تاکید فرماتے رہتے ، نماز کی ادائیگی کے لیے باہر مسجد تشریف لے جانے سے پہلے سب اہل خانہ کو نماز کی ادائیگی کے لیے خصوصی طور پر بلند آواز سے تاکید کرتے خاص کر نماز فجر کے لیے سب کو نام لے کر محبت اور پیار بھرے انداز میں دعائیں دیتے ہوئے نیند سے بیدار کرتے اور جب مسجد سے واپس آتے تو جو بھی بچہ سامنے سے گزرتا دریافت فرماتے کہ تم نے نماز پڑھی ؟ جو بھی بچہ یا بچی نماز میں سستی کرتا تو پیار و شفقت سے سمجھاتے اور کبھی تنبیہ فرماتے ، مگر کبھی بھی کسی کو اس معاملے میں مارا پیٹا نہیں ، اسی طرح ہم بہن بھائیوں میں سے جو بھی ۱۵، ۱۶ سال عمر کا ہو جاتا بلکہ اس سے بھی پہلے تہجد کے لیے اٹھاتے ، سبحان اللہ آپ کے اٹھانے کا انداز ہی نرالا تھا ، بہت زیادہ پیار اور شفقت سے بلاتے ، خصوصاً یہ عاجز جو کہ نیند سے اٹھنے میں سب سے زیادہ کاہل رہا ہے ۔ اور اس عاجز کے سونے کا کمرہ بالکل آپ کے کمرہ سے ملحق تھا اور درمیان میں دروازہ بھی تھا ، گھر والے جب بھی آپ

کے کمرہ میں جاتے تو اس عاجز کے کمرہ سے گزرتے ہوئے جاتے، آپ نماز تہجد کی ادائیگی کے دوران اس عاجز کو بیدار فرماتے، آپ کے بلانے کا انداز ہو بہو اس طرح ہوتا۔ "میاں محمد طاہر اتّی اللہ تعالیٰ توکي نيک ڪري ، صالح بنائي ، نيک عملن جي توفيق عطا فرمائي اتّي تهجد ادا ڪر ، هي لمحا نهايت قيمتي آهن ، وري نصيب ٿين الائي نه ، سستي ڇڏ اتّي بيدار ٿي"۔

پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک:- حدیث مبارکہ کے مطابق کہ جب سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالو تاکہ شوربہ زیادہ بنے اور اس سالن میں سے اپنے پڑوسیوں کو بھی پیش کرو، آپ ہمیشہ اپنے پڑوسیوں کو کھانے میں سے حصہ بھیجتے رہے خصوصاً اپنے رشتہ داروں کا خیال رکھتے جب کہ وہ پڑوس میں بھی ہوں تو ان کا حق بھی دگنا ہو جاتا ہے اس معاملے میں حد درجہ احتیاط کرتے کہ مبادا ہمارے کسی رویہ سے ہمارے پڑوسی کی دل آزاری ہو اللہ آباد شریف میں آپ کا گھر خستہ ہو گیا تھا اور اس کا نقشہ بھی کوئی اتنا اچھا نہیں تھا، جب آپ کے بچے بڑے ہو گئے اور پھر آپ کو اللہ تعالیٰ نے نواسوں اور نواسیوں سے بھی نوازا تو گھر چھوٹا پڑ گیا، گھر کی تعمیر بھی اتنی معیاری نہ تھی نتیجہ میں مٹی کا پلاستر جگہ جگہ سے اکھڑ رہا تھا، آپ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی چوکی پر بیٹھتے تو دیوار کو ٹیک لگا کر بیٹھتے، درگاہ فقیر پور شریف میں فقراء نے خصوصی طور پر مسجد کے ایک پلر کو پلاسٹک کا کور لگا دیا تھا تاکہ آپ کا لباس ٹیک لگانے کی وجہ سے مٹی سے خراب نہ ہو،

اللہ آباد شریف میں خلفاء کرام یا دیگر انتظامیہ اللہ آباد شریف سے بات چیت کرنی ہوتی اور اس کے لیے احباب کو گھر میں بلاتے تو آپ خود چوکی پر تشریف رکھتے اور احباب چٹائی پر بیٹھتے۔ چوکی پر بیٹھتے ہوئے دیوار کو بھی ٹیک لگاتے، تو آپ کے لباس پر دیوار پر لگائے گئے کچے رنگ سے دھبے آجاتے تو آپ کو بے حد ناگوار گزرتا۔ بارہا احباب کو فرمایا کہ گھر کی دیواروں کا پلستر بھی اتر رہا ہے اور رنگ بھی انتہائی ناقص ہے، اندرونی کمرے سوائے ایک کمرے کے بالکل بند، ہوا روشنی سے محروم تھے، دن کے وقت بھی جاتے تو بلب جلانا پڑتا تھا ورنہ تو اندھیرے میں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا، اور چھت کے شہتیر بھی کمزور ہو گئے تھے۔ غالباً ان کو ٹیک لگائی گئی تھی۔ ان دنوں آپ نے اس عاجز کی شادی کرانے کا بھی ارادہ فرمایا تھا، کیونکہ نکاح تو پہلے ۸۲ء میں ہو چکا تھا حالانکہ یہ عاجز اس شادی میں کچھ تاخیر چاہتا تھا، اسی سال ۸۳ء میں اس عاجز نے مدرسہ میں درس و تدریس شروع کی تھی، اس عاجز کی تمنا تھی کہ کچھ عرصہ اچھی طرح توجہ و یکسوئی سے درس دوں تاکہ کچھ لیاقت پیدا ہو، مگر آپ نے اور آپ کی رضا سے اہل خانہ نے شادی کی تیاری شروع کر دی تھی شادی کے بعد اس عاجز کی رہائش کے لیے کوئی مناسب کمرہ موجود نہ تھا جس کو مکمل پرائیویسی حاصل ہو کیونکہ ہر

کمرہ کا دروازہ دوسرے کمرہ میں کھلتا تھا، ایک کمرہ میں جانے کے لیے دوسرے کمرہ میں آنا پڑتا تھا۔

بہر حال ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب اور اس عاجز نے آپ کی اجازت سے پرانی جگہ گرا کر نئی جگہ کی تعمیر شروع کی اور آپ ان دنوں طاہر آباد میں قیام پذیر رہے، تین ماہ کے مختصر عرصہ میں جلدی جلدی گھر کی تعمیر مکمل ہوئی، چار کمرے بنائے گئے اور ایک ہال، پرانے گھر کے مقابلہ میں اس گھر میں پختہ اینٹ استعمال ہوئی تاکہ سیم و تھور سے محفوظ رہے یہ اس لیے بھی کیا گیا کہ پہلے ۷۰ء سے ۸۳ء تک تقریباً تین بار نئے سرے سے گھر بنانے پڑے تھے۔ تاکہ بار بار کی تکلیف سے جان چھوٹے، بہر حال گھر کشادہ اور بہت جلد بنا ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کی ہمت اور مجاہدہ کو داد دینا چاہیے کہ اتنے کم عرصہ میں گھر بن گیا جب آپ طاہر آباد سے آئے تو گھر بن چکا تھا، اسی طرح دیگر احباب جو آپ کے ساتھ طاہر آباد میں قیام پذیر تھے انہوں نے بھی آکر دیکھا سب لوگ یقیناً حیران ہوئے کہ اتنی کشادہ عمارت اتنی جلد بن گئی۔ یاد رہے کہ اس نئے مکان میں بھی موجودہ زمانہ کی مروجہ اہم سہولیات مثلاً آر، سی، سی کام، ماربل پتھر، ائیر کنڈیشنڈ، چپل یا اس قسم کی کوئی دوسری قیمتی لکڑی، ڈبل اسٹوری وغیرہ کچھ نہ تھا۔ محض پکی اینٹوں سے تعمیر کئے گئے چند کمرے تھے، لیکن آپ اس درمیانہ قسم کے مکان کے حق میں بھی نہ تھے، جس میں آپ کی سادگی پسندی کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ تھی کہ اللہ آباد شریف کے تمام مکین فقراء کے مکانات سادہ کچے بلکہ کئی ایک کی تو چھونپڑیاں تھیں، اور اینٹ، مٹی کی بجائے درخت کی جھاڑیوں سے بنائی گئی باپردہ چہار دیواریاں تھیں، عمدہ مکان بننے سے پڑوسیوں کی دل آزاری کے احتمال کے پیش نظر آپ نے اس کو پسند نہ فرمایا، حالانکہ اس مکان کی تعمیر ضرورت کے تحت تھی، کوئی نام و نمود، جاہ و حشمت کا اظہار ہرگز نہیں تھا، یہاں پر یہ بات ذکر کرنا بھی یقیناً آپ کے لیے خوشگوار حیرت کا باعث بنے گی کہ دین پور شریف میں حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کا ایک سرکنڈوں اور لکڑیوں سے بنا ہوا مکان آخر میں بھی موجود تھا، جب بھی آپ دین پور شریف جاتے اسی میں قیام فرماتے تھے۔

جب درگاہ فقیر پور شریف کا قیام عمل میں آیا اور فقراء اپنے اپنے گھر تعمیر کرنے لگے، انتظامیہ کے مشورہ کے مطابق سب کو تعمیر کے لیے جگہ مختص کر دی گئی، اسی دوران جناب استاد محترم مولانا غلام مرتضیٰ صاحب جو رشتہ میں آپ کے بھانجے تھے نے بھی درگاہ فقیر پور شریف میں گھر بنانے کا ارادہ کیا، حضرت قبلہ و کعبہ مرشد مربی سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت و محبت سے اپنے بھانجے کو اپنے گھر کی چہار دیواری کے اندر جگہ عنایت فرمائی۔

آپ ہمیشہ استاد محترم مولانا غلام مرتضیٰ صاحب کی دلجوئی کرتے جو بھی سالن گھر میں تیار ہوتا

اس میں سے کچھ حصہ ضرور ان کے لیے بھیجتے ،اگر فروٹ وغیرہ گھر میں وافر مقدار میں موجود ہوتا تو اس میں سے بھی حصہ روانہ فرماتے ،استاد محترم مولانا غلام مرتضیٰ صاحب ملازمت کی وجہ سے اکثر و بیشتر گھر سے باہر رہتے، کبھی کبھار ان کے چھوٹے بچے رات کو کسی تکلیف کی وجہ سے روتے تو والدہ صاحبہ کو بھیجتے کہ خبر گیری کر کے آؤ دوائی یا کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو مہیا کر دو یہ سلسلہ اللہ آباد شریف میں بھی قائم رہا۔ اسی طرح درگاہ اللہ آباد شریف میں مولانا جان محمد رحمۃ اللہ علیہ اور لانگری محمد حسن کا گھر آپ کے پڑوس میں تھا تو ان کی بھی خبر گیری کرتے رہتے، کبھی کھانا کبھی سالن یا فروٹ ان کے گھر بھیجتے۔ مولانا جان محمد صاحب نے اس عاجز کو بتایا کہ درگاہ رحمت پور شریف میں ایک شخص آپ کے گھر کے قریب رہتا تھا اور آپ (حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ) کو جو قرب اور اعتماد حضرت خواجۂ خواجگان قطب دوران پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کا حاصل تھا ،اس سے وہ خوش نہ تھا بلکہ بغض و عناد دل میں رکھتا، یہاں تک کہ من گھڑت بے بنیاد غلط باتیں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے بذریعہ خط حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کو بھیجتا اور یہ سب باتیں آپ کو معلوم تھیں ،اس کے باوجود جب وہ شخص بیمار ہوا آپؒ اس کی طبع پرسی کے لیے گئے اور کافی وقت اس کو دباتے رہے اور محبت بھری باتیں کرتے رہے۔

یتیموں کے ساتھ شفقت اور محبت:- درگاہ اللہ آباد شریف میں ایک پرانے فقیر (متوفی) کی بچی جو کہ شادی شدہ بھی تھی اور صاحب اولاد بھی ،اس طرح اپنے ماموں کے لڑکے سے اس کا بیاہ ہوا تھا ،اس کی ماں نے اپنے شوہر کی وفات کے بعد شادی نہیں کی بلکہ اپنے بچوں کی پرورش میں لگی رہی حتیٰ کہ اس کی سب بچیوں کی شادیاں ہو گئیں ،اس بیوہ عورت کو نرینہ اولاد بھی نہیں تھی آخر کار اس کے بھائیوں نے اس کی رضامندی سے شادی کرادی۔ اس کی شادی شدہ بچی اپنی ماں کی شادی پر بہت روئی غمگین ہوئی کہ اب ہماری ماں بھی ہمیں بھلا دے گی، باپ تو پہلے ہی وفات پا چکا ہے جب یہ خبر حضرت قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی و وسیلتی فی الدارین تک پہنچی تو آپ نے اس بچی کو بلوایا اور گھر والوں کے ذریعے پیغام بھیجا کہ تجھے پریشان نہیں ہونا چاہیے تو ہمیں اپنے والد کی طرح سمجھ ،ہمارے گھر کو اپنا میکا جان ،آپ نے اسی روز اس یتیم بچی کو گھی آٹا وغیرہ کے ساتھ کپڑے شاید نقد رقم بھی عطا فرمائی ، آپ ہمیشہ اس یتیم بچی کا خیال رکھتے اور امداد فرماتے۔

جب بھی آپ کو معلوم ہوتا کہ فلاں بچہ کے والدین میں سے کوئی ایک وفات پا گیا ہے تو اس بچے کو اپنے گھر بلواتے اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھتے (جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یتیم

کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرنے سے اس کے سر پر جتنے بال ہیں اللہ تعالیٰ اتنے گناہ معاف فرمائے گا) اسے رقم، لباس اور طعام کی صورت میں عطا فرماتے، قاری غلام حسین صاحب کی اہلیہ بہت نیک، صالح پارسا خاتون تھیں اور تہجد کی بہت پابند اس کی وفات ہوگئی، جب کہ قاری صاحب کا فرزند (محمد حسین) جو اس وقت الحمد للہ عالم دین اور مبلغ ہے۔ بہت چھوٹا تھا، آپ نے محمد حسین کو اپنے گھر بلوایا اور اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا اور دعائیں دیں۔

ہمارے نانا محترم سید نصیر الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو ان کی بچیوں کو بہت شفقت اور پیار سے نوازا اکثر و بیشتر ان بچیوں کا اور نانا صاحب کی تینوں بیویوں کی ضروریات کا خیال رکھتے رہے، ان کو اپنے خاندان کے افراد کی طرح سمجھتے اور چاہتے تھے۔

اپنے مرشد مربی قطب دوراں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے اسوہ حسنہ اور صفات کریمانہ کو تحریر کرتے ہوئے دل تڑپ رہا ہے، رو رہا ہے کہ ہم نے آپ کے اسوۂ مبارکہ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے عین مطابق تھا۔ کو چھوڑ دیا ہے۔ یارب العالمین ہمیں اور ہماری اولاد و علماء طلباء و فقراء کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی کامل توفیق عطا فرما۔ آمین یارب العالمین۔

کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تبلیغ:- یہ عاجز اکثر و بیشتر دیکھتا رہتا کہ آپ گھر میں چارپائی پر تشریف فرما ہیں اور نہ معلوم کس مسئلہ پر غور و فکر فرما رہے ہیں اس وقت آپ اپنے ارد گرد موجود لوگوں سے لاتعلق، کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے ہوتے، پھر کاغذ و قلم ہاتھ میں لے لیتے اور اپنے خیالات، مشورے، مفید تجاویز تحریر فرماتے، آپ کے تحریر شدہ ایسے کئی اوراق بحمد اللہ آج بھی محفوظ ہیں، .... ان تحاریر کا لب لباب یہ ہوتا کہ تبلیغ دین کے کام کو کیسے بڑھایا جائے؟ طریقہ عالیہ کا پیغام تعلیم یافتہ لوگوں تک پہنچانا آپ کی اولین ترجیحات میں سے تھا، آپ چاہتے تھے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ایسے نوجوان تیار ہوں جو عمل و کردار کے پیکر، دین محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے خادم اور اولیاء ماسلف رضی اللہ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں، جن کے قلوب فرقہ بندی، قومی تعصب سے خالی ہوں بلکہ ان کے سینوں میں جمیع مخلوق خداوندی کے لیے محبت اور پیار بھرا ہوا ہو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ناراضی اور مایوسی ان کے اندر پیدا نہ ہو، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کے مطابق دوست خواہ دشمن، موافق خواہ مخالف کے ہدایت یافتہ بننے کے لیے دعا گو اور کوشاں رہیں، یہی وہ درد تھا جو ہر وقت میرے مرشد مربی رحمۃ اللہ علیہ کے سینے میں موجزن رہتا تھا، حقیقتاً یہ غم اور فکر وہی تھا جو کہ ہر

لحہ آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چین کیے رکھتا تھا، جیسا کے اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "کَانَ رسول الله صلی الله علیه وسلم مُتَوَاصِلَ الْفِکْرِ وَالحُزْن "یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فکر مند اور مغموم رہا کرتے۔ یہ فکر اور غم جو آقا کو ہمیشہ لاحق رہتا محض مخلوق خدا سے محبت اور پیار کی وجہ سے تھا کہ ہر بندۂ خدا آخرت کے عذاب سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ کا اطاعت گذار اور محبت کرنے والا بندہ بن جائے، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے رات کے اندھیرے میں آگ روشن کی، پتنگے اور پروانے روشنی کو دیکھ کر چلے آئے اور آگ میں گر کر جلنے بھننے لگے، اور آگ جلانے والا اس کوشش میں لگا رہا کہ ان پتنگے اور پروانوں کو آگ میں جلنے سے بچالے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ لوگ اس طرح جہنم کی آگ میں کودنے کے لیے جہنم کی طرف بھاگتے ہو اور میں جہنم کے کنارے کھڑا ہوا آپ کو کمر سے پکڑ کر جہنم میں کودنے سے روکتا ہوں"۔ بیشک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی محبت، پیار اور شفقت ہم گنہگار امتیوں کے ساتھ ماں باپ کی محبت سے لاکھ گنا بڑھ کر ہے۔ جس طرح دنیا میں آپ کی رحمت بھری نگاہوں اور دعاؤں کے زیر سایہ ہیں، یقیناً آخرت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سیاہ کاروں کو اپنے غلاموں کے طور پر قبول فرمائیں گے۔

محشر کی تپش الامان:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق میرے مرشد مربی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو بھی یہی حرص لاحق رہتا اسی وجہ سے آپ دن رات سوچتے رہتے تھے۔ آپ کے سینۂ اطہر میں عشق محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم اور خدمت دین کا سمندر موجزن تھا، آپ کی یہ تمنا تھی کہ ہمارے ملک کا تعلیم یافتہ طبقہ خصوصاً کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے نوجوانوں کو بیدار کیا جائے، اور دین کے حوالہ سے ان کی ذمہ داریوں سے ان کو آگاہ کیا جائے، اس فکر کے تحت درگاہ فقیر پور شریف سے حضرت مولانا عبدالغفور مری بلوچ صاحب کی قیادت میں خلفاء کرام اور علماء عظام کا ایک وفد حیدر آباد اور جامشورو کے بڑے تعلیمی اداروں میں بغرض تبلیغ روانہ فرمایا تھا، اس وفد میں آپ کے جلیل القدر خلفاء کرام شامل تھے، آگے چل کر آپ نے شاگردوں کی ایک عظیم الشان تنظیم کی بنیاد رکھی جس کا نام روحانی طلبہ جماعت پاکستان ہے، الحمدللہ آپ کی مخلصانہ کوششوں کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت عطا فرمایا، بلاشک و شبہ تعلیمی اداروں میں انقلاب آفریں نتائج برآمد ہوئے، اس تنظیم سے وابستہ نوجوان ذکر، نماز کے پابند، شریعت و سنت کے پیروکار، یہاں تک کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عمامہ باندھ کر

جاتے، بیشک دین سے لاعلم مغربی تہذیب کے دلدادہ نوجوان ان کا مذاق اڑاتے تھے، لیکن ایسے نوجوان اور اساتذہ بھی معقول تعداد میں موجود تھے جو کہ ان باعمامہ، باشرع روحانی طلبہ جماعت کے ممبران کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھتے۔ یہ نوجوان اپنے ہی ہاسٹلوں میں ذکر کے حلقے منعقد کرتے تھے جن سے بے شمار نوجوان بہرہ مند ہوتے۔

نوجوانوں پر اعتماد اور ان کی ہمت افزائی:- بڑے بڑے جلسوں خصوصاً سالانہ عرس مبارک کے موقعہ پر دوران تقریر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے نوجوانوں کو کھڑے ہونے کا امر فرماتے اور سامعین سے فرماتے ان نوجوانوں کی زیارت کرو، کبھی کبھار ان میں سے کسی نوجوان کو اپنی تقریر کے درمیان بلاکر تقریر کرنے کا حکم فرماتے، اور جملہ جماعت، خصوصاً خلفاء کو فرماتے کہ ان نوجوانوں سے تعاون کریں اور اپنی اولاد روحانی طلبہ جماعت سے وابستہ رکھیں بعض اوقات ان نوجوانوں کو اپنی جیب سے نقد رقم دیتے تھے، میں حیران ہوتا تھا کہ بڑے بڑے علماء خطیبوں اور واعظین حضرات کی موجودگی میں ان نوجوانوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا ہر کام اللہ تبارک و تعالیٰ کی منشاء اور اس کی رضا کے مطابق ہوتا ہے، اور اس میں بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں جن کو ہر آدمی نہیں جان سکتا" اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا " یہ وہ مبارک دعا ہے جو میرے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عظیم الشان بچوں کے لیے فرمائی، جس محبت بھرے ماحول میں یہ دعا فرمائی گئی، ذرا اس کی منظر کشی ہو جائے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے آزاد کردہ پیارے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، اور ان کی والدہ حضرت برکہ حبشیہ رضی اللہ عنھا جو کہ اپنی کنیت اُم ایمن سے مشہور تھیں، یہ وہ عظیم الشان خاتون ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ صاحبہ حضرت آمنہ بنت وھب رضی اللہ عنھا کی لونڈی تھیں حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنھا کے آغوش محبت میں آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے عین حیات اور بعد میں تربیت پائی، دوسرے الفاظ میں آپ نے دنیا میں ہوش کی آنکھیں اس حال میں کھولیں کہ ان کے سوا کسی کو ماں نہیں جانتے تھے، اس لیے آپ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنھا کے متعلق اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے " ھِیَ اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ وَ بَقِیَّۃُ اَھْلِ بَیْتِیْ " یہ میری ماں ہیں میری ماں کے بعد اور میرے گھر والوں میں سے باقی ماندہ ہیں۔ حضرت اسامہ بن زید کو ان ہی خصوصیات و امتیاز کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے حد محبت اور پیار سے نوازتے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے پیارے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے

ہم عصر تھے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ گورے چٹے ستواں ناک، تابندہ رو، حد درجہ خوبصورت اور اپنے نانا جان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورتاً بے حد مشابہت رکھتے جب کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ سانولا اور ان کی ناک چپٹی تھی، وہ اپنی والدہ سے مشابہت رکھتے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیار و محبت میں ان دونوں کے درمیان کوئی فرق و امتیاز روا نہ رکھتے تھے آپ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک زانو پر اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے زانو پر بٹھاتے پھر ان دونوں کو سینے سے چمٹاتے ہوئے یہ دعا فرماتے، " اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا " یا اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر۔ ہمارے مرشد مربی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ جو کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق، آپ کی اتباع پر پوری طرح کاربند رہنے والے تھے نہ صرف اپنی حقیقی اولاد سے محبت و شفقت فرماتے بلکہ مدرسہ میں پڑھنے والے طلباء یا دیگر نوجوان جو آپ کی خدمت میں آتے ان سے محبت و شفقت کا بہت زیادہ اظہار فرماتے، مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ کو اکثر و بیشتر یہ فرماتے کہ جس طرح محمد طاہر ہمیں پیارا ہے بالکل اسی طرح آپ بھی ہمیں بے حد عزیز ہیں، اگر کوئی طالب علم بیمار ہوتا تو اس کی طبع پرسی کے لیے اس کے پاس جاتے اور پرہیز کا کھانا اپنے گھر میں تیار کرواتے۔

خواتین پر شفقت و رافت:۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہے۔ (جامع ترمذی، ابن ماجہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی ایمان والا شوہر اپنی مؤمنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا، اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہوگی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (صحیح مسلم شریف) کتنے ہی ہمارے اہل ایمان بھائی اس حدیث کے مضمون کے سراسر خلاف عورتوں کو مارتے پیٹتے اور بے عزت کرتے ہیں اور کچھ حضرات مارتے نہیں تو ذہنی اذیتیں دیتے ہیں، ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے، جو تھوڑا بہت عورتیں اپنی محنت و ہنر سے کماتی ہیں، کچھ بے حمیت مرد وہ بھی ان سے چھین لیتے ہیں اور ساتھ میں یہ بھی ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ ہمیں اپنی بیویوں سے نفرت ہے، حالانکہ جس سے محبت ہوتی ہے اس کو عزت و تکریم دی جاتی ہے اس کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دی جاتی ہے، محبت کرنے والے تو اس چیز کو بھی نہیں دیکھتے کہ جس سے محبت ہے وہ بھی جواب میں محبت کا اظہار کرتا ہے یا نہیں۔

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایسی ہی بے

لوث محبت کرنے کی تعلیم دی ہے۔

اگر ہزار عیب داری و یک ہنر   دوست نہ بیند بجز آں یک ہنر

اگر تجھ میں ہزار عیب ہیں اور خوبی صرف ایک ہے، تیرا دوست تیری خوبی کو ہی دیکھے گا نہ کہ عیبوں کو۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر آپ کی بیوی میں کوئی ناپسندیدہ بات ہے تو بھی تجھے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے اس کی اچھی اور پسندیدہ عادت پر نظر رکھنی چاہیے، کوئی بھی انسان عیوب سے مبرا و منزہ نہیں ہو سکتا، جس طرح کوئی ناپسندیدہ بات ہماری بیویوں میں ہو سکتی ہے اسی طرح ہمارے اندر بھی ہو سکتی ہے جس طرح ہم اپنے ذاتی عیوبات اوروں سے چھپاتے ہیں ہمیں اپنی بیویوں کی ناپسندیدہ باتوں کو چھپانا چاہیے اور حسن ظن رکھنا چاہیے۔

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقاریر میں حقوق العباد کو وضاحت سے بیان فرماتے، خصوصاً اہل خانہ کے ساتھ روش بہتر رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔

آپ کا انداز تربیت:- آپ فرماتے تھے ہمارے آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر شان میں کوئی بھی انسان نہیں ہو سکتا اور آپ کا اسوہ حسنہ یہ تھا کہ کھانا ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن اجمعین کے ساتھ اکھٹے تناول فرماتے۔

تکبیر اولیٰ قضا ہونے پر تعزیت:- آپ فرائض کے ساتھ ساتھ سنتوں کا بھی بے حد اہتمام فرماتے اور اپنے متعلقین کو بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند دیکھنا چاہتے تھے یہ عاجز دورۂ حدیث کے بعد مدرسہ درگاہ اللہ آباد شریف میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتا رہا، اس زمانہ میں مورخہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۰۳ھ بمطابق ۳۱ جنوری ۱۹۸۳ء نماز مغرب کی تکبیر اولیٰ میں یہ عاجز اور چند دیگر طلباء نہیں پہنچ سکے، نماز کے بعد فوراً آپ نے دریافت فرمایا جن کی آج تکبیر اولیٰ قضا ہوگئی ہے آگے آجائیں یہ عاجز تو شرم کے مارے پانی پانی ہوگیا، آپ کے حکم کے مطابق خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے بے حد دکھ کا اظہار فرمایا کہ آپ کی تکبیر اولیٰ قضا ہوگئی یہ فرما کر خود بھی " انا للہ و انا الیہ راجعون " پڑھ کر تعزیت کی اور جمیع جماعت کو اسی طرح تعزیت کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ واقعی آپ کا بہت بڑا نقصان ہوگیا ہے۔

اکثر و بیشتر آقا و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک بیان فرماتے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بہت بڑا نقصان ہوگیا، آپ نے دریافت فرمایا کیا نقصان ہوا، اس نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی

علیک وسلم میرا بہت بڑا نقصان ہو گیا، آپ نے فرمایا کیا نقصان ہوا، سہ بارہ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ بات دہرائی کہ میرا بڑا نقصان ہو گیا ہے، سہ بارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تجارت کرنے شام کی طرف گیا بہت سا منافع ۹ یا ۹۰ اونٹ (؟؟؟) منافع کے سامان سے لدے ہوئے لارہا تھا کہ راستہ میں سب کے سب اونٹ مع سامان گم ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا یہ کچھ ہوا ہے ہم تو یہ سمجھے تھے (بار بار ایک ہی بات دہرانے پر) کہ شاید تمہاری تکبیر اولیٰ قضا ہو گئی ہے۔

ایک خلیفہ سے تعزیت :- درگاہ طاہر آباد شریف میں قیام کے دوران نماز ظہر پر آپ نے دیکھا کہ ایک خلیفہ صاحب جماعت میں نہیں پہنچ سکے آپ نے فوراً اس کو بلایا اور تعزیت فرمائی کہ آپ کی جماعت نکل گئی واقعی بہت نقصان ہوا اس طرح پوری جماعت نے اس خلیفہ سے تعزیت فرمائی۔

ایک بزرگ کا عجیب ارشاد :- آپ فرماتے تھے کہ ایک بزرگ (غالباً بخارا کے کسی بزرگ کا نام لے کر) کی نماز جماعت نکل گئی اتنے مغموم ہوئے کہ گھر میں بیٹھ کر روتے رہے جب ایک اور بزرگ کو اس کا علم ہوا وہ فوراً تعزیت کے لیے آپ کے گھر آگئے اور تعزیت کی تو وہ بزرگ مزید رونے لگے، اور فرمایا میری جماعت نکل گئی اتنا عظیم نقصان ہوا اور فقط تم ایک ہی تعزیت کرنے آئے ہو، خدا نخواستہ میرا بیٹا مرجاتا تو پورے بخارا کے لوگ تعزیت کے لیے آجاتے۔

میری تربیت :- سردیاں عروج پر ہیں اور میرے قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اس عاجز کو گیارھویں شریف پر جانے کا حکم فرماتے ہیں، یہ عاجز بار بار التجا کرتا ہے کہ یہ عاجز اس لائق نہیں کہ فقیر پور شریف جائے جبکہ جماعت آپ کی آمد کی منتظر ہے، آپ جواباً فرماتے ہیں فقیر پور کی جماعت بے حد محبت والی جماعت ہے، ہمیں یقین ہے کہ تمہارے جانے سے ساری جماعت بہت خوش ہو گی، جب کہ ہمیں عوارضات لاحق ہیں خصوصاً سردیوں کی شدت ہے۔ یہ عاجز دوبارہ عرض کرتا ہے کہ قبلہ فقیر پور والے اس عاجز کی بات نہیں مانتے وہ دروازہ پر کھڑے ہو کر منقبتیں پڑھتے ہیں، اور جب یہ عاجز نماز کے لیے نکلتا ہے تو سب اس عاجز کے پیچھے چلتے ہیں اور اس طرح ذکر کرتے آتے ہیں جس طرح آپ کے پیچھے کرتے ہیں، جس سے یہ عاجز بہت شرمسار ہوتا ہے، اس عاجز کو یہ بات پسند نہیں آپ ان کو حکم فرمائیں کہ وہ اس طرح نہ کریں، اور اس عاجز کے ہاتھ ہرگز نہ چومیں، یہ عاجز چاہتا ہے کہ عام فقراء کی طرح آنا جانا رہے، کوئی بھی فقیر میرے آنے پر اٹھنے کا تکلف ہرگز نہ کرے، آپ نے اس عاجز کی پوری بات سنی اور بعد میں فرمایا! خوشی ہے کہ تم ان چیزوں کے متمنی نہیں ہو بلکہ ان سے دور بھاگتے ہو، یہ بہت اچھی بات ہے، اگر

ان چیزوں کی تمنا دل میں پیدا ہو جائے کہ لوگ تعظیم و توقیر بجالائیں، اٹھ کر استقبال کریں، حضور قبلہ عالم کہہ کر مخاطب ہوں تو یہ سراسر نفسانی خواہش ہے، تکبر عجب ہے، اس سے روحانی ترقی نہیں بلکہ تنزل ہوتا ہے۔ اب اگر فقراء اس طرح کرتے ہیں تو تمہیں یہ سوچنا چاہیے کہ یہ کھڑے ہو کر میرا ادب و احترام نہیں کرتے بلکہ میرے مرشد کا کرم ہے، منقبت میرے لیے نہیں بلکہ میرے کامل اکمل مرشد کی شان میں پڑھ رہے ہیں۔

یہ عاجز جب بھی فقیر پور شریف جاتا وہاں کے فقراء بہت محبت سے پیش آتے بہت احترام کرتے لیکن حضرت قبلہ و کعبہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی عمدہ تربیت اور تصرف باطنی سے ان چیزوں سے بچنے کی کوشش کرتا، الحمدللہ تعالیٰ آج تک ذرہ برابر بھی ان چیزوں کی تمنا دل میں نہیں ہے۔

ہمارے بیٹے کو بیجا لاڈ پیار نہ دیں: جب یہ عاجز چھوٹا تھا تو آپ عموماً سرعام تقاریر میں فقراء کو فرماتے کہ جس طرح رسمی پیروں کے صاحبزادوں سے مرید بیجا محبت کرتے ہیں، ہاتھ پاؤں چومتے ہیں، پیسے دیتے ہیں اس طرح کے اظہار محبت سے پیروں کے وہ بچے بگڑ جاتے ہیں اور اچھی تربیت سے محروم رہ جاتے ہیں خبردار کوئی بھی فقیر ہمارے بیٹے سے اس طرح کا اظہار محبت نہ کرے، آپ کو اگر محبت ہے تو اس کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ اس کو نیک صالح بنائے، عالم باعمل بنائے، آپ کے ان پر اثر ارشادات کا نہ صرف جماعت پر بلکہ اس عاجز پر گہرا اثر ہوا، یہ عاجز اکثر و بیشتر جماعت سے چھپتا رہتا، کبھی بھی الحمدللہ تعالیٰ ثم الحمدللہ تعالیٰ یہ اظہار نہیں کیا کہ میں صاحبزادہ ہوں، بلکہ لوگ پوچھتے کیا تم صاحبزادہ ہو یہ عاجز خاموش رہتا یا وہاں سے چلا جاتا، اگر کوئی ہاتھ چومنے کی کوشش کرتا تو سخت ناگوار گذرتا کہ میرے پیرومرشد قبلہ و کعبہ کے فرمان کی خلاف ورزی نہ ہو، ان کی طبع مبارک پر یہ بات گراں گزرے اور میں محروم رہ جاؤں بلکہ کبھی کبھی آدھی رات کو اٹھ کر روتا ماتم کرتا کہ پیرومرشد حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کتنے کامل اکمل اور میں کتنا ناکارہ، نااہل ہوں، اور یہ سوچ بڑی شدت سے آتی کہ مجھ جیسا نااہل اس پاکیزہ گھرانے میں پیدا ہونے کا اہل نہیں، کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں پیدا نہ ہوتا، کوئی اور اہل، لائق و پرہیزگار شخص میری جگہ ہوتا اور پیرومرشد قبلہ و کعبہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی توقعات پر پورا اترتا۔

وہ میرے شیخ مربی و مرشد تھے اور ہیں: یہ بات عجیب ہے کہ اس عاجز نے کبھی بھی قبلہ و کعبہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو صرف باپ نہیں سمجھا نہ کبھی ابا جان وغیرہ کہا، بس یہ عاجز تو بچپن سے ہی ان کو اپنا شیخ مرشد مربی ہی سمجھتا رہا، والدہ ماجدہ محترمہ ادام

اللہ حیاتھا کی ایسی تربیت تھی کہ ہم میں سے کوئی بھی آپ کی چارپائی پر نہیں بیٹھتا تھا، آپ کے زیر استعمال ہر چیز کو بہت احترام سے اٹھاتے، آپ جہاں سے گزر جاتے وہاں سے گزر ہوتا تو اس احتیاط سے کہ آپ کے نقش پاء پر ہمارا پاؤں نہ آنے پائے، اور جہاں آپ کا نقش پا نظر آتا اتنا پیارا لگتا کہ دیکھتے رہتے بڑے ادب سے بیٹھ جاتے اور عجیب وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی جب کبھی آپ اٹھتے تو نعلین کو سیدھا رکھنے کے لیے اس عاجز کی بہنیں تیزی سے آگے بڑھتیں، ہر ایک دوسری سے آگے نکلنے کی کوشش کرتی۔

آپ کے پاؤں مبارک دبانے کی سعادت اور آپ کی شفقت:- جب یہ عاجز اور اس عاجز کی بہن بہت چھوٹے تھے چھ، سات سال کی عمر ہوگی کہ جب آپ تبلیغی سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہم دونوں آپ کے پاؤں کو دباتے اور بار بار پوچھتے میں عرض کرتا سائیں میں اچھا دباتا ہوں؟ اس عاجز کی بہن کہتیں کہ میں اچھا دباتی ہوں، آپ ہم دونوں کی اس مسابقت سے بہت محظوظ ہوتے اور واہ واہ، شاباش، آفرین کے الفاظ سے محبت و شفقت کا اظہار فرماتے۔

آپ کے پسندیدہ پھول:- موتیہ کے پھول آپ کو بہت پسند تھے، اس عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ اس عاجز کے سسر حضرت ڈاکٹر عبداللطیف چنہ رحمۃ اللہ علیہ روزانہ فجر نماز شہر سے پیدل چل کر اللہ آباد شریف میں آکر ادا کرتے سردیوں میں اوور کوٹ پہنتے اور لاٹھی ہمیشہ ان کے ہاتھ میں ہوتی، وہ روزانہ موتیہ کے پھول لے آتے اور نماز فجر کے وقت آپ کی آمد سے قبل آپ کی جائے نماز پر رکھ دیتے تھے اور آپ بعد از نماز وقفہ وقفہ سے پھول اپنے ہاتھ میں اٹھا کر سونگھتے رہتے۔

آپ کو خوشبو بے حد پسند تھی:- عطر لگاتے اور خوب لگاتے لیکن عام عطر کو پسند نہیں کرتے فرماتے تھے کہ یہ عطر نہیں، تیل ہے اچھا عطر ہوتا تو اپنے لباس، ہاتھ اور ڈاڑھی مبارک پر لگاتے۔

آپ کے پسینہ کی مسحور کن مہک:- جو کوئی بھی آپ سے ہاتھ ملاتا ہاتھ خوشبو سے مہک جاتے اور کافی دیر تک وہ مہک رہتی، اور جو کوئی ان کے قریب بیٹھتا پسینہ کی خوشبو سے اس کے مسام جان معطر ہو جاتے اور وہاں سے اٹھنے کو جی نہ چاہتا۔

آپ کے مصاحبین خاص و معتمد علیہ:- جملہ خلفاء فقراء و علماء سے آپ بے حد محبت رکھتے تھے، لیکن جو لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آپ کے ساتھ آکر رہے ان کی بہت قدر کرتے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۲۷ پر

پیر سوہنیاؒ

جاواں صدقے اللہ آبادی پیر سوہنیا
جاواں صدقے اللہ آبادی پیر سوہنیا
اکھاں ترس گئیاں تیرے ای دیدار نوں
دیویں دید اج ایس دکھیار نوں — اللہ آبادی پیر سوہنیا

جند ہن ہجر والے صدمے نہ سہندی اے
مکھ جے دکھاویں سینے تاں ٹھنڈ پیندی اے
ساڈا سوہنیا توں مان تے تران ایں
تیرا عشق ساڈا دین تے ایمان اے — اللہ آبادی پیر سوہنیا

پیرا سندھ والیا اچی شان والیا
کوہجیاں نکمیاں نوں سینے لان والیا
توں تے ساڈیاں امیداں دی بہار ایں
توں تے عاشقاں دے دلاں دا قرار ایں — اللہ آبادی پیر سوہنیا

روشن چراغ ایں توسوہنے سائیں ولی دا
ہنھیرا تساں دور کیتا ایتھے اوتھے گلی دا
تینوں پر کیتا سوہنے سائیں پیر نے
شہنشاہ تیرے در دے فقیر نے — اللہ آبادی پیر سوہنیا

خواجہ پیر مٹھےؒ دا توں نظر منظور ایں
پیر سوہنے سائیں دی توں اکھیاں دا نور ایں
اج عاجز دی آیا دربار تے
کریں کرم ایس عاصی گناہ گار تے — اللہ آبادی پیر سوہنیا

جاواں صدقے اللہ آبادی پیر سوہنیاں

(مولانا ریاست علی طاہری)

محبت بھری چھاؤں میں

تحریر - بنت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ

سیدی مرشدی سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کی بڑی دختر نیک اختر (والدہ ماجدہ جناب حافظ محمد جمیل صاحب) کی یاداشت پر مشتمل درج ذیل مضمون حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے زیر سایہ گزرنے والے خانگی زندگی کے یادگار احوال پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے اخلاق حسنہ، انداز تربیت نیز جماعت ،نقشبندیہ طاہریہ کے متعلق قیمتی معلومات پر مشتمل ہے، جن سے بہت سے فقراء اہل ذکر بے خبر ہیں۔ مدیر

اے میرے ابو جان آپ ہمیشہ ہمارے دلوں میں رہتے ہیں ہر وقت آپ کے بچھڑنے کا غم تازہ ہے، آپ محبت و شفقت کا مجسمہ تھے۔ آپ کے جسم مبارک کا تصور اس وقت بھی میرے دل کے نہاں خانوں میں محفوظ ہے۔ وہ آپ کی پیاری آنکھیں خوبصورت ناک، دلوں کو موہنے والی مسکراہٹ، کالی کالی زلفیں ......

ہم نواب شاہ میں تھے میری والدہ ماجدہ کا آپریشن ہوا تھا، اس دوران یہ نالائق اپنے پیارے مرشد کی خدمت کا فریضہ سرانجام دے رہی تھی۔ ایک روز آپ نماز جمعہ کی تیاری فرما رہے تھے۔ آپ کی زلف مبارک کے بال ریشم کے لچھوں کی مانند نرم و نازک اور ملائم تھے، آپ اپنی زلفوں میں کنگی کر رہے تھے (یاد رہے کہ آپ کے بالوں میں ہمیشہ کنگی والدہ ماجدہ کیا کرتی تھیں) بال سنبھالے نہیں جا رہے تھے بار بار نیچے آ رہے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ کبھی یہ سعادت مجھے بھی حاصل ہو، ان خوبصورت زلفوں کو میں بھی سنواروں اور چھوؤں میں۔ بچپن ہی سے دیکھتی آ رہی تھی کہ آپ کی زلفوں کے بال مبارک بہت خوبصورت ہوتے تھے۔ میرے دل میں اس خیال کے آتے ہی آپؒ نے اپنی کنگی میری طرف بڑھائی اور فرمایا" لو آپ ہی ہمیں کنگی کر دیں" میں حیران اور شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ خوش بھی ہوئی کہ میری ایک دیرینہ تمنا پوری ہوگئی، لیکن آپ کی زلف مبارک میرے ہاتھوں سے پھسل پھسل جاتی۔ کیا ریشم کو بھی کوئی اپنے خیال سے سنوار سکتا ہے بلکہ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ آپ کی زلفیں مبارک ریشم سے بھی زیادہ نرم و

نازک ہیں۔

کالی زلف تے اکھ مستانی اے　　مخمور اکھیں حن مدھ بھریاں

بخت جب بیدار تھا کم بخت آنکھیں سو گئیں

سو گیا جب بخت تو بیدار آنکھیں ہو گئیں

ہاتھوں میں قلم ہے اور دل میں یہ سوچ، کہ میں اس قابل ہرگز نہیں ہوں کہ کامل اکمل ولی اللہ کی حیات طیبہ پر کچھ لکھ سکوں نہ کوئی علم ہے اور نہ ہی عقل۔ جس طرح حضرت صاحب فرماتے تھے کہ　　جب مالک لیکھا مانگے گا ہم خالی دونوں ہاتھ

الغرض حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاحی مشن کے ترجمان "الطاہر" کے خصوصی نمبر حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کی اشاعت کے موقعہ پر سیدی مرشدی حضرت قبلہ محبن سائیں مدظلہ نے فرمایا کہ آپ حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کی مبارک زندگی پر کچھ لکھ کر دیں، میری حیثیت تو آپ سن چکے ہیں۔

کہاں میں اور کہاں نکہت گل　　نسیم صبح تیری مہربانی

لیکن حضرت قبلہ کے کار خیر میں دعوت و شمولیت کے ساتھ ہی میرے دل کی دنیا بدل گئی، حال کو بھول کر ماضی میں کھو گئی، بچپن کے حسین ترین اور خوبصورت ایام ذہن کے شیشے میں نظر آنے لگے مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ جب میں نے کچھ بھی نہیں پڑھا تھا، ایک دن ظہر کی نماز پڑھ کر آپؒ گھر تشریف فرما ہوئے مجھے بلا کر فرمایا "آؤ بیٹی آپ کو اردو پڑھائیں تاکہ اندر خواتین سے بات چیت کرنے میں آسانی ہو" یاد رہے کہ اس وقت میری عمر دس یا گیارہ سال تھی نہ مجھے اردو پڑھنا آتی تھی نہ ہی اردو کی کوئی بات سمجھتی تھی۔ لیکن جیسے ہی آپؒ نے تھوڑا بہت پڑھایا آپ کی نظر کرم سے اردو سمجھنے لگی نہ صرف اردو بولنا آ گئی، بلکہ اردو کی کتابیں بھی پڑھ لیتی، یہ آپؒ کی کرامت تھی کہ جب میں تنہا ہوتی تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی مجھے اردو بولنا سکھا رہا ہو۔

میرے حضرت قبلہ قدس سرہ بڑے باہمت کھرے، عزم و استقلال کے پیکر وقت کی رفتار کے ساتھ بدلنے والے نہیں بلکہ وقت کے ساتھ لڑھکنے والے گنہگار انسانوں کی دنیا بدلنے والے عظیم انسان تھے۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو

تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ آپ کے نیک ارادوں کے مطابق انسانوں کے دلوں کو پھیر دیتا تھا کہ وہی مقلب

القلوب (دلوں کو پھیرنے والا) ہے میرا بچہ حافظ محمد جمیل اس وقت بہت چھوٹا تھا، میں کہا کرتی تھی کہ اس کو ڈاکٹر بناؤں گی، آپؒ پیار و محبت سے مسکرا کر محمد جمیل سے فرماتے "میاں محمد جمیل تو تو ہمارا فقیر بنے گا ناں؟" وہ فوراً یہ جواب دیتا تھا کہ "ہاں سائیں" اس پر آپ مسکرا کر مجھ سے فرماتے سنا آپ نے میاں جمیل کا جواب یہ مبلغ بنے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے مرشد سے سچی محبت عطا فرمائے یہ دل کی آرزو ہے کہ میرے تمام بچے آپ کے در کے ادنیٰ خادم بن کر رہیں الحمد للہ آثار بڑے ہمت افزا ہیں اللہ تعالیٰ استقامت عطا فرمائے "آمین"۔

ہم اس وقت بہت ہی چھوٹے تھے جب ایل . ایم . سی جامشورو میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا آپریشن ہوا تھا ہم اس وقت فقیر پور شریف میں تھے۔ حضور کی طبعیت مبارک آپریشن کی وجہ سے کافی ناساز تھی جب ہی ایک فقیر نے دربار عالیہ فقیر پور شریف آکر بعد نماز فجر و مراقبہ بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت قبلہ عالم بالکل ٹھیک اور خوش ہو کر آئے ہیں آپؒ کا چہرہ روشن ہے اور آپ مسکرا رہے ہیں، میں نے آپؒ کے ہاتھوں میں ایک سفید رنگ کی زنجیر دیکھی اور دیکھا کہ وہ جگہ جگہ سے ٹوٹی ہوئی ہے اور آپؒ اسے جوڑ رہے ہیں ساتھ ہی آپؒ کے چہرہ انور پر دکھ کا گہرا سایہ ہے میں نے عرض کیا کہ قبلہ آپ مسکرا رہے تھے اب یہ دکھ کیوں ہے اور یہ زنجیر کیسی ہے آپؒ نے فرمایا کہ "یہ زنجیر میری جماعت ہے جب ان کے دل میں غلط بات آتی ہے یا یہ ایک دوسرے سے ٹوٹتے ہیں تو میں انہیں جوڑتا ہوں جس سے مجھے بے حد دکھ ہوتا ہے"۔

جب آپؒ حضرت سجن سائیں مدظلہ کو تہجد کے وقت اٹھایا کرتے تھے تو آپؒ کا انداز کچھ یوں ہوتا تھا "اٹھو میاں محمد طاہر اٹھ کر اپنے رب کو یاد کرو، یہ لمحات بڑے قیمتی ہیں" ایک مرتبہ ناچیز اسی کمرہ میں تہجد پڑھ رہی تھی، اور آپؒ آنکھیں بند کیے ہوئے محبت و پیار سے یہ الفاظ بول رہے تھے اور مزے کی سی کیفیت میں فرما رہے تھے "او اٹھ اللہ کے پیارے، اپنے مالک کو یاد کر تہجد پڑھ، اٹھ اللہ کے پیارے تہجد پڑھ، اللہ تعالیٰ تجھے بڑی عمر دے تیرے درجات بلند کرے یہ لمحات بڑے قیمتی ہیں ان کی قدر کر، تہجد پڑھ، ذکر کر" بڑے پیارے انداز میں یہ ارشادات فرماتے تھے۔

آپ کو حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ سے بڑی محبت تھی اور ہمیں آپ کی خدمت کا امر فرماتے تھے ایک دن آپؒ حضرت سجن سائیں کے کمرے میں گئے آپؒ نے چارپائی پر رکھی ہوئی کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھالی اور اسی بستر پر بیٹھ کر پڑھنے لگے میں بھی ساتھ کھڑی تھی، آپؒ جیسے ہی چارپائی پر بیٹھے اس عاجز کو فرمایا "خدا کی پیاری اپنے بھائی کی چارپائی تو درست کرو (یعنی کسوالو اس میں ذرا جھول ہو گیا تھا) مزید فرمایا ہمیشہ یہ خیال رکھو اور میاں محمد طاہر کی چارپائی کو

اچھی طرح کس والیا کرو"

آپؒ روزانہ تہجد نماز پڑھ کر مراقبہ بھی کیا کرتے تھے رمضان المبارک میں تو تہجد کے بعد دو مرتبہ صلوٰۃ التسبیح بھی پڑھا کرتے تھے اور نماز ظہر سے پہلے ایک مرتبہ صلوٰۃ التسبیح پڑھتے تھے، اور عصر کی نماز سے قبل آہستہ آواز میں (کہ قریب بیٹھا آدمی سن سکے) تسبیح پڑھا کرتے تھے، یہاں تک کہ اذان ہو جاتی۔

ہماری تربیت:۔ ہم تمام بھائی بہنوں کی تربیت والدین کی نظر و توجہ کے مرہون منت ہے۔ بچپن کے زمانے میں بھی نہ کبھی لڑائی جھگڑا کیا، نہ گالی دی، نہ گندا لفظ منہ سے نکالا نہ جھوٹ بولا۔ ہماری والدہ محترمہ نے ہمارے دلوں میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ادب گھٹی میں ہی ڈالا تھا حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ سمیت کوئی بھی آپ کے بستر پر نہیں بیٹھا، نہ آپ کے برتن میں کھانا کھایا، نہ کبھی آپ کی طرف پیٹھ کی نہ ہی آپ کے سامنے شور کیا، نہ کبھی ضد کی، نہ کبھی آپ کے سامنے بلند آواز سے بات چیت کی جب آپؒ آرام فرما رہے ہوتے تھے تو ہم سب آہستہ چلتے اور آہستہ بولتے تھے یہ سب والدہ محترمہ کی تربیت کا نتیجہ تھا، جنہوں نے خود بھی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا خوب ادب کیا اور ہمیں بھی ادب کی تعلیم دی۔

والدین سے مثالی محبت:۔ والدین سے محبت کسے نہیں ہوتی لیکن حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کو اپنے والدین سے جو محبت اور دعا طلبی کی تمنا تھی وہ خال خال ہی کہیں نظر آتی ہے، چنانچہ ایک مرتبہ ہم سب مل کر حضرت سوہنا سائیںؒ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، جیسا کہ معمول تھا، یہ فقیر پور شریف کی بات ہے (دوپہر کا کھانا تھا) کھانے کے دوران آپؒ کوئی اخلاق کی، نیکی کی بات عموماً بیان فرماتے تھے، اس دن آپؒ نے اپنے والدین کا تذکرہ شروع کیا تو آپ کی مبارک آنکھوں سے آنسو گرنے شروع ہو گئے، آپؒ نے روتے ہوئے والدہ صاحبہ سے فرمایا! اگر اللہ تعالیٰ ہماری یہ دعا قبول فرمالے کہ ہمارے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو کر صرف ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور اس کے بدلے میں ہم سے ساری دولت جو کچھ ہمارے پاس ہے لے لے تو ہم اس ایک لمحہ کے لیے ہر چیز قربان کر دیں گے۔ وہ لمحہ ہمارے لیے اتنا قیمتی اور بے بہا ہوگا، جس کے اوپر دنیا کی ہر چیز قربان کرنا معمولی بات ہے۔

مولانا محمد اسماعیل صاحب کی والدہ صاحبہ کا جب انتقال ہوا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا" مولانا لوہے کا قلعہ گر گیا ہے، ماں کی دعا لوہے کے قلعے سے بھی زیادہ مضبوط ہے"۔

تقویٰ:۔ خورد و نوش، نشست و برخاست غرض کہ تمام حالات و معاملات میں آپؒ تقویٰ کا خاص

خیال رکھتے تھے، اور ہماری تربیت بھی اس طریقہ پر کی کہ متقی و پرہیزگار ہو کر رہیں، چنانچہ درگاہ فقیر پور شریف میں جب ہم دو بچے ہی آپ کے گھر میں تھے (ایک میں اور ایک حضرت سجن سائیں مدظلہ) ہم دونوں چھوٹے تھے، جہاں تک میری یاداشت کا تعلق ہے، فقیر میر محمد شیخ لاڑکانہ والے اپنے گھر سے کھانا بنوا کر خاص حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے لائے تھے، آپؒ نے حاجی عبدالخالق شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا "میاں میر محمد صاحب سے پوچھو کہ گھی کہاں سے لیا تھا" اس نے نام بتایا (آج بھی اس آدمی کا نام یاد ہے پر لکھوں گی نہیں) جب آپؒ کو نام بتایا گیا تو آپؒ نے والدہ صاحبہ سے فرمایا "یہ جو کچھ بھی لائے ہیں جلدی سے دفن کر دیں" میں نے دیکھا برتنوں میں پلاؤ، زردہ اور گوشت کا سالن تھا اور روٹی بھی تھی حاجی شاہ صاحبؒ کی اہلیہ نے والدہ صاحبہ سے کہا کہ آپ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر دیں کہ ہم خود نہیں کھاتے یہ کھانا غریبوں کو دے دیں گے، آپؒ نے یہ سن کر فرمایا "چوری کے گھی میں تیار کیا ہوا کھانا ہے کیا اسے ہمارے اہل ذکر فقیر کھائیں گے؟ نہیں بلکہ اسے فوراً دفن کرا دیں (جس آدمی سے گھی لیا گیا تھا اس کے متعلق کسی طرح آپؒ کو پتہ چل گیا تھا کہ وہ چوری کا مال بھی اپنے پاس رکھتا ہے) چنانچہ عشاء کی نماز پڑھ کر حاجی شاہ صاحبؒ نے وہ کھانا دفن کر دیا۔

حقیقت نما خواب:۔ درج ذیل خواب اس گنہگار نے اپنے پیارے بلکہ اللہ کے پیارے کامل ولی والد گرامی خواجۂ خواجگان حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے سے سات آٹھ دن پہلے دیکھا تھا اور اب حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ کے حکم پر لکھ رہی ہوں۔ "میں نے دیکھا کہ رات کا وقت ہے میرے پیارے والد اپنے بستر پر کسی کے انتظار میں بیٹھے ہیں، آپؒ کا رخ قبلہ کی جانب ہے، وہاں پر میرے علاوہ والدہ محترمہ اور دیگر اہل خانہ بھی موجود ہیں، لیکن ہیں سب پریشان، باہر سے اللہ اللہ کی آوازیں آ رہی ہیں حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ بھی باہر ہیں سب کے سب خلفاء کرام بھی موجود ہیں (اس وقت تو نام بھی یاد تھے اب ذہن سے نکل چکے ہیں) تمام حضرات بڑے زور سے کسی مشین کو چلانے کی کوشش کر رہے ہیں کافی دیر بعد حضرت سجن سائیں گھر کے اسی کمرے میں داخل ہوئے، جس میں حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ تشریف فرما تھے، آپؒ نے جلدی سے پوچھا "میاں محمد طاہر کارخانہ چل گیا؟" حضرت سجن سائیں نے جواب دیا جی ہاں قبلہ چل گیا ہے۔ جیسے ہی حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ نے مذکورہ جواب دیا میرے حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے، جب کہ باہر موجود فقیروں نے بہت زور سے اللہ اللہ کرنا شروع کر دیا، ساتھ ہی بہت زیادہ شور سے کسی

مشین کے چلنے کی آواز بھی سنائی دی اس وقت خواب میں جو جگہ نظر آئی (جہاں سے ذکر کی آوازیں اور مشین چلنے کی آواز آرہی تھی) وہ یہی تھی جہاں اب نئی مسجد شریف زیر تعمیر ہے۔ حضرت سجن سائیں جواب دینے کے بعد باہر چلے گئے تو میں بھی باہر دیکھنے لگی کہ ہے کیا چیز میری تھوڑی سے نظر باہر پڑی تو بڑا روح پرور اور حسین منظر نظر آیا بہت سارے لوگ سفید لباس میں ملبوس تھے، بے تحاشا روشنی تھی سب لوگ اللہ اللہ بھی کر رہے تھے خوش بھی تھے اور قدرے دکھ اور غم کے جذبات بھی ان کے چہروں پر نمایاں تھے، یاد رہے کہ یہ خواب میں نے اسی کمرہ میں دیکھا تھا جس میں آپؒ کا وصال ہوا تھا، خواب کی حالت میں اس گنہگار کو ایسا لگ رہا تھا جیسے آپ کہیں جانے کے لیے تیار ہوں وقت بہت کم ہے اور کام بہت زیادہ ..... آپ کے قدم مبارک بھی چارپائی سے نیچے اس چھوٹی سے چوکی پر تھے جو ہمیشہ پاؤں رکھنے کے لیے رکھی ہوتی تھی۔

دوسرے دن میں نے یہ خواب اپنے پیارے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا جب آپؒ عشاء نماز پڑھ کر آئے اور اپنے بستر پر اسی انداز سے بیٹھے جس طرح میں نے خواب میں دیکھا تھا، اس گنہگار سے خواب سن کر زبان سے آپؒ بالکل خاموش رہے البتہ جواب کے انداز میں سر مبارک اس طرح ہلایا جیسے آپؒ کو پتہ ہو کہ اب کیا ہونے والا ہے۔

آپ قرآن و سنت کے عامل اور صحیح معنوں میں عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ جب آپؒ طاہر آباد شریف میں تھے تو سندھی میں ایک نعت (اس گنہگار کو سندھی لکھنی نہیں آتی شاید اس لیے کہ آپؒ نے جو کچھ پڑھایا خواتین میں تبلیغ کرنے کے ارادہ سے اردو ہی میں پڑھایا، یہ جو کچھ لکھ رہی ہوں آپؒ ہی کی نظر کرم اور نور نظر کی کرامت ہے جنہوں نے مجھ جیسے بے کار انسان سے یہ کام لیا ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ اللہ کے پیارے ولی کامل کا تذکرہ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی ناکارہ سے بھی کام لینا چاہے تو لے سکتا ہے، میری مثال سامنے ہے) شاید اس کے بول یہ تھے۔

الهی جلد کر قسمت مدینی دی تون اچ کلھ م

آپؒ پوری نعت پڑھتے تھے، جس کا ایک مصرعہ یہ بھی ہے۔

مدینی جامرون کاٹن لتون دی لاش منھنجی ک

آخری دنوں میں تو یہ نعت زیادہ ہی پڑھا کرتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ سردیوں کے دن تھے میرے قبلہ مرشد رحمۃ اللہ علیہ کی طبعیت مبارک پیر کے دن بالکل ٹھیک تھی، منگل کی رات عشاء کے بعد معمول کے مطابق اہل خانہ کے ساتھ بیٹھے ہم سے باتیں کیں، سب گھر والے موجود تھے، بعد میں حسب دستور (سونے سے قبل کچھ

پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے اور بعد میں باری باری ہم سب پر دم کرتے تھے آخر میں سلسلہ شریف پڑھ کر آرام فرماتے تھے) منگل کی رات اسی طرح کے معمولات سے شروع ہوئی رات کو آپؒ دو ڈھائی بجے اٹھ کر تہجد پڑھا کرتے تھے، اس رات کچھ کھانسی کی شکایت ہوئی، آپؒ نے تھوڑا سا شہد استعمال فرمایا، لیکن کھانسی اور گلے کی خراش کم نہ ہوئی تو والدہ صاحبہ کچن میں چائے بنانے گئیں، اسی دوران آپؒ کو زیادہ تکلیف محسوس ہوئی تو آپ نے اس گنہگار کو آواز دی، اس عاجز کے تو ہوش ہی اڑ گئے حواس باختہ ہو کر آئی تو اس گنہگار کے سر کا دوپٹہ تھوڑا سا سر سے سرک گیا، گو کہ اس وقت آپؒ کو بہت زیادہ تکلیف تھی، اس کے باوجود آپؒ نے ارشاد فرمایا" سر پر دوپٹہ ٹھیک کرو، جوتی پہنو اور ہمیں شہد لاکر دو اور اپنی والدہ اور بھائی کو بھی بلاؤ" میں نے جا کر حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ کو بلایا ساتھ ہی اپنی دوسری بہن کے دروازے کو کھٹکھٹایا اور بتایا کہ میرے حضورؒ کی طبعیت مبارک ٹھیک نہیں ہے۔ بھائی جان قاری صاحب سے کہیں کہ وہ ڈاکٹر کو فون کریں پھر میں بھاگتی ہوئی واپس آئی ہم سب مل کر آپؒ کے مبارک ہاتھوں کو مالش کرنے لگے، آپ کے ہاتھ کی انگلیاں اور پاؤں مبارک، بھی ٹھنڈے تھے۔ اس وقت آپؒ حضرت سجن سائیں مدظلہ کے لطائف پر انگلی مبارک رکھ کر اللہ اللہ اللہ فرمانے لگے، بعد میں ہم سب کو یہ نصیحت فرمائی کہ نماز میں کبھی سستی نہ کرنا دنیا کے کام چاہے ہوں یا نہ ہوں لیکن دین کے کاموں میں سستی نہیں ہونی چاہیے، نماز وقت پر پڑھنا، حضرت سجن سائیں مدظلہ کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا "میاں محمد طاہر احکام الٰہی پر عمل کرنا، شریعت کی پابندی کرنا، کوئی کام شریعت کے خلاف نہ ہو، ہم آپ کو ان تمام اوراد و وظائف کی اجازت دے رہے ہیں جن کی ہمیں ہمارے پیرو مرشد علیہ الرحمۃ نے اجازت دی تھی، ہم آپ کو اجازت (خلافت) مطلقہ دے رہے ہیں، مزید فرمایا تقویٰ کا خاص خیال رکھنا، سفید لباس پہننا، اپنے عزیزوں کا خیال رکھنا بالخصوص اپنی والدہ کا خیال رکھنا، اپنی ماں کی دعائیں حاصل کرنا، ان کی خدمت کرنا، اپنی بہنوں کا خیال رکھنا ہماری دونوں بہنوں کا خیال رکھنا، محبت و پیار سے رہنا، پیرو مرشد حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان عالیہ کا ادب کرنا بعد میں اس عاجز کو فرمایا مائی تم بھی اپنے بھائی کا ادب کرنا، کبھی دین کے کاموں میں سستی نہ کرنا، دوبارہ ہم سب کو فرمایا نماز کی پابندی کرنا، نماز وقت پر پڑھنا مراقبہ اور تہجد میں کبھی بھی سستی نہ ہو۔

یاد رہے کہ مذکورہ نصیحت و وصیت فرماتے وقت آپؒ کو کافی تکلیف تھی بار بار کھانسی کی شکایت ہو رہی تھی، تاہم آپؒ کو جو دین کا درد و فکر تھا، اس کے مطابق ہمیں نیک کاموں کا حکم

فرماتے رہے، اس وقت بار بار میرے دل میں یہ خیال آ رہا تھا کہ کاش اس وقت ٹیپ ریکارڈ کہیں قریب ہوتا تو میں آپ کے ہیروں سے زیادہ انمول ارشادات ریکارڈ کرتی، اس وقت تو آپ کی نصیحت بھری باتیں ازبر تھیں، اب کافی ذہن سے نکل چکی ہیں۔

اس دن صبح مراقبہ کے بعد میں آپؒ کی طبیعت کا پوچھنے اندر ہال میں گئی، اس وقت آپؒ تکیہ پر اپنا بازو مبارک رکھے تخت پر بیٹھے ہوئے تھے، میں جیسے ہی اندر گئی تو آپؒ نے اپنی مبارک آنکھیں اٹھا کر بہت ہی شفقت و محبت سے مجھے دیکھا اور خاموشی سے دیکھتے رہے، میرے دل کو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے ان پیاری حسین آنکھوں میں پیار و محبت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہے، اس طرح آپؒ نے کبھی بھی اتنے غور سے اس عاجز کی طرف نہیں دیکھا تھا، اس طرح دیکھنے سے پہلے تو مجھے خوف سا محسوس ہوا کہ شاید کوئی طوفان آنے والا ہے، اندر ہی اندر میرا دل بہت پریشان ہو گیا تھا، میں نے بڑی ہمت کر کے پوچھا "قبلہ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے" آپؒ نے ارشاد فرمایا "اللہ کا شکر ہے اب ٹھیک ہے"۔ اس کے بعد سات دن تک آپ کی طبیعت مبارک ٹھیک رہی۔

اتوار ۵ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ ہجری کا دن بھی روزانہ ہی کی طرح تھا اس دن میرے پیارے پیارے والد حضرت سوہنا سائیںؒ نے ظہر کی نماز سے پہلے جس طرح آپؒ کا روزانہ کا معمول تھا یعنی تقریباً ڈیڑھ بجے اٹھ کر وضو بناتے پھر صلوٰۃ التسبیح ادا فرماتے (آپ ہر روز صلوٰۃ التسبیح پڑھا کرتے تھے) پھر سنتیں ادا کرتے اس کے بعد تھوڑی دیر تلاوت قرآن مجید فرماتے بعد میں نماز باجماعت کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے، نماز سے واپسی پر پھر تلاوت فرماتے تھے، اتوار کے دن بھی ایسے ہی معمولات پورے فرمائے ہمیں کیا معلوم تھا کہ کل کا سورج جب نکلے گا تو میرے حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اس دنیائے فانی سے پردہ فرما چکے ہوں گے، الغرض اس دن بھی بعد نماز ظہر تلاوت سے فارغ ہو کر اس عاجز کو بلایا، وہاں پر میری والدہ صاحبہ بھی موجود تھیں، آپؒ نے ان سے فرمایا پیسے لے کر آؤ (والدہ صاحبہ نے بتایا کہ آپؒ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہم اپنی زندگی میں اپنے ہاتھوں سے کچھ دینا چاہتے ہیں) اور اس عاجز گنہگار سے فرمایا کہ اپنی تینوں چھوٹی بہنوں کو بلاؤ میں نے ان کو بلالیا، امی جان پیسے لے کر آئیں تو آپؒ نے اس عاجز کو تین سو روپے اور چھوٹی بہنوں کو ڈھائی ڈھائی سو روپے دیے، پچاس روپے حاجی عبدالخالق شاہ صاحبؒ کی بیوہ بہن کے لیے دیے، پچاس روپے لانگری صاحب کی اہلیہ یعنی مولانا جان محمد صاحبؒ کی والدہ کے لیے دیے پھر گاؤں کے بچوں کے لیے کچھ پیسے دیے، قبلہ نصیر الدین شاہ صاحبؒ کی بڑی بیوی کے

لیے پچاس اور دو بیویوں کے لیے تیس تیس روپے اور تینوں بیٹیوں کے لیے بیس بیس روپے اس عاجز کے ہاتھوں بھیجے، جب کہ حاجی عبدالخالق شاہ صاحبؒ کی اہلیہ کے لیے سو روپے چھوٹی بہن کے ہاتھ بھیجے۔ بعد میں میری والدہ کسی کام کے لیے کچن میں چلی گئیں، کمرہ میں چھوٹا طارق اور اس کی بہن کھڑے تھے، آپؒ نے ان کے ساتھ باتیں کیں ویسے بھی آپؒ بچوں کو بہت پیار دیتے تھے اور ان کے ساتھ باتیں، ہنسی مذاق بھی کیا کرتے تھے، اس وقت دونوں بہن بھائی کچھ کھا رہے تھے، آپؒ نے ان سے فرمایا بھئی ہمیں بھی تو کھلاؤ، اس پر طارق کے ہاتھوں میں جو کچھ تھا اس نے آگے کر دیا، آپؒ نے ارشاد فرمایا "تو تو سخی بنے گا" پھر آپؒ نے دونوں سے فرمایا ہمارے پاؤں دبائیں، دونوں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق پاؤں دبانے لگے تو آپؒ نے ہنستے ہوئے فرمایا واہ بھئی واہ دونوں بہت اچھا دبا رہے ہو، اس کے تھوڑی دیر بعد آپؒ نے حضرت محبوب سجن سائیں کو آواز دی اس وقت آپ گھر پر نہیں تھے۔ پھر اس نالائق کو بلایا (آپؒ کے بلانے کا انداز بھی کچھ نرالا ہی تھا جب بھی ہمیں بلاتے دعائیہ الفاظ سے بلاتے تھے، خدا کی نیک بندی، اللہ کی پیاری یا خدا آپ کو نیک صالح بنا دے، اس طرح کے کلمات سے آواز دیا کرتے تھے) میں نے آپؒ کی آواز مبارک سنی بھی پر۔۔۔ شاید میری بد نصیبی تھی ۔۔۔ پھر چھوٹی بہن کو بلایا اور فرمایا ہمارے پاؤں میں درد ہے، وہ پاؤں دبانے لگیں تو آپؒ نے اس کو یہ دعائیں دیں، اللہ کی نیک بندی خدا تجھے نیک بنائے، نیک کاموں کی توفیق دے، خوش و آباد رکھے جنت نصیب کرے، درجات کو بلند کرے۔

نماز عصر کا وقت ہوا، اذان کے بعد وقت پر نماز ادا کرنے گئے اور حسب معمول مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد گھر پر تشریف لائے، گھر آتے ہی مجھے بلا کر فرمایا کہ کچھ لوگ فقیر پور سے آئے ہیں، ان کے کھانے وغیرہ کا خیال کرنا، کھانا حاجی شاہ (عبدالخالق شاہؒ) کے ہاتھوں باہر بھیجنا ساتھ یہ بھی فرمایا کہ عشاء کی نماز سے پہلے یا بعد میں حاجی محمد صدیق صاحب (کچھ اور لوگوں کے نام لیے جو اب یاد نہیں آ رہے) کے لیے تین چار کپ چائے بنا کر بھیجنا۔

شفقت و کرامت:۔ اس عاجز نے چائے تیار کی جیسے ہی باہر لے کر آئی چائے میرے ہاتھوں سے گر پڑی، آپؒ نے فوراً پوچھا "جلنے سے تو بچ گئی ہو ناں؟" یہ آپؒ کی کرامت تھی کہ گرم گرم چائے میرے پورے جسم پر یہاں تک کہ چہرہ پر بھی چھینٹے گرے لیکن اثر کچھ بھی نہ ہوا، پتہ ہی نہ چلا کہ چائے گرم بھی تھی یا نہیں؟ پھر آپؒ نے ارشاد فرمایا اگر دودھ ہو تو دوسری بنا کر باہر بھیج دیں، چنانچہ میں نے دوبارہ چائے بنا کر بھیج دی۔

آپؒ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد یہ عاجز صبح کو مولوی محمد سعید صاحب کے لیے چائے

حاجی شاہ صاحبؒ کے ہاتھ بھیجا کرتی تھی، ایک رات تہجد پڑھ کر سو گئی تو آپؒ کو خواب میں دیکھا کہ چائے والا وہ برتن آگے رکھا ہے اور آپؒ اس عاجز سے فرما رہے ہیں "خدا کی نیک بندی یہ کیا بھیجا ہے" بعد میں حاجی شاہ صاحبؒ نے پوچھ کر بتایا کہ مولوی صاحب کو زکام کی شکایت ہے تو چائے میں کچھ گرم چیزیں ڈال کر قہوہ بنا کر بھیجنا۔

۶ ربیع الاول ۱۴۰۴ ھجری بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ کی رات ہے حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے گھر آئے۔ والدہ محترمہ کا بیان ہے کہ عشاء نماز سے واپسی پر آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ آج صبح حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے نواسے سائیں دیدۂ دل ہم سے ملنے آئے تھے، یہ فرما کر آپؒ بہت روئے اور فرمانے لگے کہ کبھی ہم ان کے در پر جاتے تھے اور اب میرے پیر کا نواسہ میرے پاس آیا ہے، یہ فرما کر پھر کافی دیر تک آپؒ پر گریہ کی حالت طاری رہی۔

اس کے بعد ہم پانچوں بہن بھائی والد محترم سوہنا سائیںؒ کے پاس آگئے اس لیے کہ آپؒ ہمیشہ رات کو سونے سے قبل کچھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے، اپنی اہلیہ محترمہ اور ہم بھائی بہنوں پر بھی دم کرتے تھے اور ہم آپؒ سے پانی بھی دم کروا کے پیا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپؒ اپنے خوبصورت ہاتھ اٹھا کر اشاروں سے گھر کے چاروں کونوں کی طرف پھونک مارا کرتے تھے، آج رات بھی آپؒ نے اسی طرح مہربانی فرمائی اور معمول کے مطابق سلسلہ عالیہ پڑھ کر اور آرام سے قبلہ رخ ہو کر سو گئے، اس گنہگار نے بھی نماز پڑھی اور جو تھوڑا بہت کام تھا نمٹا کر سو گئی لیکن اچانک نہ معلوم دل کو کیا ہوا کہ اٹھ کر آپؒ کے کمرے میں گئی اور اپنے پیارے مرشد اور پیارے باپ کو دیکھتی چلی گئی، شاید یہ غیر اختیاری کشش اس لیے ہوئی کہ یہ آپ کی ہمارے پاس آخری رات تھی۔ بظاہر یہ رات بھی عام راتوں کی طرح ایک عام رات ہے لیکن نامعلوم کیوں میرا دل اندر سے خوف زدہ ہے، پریشان اور فکر مند ـــــ آدھی رات ہوئی ایک سوا ایک کا ٹائم ہوگا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عاجز کو آواز دی میرے قریب آنے پر فرمایا جاؤ میاں محمد طاہر کو بلا لاؤ اور قاری صاحب کے گھر کہہ دو کہ وہ فون کر کے ڈاکٹر صاحب کو کہیں کہ جلدی آجائیں، ساتھ ہی فرمایا مجھے شہد دو میں نے شہد پیش کیا اس وقت اس عاجز سے فرمایا خیال سے جانا باہر سردی ہے، میں دونوں پیغام دے کر واپس آئی تو آپ بستر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کو وقفہ وقفہ سے کھانسی آرہی تھی، پتہ نہیں کیوں اس وقت میرا دل بار بار اندر سے ایک ہی رٹ لگا رہا تھا کہ دیکھنا ہے تو اپنے والد کو دیکھ لو پھر شاید ـــــ غیر محسوس یہ آواز دبا کر جیسے ہی میں نے حضور کی چہرہ مبارک پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ بھی میری جانب ہی دیکھ رہے ہیں آپ کے چہرہ مبارک پر سکون ہی سکون تھا، اور آنکھوں میں

چمک تھی۔

جہاں تک میری یاد داشت کا تعلق ہے اس وقت آپ ہمیں ایک دوسرے سے پیار محبت سے رہنے کا فرما رہے تھے۔ "اے اللہ کی نیک بندی پیار محبت سے رہنا، نماز وقت پر ادا کرنا، نماز تہجد کبھی نہ چھوڑنا، اپنے بھائی (حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی) کا ادب کرنا اپنی والدہ کا ہر طرح خیال رکھنا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کے احترام کا خیال رکھنا یہ دنیا فانی ہے" اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت محبوب سجن سائیں کی اہلیہ محترمہ اور عاجز کی دو بہنیں بھی ساتھ کھڑی ہیں ممکن ہے وہ پہلے سے وہاں موجود ہوں مگر میرے اوسان خطا تھے، اور بے خبر رہی ایک بار پھر آپ نے اپنے پیارے عالم باعمل فرزند کی جانب محبت و شفقت سے بھرپور نگاہ کرم فرمائی اور آپ کے چہرہ مبارک پر سکون اور فرحت کے آثار نمایاں ہوئے، جیسے آپ کے مبارک دل کو یہ یقین آگیا ہو کہ میرے چمن کا یہ نو عمر پھول میرے مشن کو آگے لے جائے گا، بہت ہی آگے ـــــ آپ کو اپنے غلاموں (مریدوں) پر بھی پورا یقین تھا کہ وہ پھول سے بھی زیادہ نازک مزاج میرے اس نور نظر سے وہی محبت کا تعلق قائم کریں گے جو میرے ساتھ ہے۔ (انشاء اللہ تمام فقراء آپ کے اس یقین پر پورا اتریں گے اور بروز قیامت آپ کے سامنے سرخرو ہوں گے)۔

بعد میں آپ نے نام لے کر حضرت محبوب سجن سائیں سے دریافت فرمایا کیا ڈاکٹر صاحب آگئے؟ غرض یہ کہ ڈاکٹر کے آنے تک حضور ہمیں بار بار اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام کی پابندی، نیک اعمال، جماعت کا خاطر خواہ خیال رکھنے اور باہمی پیار محبت سے رہنے کی تلقین فرماتے رہے، نیز فرمایا " اگر کسی کے دل کو میری کسی بات کی وجہ سے ٹھیس پہنچی ہو تو معاف کردیں"۔

والدہ صاحبہ سے معذرت:- آپؒ نے والدہ صاحبہ کو ہاتھ باندھ کر فرمایا "ہماری جو بھی غلطیاں ہوں دل سے معاف کرنا، یہ عاجز بھی آپ کو معاف کرتا ہے" والدہ صاحبہ نے باادب عرض کیا حضور آپ میری غلطیوں سے درگذر فرمائیں اللہ تعالیٰ میری زندگی بھی آپ کو عطا فرمائے۔ اتنے میں ڈاکٹر صاحب آگئے اور ہم باہر چلے گئے جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے تو ہم کمرہ میں اندر آئے اس وقت آپؒ کی طبیعت مبارک کافی بہتر تھی اور تھوڑی دیر بعد آپؒ آرام سے سوگئے، ابھی یہ عاجز وہیں تھی کہ آپؒ نے نیند کی حالت میں کچھ فرمایا میں نے متوجہ ہو کر دیکھا کہ آپؒ نیند کی حالت میں اپنی شہادت والی انگلی اس انداز سے اٹھائے ہوئے تھے جیسے کسی کو ذکر کی تلقین کر رہے ہوں، ساتھ ہی آپؒ نے نصیحت شروع کی، سندھی زبان میں فرمارہے تھے " بھائی تو ہر وقت ذکر کیا

کر اللہ ،اللہ کرتا رہ ،ذکر کے بہت زیادہ فائدے ہیں" مزید الفاظ میرے ذہن سے نکل چکے ہیں جب بیدار ہوئے تو والدہ صاحبہ نے پوچھنے پر بتایا کہ نیند میں آپؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اب تو ہمارا وقت پورا ہو چکا ہے پھر اس عاجز کو بھی یاد آیا کہ آپؒ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا تھا کہ ہم تو جانے والے ہیں مزید نصیحت میاں محمد طاہر سے حاصل کرنا۔ مزید فرمایا" میرے مزار کو کوئی سجدہ نہ کرے نہ مزار پر چادریں چڑھائی جائیں ہر معاملہ میں احکام خداوندی اور شریعت مطاہرہ کا پورا پورا خیال رکھا جائے"۔ غرض یہ کہ اس دوران آپ نے دنیا کی کوئی بات نہ کی، آخر میں ہم سب سے فرمایا کہ باہر چلے جائیں اور حضرت محبن سائیں مدظلہ کا نام لے فرمایا اٹھنے میں میری مدد کرو اس وقت سر پر دستار مبارک اور جوتی مبارک آپ نے خود پہنی اور حضرت محبن سائیں کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اور ہم سب پر شفقت بھری الوداعی نظر ڈالی اور ہم سب کمرے سے باہر آگئے۔ باہر سناٹا چھایا ہوا تھا ستاروں بھرا آسمان سر پر تھا لیکن ہمیں کچھ سجھائی نہ دیا، ڈاکٹر صاحب اور حضور کے داماد قاری صاحب کمرے میں گئے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا، لیکن ہم سب باہر تھے، دل تھا کہ غم سے پھٹا جا رہا تھا، ہر طرف تو خاموشی تھی لیکن ہمارے اندر اک طوفان بپا تھا۔ دل یہ سوچ کر لرز رہا تھا کہ خدا معلوم کیا ہونے والا ہے، آدمی (ڈاکٹر صاحب) آجا رہے تھے۔ لیکن کوئی بھی بتانے والا نہ تھا، ہمارے دل اور ہماری زبانیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور کی صحت کے لیے دعا گو تھیں، اے اللہ ہماری زندگیاں، ہماری عمریں حضور سوہنا سائیں کو لگا دے، ہم امید کا دامن پکڑے کھڑے تھے۔ مگر کوئی یہ بتانے والا نہ تھا، کہ آکر یہ کہہ دے کہ اب حضور کی طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی ہے، بعد میں ہم سب خواتین گھر کے دوسرے کمرے میں چلی گئیں، کیونکہ باہر وحشت سی ہو رہی تھی، تقریباً تین بجے میں پھر باہر گئی تو دیکھا جہاں میرے ابو جان بیٹھا کرتے تھے، جس چارپائی پر آپ آرام فرما ہوتے تھے اس پر آپ کے کچھ کپڑے اور کتابیں رکھی ہوئی ہیں، وہاں پر شاید حضور کی چادر مبارک تھی جسے حضرت محبوب محبن سائیں مدظلہ اپنے سینے سے لگائے آہستہ آہستہ رو رہے تھے اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔

مون ڏي نيڻ تـہ کڻ هڪ وار مـٺـا
تنهنجو دل سـان ڪيـان ديدار مـٺـا

میں نے دریافت کیا سائیں کیا ہوا؟ حضور سوہنا سائیں ـــــ جواب میں خاموش رہے مگر آپ کی مبارک آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ اسی اثناء میں حضرت محبوب محبن سائیں مدظلہ ایک منقبت پڑھنے لگے، یہ وہ منقبت تھی جو حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے جدائی کے دنوں میں

حضور سوہنا سائیں نے بنائی تھی۔ آپ منقبت پڑھتے ہوئے رو بھی رہے تھے یہاں تک کہ دل زور سے پکار اٹھا کہ وہ ہو گیا جس کا تم نے تصور تک نہ کیا۔ آپ کا وصال تقریباً تین بجے ہوا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

جانے والی عظیم ہستی اپنے رب کے حضور جا پہنچی، ہم کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے پھر بھی یقین نہ آیا کان اب بھی اس آواز کے منتظر رہے کہ آپ فرمائیں گے اٹھو اللہ کی نیک بندی تہجد پڑھو دیر ہو رہی ہے ...... لیکن کسی کو کچھ ہمت نہ تھی کہ پوچھ لے،نہ بتانے والے میں حوصلہ غم سے سینہ پھٹا جا رہا تھا، حتیٰ کہ میاں گل محمد نے فجر کی اذان دی میں ہمت کر کے کمرے کے اندر گئی۔ سوچا آپ ابھی نماز کے لیے اٹھ جائیں گے مگر دل تھا کہ ایک ہی رٹ لگا رہا تھا کہ پاؤں مبارک کو ہاتھ لگاؤ بے اختیار ہو کر رضائی ہٹا کر اپنا منہ پاؤں مبارک پر رکھ دیا ارے یہ کیا ہو گیا پھر بھاگ کر چہرہ مبارک کی طرف آئی آپ کے ہاتھ مبارک کو پکڑا اور بوسہ دیا تو ایسے محسوس ہوا کہ آپؒ کے ہاتھ مبارک بالکل ہمیشہ کی طرح ترو تازہ، نرم و ملائم ہیں۔ تب پتہ چلا کہ حضور قبلہ عالم بظاہر اس دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں مگر در حقیقت سائبان رحمت بن کر ہم پر سایہ فگن ہیں۔

اللہ والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
نگاہوں سے دور ہیں دل سے جدا ہوتے نہیں

دل پکار اٹھا اے جانے والے اس گنہگار انسان کو بھی اپنے ساتھ لے جا تیرے بعد میں نے اس دنیا میں کیا کرنا ہے مگر میں اس قابل کہاں تھی۔ کیا واقعی میرے حضرت اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما چکے ؟ وہ لمحات کیسے گزرے ...... ذہن ماؤف حوصلے پست ہو چکے تھے، یہ حوصلہ حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ کا ہی تھا کہ آپ ہم سب کو صبر کی تلقین فرما رہے تھے، یوں آپؒ ہم سب کو چھوڑ کر چلے گئے، پہلے تو دل کو یقین نہیں آرہا تھا اب وہ لمحات میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ آپؒ ہم سب سے بہت ہی محبت کرتے تھے، جب کبھی عشاء نماز کے بعد یہ عاجز اندر عورتوں کے پاس زیادہ دیر کھڑی رہتی تھی، تو آپؒ فرماتے زیادہ دیر کھڑا ہونا اچھا نہیں ہے، بیٹھ کر باتیں سنا کرو اور جلدی سو جایا کرو، ہم سے اتنی زیادہ محبت کرنے والا پیارا مرشد، پیار کرنے والا باپ یوں چھوڑ کر چلا گیا۔ ہاں میرا عقیدہ ہے کہ آپؒ اب بھی ہم سے غافل نہیں، ہمارے ساتھ ہیں، لیکن وہ محبت والا دل ہو، محبت والی آنکھ ہو جس سے یہ عاجز محروم ہے، شاید اللہ تعالیٰ اپنا کرم کرے اور ایسا دل اور ایسی آنکھ عطا فرمائے جو ایک سچے سالک کی ہوتی ہے۔

حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ:۔ سیدی و مرشدی حضور سوہنا سائیںؒ کو اپنے

نور چشم سے شدید محبت تھی اور آج بھی ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آخری رات بھی ڈاکٹر صاحب کے آنے سے پہلے حضور اپنے پیارے اور فرمانبردار بیٹے کو غور سے دیکھ رہے تھے، مبارک آنکھوں کی پیار بھری نظروں سے اپنے چمن کے تازہ دم پھول (حضرت سجن سائیں مدظلہ) کو زیادہ ہی غور سے اور بار بار دیکھ رہے تھے۔ جن کے کاندھوں پر بہت بھاری وزن (جماعت، مدارس، مراکز اور اشاعت اسلام) آنے والا تھا، جس کلی کو آپؒ نے گرم ہوا کے جھونکے تک سے بچا رکھا تھا جس کو اب آپؒ اپنا قائم مقام بنا کر اپنے غلاموں کے پاس چھوڑ کر جا رہے تھے، قاری صاحب کا کہنا ہے کہ آپؒ نے آخری الفاظ جو آپؒ نے اپنے لخت جگر سے فرمائے یہ تھے کہ "میاں محمد طاہر پوری جماعت کا اور اپنی والدہ، اپنی بہنوں کا خیال رکھنا" عموماً دوران تقریر آپؒ یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق، مرشد مربی سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے نور نظر حقیقی جانشین (محبوب سجن سائیں) کی محبت اور عقیدت سے ہمیشہ ہمارے دلوں کو مالا مال فرمائے۔ "آمین"

چند ماہ پہلے کی بات ہے کہ یہ عاجز حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوئی ابھی بیٹھی ہی تھی کہ یوں محسوس ہوا جیسے حضور علیہ الرحمہ چاہتے ہیں کہ میں جہاں بیٹھی ہوں وہاں سے ہٹ کر ذرا فاصلے پر بیٹھ جاؤں۔ در اصل یہ وہ جگہ تھی جہاں آکر حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ بیٹھا کرتے ہیں، چنانچہ میں اس جگہ سے ہٹ کر ابھی بیٹھی ہی تھی کہ حضرت سجن سائیں تشریف فرما ہوئے، اور ایک دم سے مزار مبارک کی فضا میں ایک طرح سے خوشی کی لہریں اٹھتی محسوس ہوئیں، حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ تبلیغی دورے سے واپس تشریف لائے تھے یا کہیں تبلیغ کے لیے جا رہے تھے یہ تو ٹھیک طرح سے یاد نہیں بہر صورت یوں محسوس ہو رہا تھا، کہ حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیارے فرزند اور نائب کی جانب پوری طرح سے متوجہ ہیں اور پیار و محبت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

اي گت غواصن جيئن سمنڊ سوجيائون
پيهي منجهه پاتال جي ماڻڪ ميڙيائون
آڻي ڏناؤن هيرا لعل هٿن سين

بلاشبہ حضور رحمۃ اللہ علیہ اپنا ہیرا ہمارے پاس چھوڑ گئے ہیں ہم سب حضرت محبن سائیں مدظلہ کی قدر کریں اور مرشد کامل کی اطاعت کر کے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں۔

بیداری کا وقت ہے:- شریعت و طریقت کے معاملے میں اب یہ سستی کیوں آ رہی ہے، ہم بخشی طاہری ہو کر نفس کے غلام بن گئے! تہجد پڑھنے میں ہمیں دقت محسوس ہونی لگی ہے! جماعت کے پرانے فقیر ہو کر نماز باجماعت ترک کرتے ہیں، مراقبہ بھی ایک طرح سے دشوار محسوس کرتے ہیں جب کہ ہمارے مرشد علیہ الرحمہ نے تو آخری رات بھی نماز تہجد ادا کی تھی ہم سب کو آج بھی آپ خوب دیکھ رہے ہیں، ہمارے ہر حال سے واقف ہیں، آپ کے مبارک دل کو دکھا کر ہم کتنا غلط کر رہے ہیں، اب بھی وقت ہمارے ساتھ ہے، حضرت قبلہ سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کے نور نظر، لخت جگر، آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کے سکون حضرت محبوب محبن سائیں دامت برکاتہ ہمارے پاس ہیں یہ میرے پیارے بھائی ہیں، اور پیرو مرشد حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کے منظور نظر، اخلاق و کردار میں آپؒ کے عکس جمیل، شکل و صورت میں آپؒ کے مشابہ، جن کی آنکھیں حضرت سوہنا سائیں کی آنکھوں سے مشابہ، جن کے مبارک دانت حضرت سوہنا سائیںؒ کے دانتوں سے مشابہ، کبھی تیز تیز اور کبھی آہستہ آہستہ چلنا آپؒ ہی کی کاپی (عکس) ہے کاش ہم ولی کامل کے حقیقی وارث اور نور نظر سے وہ محبت کی لو لگائیں جو ہمارے دلوں میں حضرت سوہنا سائیںؒ کے لیے تھی اگر ہم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے اعتماد پر پورا اتریں اور آپ کے نائب کے ہر حکم پر لبیک کہیں تو یقیناً آپؒ کی روح مبارک کو خوشی حاصل ہوگی اور ہم قیامت کے دن اپنے پیرو مرشد کے سامنے سرخرو ہوں گے آپؒ کے غلاموں کی قطار میں شامل ہونا ہی تو ہمارے لیے کامیابی ہے، سعادت ہے۔

گذارش:- ہمیں چاہئیے کہ بخشی طاہری اہل ذکر ایک مضبوط زنجیر بن جائیں، جسے کوئی طوفان بھی ہلا نہ سکے، خواہ وہ طوفان کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو ہمیں کچھ نہ کر سکے۔ ہر صورت ہمارا ایمان کامل ہو، خوف خدا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے سینے لبریز ہوں ہاں یہ سب کچھ ممکن ہے لیکن شرط ہے کہ کامل پیر سے سچی اور پکی محبت ہو۔ فرزانگی کے ساتھ کچھ تو دیوانگی بھی ہو

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سر ممبر سنائیں گے ترا افسانہ ہم

یہ شعر حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ عرس شریف کے موقع پر محبت بھرے پر جوش انداز میں پڑھا کرتے تھے۔ میں اسی شعر پر اپنی تحریر کو ختم کرتی ہوں اس امید کے ساتھ کے شاید آپ نیک

بقیہ صفحہ نمبر ۹۸ پر

باشرع و صاحب تقویٰ، باکردار و باکمال انتہائی سخی و ملنسار زندہ دل ولی، بزرگ صفت جنہیں لوگ منٹھل رحمۃ اللہ علیہ کے پیارے نام نامی اسم گرامی سے جانتے تھے۔ تحصیل کنڈیارو قصبہ خانواہن کے قریشی عباسی خاندان کے روشن چشم و چراغ تھے۔ آپ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک اور مالی مدد کے حوالہ سے علاقہ بھر میں مشہور تھے۔ اُن کے آنگن میں مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۰ء کو بہار آئی یعنی دو جڑواں بچوں نے جنم لیا، جن میں سے ایک کا نام مبارک (دادا کے نام پر) اللہ ابھایو رکھا گیا جو کہ کم عمری ہی میں داغ مفارقت دے گئے۔ دوسرے بچے کا نام اللہ بخش رکھا گیا۔ وہ اسم بامسمّیٰ ثابت ہوئے کہ جن کی پیشانی کی چمک نور ولایت کی عکاسی کر رہی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ علوم و معارف عطا فرمائے جن کی نظیر ملنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ لوگ آپ کے اعلیٰ کردار و اخلاق کی بنا پر سوہنا سائیں کے حسین لقب سے یاد کرتے ہیں جنہوں نے آگے چل کر دین متین کی خدمت اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں وہ مقام حاصل کیا کہ ماسلف بزرگ جس پر فخر کریں اور آنے والے اسے مشعل راہ بنائیں۔

جب تک یہ دھرتی قائم ہے چاند و سورج روشن ہیں، جب تک ستاروں کی جگمگاہٹ قائم ہے ،لوگ انہیں یاد کرتے رہیں گے۔

سوہنی صورت تر الٰہی عام نہ تکھیں سارے　　خاصاں باجھ محمد بخشا کون کرے نتارے

نسبی لحاظ سے آپ اس خاندان کے روشن چراغ ہیں جس کے جد اعلیٰ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مفسر قرآن، ترجمان القرآن، حبر الامت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباس ہیں جو منبع رشد و ہدایت ہیں۔ انسانیت اپنی منزل کا سفر یہیں سے شروع کرتی ہے۔ مسلکاً آپ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ کی مناسبت سے حنفی ہیں تو مشرباً اس خاندان سے ہیں کہ جس کی نسبت سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ہے یعنی خاندان نقشبند کہ جن کی نسبت بے مثل ہے۔ حضرت عارف جامی نے کیا خراج عقیدت پیش کیا ہے کہ:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند　　که برند از ره پنہاں محرم قافلہ را

از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شان برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند روبہ از حیلہ چساں بگسارایں سلسلہ را

راقم کو اچھی طرح یاد ہے کہ آپ اکثر فرماتے تھے "اے محمدی صدیقی، نقشبندی، مجددی، فضلی، غفاری" یہ فرماکر کہتے کہ "یہ نام لیتے وقت ہمیں بڑا مزہ اور سرور حاصل ہوتا ہے"۔

الغرض نسباً و مشرباً ہر لحاظ سے بلند پایہ خاندانی نسبت رکھتے تھے۔ آپ کے والد ماجد کی تمنا تھی کہ میرے یہ فرزند عالم و عارف باللہ بنیں۔ اسی لیے اکثر آپ کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا سے فرماتے کہ "مال کی فراوانی کی دعا نہ کرنا بلکہ یہ دعا مانگو کہ اللہ تعالیٰ ان کو عالم و فاضل اور واصل باللہ بنائے تاکہ دینی امور میں لوگ ان کی طرف رجوع کریں"۔ اسی نہج پر بچوں کی تربیت کے متمنی تھے۔ ابھی آپ کا عہد طفولیت ہی تھا کہ شفقت پدری کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا اور تعلیم و تربیت کی اہم ذمہ داری والدہ ماجدہ کے کاندھوں پر آ پڑی۔ اس عظیم خاتون نے بھی اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی ادا کیا۔

آپ کی والدہ ماجدہ اپنے وقت کی رابعہ بصری صفت خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تقویٰ و طہارت جیسی نورانی نعمت سے نوازا تھا۔ عموماً بڑے بڑے اہل علم گھرانوں میں اس کا فقدان ہے مگر وہ زمانہ گر خاتون تھیں۔ اس لئے زمانہ شیر خوارگی ہی سے بچوں کی روحانی پاکیزگی کا اہتمام کرتی رہی تھیں۔ وہ اس طرح کہ ہمیشہ باوضو ہو کر بچوں کو دودھ پلاتی تھیں۔ جب کچھ ٹھوس غذا کھانے لگے تو بھی وضو کا اہتمام رہتا اور زبان ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتی۔ شوہر کی جدائی گو ان کے لیے بہت بڑا المیہ تھی مگر اسے انہوں نے روگ جاں نہ بنایا اور خود کو بچوں کی تربیت کے لیے وقف کر دیا۔ اس نیک دل و پارسا خاتون کی نیکی و تقویٰ کا اثر بچوں پر یہ پڑا کہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ جیسے قطب الارشاد زمانے کے امام بنے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کو یا تو بشارات ملی تھیں یا پھر انہوں نے اپنی قلبی بصیرت سے آپ کے چہرہ انور پر سیادت و ولایت کے آثار دیکھ لیے تھے۔ اسی لیے دیگر بچوں کی بنسبت آپ پر خصوصی توجہ مرکوز کر دی۔ دیگر بچوں کی دیکھ بھال ان کی پھوپھی صاحبہ کرتی تھیں۔ یاد رہے کہ آپ کی دو بہنیں بھی تھیں، اس طرح آپ چار بہن بھائی تھے مگر سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ ضروریات کا خیال آپ کی والدہ ماجدہ ہی رکھتی تھیں۔ آپ کی چارپائی پر کسی اور کو بیٹھنے نہ دیا جاتا، کھانا علیحدہ تیار کیا جاتا، پانی پینے کے لیے گھڑا الگ رکھ لیا تھا۔ اس طرح بچپن ہی سے سوہنا سائیںؒ نیکی و تقویٰ کے ساتھ پروان چڑھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا وضو کا برتن بھی الگ کیا ہوا تھا۔ یعنی اس

بات کا مکمل خیال رکھا گیا کہ کسی دوسرے کے استعمال والے برتن آپ کے استعمال میں نہ آئیں اور یہ سب کچھ والدہ نے اپنی خوشی سے کیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ کے تمام امور اپنے ہاتھ سے انجام دیتیں، یہی سبب ہے کہ چھوٹی عمر سے ہی اہل خانہ کی اجازت و خواہش پر مسجد میں نماز کے لیے حی الصلوٰۃ کی دلنواز صدا بلند کرنے لگے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے اپنے نام پاک کی سربلندی کا کام آپ سے لینا شروع کر دیا۔

اگرچہ بچپن سب بچوں کا ایک جیسا ہوتا ہے مگر آپ کا بچپن سب سے مختلف نظر آتا ہے۔ نہ فضول باتوں کی طرف توجہ ہے نہ لغو امور میں انہماک، نہ بے فائدہ کاموں کی طرف رغبت ہے نہ ہی ایذا رسانی و تکلیف دہی کی عادت ہے۔ غرض یہ کہ نیک صالح، مختی، متوجہ الی اللہ، صوم و صلوٰۃ کے پابند، ایک معصوم بچہ کی صورت میں آپ کا بچپن ہماری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔ بعض اوقات بچے زبردستی آپ کو اپنے ساتھ لے جاتے اور آپ ان کی دلجوئی کی خاطر ساتھ چلے بھی جاتے، مگر ان کے کھیلوں میں قطعاً شریک نہ ہوتے اور سب سے الگ تھلگ بیٹھ کر ذکر جاناں یعنی محبوب حقیقی پیارے پروردگار کے ساتھ لو لگاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ کھیل کود کے دوران عموماً زیادتی ہو جاتی ہے۔ انصاف قائم نہیں رہتا، بعض اوقات بچے کسی ساتھی کو بے جا تنگ کرتے ہیں۔ لڑائی جھگڑے تک نوبت آجاتی ہے، تو مجھے ان تمام امور سے سخت تکلیف ہوتی تھی۔ کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ اس لیے ان چیزوں سے دور ہی رہے۔ سبحان اللہ یہ مقربین بارگاہ الٰہی کی شان ہے کہ ان کی زندگی کا ہر گوشہ، ہر دور خواہ وہ عہد طفولیت ہو، عہد شباب ہو یا عہد پیری۔ ان کا عہد انوار ولایت سے جگمگا رہا ہوتا ہے۔ ان کے ہر دور میں آثار ولایت ہویدا ہوتے ہیں۔ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ تو مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ کی زندگی مبارک کا ہر عہد کیوں نہ انوار ولایت سے جگمگائے گا اور یہ کوئی عجیب بات نہیں، جنہوں نے سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ اللہ جن لوگوں سے اپنے دین کا انقلابی و تجدیدی کام لینا چاہتا ہے، انہیں مخلوق میں منفرد حیثیت عطا فرماتا ہے اور وہ سب سے مختلف ہی نظر آتے ہیں۔

ابتدائی قرآنی، دینی اور ذراعت میں فائنل تک کی تعلیم آپ نے اپنے قصبہ خانواہن میں ہی حاصل کی صغر سنی سے ہی آپ نہایت مؤدب تھے، اسکول میں تمام اساتذہ و ہم سبق آپ کے ادب واخلاق سے انتہائی متاثر تھے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ کی خواہش تھی کہ مزید علم دین درس نظامی حاصل کریں، لیکن

معاشی و مالی مشکلات کی وجہ سے آپؒ نے گھریلو ذمہ داریاں سنبھال لیں اس کے باوجود آپ فارغ وقت میں شوق مطالعہ پورا کرتے رہے، آپؒ کی صاحب بصیرت والدہ نے آپ کے ذوق و شوق کو دیکھ کر آپ کو بخوشی اجازت عطا فرمائی کہ آپ مزید تعلیم حاصل کریں اور گھر کی فکر نہ کریں چنانچہ قریبی علاقہ میں کوئی معقول مدرسہ نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے گیریلو ضلع لاڑکانہ کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا جو کہ تعلیمی لحاظ سے اچھی شہرت رکھتا تھا، جس کے مدرس اعلیٰ حضرت الحاج مولانا رضا محمد صاحب تھے جو کہ علم، تقویٰ و بزرگی کے لحاظ سے وقت کے جنید و غزالی تھے۔

چند ہی روز میں نوارد، خاموش طبع، سنجیدہ مزاج، سادگی پسند، انتہائی مؤدب شاگرد سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اساتذہ کے دل میں گھر کرلیا، مدرسہ کے تمام منتظمین، اساتذہ اور طلباء سبھی آپ کے اخلاق کریمانہ سے بہت متاثر ہوئے، بالخصوص حضرت علامہ مولانا رضا محمد رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کو بھانپتے ہوئے اپنے بچوں کی طرح اپنا لیا اور تعلیمی و تنظیمی امور میں آپ پر خصوصی توجہ و شفقت فرمانے لگے۔

اہل اللہ کا ہر دور ایک مجاہدہ ہوتا ہے کیونکہ قدرت کی طرف سے انہیں سونے سے کندن بنا کر رہنمائی کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے۔ سوہنا سائیںؒ کی تو پوری حیات طیبہ سراسر مجاہدہ ہے، جو ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ دوران تدریس بھی آپ پر کافی آزمائشیں آئیں، مگر آپ کے پائے ثبات میں ذرا بھی لرزش نہ آئی بلکہ وہ تکالیف آپ کے عزم میں مزید اضافہ کا سبب بنیں۔ کئی کئی وقت آپ بھوکے رہتے لیکن آپ نے کبھی دست سوال دراز نہ فرمایا، اور توکل کی اعلیٰ مثال قائم فرمادی۔

گیریلو خانواہن سے بہت دور ہے جس کا راستہ بھی بہت دشوار گذار ہے، جو کہ بیچ دریا سے جاتا ہے، اس مدرسہ میں پڑھتے ہوئے بھی والدہ ماجدہ کا پورا خیال رکھا، ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ گاہ بگاہ تشریف لاتے تو متوکل علی اللہ والدہ ماجدہ بسم اللہ جیسے پاکیزہ کلمات سے آپ کا خیر مقدم کرتیں آپ بڑھ کر قدم بوسی کے لیے جھکتے۔ پھر آپ ان کے سامنے مؤدب ہوکر بیٹھ جاتے تو خیر و عافیت معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو خوب خوب دعاؤں سے نوازتیں کہ خدا تجھے عالم و فاضل بنائے، طویل عمر اور اولاد صالح عطا فرمائے، اسی لیے تو آپ کے پیر و مرشد قیوم زمان سیدنا حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرماتے تھے کہ "مولوی صاحب (سوہنا سائیں) کو والدہ کی دعاؤں نے رنگ دیا ہے"۔

آپ کے استاد مولانا رضا محمد صاحب جو کہ آپ کو اپنے بچوں کی طرح چاہتے تھے، گیریلو سے مستعفیٰ ہوکر کنڈیارو آگئے تو آپ کو اپنے ساتھ ہی لیتے آئے، اس طرح کنڈیارو سے بھریا گئے تو بھی

آپ کو اپنے ساتھ ہی رکھا۔ اس طرح آپؒ کے تعلیمی تسلسل میں کوئی فرق نہیں پڑا، بعد میں آپ کے استاد محترم حجاز مقدسہ تشریف لے گئے اور وہیں مستقل سکونت اختیار فرمالی۔ طویل عرصہ گذرنے کے بعد جب کہ آپ مسند ارشاد پر متمکن تھے اور سالکان راہ طریقت کے دل میں قرب خداوندی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ روشن کر رہے تھے آپ (سوہنا سائیںؒ) حج بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے تو اپنے استاد محترم سے بھی ملے باوجود پیر طریقت ہونے کے استاد کا احترام ملحوظ رکھا مگر صاحب بصیرت استاد نے آپؒ کے روحانی مقام و مرتبہ کو دیکھ کر باوجود انکار کے پورے اہل خانہ سمیت آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور اہل ارادت میں شامل ہوگئے۔

آپ کی پاکیزہ خیالی شرم و حیا کا یہ حال تھا کہ دوران تدریس بھی بستی کی گلیوں سے گذرتے ہوئے چادر مبارک اوڑھے رکھتے کہ کہیں کسی نامحرم پر نظر نہ پڑ جائے، گویا کہ طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کے سبق نظر بر قدم پر طریقہ عالیہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی عامل تھے۔

بچپن ہی سے طبیعت مبارک تصوف کی طرف مائل تھی، چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے تھے کہ "دوران تعلیم ہی میں نے طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگ شیخ العرب والعجم حضرت خواجہ فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات کی باتیں سنیں دل میں ارادہ کرلیا کہ ظاہری تعلیم سے فراغت کے بعد فوراً ہی طریقۂ عالیہ میں داخل ہوجاؤں گا"۔ چنانچہ ۱۳۵۴ ہجری میں شیخ العرب والعجم حضرت پیر فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ کا کنڈیارو کے نزدیک ورود و مسعود ہوا تو آپ کے پڑوسی اور مخلص دوست قاضی دین محمد صاحب نے جو حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے سے بیعت تھے، آپ کو اطلاع دی آپ میں شوق تو پہلے سے موجود تھا اور طلب حق کی خوشبو کے تو آپ جویا تھے، دعوت ملتے ہی قاضی صاحب کے ساتھ آپ بالانی تشریف لے جاکر حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بیعت ہوتے ہی آپ پر وجد و جذبہ کی کیفیت طاری ہوگئی، جو کافی دیر تک رہی، اور کیوں نہ ہوتی کیونکہ آپ کا خمیر ہی محبت سے اٹھا تھا۔

کچھ ہوش نہیں کہ ہوں میں کس عالم میں
ساقی نے یہ کیا پلا دیا ہے مجھ کو

خدا اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام سہی عرفان محبت عام نہیں

طریقت میں یہ آپ کا پہلا قدم تھا، اسی سال پنجاب میں جلال پور پیر والہ کے جلسہ میں حضرت

پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری بار زیارت و ملاقات ہوئی، حضرت صاحب کی باطنی نگاہوں نے اس گوہرہائے یکتہ کو پہچانا اور بلاکر آپ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا دوسرا سبق لطیفہ روح عطا فرمایا اور خوب خوب خصوصی روحانی توجہات سے نوازا۔

کیا بتاؤں کے کیا لیا میں نے　　کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے
بے طلب جو ملا، ملا مجھ کو　　بے غرض دیا، جو دیا تو نے

اس ملاقات کے بعد جلد ہی رمضان المبارک کی چاند رات کو بروز جمعرات ۱۳۵۴ ہجری کو حضرت پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ واصل بحق ہوگئے۔" انا للہ و انا الیہ راجعون "شیخ العرب والعجم سے گو آپ کی صرف دو ہی ملاقاتیں ہوئیں مگر ان دو ملاقاتوں میں آپ نے بہت کچھ اخذ کرلیا اور اہل اللہ کی باطنی توجہ نے اس گوہر یکتہ کو خوب پہچانا وصال سے قبل شیخ العرب والعجم نے اپنی جماعت کے جملہ خلفاء کرام میں سے سب سے بہتر اور پر فیض خلیفہ جناب حضرت خواجہ محمد عبدالغفار المعروف پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کو اس ارشاد کے ساتھ سندھ بھیجا کہ آپ وہاں جائیں، یقیناً گوہرہائے یکتہ و یگانہ ہاتھ آئے گا۔ اس کا سبب یہ ہے حضور پیر قریشیؒ کے دربار عالیہ مسکین پور شریف پر ایک سندھی خاتون زہد و عبادت کے ساتھ ساتھ لنگر کی بے لوث خدمات انجام دیتی تھی۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی، اس کی بے لوث خدمات پر خوش ہو کر ایک مرتبہ پیر قریشی رحمۃ اللہ علیہ نے کر ارشاد فرمایا کہ مائی آپ کے اولاد بھی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضور اولاد تو نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ کل تمہیں تعویذ دیں گے انشاء اللہ تیری یہ امید بھی پوری ہوگی، مائی صاحبہ نے روتے ہوئے عرض کیا کہ حضور اولاد کے لیے نہیں بلکہ یہ دعا کرانے آئی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، محبت و معرفت حاصل ہو، آپ نے یہ سنا تو بہت خوش ہوئے اور اس خوشی و شادمانی کے طور پر حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ سے ارشاد فرمایا کہ جس دھرتی کی خاتون ایسی ہے یقیناً وہاں سے آپ کو گوہر مقصود بھی ملے گا۔

حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے وہ عاشق صادق خلیفہ تھے کہ جن کی سندھ میں آمد سے قبل سندھ کے مشہور لوڑھائی بزرگ نے پیش گوئی فرمادی تھی کہ پنجاب سے سحاب رحمت آکر سندھ کی دھرتی کو باران رحمت سے خوب سیراب کردے گا۔

شیخ العرب والعجم کے وصال پر ملال کے بعد آپ نے اس سحاب رحمت یعنی حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی، سلوک واحسان کی منازل طے کرتے ہوئے قرب کا وہ مقام حاصل کیا کہ آپ کے مرشد بھی کہہ اٹھے کہ " یہ سوہنا سائیں ہیں " یعنی ظاہری و باطنی ہر لحاظ سے سوہنے ہیں، ایک مرتبہ آپ کے شیخ کامل قیوم زمان نے اپنی زبان گوہرافشاں سے اپنے

مرید صادق کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا کہ " میرا دل چاہتا ہے کہ سونے کا محل بنواؤں اس کی کھڑکی کے پاس مولوی صاحب (سوہناسائیں) کو بٹھاؤں اور انہیں محبت سے دیکھتا رہوں" ایک مرید صادق کے لیے اپنے مرشد عظیم کے یہ کلمات دنیا و مافیہا سے زیادہ بہتر اور سرمایہ عظیم ہیں، آپ اپنے مرشد کامل کی ذات میں مکمل طور پر فنا تھے، آپ کی حیات مبارکہ محبت مرشد کی جیتی جاگتی تصویر تھی، آپ کی ہر ہر ادا میں اسی محبوب کی جلوہ گری تھی، بقول شخصے ۔

اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا ثبوت زندگی

میرے سارے جسم و جاں میں کار فرما آپ ہیں

محبت مرشد راہ سلوک میں اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے، یہ محبت قرب حق کا پہلا زینہ اور مسافران بحر عشق کا عظیم سفینہ ہے، اس کے بغیر گرداب بلا میں پھنسا ہوا بیڑا ہم آغوش ساحل نہیں ہو سکتا بقول اقبال ۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات

آپ نے اپنے مرشد کی محبت میں بہت زیادہ کلام بے بدل کہا جو کہ سندھی شاعری میں ایک زبردست سرمایہ ہے۔ جو اس وقت " کلام ولی" کے نام سے کتابی صورت میں طاہری پبلیکشن سے دستیاب ہے۔

جملہ جماعت غفاریہ میں آپ نے ہی اپنے مرشد کے درد کو سمجھا، اسے اپنایا اور اسے عام کرنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دی اور اپنا سب کچھ جماعت کے لیے وقف کر دیا۔ پوری جماعت آپ کے اخلاق نبوی، مرشد سے وفاداری، بے مثال قربانی، حلم و حیا ادب، تڑپ شوق اور صداقت کو دیکھ کر بڑے سائیں اور سوہناسائیں کہتی بلکہ آپ کے مرشد بھی آپ کو بڑے مولوی صاحب، بڑے خلیفہ صاحب کے نام سے یاد فرماتے۔ آپ نے اپنے مرشد کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں اور سیدنا حضرت ابو بکر صدیق والا بے مثال کردار ادا کیا۔ مرشد سے آپ کے عشق و محبت اور فدا کاری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ قطب الارشاد حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ درگاہ عاشق آباد چنی گوٹھ پنجاب چناب ایکسپریس میں جا رہے تھے، اس وقت چناب ایکسپریس چنی گوٹھ پر نہیں رکتی تھی، چلتی ٹرین میں باہم گفتگو ہو رہی تھی کہ اب ڈیرہ نواب اسٹیشن اتر کر پیدل درگاہ عاشق آباد شریف تک جانا ہوگا۔ (پنجاب میں حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مرکز تھا) فاصلہ بھی کافی ہے اور حضور کے لیے سواری کا انتظام بھی نہیں، مرید صادق کے لیے اتنا زیادہ فاصلہ مرشد کا پیدل چل کر جانا کب گوارا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی ٹرین چنی گوٹھ اسٹیشن پر پہنچی تو مرید صادق

سوہنا سائیںؒ نے یہ کہتے ہوئے کہ میں حضور کی سواری کا انتظام کرنے جارہا ہوں، تیز چلتی ٹرین سے نیچے چھلانگ لگا دی اور رات کے اندھیرے میں گم ہوگئے، پوری حاضر جماعت جہاں آپ کی جان نثاری سے متاثر ہوئی وہیں پریشان بھی تھی کہ تیز چلتی ٹرین سے چھلانگ لگا کر بچ جانا کار داد ہے۔ مگر جب جملہ جماعت ڈیرہ نواب اسٹیشن پر اتری تو رات باقی تھی، چنانچہ مسجد شریف چلے گئے صبح نماز فجر پر سب نے دیکھا کہ جان نثار مرید صادق عاشق آباد سے اپنے شیخ کامل کے لیے سواری لے کر حاضر خدمت ہیں۔

آپ کے مرشد کریم نے آپ کی فدا کاری، جان نثاری، عظیم خدمات اور عظیم روحانی استعداد اور سلوک و احسان میں اعلیٰ ترین مقام کو دیکھتے ہوئے جملہ خلفاء میں سے صرف اور صرف آپ کو خلافت مطلقہ عطا فرمائی اور تحریراً اجازت نامہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ عطا فرمایا جو بہ زبان فارسی ہے مگر استاد العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب مدیر رسالہ ہذا نے اس کا اردو ترجمہ فرمایا ہے۔ یہاں مختصراً ایک آدھ پیرا دیا جاتا ہے۔

"پس اس عاجز لاشئ سے برادر طریقت جناب مولانا مولوی اللہ بخش صاحب عباسی سندھی نے علم سلوک، جذب حالات اور واردات صحیحہ حاصل کیے اور دائرہ لاتعین تک طریقہ عالیہ کے تعلیم کی تکمیل کی میں نے ضرورت کے تحت طالبان مولا کے فائدہ اور اسلام کی خدمت کے لیے ان کو اسم ذات اور علم سلوک کی تعلیم کی اجازت مطلقہ دے دی ہے، یہ تبلیغی ادارہ محض رضائے الٰہی کے لیے قائم کیا گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر میں (اس دنیا میں) نہ رہا، یہ رہیں گے لہٰذا اس ادارہ کے قائم رکھنے کے لیے تمام حضرات خلفاء کرام میں سے مولانا موصوف کو زیادہ لائق، صاحب نسبت و اطاعت اور صاحب کمالات و برکات جان کر اپنے قائم مقام مقرر کرتا ہوں، چاہئیے کہ حضرات خلفاء کرام جملہ جماعت ان سے بیعت ہو کر طریقہ عالیہ کے فیوض و برکات حاصل کریں اور رضائے الٰہی کی خاطر تبلیغ اور طریقہ عالیہ کی اشاعت کے لیے زیادہ سے زیادہ کوشش کریں"۔

اس کے علاوہ حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی موجودگی میں آپ کو اپنے مصلے پر کھڑا کیا اور خود ایک مقتدی کی حیثیت سے آپ کی امامت میں نماز ادا فرمائی، مزید ارشاد فرمایا کہ آپ ہی ہمیشہ امامت کرایا کریں، مگر لنگر کی خدمات اور تبلیغی مصروفیات کے پیش نظر آپ کی معذرت قبول فرمالی یہی نہیں بلکہ کئی مواقع پر اپنی موجودگی میں آپ سے دوسروں کو ذکر بھی دلایا اور آپ سے حلقہ ذکر بھی کرایا۔

حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تمام خلفاء کرام سے متعدد مرتبہ ارشاد فرمایا کہ "تم

لوگوں پر ان مولوی صاحب (سوہنا سائیںؒ) کا احسان ہے کہ یہ مجھے سندھ میں لائے"۔ اسی طرح آپ نے اپنے مرید عاشق صادق سے متعلق ارشاد فرمایا کہ "کل قیامت کے روز جب میرا پیر مجھ سے پوچھے گا کہ سندھ میں تم نے کیا کام کیا تو میں کہوں گا حضور میرا شکار (میری محنت کا ثمر) تو یہ مولوی صاحب (سوہنا سائیںؒ) ہی ہیں"۔

اسی طرح جناب خلیفہ سید محمد مٹھل صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ نے نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب (سوہنا سائیںؒ) نے اپنی محبت کے جال میں مجھے پھنسا لیا ہے، یہ میرے وفادار ساتھی ہیں، یہ طریقت کے شیر ہیں، میں ان کی وجہ سے یہاں سندھ میں ٹھہرا ہوا ہوں، میرے بعد یہی طریقہ عالیہ کو چلائیں گے۔ اور یہ سب مقام و مرتبہ بے لوث خدمت کے وجہ سے ہی آپ کو حاصل ہوا۔

جہاں مرشد کی خدمت قرب خداوندی کا ذریعہ بنی وہیں آپ نے فقراء کی خدمت بھی سعادت سمجھ کر کی، آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ بعد نماز عشاء جب سب لیٹ جاتے، آپ اٹھ کر مسجد میں آتے اور بوڑھے ضعیف مسافروں کے ہاتھ پاؤں دابتے تاکہ انہیں آرام ملے، فارسی کا مقولہ ہے کہ "ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد" یعنی جو خدمت کرتا ہے وہی مخدوم بنتا ہے، چونکہ آپ نے خدمت کو شعار بنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخدومیت عطا فرمائی، ہم متعلقین صاحبان نسبت فقراء کے لیے مقام فکر ہے کہ مرشد کے طریقہ کو اپنائیں اور خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔

آپ تیس برس تک اپنے مرشد کی صحبت با برکت میں رہے، اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کیے، حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پوری جماعت غفاریہ کے لیے آپ سحاب رحمت ثابت ہوئے، جمیع جماعت نے آپ کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کر کے اس غفاری قافلے کو جاری و ساری رکھا۔ بعد وصال مرشد بھی آپؒ نے اپنے پیر خانہ کا ادب ملحوظ رکھا، آپؒ کے پیارے خلیفہ جناب فتح محمد بیدار مورائی صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ ایک فقیر نے عصا کا نچلا حصہ یعنی اس کی نوک زمین پر رکھتے ہوئے بے خیالی میں رحمت پور شریف کی طرف کردی، آپؒ نے جلدی سے اس کا رخ موڑ کر فرمایا کہ اس طرف میرے شیخ کا مزار ہے۔ اس سمت نوک کرنا ہمیں گوارا نہیں۔

آپ نے اپنے مرشد مربی کے فیض کو عام کرنے کے لیے جس خوش اسلوبی سے شریعت و طریقت کی خدمت کی، دور حاضر میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مدظلہ اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت ولی کامل میں تحریر فرماتے ہیں "حضرت حق سبحانہ

و تعالیٰ نے حضرت قبلہ سوہناسائیں کو شروع ہی سے متبع سنت، مشائخ طریقت سے بیعت، صحبت باطنی علوم و معارف اور اعلیٰ تربیت ارزاں فرما کر تبلیغ و اشاعت اسلام اور اصلاح امت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مزید برآں اس اہم ذمہ داری کو سنبھالنے سے پہلے حضرت قبلہ پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سایہ کئی سال تک مسلسل تبلیغ کے ساتھ ساتھ جماعت کے انتظامی امور میں کمال تجربہ و مہارت سے نواز کر آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کو اجاگر فرمایا، یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی مسند نشینی کی صورت میں غیر معمولی تبلیغی اصلاحی ذمہ داریاں آپ کے ذمہ عائد ہوئیں، تو آپ نے نہ فقط یہ کہ حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ تبلیغی و اصلاحی مشن کو جاری رکھا بلکہ اس قدر حسن و خوبی سے اس میں عمدہ اور مفید اضافے فرمائے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے"۔

آپ نے ہر قسم کے ذاتی، گروہی اور طبقاتی مفادات سے بالاتر ہو کر تمام نوع انسانی کے لیے محبت و شفقت اور توجہ و عنایت کے پر فیض چشمے جاری کئے جو الحمد للہ اب بھی جاری ہیں اور ہمیشہ جاری و ساری رہیں گے۔

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پر سوز یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

آپ کو اللہ تعالیٰ نے خوب نوازا تھا، ارباب اقتدار و ثروت کاسۂ گدائی لیے آپ کے در پر موجود رہتے، مگر آپ نے اہل دنیا و دنیا کو پر کاہ کی حیثیت بھی نہیں دی، بلکہ ببانگ دہل بڑے بڑے اجتماعات میں آپ ارشاد فرماتے کہ ہمیں تمہاری دنیا کی ضرورت نہیں، ہمیں نوٹ، ووٹ اور روٹ (روٹی) نہیں چاہئے، ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، ہم نے دنیا کو سو طلاقیں دے دی ہیں۔ آپ ہمیشہ عام لوگوں کے ساتھ رہے، ان کے دکھ کو اپنا دکھ اور ان کے سکھ کو اپنا سکھ سمجھا۔ اپنا رہن سہن اور بود و باش بھی عام فقراء سے کبھی بلند نہ کیا۔ سادگی آپؒ کی فطرت سلیمہ تھی تمام حالات و معاملات میں سادگی کا پہلو نمایاں نظر آتا تھا۔ آپ عموماً ٹرین سے سفر کرنا پسند فرماتے تھے اور وہ بھی عام بوگی میں جو اس وقت تھرڈ کلاس کہلاتی تھی، ایک مرتبہ نوڈیرو سے واپسی پر ٹرین میں بہت زیادہ رش تھا جب کہ آپؒ کے ساتھ کافی فقراء بھی تھے باوجود کوشش کے آپ کے بیٹھنے کے لیے سیٹ نہ ملی بالآخر بمشکل برتھ پر بیٹھنے کی جگہ ملی اور آپؒ اس پر تشریف فرما ہو گئے، فقراء کو اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ حضور قبلہ عالمؒ کو سیٹ نہ مل سکی جب ٹرین لاڑکانہ اسٹیشن پہنچی تو آپؒ کے لیے سیکنڈ کلاس کی ٹکٹ حاصل کی گئی اور آپؒ سے گزارش کی گئی کہ حضور تشریف لے چلیں بمشکل آپؒ رضا مند ہوئے اور سیکنڈ کلاس میں تشریف فرما ہونے کے بعد ارشاد فرمایا پہلے والا ڈبہ غریبوں مسکینوں کا تھا میرے آقا و مولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں کے ساتھ بیٹھنے کو زیادہ

پسند فرماتے تھے، اس لیے اس عاجز کو بھی غریبوں کے ساتھ بیٹھتے ہوئے فرحت و راحت محسوس ہوتی ہے آپ حضرات کے مجبور کرنے پر یہاں آیا ہوں ورنہ عاجز بڑے آدمیوں کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں کرتا۔

آپ کی دعوت کے محور جہاں عوام الناس تھے، وہیں آپ نے خواص بالخصوص علماء کے گروہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا، کیونکہ آپ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ جہاں عمائدین سلطنت کی اصلاح معاشرے پر اثر انداز ہوتی ہے تو علماء کی اصلاح اس سے کہیں زیادہ اثر رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے دینی مراکز و مدارس قائم کیے، علماء کے ساتھ ساتھ اساتذہ پر بھی توجہ مرکوز کی کیونکہ یہ بھی اصلاح معاشرہ میں اہم حیثیت کے حامل ہیں اور نوجوان تو معاشرے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، معاشرے کی تعمیر و تخریب میں نوجوانوں کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ہر طبقہ نے نوجوانوں کو محض اپنے مفادات کے لیے استعمال کیا، مگر آپ نے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر نہایت درد مندی اور دلسوزی کے ساتھ نوجوانوں پر اپنی خاص توجہ مرکوز کی تو انہیں شمع محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پروانہ بنا دیا۔ ان کے قلوب کو عشق خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گرمایا تو نوجوان آپ کے لشکر کا ہراول دستہ قرار پائے۔ روحانی طلباء جماعت کے نام سے تنظیم قائم کر کے انہیں ایک مربوط نظام عطا کر دیا۔

حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد آپ نے فقراء کو مرکزیت فراہم کرنے اور ان کی روحانی و اخلاقی بالیدگی کے لیے ایسے مرکز کی ضرورت محسوس کی جہاں پہنچنا ہر ایک کے لیے ممکن ہو، چونکہ آپ کی تبلیغ سب سے زیادہ اندرون سندھ تھی، بالخصوص اپنے علاقے کی طرف اس لیے مرکز کی جستجو بھی اسی طرف ہوئی اور متفقہ فیصلے کے مطابق ثواب پور تحصیل کنڈیارو کے قریب مرکز بنانے کا فیصلہ ہوا مگر ابھی اسے عملی جامہ پہنانا تھا کہ درگاہ رحمت پور شریف پر محترم خلیفہ حضرت مولانا عبدالرحمان لانگری صاحب کو حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو میرا پیغام پہنچائیں کہ رادھن میں قیام کریں ہمارے پاس آنے جانے میں سہولت رہے گی۔ مرشد پاک کا ارشاد سنتے ہی آپ نے اس علاقہ میں رادھن کے قریب سن ۱۳۸۴ ہجری میں درگاہ فقیر پور شریف کی بنیاد رکھی جو کہ خالص تقویٰ اور رضائے الٰہی پر رکھی گئی، اس لیے اس کی تعمیر میں حضور قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کے خلفاء کرام، فقراء حضرات نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، حضور قبلہ عالم خود گارے کی تغاری سر مبارک پر اٹھاتے، فقراء عرض کرتے کہ حضور آپ تشریف رکھیں ہم کام کر

لیں گے، مگر آپ ارشاد فرماتے کہ کیا آپ لوگوں کو ثواب کی زیادہ ضرورت ہے مجھے نہیں؟ ہاں یہی تو سیرت و سنت نبوی کا عملی نمونہ ہے، یہی قیادت تو انتہائی مؤثر ہوتی ہے، مسجد کے ساتھ ساتھ فقراء اہل ذکر کے مکانات بھی بنے جو کچے تھے۔ ساتھ ہی آپ کے لیے بھی مکان بنایا گیا جو کچا ہی تھا، تاہنوز اسی صورت میں موجود ہے۔

درگاہ کی تعمیر کے وقت کئی کرامات کا ظہور ہوا، جن میں سے ایک یہ ہے کہ درگاہ کے قریب عارف شہید رحمۃ اللہ علیہ قبرستان ہے جہاں وقت کے کامل بزرگ حضرت عارف شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک ہے اس کا مجاور فقراء کو بہت تنگ کرتا، نازیبا کلمات کہتا اور نماز پڑھنے سے بھی روکتا فقیر چاہتے کہ اسے جواب دیں مگر آپؒ نے خاموشی کا امر فرمایا بالآخر اس کی نازیبا حرکات شدت اختیار کر گئیں، ایک روز فقیروں نے دیکھا کہ وہ زخمی ہے بدن پر مار کے نشانات بھی ہیں وہ درگاہ پر آیا اور حضور کا پوچھا، آپؒ اس وقت بسلسلہ تبلیغ کھوندی نالی بستی میں گئے ہوئے تھے، فقیروں نے اسے بتایا تو اس نے پاؤں پر پٹی باندھی اور سیدھا کھوندی پہنچ کر حضور قبلہ عالم کے قدموں میں گرا اور معافی مانگتے ہوئے کہنے لگا یہی بزرگ تھے جو مجھے چھڑا رہے تھے، پھر اس نے بتایا کہ حضور میں رات کو سویا تو حضرت عارف شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ساتھ تشریف لائے ان کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا جس سے انہوں نے میری پٹائی شروع کر دی اور فرماتے جاتے کہ میں ہی عارف شہید ہوں یہ میرے پڑوس میں آباد ہوئے ہیں تم ان کو تنگ کرتے ہو، ساتھ ہی فرمایا کہ اگر ان حرکتوں سے باز نہیں آئے تو مزید سزا دی جائے گی، حضور وہ بزرگ مارتے ہیں تو آپؒ چھڑاتے ہیں اسی میں میری آنکھ کھل جاتی ہے دیکھتا ہوں کہ بدن پر مار کے نشانات ہیں صبح کو اٹھ کر لکڑیاں کاٹنے جاتا ہوں تو کلہاڑا اچٹ کر پاؤں پر پڑتا ہے جس سے پاؤں شدید زخمی ہو جاتا ہے، حضور مجھے معاف فرمائیں اور غلامی میں داخل فرمائیں یہ کہہ کر دست بیعت ہوا۔

جس طرح درگاہ رحمت پور شریف کے لیے قواعد و ضوابط بنائے گئے تھے، درگاہ فقیر پور شریف کے لیے بھی وہی رکھے گئے، آپ نے یہاں ہر مہینے گیارہویں شریف کا جلسہ رکھا جو کہ تاہنوز جاری ہے۔ اسی طرح دو عرسوں میں سے ایک عرس بھی حسب معمول وہاں ہوتا ہے، اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنی زیر قیادت پہلے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس میں درس نظامی کی تحصیل ہوتی ہے، مدرسہ کو شروع کرنے کے لیے باقاعدہ عالم کا انتظام کیا گیا جنہوں نے محض رضائے الٰہی کی بنا پر اس سادہ اور پر خلوص ماحول میں علم کی آبیاری کی چونکہ اس کی بنیاد خالص للّٰہیت پر قائم تھی تو تائید خداوندی کے ساتھ اس سادہ سے مدرسہ سے فارغ ہونے والے علماء کرام اہل تقویٰ و باخدا بنے اور

کئی افراد کو باخدا بنا رہے ہیں۔ اس مرکز سے آپ کا رابطہ اندرون سندھ مستحکم ہوا، ریلوے لائن نے اس میں مزید آسانی پیدا کردی، یہیں سے آپ نے اپنے کام کو مرکزیت بخشی، اس کے باوجود دور والوں کے لیے مسئلہ بنا تھا کہ وہ جلد جلد نہیں جاسکتے تھے۔ آپ بھی اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ مذکورہ علاقوں میں جہاں مسلمان دین سے بے بہرہ ہیں وہیں غیر مسلم و بے دین قومیں ہوشیار و بیدار رہیں اور اپنی اخلاقی طاقت و سرمائے سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں سرگرم ہیں۔ آپ شروع سے ہی ان علاقوں میں بسلسلۂ تبلیغ آتے رہتے تھے اور حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی تشریف لائے، بالخصوص ٹنڈوالہیار سے ۹ کلومیٹر دور، جمبڑ روڈ پر واقع خان محمد بوزدار نامی بستی اور اس کے گرد و نواح کے علاقے کو حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ نے معتدل آب و ہوا کی وجہ سے پسند فرمایا تھا۔ آپ بھی بغرض تبلیغ بوزدار فقراء کی بستی تشریف لائے یہاں کے احباب اہل ذکر بڑی محبت والے تھے، انہوں نے یہاں کی غریب آبادی کو دیکھتے ہوئے مرکز کی تجویز پیش کی تاکہ عام و خاص سبھی مستفیض ہو سکیں، آپ نے ان کے اخلاص اور محبت کو دیکھتے ہوئے بالخصوص اس بات کے پیش نظر کہ یہاں مرکز کے قیام سے کراچی، حیدرآباد، میرپور خاص، بدین، سانگھڑ اور گرد و نواح کے علاقہ جات میں سلسلہ عالیہ کی اشاعت کا کام زیادہ بہتر انداز سے ہوگا، مرکز کے قیام کی منظوری دے دی۔ جمبڑ روڈ سے متصل جارکی موری کے بالمقابل ۱۳۹۲ ہجری کو مرکز عالیہ طاہر آباد شریف کا قیام عمل میں آیا جہاں آپ اخیر عمر مبارک تک ہر سال جون تا اگست تشریف فرما ہوتے۔ ہر پندرہ دن بعد باقاعدہ جلسہ ہوتا قرب و جوار کی کثیر جماعت شریک ہوتی، یہاں بھی آپ نے دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی تاکہ اس علاقہ کے لوگ تعلیم کے زیور سے آراستہ ہو سکیں، آج بھی آپ کے حقیقی وارث و جانشین حضرت سجن سائیں مدظلہ گاہ بگاہ یہاں تشریف فرما ہوتے ہیں۔

اسی طرح نوابشاہ، قاضی احمد، مورو، سکھر، جیکب آباد، شکارپور، کوئٹہ، بلوچستان اور پنجاب کی پوری پٹی سرحد تک آپ کی نظر میں تھی۔ آپ کا آبائی علاقہ خانواہن بھی اسی پٹی پر تھا۔ ابتداء میں اسی پٹی پر مرکز بنانے کا فیصلہ ہوا تھا، یہاں کے فقراء اہل ذکر بڑی محبت والے تھے، ان کی بڑی خواہش تھی کہ یہاں مرکز بنے بالآخر ان کی پر خلوص کوشش رنگ لائی، آپ کے مخلص ساتھی اور خلیفہ جناب محترم ڈاکٹر عبداللطیف چنہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدعا کی تو دیگر خلفاء کرام سے مشورہ کے بعد کنڈیارو شہر سے متصل قومی شاہراہ کے ساتھ مرکز بنانے کا فیصلہ کیا گیا اور اللہ آباد شریف کے نام سے اس کی بنیاد رکھی گئی، جو الحمد للہ اس وقت حضرت صاحب کے سب سے بڑے مرکز کی حیثیت اختیار کرچکا ہے، یہاں کے مدرسہ کی خوبصورت عمارت طلباء میں پڑھنے کا شوق پیدا کرتی ہے، ہر

سال یہاں سے سالانہ عرس کے موقع پر کئی علماء و حفاظ کی دستار بندی ہوتی ہے، جو ملک کے طول و عرض میں پھیل کر اشاعت سلسلہ عالیہ و تبلیغ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اس مرکز سے آپ کے پیغام کو زبردست تقویت حاصل ہوئی کراچی سے خیبر تک کا کثیر حصہ اس کے زیر اثر آگیا۔

ان مراکز کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں آپ نے خلفاء اور مبلغین کے وفود بھیجے جنہوں نے نبوی میراث تقسیم کرنے کا فریضہ انجام دیا اور دے رہے ہیں، انہوں نے ملک کے مختلف حصوں میں مراکز و مدارس قائم کئے جہاں سے مخلوق خدا کسب فیض کر رہی ہے، جہاں پر مکمل نظام مصطفیٰ نافذ ہے، بین الاقوامی شہر کراچی کہ جس کو ہر ایک نے سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا، میرے مرشد نے وہاں کے مختلف علاقوں میں مراکز قائم فرما کر محبت خداوندی کے پیاسوں کے لیے سامان کر دیا۔ اپنے قائم کردہ مراکز پر رونق افروز ہو کر آپ نے مخلوق خدا کی جس طرح رہنمائی فرمائی، اس نے ماسلف مشائخ کی یاد تازہ کر دی۔ یہاں تشنگان معرفت روزانہ بیسوں کی تعداد میں جوق در جوق آتے اور کسب کمال حاصل کرتے ہیں، جن کے لنگر کا انتظام مرکز کی طرف سے ہوتا ہے جو للہ فی اللہ جاری و ساری ہے ان مراکز سے آپ نے ملک و بیرون ملک خلفاء و مبلغین کے مختلف وفود وقتاً فوقتاً روانہ کرنے شروع کر دیئے جن کو ہدایات بذریعہ خط و کتابت دی جاتیں اور وہ وفود بالمشافہ یا بذریعہ خط و کتابت حالات، واقعات و فوائد سے آگاہ کرتے اگر کوئی مبلغ بذات خود تبلیغی کاوشوں سے آگاہ کر رہا ہوتا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا ہوتا۔ آپ اکثر فرماتے کہ تبلیغی حالات بیشک تفصیل سے لکھا کریں، اس میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، ان مبلغین کو ایک مربوط نظام دینے کے لیے وقت کے تقاضوں کے عین مطابق آپ نے ۱۹۷۱ء کو ادارہ تبلیغ روحانیہ و جماعت اصلاح المسلمین کے نام سے تنظیم قائم فرمائی، جسے ملکی قوانین کے تحت رجسٹرڈ بھی کرایا گیا، جو الحمد للہ اب بھی حضور محبوب سجن سائیں دامت برکاتہم العالیہ کی زیر قیادت ترقی کر رہی ہے۔

اسی طرح آپ کے قائم کردہ مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو "جمعیت علماء روحانیہ عغفاریہ" نامی تنظیم کے ذریعے منظم فرمایا جو کہ تا حال ملک کے مختلف علاقوں میں اصلاح امت کا کام کر رہے ہیں۔

جدید علوم و فنون سے بہرہ ور کالجز، یونیورسٹیز کے طلباء پر خصوصی توجہ عنایت فرمائی، کیونکہ معاشرے میں ان کا کردار بہت زیادہ اہم ہے، جب نوجوانوں نے آپ کی پردرد صدا سنی تو لبیک کہتے ہوئے دیوانہ وار لپکے اور آپ کے زیر سایہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ سے لیس ہو کر روحانی طلباء جماعت کے پلیٹ فارم سے باطل قوتوں کے خلاف بر سرپیکار ہو گئے اور ہیں۔

آپ کو اپنے رب سے خاص تعلق تھا، کوئی لمحہ بھی اس مالک حقیقی کی یاد سے خالی نہ گذرتا، آپ اپنی ہر محفل و مجلس میں فرماتے "جو دم غافل وہ دم کافر" اکثر فرماتے۔

میں ذاکر ہوں خدا کے نام پر گردن کٹا دوں گا
جہاں سے ظلمت و باطل کو یکسر سے مٹا دوں گا

اسی تعلق مع اللہ اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کیفیت نے آپ کے قلب و نظر میں کشش و جاذبیت اور تسخیر و تاثیر کی بے پناہ کیمیا اثر خاصیت پیدا کر دی تھی، اسی نگاہ کیمیا اثر سے آپ نے ہزاروں قلوب کو معرفت خداوندی کے نور سے معمور کر دیا۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ہزاروں فاسق و فاجر، چور، ڈاکو، زانی آئے۔ آپ کی نگاہ کیمیا اثر کی تاثیر سے ان کی زندگی کا نقشہ بدل گیا، آج الحمد للہ وہ مبلغ اسلام و تہجد گذار ہیں۔ کئی افراد ان کے نیکی و تقویٰ کی وجہ سے برائیوں سے تائب ہو کر نیکو کار بن چکے ہیں۔

آپ کا طریقہ ذکر یہ تھا کہ مردوں کے قلوب پر انگلی رکھ کر انہیں ذکر قلبی کی تلقین فرماتے اور خواتین کو صرف لاؤڈ اسپیکر پر مسجد میں بیٹھ کر نصیحت فرماتے، آپ پردے کے سخت پابند تھے اور یہ پابندی آپ کی قائم کردہ بستیوں میں بھی تھی۔ کوئی سات سال سے زیادہ عمر کی بچی بے پردہ نظر نہ آتی اور نہ ہی کوئی سات آٹھ سال سے زیادہ عمر کا بچہ عورتوں میں جا سکتا، آج بھی یہی طریقہ رائج ہے۔

آپ ذکر کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ نووارد افراد میں سے ایک نے بے باکی سے عرض کیا کہ حضرت یہ دل تو انتہائی سخت ہے، اس پر تو کلہاڑی کے وار کیے جائیں تو شاید کچھ اثر ہو، انگلی اس پر کیا اثر کرے گی؟ آپؒ نے چشم کرم سے اس کی طرف دیکھا، نصیحت فرمائی اور اپنے دولت خانہ پر تشریف لے گئے، بس آپ کے جاتے ہی اس نووارد پر گریہ کی کیفیت طاری ہوئی اور بڑی شدت سے ہوئی، جو کافی دیر تک جاری رہی، جب اسے کچھ قرار آیا تو اس کے دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ وہ دل جو بے انتہا سخت تھا، خدا و رسول کی محبت کے درد سے لبریز ہو گیا تھا۔ کسی ساتھی نے کہا کہ بتاؤ بھئی انگلی نے اثر کیا یا نہیں؟ اس نے کہا سائیں انگلی نے تو کلہاڑی سے بھی زیادہ اثر کیا، بعد میں اس نے بتایا کہ میں تو ایک ڈاکو تھا۔ میرے ہاتھوں کئی افراد قتل ہوئے، میرا دل انتہائی سخت ہو چکا تھا۔ آج الحمد للہ وہ تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔

تیری نگاہ سے پتھر کے دل پگھل جائیں جو آنکھ اٹھائے تو شام و سحر بدل جائیں

یہ تو عاجز نے ایک واقعہ رقم کیا ہے ورنہ اس قسم کے واقعات کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کئی دفتر تیار ہو جائیں۔

آپ کثیر الکرامت ہستی تھے، آپ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ جو بھی آپ کی صحبت مجلس میں آیا، اسے ذکر و فکر کی لذت سے آشنا کر دیا۔ بے شمار فاجر و فاسق تائب ہو کر مؤمنانہ زندگی گذارنے لگے جن کو دیکھ کر اور افراد بھی فسق و فجور سے تائب ہوئے۔ یعنی آپ نے لوہے کو سونا نہیں بلکہ پارس بنا دیا۔ ہزاروں گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیا۔ کئی غیر مسلموں کو اپنی نگاہ ناز سے دولت اسلام سے مشرف فرما دیا، کئی بد عقیدہ افراد اپنے برے عقائد سے تائب ہو کر صحیح العقیدہ زندگی گزارنے لگے، بارہا جسمانی عوارضات آپ کے آڑے آئے مگر آپ کسی کو خاطر میں نہ لائے، آپ کے کانوں میں مسلسل رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آواز آتی کہ قریشی! اٹھو میری امت کی خبر لو، آپ کی شبانہ روز کاوشوں کا یہ ثمر ملا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ بشارت ملی کہ ہم آپ کے کام سے بہت خوش ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی کاوشوں کو قبول فرما لیا ہے اور آپ کی جماعت کو بخشش کا پروانہ دے دیا گیا ہے۔

حضور کے پیارے خلیفہ حضرت حاجی خیر محمد صاحب بتاتے ہیں کہ عاجز جب عمرہ و حج کے لیے گیا اور مدینہ منورہ مسجد نبوی میں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کیے بیٹھا تھا کہ اسی دوران غنودگی طاری ہو گئی دیکھتا ہوں کہ روضۂ انور کا دروازہ کھلا ہے اور میرے مرشد محبوب سوہنا سائیںؒ اندر تشریف لے جا رہے ہیں، تھوڑی دیر کے بعد آپؒ باہر تشریف لائے اور مجھے بھی اپنے ہمراہ لے گئے اندر نورانی تخت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے خلفاء کے رونق افروز ہیں اور ایک کثیر مجمع ہے ہر ایک اپنی کارکردگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کرتا ہے۔ آپ انہیں ملاحظہ فرماتے ہیں اور ان پر نوٹ لگا کر اپنے دستخط فرماتے ہیں، جب حضور سوہنا سائیںؒ کی باری آئی تو آپؒ نے بڑے بڑے بنڈل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے آپ نے بغیر جانچے کھولے ان پر دستخط فرما دیے اور فرمایا کہ "ہم آپؒ سے اور آپ کی جماعت سے بہت خوش ہیں اس لیے یہ سب قبول کیے جاتے ہیں اس کے بعد حاجی صاحب کی آنکھ کھل جاتی ہے آپ بڑے خوش ہوئے اور حضور سوہنا سائیںؒ کو اس خواب کی مکمل تفصیل لکھی۔

ایک مرتبہ آپ سول ہسپتال جامشورو میں داخل تھے، جہاں آپ کا آپریشن ہوا تھا۔ بعد آپریشن جیسے ہی ہوش میں آئے نماز کے متعلق پوچھا اور اس حالت میں بھی آپ نے رفقاء کی مدد سے نماز با جماعت اور عمامہ کی سنت کو ادا فرمایا۔ آپ کی تاثیر دعا کا یہ عالم تھا کہ جس کے لیے ہاتھ اٹھا

دیئے اس کی تقدیر بدل گئی۔ اسی ہسپتال کے دوسرے کمرے میں کوئی اور مریض زیر علاج تھا، ایک روز اس کمرے سے رونے کی آواز آئی، تھوڑی دیر بعد ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ ہمارا مریض سخت تکلیف میں ہے، برائے کرم آپ چل کر اس کے لیے دعا فرمائیں، رفقاء میں سے ایک نے اس شخص سے کہا کہ حضرت کا آپریشن ہوا ہے ڈاکٹروں نے بستر سے اٹھنے سے بھی منع کر دیا ہے، آپ حضرت صاحب کو تکلیف نہ دیں، آپ نے فرمایا نہیں ہم اس کے پاس جائیں گے اور آپ اپنی تکلیف فراموش کر کے دو فقراء کا سہارا لے کر پاؤں گھسٹنے کی سی کیفیت میں اس کے کمرے میں آئے اور اس کے لیے دعا فرمائی، حتیٰ کہ اس شخص کی تکلیف رفع ہو گئی۔

آپ کی بے شمار کرامات میں سے ایک یہ بھی کرامت تھی کہ کوئی کیسا بھی نشہ باز ہو، نیا خواہ پرانا، آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا، ذکر قلبی لیتا، آپ چھوٹی الائچی دم کر کے دیتے اور فرماتے کہ جب نشے کی طلب ہو تو اسے کھالینا۔ وہ طلب کی صورت میں الائچی استعمال کرتا تو حیرت انگیز طریقے سے اسے نشہ سے نفرت ہو جاتی، کئی نشہ باز کثرت نشہ کی وجہ سے نفسیاتی مریض بن چکے تھے، زندگی ان کے لیے کسی عذاب سے کم نہ تھی، مگر آپ کی نگاہ کرم سے غلیظ و ناپاک نشے سے تائب ہو کر نشہ عشق خدا و عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں سرشار ہو گئے ہمارے دوست دلدار بھٹی، کثرت سگریٹ نوشی کی وجہ سے نفسیاتی مریض اور گھر والوں کے لیے پریشانی کا باعث بن گئے تھے۔ اپنی زندگی سے بہت ہی بے زار تھے۔ فقیر عبدالسلام نے انہیں اس مرد قلندر کا تعارف کرایا، بس آپ کی صحبت با برکت میں جانے کی دیر تھی کہ سگریٹ سے نفرت ہو گئی، آج ماشاء اللہ تبلیغ کر رہے ہیں۔ کئی افراد تو محض حضرت سوہنا سائیںؒ کا دیدار کرنے سے ہی نشہ سے تائب ہو جاتے۔

آپ کا حلقہ ذکر و مراقبہ عجیب روحانی کیفیت و سرور کا مرقع ہوتا اور دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا، جو خوش نصیب اس حلقہ ذکر میں شامل ہوئے، انہوں نے بارہا دیکھا کہ آپ کی توجہ سے کئی نیم بسمل ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہوتے۔

بیعت کا مقصد تزکیہ نفس و اصلاح احوال ہوتا ہے اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں یہ مقصد ذکر الٰہی، مراقبہ کی کثرت اور رابطہ و صحبت شیخ کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی لیے آپ کے دربار عالیہ پر طالبان حق کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ فقراء اہل ذکر جانتے ہیں کہ آپ کی نگاہ حق بین جس پر پڑ جاتی، اس کے حالات میں حیران کن تغیر آجاتا اور غیر محسوس طریقے سے پہلی ہی صحبت میں اسے ذوق و شوق کی روح پرور کیفیت حاصل ہو جاتی، اسے گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی رغبت پیدا ہو جاتی۔

رہبری سے تری گمراہ بھی رہ حق پر آکر　　　کوئی کعبہ گیا اور کوئی مدینہ پہنچا

آپ کی ہر محفل ذکر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ عطر بیز رہا کرتی تھی، خلوت ہو یا جلوت، سفر ہو یا حضر گھر میں ہوں یا باہر آباء و اصدقا کے ساتھ ہوں یا اعزاء و اقربا کے دلوں کو ایقان و عرفان اور ایمان کو ذکر محبوب سے تازہ کر دینا آپ کا نشان امتیاز بن گیا تھا۔ آپ کی مجالس میں توحید، ذکر اللہ، عشق و محبت اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، ماسلف بزرگان دین کے حالات و واقعات، تصوف و سلوک کے اسرار و رموز دنیا کی حقیقت، آخرت کا بیان، اسی مناسبت سے تاریخی واقعات، نصیحت آموز لطیفے بھی، پر لطف انداز میں بیان کیے جاتے، ان کے علاوہ ملکی صور تحال، بیرونی حالات وقتی تقاضوں کے مطابق دیگر دنیاوی حالات و معاملات سے متعلق بھی بے تکلف گفتگو فرماتے، آپ کی مجالس کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ نجی محفل ہوتی یا مجلس وعظ و نصیحت کبھی کسی کی غیبت نہ کی جاتی، اگر کوئی دوسرا آدمی اس قسم کی بات کرتا تو اسے روک کر کوئی دوسری بات کرنے کا امر فرماتے، اس کے باوجود پندرہ شعبان المعظم شب برات اور شب قدر و عیدین کی صبح جملہ جماعت سے معذرت خواہ ہوتے تھے کہ احتیاط کے باوجود شاید کبھی مجھ سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہو، جب کہ ایسا کبھی نہیں ہوا، مگر آپ کی کسر نفسی اور اعلیٰ ظرفی تھی اور یہ بھی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تھی۔ اسی لیے تو کسی نے خوب کہا۔

صحبت مجلس پیر میرے دی، بہتر نفل نمازاں
اک اک سخن شریف انہاندا کردا محرم رازاں

آپ کی مجالس کے روزانہ تین اوقات مقرر تھے، صبح بعد نماز فجر ایک سے دو گھنٹے، بعد نماز ظہر تقریباً اک ڈیڑھ گھنٹہ اور بعد نماز عصر تا مغرب۔ بعد نماز مغرب آپ گھر مبارک میں تشریف لے جاتے، ان مجالس میں روزانہ مقامی و بیرونی فقراء و مسافر شامل ہوتے رہتے، جن کو حسب ضرورت ذکر کی تلقین، وعظ و نصیحت فرماتے کبھی کسی مبلغ کو تبلیغی احوال سنانے کا امر فرماتے یا پھر تبلیغی خطوط سماعت فرماتے اور مبلغین کے لیے خصوصی دعائیں فرماتے۔

باوجود یہ کہ آپ متبحر عالم دین تھے، کبھی بھی تصنع اور تکلفات سے کام نہیں لیا، جیسا کہ آج کل کے علماء ظاہر اپنے علم کا سکہ بٹھانے کے لیے خوب علمی نکات بیان کرتے ہیں، خوب لفاظی سے کام لیتے ہیں، آپ ہمیشہ ان تکلفات سے دور رہے، دوران تقریر قرآن و حدیث کے علاوہ حکایات و واقعات اس ذوق و شوق اور پر تاثیر انداز میں بیان فرماتے کہ حاضرین پر وجد کی کیفیت طاری ہو

جاتی، راقم نے بچشم خود دیکھا کہ جوش و جذبے میں جب آپ اللہ کے پاک نام کی ضرب لگاتے تو دہن مبارک سے نوری شعاعیں نکلتیں جو اہل مجلس کے قلوب میں جاکر جذبہ و وجد کی کیفیت طاری کردیتیں۔

آپ کی تربیت کا انداز منفرد اور جداگانہ تھا، جو وقت کے تقاضوں اور سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق تھا، آپ ہر شخص سے اس کی طبیعت، مزاج اور ذہنی استعداد کے مطابق گفتگو فرماتے اور اپنی نورانی توجہ سے نوازتے، جس سے آنے والا بہت متاثر ہوتا۔ آپ "حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم" کی نبوی صفت سے عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت متصف تھے۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ "کاش ہمارے پاس کوئی ایسی مشین ہوتی کہ ایک طرف سے بندے کو داخل کیا جاتا تو دوسری طرف سے ولی بن کر عالم دین بن کر نکلتا، آپ کا تصوف سے متعلق ارشاد گرامی ہے جو عاجز نے خود سنا کہ "تصوف سے مراد ادارہ خدمت خلق ہے" کتنا جامع ترین فرمان ہے کہ جس پر پوری کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد نرینہ میں آپ کو صرف ایک ہی لخت جگر نور نظر عطا فرمایا جس کا نام مبارک آپ نے محمد طاہر رکھا، جو حقیقتاً ظاہری و باطنی پاکیزگی و طہارت اور نفاست کے پیکر ہیں۔ آپ نے اپنے اس لخت جگر کے لیے اپنی آہ سحرگاہی کو وقف کردیا، ہر جلسے و مجلس میں جہاں آپ اپنے روحانی فرزندوں کے لیے دعائیں فرماتے وہیں اپنے نسبی و روحانی لخت جگر کے لے بھی بارگاہ ربوبیت میں فریاد کناں ہوتے، اور جملہ جماعت اہل ذکر سے فرماتے کہ آپ لوگ بھی محمد طاہر کے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اور صالح بنائے، آپ کے پیارے خلیفہ اور مخلص ترین دوست مولانا جان محمد سولنگی رحمۃ اللہ علیہ جہاں اپنے ولولہ انگیز سے اپنے مرشد کے فیض کا چرچا کرتے اور رو رو کر بارگاہ رب العزت اور بارگاہ رسالت میں فریاد کرتے وہیں جناب صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے لیے بارگاہ قدس میں فریاد کناں ہوتے، جماعت اہل ذکر آمین کی صداؤں سے بارگاہ صمدیت کا دروازہ کھٹکھٹاتی اور رحمت باری کا دریوں وا ہوتا کہ فیض کی جھڑی لگ جاتی اور جماعت پر وجد و گریہ کی کیفیت طاری ہو جاتی، آپ نے اپنے لخت جگر کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور نبوی میراث کے حصول میں انہیں اپنی توجہات سے خوب نوازا، صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے جہاں مختلف مدارس میں قرآن و حدیث پر مشتمل علوم و فنون حاصل کیے وہیں آپ کے قائم کردہ مدرسہ جامعہ عربیہ غفاریہ میں دورہ حدیث کی تکمیل کی جو کہ بعض مدارس میں صرف بخاری شریف کے ختم پر مکمل کرادیا جاتا ہے، لیکن جامعہ غفاریہ میں دورہ حدیث کی مکمل کتابیں

پڑھائی جاتی ہیں، دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد اسی مدرسہ میں بطور مدرس و منتظم کے فرائض انجام دینے لگے اور ساتھ ہی آپ سے باطنی توجہات و سلسلہ عالیہ کے اسباق بھی حاصل کرتے رہے، تاوقتیکہ آپ روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز المرام ہوئے۔ تعلیمی فراغت کے بعد مرشد کریم نے جلد ہی آپ مدظلہ کو خلافت سے نوازا، اور تبلیغی وفود تشکیل دے کر آپ کی قیادت میں مختلف علاقوں میں بھیجا گیا، جہاں آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا، کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوتے جماعت کو صرف آپ ہی ذکر دیتے اور مراقبہ کراتے، یہ سب کچھ محض اس لیے ہی تھا کہ مستقبل کا راوی دیکھ لے کہ کل کو آپ کی برپا کی ہوئی روحانی تحریک کی قیادت آپ ہی نے انجام دینی ہے، ساتھ ہی آپ کی تبلیغی حرص اتنی زیادہ تھی کہ اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، مختلف عوارضات کے باوجود آپ یہ فریضہ بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ ہر نووارد دربار کی حدود میں آتے ہی باران رحمت الٰہی محسوس کرنے لگتا وجع المفاصل کی وجہ سے آپ نماز کے لیے وہیل چیئر پر تشریف لاتے صف میں آپ کے لیے لکڑی کی کرسی موجود ہوتی اور سامنے ڈیسک نما میز ہوتی جس پر جائے نماز بچھادی جاتی، آپ اسی پر سجدہ فرماتے اتنے عوارضات کے بعد بھی آپ کا تبلیغی ذوق و شوق ہمیشہ جواں ہی رہا، یہاں تک کہ سن ۱۴۰۰ ہجری میں آپ نے مسلسل اٹھائیس دن کا پنجاب و سرحد کا تبلیغی دورہ فرمایا، اس کے بعد اتنا طویل دورہ کبھی نہ فرما سکے، وصال مبارکہ سے چند ماہ قبل بلوچستان کا دورہ نہایت ہی حیرت انگیز اور فکر آمیز ہے کہ باوجود اس کے کہ معمولی فاصلہ تک بھی چل جانے کی سکت نہ تھی اس حالت میں بھی تبلیغی سفر فرمایا حتیٰ کہ جب اوتھل سے لسبیلہ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں پہاڑی ندی انتہائی شدت کے ساتھ بہہ رہی تھی ایسے ندی نالے اپنے ساتھ ٹرک تک بہا کر لے جاتے ہیں اس موقع پر فقراء نے عرض کیا کہ حضور راستہ خراب ہے لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہاں لوگ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے اس لیے ہم ضرور جائیں گے، لہٰذا فقراء نے آپؒ کو چارپائی پر بٹھایا اور چاروں طرف سے چارپائی اٹھا کر اور ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اللہ اللہ کی صدائیں بلند کرتے ہوئے اس طوفانی نالے سے پار ہوئے اور جلسہ گاہ میں پہنچے تو لوگ آپ کی دینی فکر و اہمیت کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور ان پر جذب و وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس سفر سے واپسی کے بعد عوارضات میں شدید اضافہ ہو گیا۔

مؤرخہ یکم ربیع الاول ۱۴۰۴ ہجری بدھ کی رات کو گیارہ بجے کے قریب آپ کی طبیعت مبارک معمول سے زیادہ ناساز ہو گئی اور آپ پر نیم خوابی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اسی کیفیت میں آپ نے اردو میں تقریر کرنا شروع کر دی، دوران تقریر فرمایا " اب ہم جاتے ہیں مولوی محمد طاہر صاحب سے

ذکر سیکھ لو" اس کے بعد سندھی میں ارشاد فرمایا "**اچھا بھلا گھر کو نہ ھلنداسین ؟**" (کیا گھر نہیں چلیں گے ؟) چار مرتبہ یہی الفاظ مبارکہ دہرائے ہر مرتبہ حضرت قبلہ محسن سائیں مدظلہ عرض کرتے رہے کہ حضور اپنے ہی گھر میں ہیں۔ شاید یہ اشارہ وطن آخرت کی طرف ہو جو مؤمنین کا اصلی گھر ہے۔

یہ کیفیت دیکھ کر جناب ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کو اطلاع دی گئی جو آپ کے خادم اور معالج خصوصی تھے ، بروقت علاج سے قدرے فائدہ ہوا ، تاہم نماز فجر پر مسجد میں تشریف فرما نہ ہو سکے ، جس سے عاشقین فقراء میں بے چینی پھیل گئی ، اور یہ خبر اور فقراء تک بھی پہنچ گئی ، جس نے سنا فوراً دربار عالیہ پہنچا مگر آپ نماز ظہر پر تشریف لے آئے آپ کو رونق محفل دیکھ کر فقراء کے حوصلے بلند ہوئے۔

مورخہ ۵ ربیع الاول کو بعد نماز عصر تا مغرب مسجد شریف ہی میں جلوہ افروز رہے پہلے تبلیغی خطوط سماعت فرمائے ، نئے واردین کو طریقہ عالیہ میں داخل کر کے اذان مغرب تک نصیحت فرماتے رہے ، نماز عشاء بھی مسجد شریف میں باجماعت ادا کی ، رات کو معمول کے مطابق تہجد پڑھنے کے لیے اٹھے تو شدید تکلیف محسوس کر کے اہل خانہ کو بتایا۔ اسی وقت حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ عالی نے بذریعہ فون ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب کو اطلاع دی ، آپ ڈاکٹر صاحب کی آمد تک وضو کر کے تہجد پڑھنے میں مشغول ہو گئے ، ہاں یہ مقربین الٰہی کا ہی حوصلہ ہوتا ہے کہ شدید تکلیف میں بھی نہایت اطمینان سے اپنے خالق سے لو لگا لیتے ہیں ، انہیں زبردست سکون قلبی میسر ہوتا ہے ، ابھی آپ نے دو نفل ہی ادا فرمائے تھے کہ ڈاکٹر صاحب انجکشن لیے حاضر خدمت ہوئے ، آپ نے ڈاکٹر صاحب کو دیکھا تو فرمایا " نہیں ! اب اس کی ضرورت نہیں ، اب اس کا وقت نہیں رہا" یہ فرما کر روحانی و جسمانی کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر لیٹ گئے اور ذکر بتانے کے طریقے پر ہاتھ اٹھا کر اللہ ، اللہ فرماتے ہوئے بروز پیر ۶ ربیع الاول سن ۱۴۰۴ ھجری بمطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۸۳ء رات دو بج کر چالیس منٹ پر اپنے محبوب و معبود و مذکور خالق و مالک عزوجل کے ذکر کی انوار و تجلیات کے محویت کے عالم میں اس کے حضور جا پہنچے۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"

آہ حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد   روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

کیا کریں شکوہ کسی سے اپنی ویرانی کا ہم   اٹھ گیا سر سے ہمارے دوستو ظل ہما

یہ جانکاہ خبر جس نے سنی مبہوت ہو کر رہ گیا اور اٹھ کر دربار عالیہ کی طرف دوڑ پڑا ، بڑی عجیب کیفیت تھی اور نہایت رقت انگیز منظر تھا ، کئی دیوانے بیہوش تھے تو کئی جذب و وجد کی

کیفیت میں تڑپ رہے تھے کئی صبر کا پیکر بنے چادر ڈالے اپنے محبوب کی جدائی پر آنسو بہا رہے تھے۔

بے کسی دیکھی نہیں جاتی تیرے خدام کی　　بے قراری سے کلیجہ شق ہوا جاتا ہے آج

نماز فجر پر جب اپنے محبوب کا دلربا چہرہ نظر نہ آیا تو آہ سرد نے کلیجوں کو ہلا دیا، حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے بڑی رقت کے ساتھ نماز فجر پڑھائی۔

غسل دینے والے حضرات تجہیز و تکفین کے لیے جب جسد اطہر لینے خوابگاہ پہنچے تو آپ کے نورانی چہرہ سے پر کشش روشنی پھوٹ رہی تھی۔ نماز جنازہ کے لیے ظہر کا وقت مقرر ہوا تاکہ دور دراز سے آنے والے اپنے مرشد کی آخری زیارت کر سکیں، ظہر نماز تک سیکڑوں اہل دل و اہل عقیدت آنسوؤں کے نذرانوں کے ساتھ جمع ہو گئے تھے، تقریباً دو بجے کے قریب آپ کا جسد اطہر باہر لایا گیا تو فقراء کی بے تابی دیکھی نہیں جاتی تھی نماز ظہر بھی صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے نہایت رقت قلبی کے ساتھ پڑھائی آہ سرد سے مسجد کی فضا سوگوار ہو رہی تھی، بعد نماز ظہر نماز جنازہ قبلہ صاحبزادہ صاحب برکاتہم العالیہ نے پڑھائی دعا کے بعد زیارت عام کی اجازت دی گئی۔ بڑا ہی عجیب منظر تھا، مگر آپ کی صحبت کا فیضان یہاں کام آیا، کوئی بھی باآواز بلند روتا نظر نہ آیا، ہر ایک کی زبان پر اللہ اللہ کی دلنواز صدا جاری تھی۔ کئی فقراء مرشد کی جدائی کے تصور سے نماز جنازہ کے ساتھ ہی بے ہوش ہو گئے تھے۔

غمزدہ پایا اسے، اس کو ہراساں دیکھا　　جس کو دیکھا اسے صد چاک گریباں دیکھا

جس طرف اٹھی نظر یاس کا ساماں دیکھا　　نگہ جس پر بھی پڑی اس کو ہی گریاں دیکھا

جب آپ کا جسد اطہر مرقد انور میں اتارا جا رہا تھا تو محبین کی آہ سرد سے آسمان کا کلیجہ شق ہوا جاتا تھا۔

دلبر دے وچھوڑے کولوں اجے رہیا میں زندہ

ایس گناہوں آخر توڑیں سدا رہاں شرمندہ

بالآخر عصر کے قریب تدفین کا عمل مکمل ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار درگاہ اللہ آباد شریف میں پرانے مدرسہ کی جگہ پر مرجع خلائق عام ہے۔

آپ کے وصال سے گو ایک بہت بڑا خلا محسوس ہو رہا تھا لیکن جلد ہی جمیع خلفاء کرام و علماء عظام کے مشورہ اور حضور قبلہ عالم امام الاولیاء سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات کی روشنی میں متفقہ طور پر بعد نماز فجر حضرت قبلہ صاحبزادہ مولانا محمد طاہر المعروف سجن سائیں مدظلہ العالی سے تجدید بیعت کا فیصلہ کیا گیا، نماز فجر کے بعد جب تمام خلفاء و علماء اور فقراء تجدید بیعت کے

لیے آگے بڑھے تو حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بمشکل گریہ ضبط کرتے ہوئے بیعت لینے سے معذرت چاہی تاہم جلیل القدر خلفاء کرام و علماء کرام کے اصرار پر ہاتھ آگے بڑھا کر بیعت لی اس میں بھی پیش نظر یہی تھا کہ جماعت متحد و مستحکم رہے، یہ اسی اتحاد و اتفاق کی برکت ہے کہ الحمد للہ حضور کے فیض کا سورج نصف النہار پر چمک رہا ہے۔

حضور سوہنا سائیںؒ کے وصال کی رات مورو کے دوست محترم غلام اکبر میمن نے بتایا کہ بروز پیر چھ ربیع الاول کی رات خواب میں دیکھا کہ حضور شمس العارفین محبوب سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیار و محبت کے انداز میں اپنے پیارے لخت جگر نور نظر صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو گلے لگا کر اپنے منہ مبارک سے ان کے منہ میں کوئی چیز ڈال رہے ہیں، چند بار یہی عجیب و غریب منظر نظر آیا کہ یکدم دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز پر میری آنکھ کھل گئی باہر آنے پر معلوم ہوا کہ درگاہ سے فون آیا ہے کہ آفتاب رشد و ہدایت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے ہیں۔

اسی طرح بعد از وصال بھی حضور قبلہ عالم سیدی و مرشدی محبوبی سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے خواب اور بحالت کشف بھی کئی فقراء کو حضرت صاحبزادہ محبوب سجن سائیں مدظلہ عالی سے اکتساب فیض کرنے کی تلقین فرمائی، بلکہ بعض خوش قسمت افراد کو خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ العالی سے اکتساب فیض کرنے کی تاکید فرمائی، مولانا انوار المصطفیٰ صاحب نے بتایا کہ نوابشاہ میں نانا جان فقیر عبدالرحمان اور دو فقراء نے ایک ہی خواب ملاحظہ کیا کہ حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ چند اونٹنیاں لے کر درگاہ اللہ آباد شریف تشریف لائے اور فقیر عبدالرحمان صاحب کو فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب! سجن سائیں مدظلہ عالی کو بلائیں بارگاہ نبوی سے فرمان ہوا ہے کہ انہیں پیش کیا جائے، پیغام ملتے ہی حضرت صاحبزادہ محبوب سجن سائیں مدظلہ فوراً حاضر ہوگئے۔ حضور سیدی و مرشدی کے گھر مبارک کے چند افراد اور کچھ دوسرے فقراء بھی اس قافلے کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوگئے جہاں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ کے گلے میں پھولوں کا ہار ڈالا، پھر یکے بعد دیگرے وہاں موجود اولیاء نے ہار ڈالے یہاں تک کہ آپ کی گردن مبارک چہرہ مبارک تک پھولوں میں چھپ گئے اس وقت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اب اس فیض کو چلانے والا اور پھیلانے والا یہی جوان ہوگا"۔

الغرض اس قسم کے کئی واقعات ہیں، مذکورہ بالا صرف نمونہ از خروارے کے طور پر رقم کیے

گئے ہیں، حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں تنہا نہ چھوڑا اور بہترین قائد بلکہ ایک طرح سے پھر آپ اپنی جوانی میں آکر ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض تقسیم فرمارہے ہیں۔ بزرگ بعد از وصال دو دھاری تلوار کی مثل ہوجاتے ہیں، ان کی توجہات فیوض و برکات پہلے سے کئی گنا بڑھ جاتا ہے، یہ آپ کا ہی فیضان ہے کہ جماعت اب دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کو خوب نوازا ہے، اپنے محبوب مرشد کے فیض کو تقسیم کرنے میں دن رات ایک کیے ہوئے ہیں، الحمد للہ یہ فیض پاکستان کے علاوہ اب بیرونی دنیا میں بھی متعارف ہو چکا ہے۔ اسی طرح میرے محبوب مرشد کے فیض کا سورج نصف النہار پر چمکتا دمکتا رہے گا۔

اس بیڑی دا پور ہمیشہ شالا صحیح سلامت دنیا اتے موجاں مانے سکھی روز قیامت

ہر دم رہے ملاح سرے تے رکھے ہر گردابوں پار چڑھاوے پور اساڈا بچئیے سبھ عذابوں

اللہ تعالیٰ اس خونوادے کو اپنے بہترین انعامات و فیوضات سے نوازے۔ "آمین"۔

بقیہ محبت بھری چھاؤں

لوگوں کی دعاؤں کے صدقے میں اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بچوں کو تا زندگی حضرت قبلہ عالم محبوب سجن سائیں مدظلہ کا خادم بنائے رکھے، آپ کے زیر سایہ اور آپ کے قدموں میں زندگی کی شام کردے، ایمان پر خاتمہ ہو اور مرشد مربی کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل ہو۔ اور جو دربار عالیہ پر اللہ کی پیاری نیک خواتین آتی ہیں ان کو بھی اپنے شیخ سے نسبت، ادب و احترام کی توفیق دے۔ "آمین، ثم آمین"

جڏهن مون جائي تہ مارو ثيم سرها

وڏي تيس ويڙهه ۾ ڪير مڪن ڪائي

جڏهن ساماڻي تہ مارو پيم ماري

کرامت ۔ آدم کھنڈ ضلع لسبیلہ کے رئیس اللہ ڈنو کے لڑکے کو ایک شریر جن کا اثر ہوگیا، جب اس پر دورہ پڑتا تھا تو جو قریب آتا اسے مارتا اور گالیاں بکتا تھا۔ یہاں تک کہ چند عالموں کی بھی اس نے پٹائی کردی، جب اس کے رشتے دار اسے میرے پاس لے آئے۔ اور میں نے اس پر دم کیا تو وہ رونے لگا آخر اسے دربار عالیہ پر حضور کی خدمت میں لے گیا، اور وہ آپ کی دعا سے بالکل تندرست ہوگیا۔ (مولانا غلام نبی صاحب کراچی)

مُرشدِ کامل مرید صادق کی نظر میں

تحریر، پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ علامہ مولانا صاحبزادہ
محمد طاہر صاحب بخشی نقشبندی (المعرف محبوب سجن سائیں) دامت برکاتہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ اللہ آباد شریف کنڈیارو

شیخ العرب والعجم خواجہ غریب نواز حضور پیر مٹھار حمتہ اللہ علیہ کی نیکی، تقویٰ، فکر تبلیغ، نیز سورج سے زیادہ روشن اور چاند سے بڑھ کر حسین صورت کا تذکرہ بارہا سنا کہ آپ نے ہزاروں افراد کو (جن میں علماء، فضلا، عقلاء، امراءاور غرباء شامل ہیں) مفتون و مست بنادیا تھا، اور وہ دن رات وجد، کیف و مستی کے عالم میں اللہ اللہ کی صدائیں اور حق پیر مٹھا کے نعرۂ مستانہ بلند کرتے رہتے تھے۔ اس لئے آپ کے باطنی فیضان خواہ چہرۂ تاباں کو الفاظ کے روپ میں ڈھالنا ظاہر ہے کہ اس عاجز کی زبان یا قلم کے بس کی بات نہیں۔ لیکن دیدار یار سے بہرہ ور ہونے والا کوئی فرد بھی شاید ہی آپ کے حسن صورت کی منظر کشی کی ہمت کرے اور چودھویں کے چاند کو الفاظ کے روپ میں ڈھال سکے۔

جس کسی نے آپ کی زیارت کی بے ساختہ برملا یہ اقرار کیا ایسی فرشتہ صفت شخصیت جہاں بھر میں کبھی نہیں دیکھی۔ بقول حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ:

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام اما تو چیزے دیگری

آپ کے وصال کے وقت میری عمر بمشکل پونے دو سال تھی، اس لئے یہ عاجز آپ کے صحبت یافتہ اور لذت دیدار سے آشنا افراد کی زبانی آپ کے حسن صورت کی منظر کشی کی کوشش کرتا ہے۔

سوہنی صورت سیرت تیڈی - مٹھے لب مٹھایاں، کیا ساراہاں
حوراں پریاں ڈیکھ حسن - سب شرم کنوں، شرمایاں دل نہ آیاں
سوہنیاں صفتاں سب تساں وچ - رب رحیم رکھایاں واہ وڈایاں

آپ کا چہرہ انور جس نے بھی دیکھا، بشرطیکہ منافق نہ ہو، اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بزرگوں اور ولیوں کا عقید تمند اور محبت والا ہو۔ یہ اقرار کرنے سے ہرگز نہیں رہ سکتا کہ ایسا نورانی چہرہ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

خوبصورت، صاف، سرخ گلابی رنگ، گول، کشادہ چہرہ، رخسار مبارک گوشت سے پر، پرکشش، دل لبھانے والے بقول حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ

ڏسي صورت تنهنجي ۾ حسن و جمال
آيو نور سج چنڊ جي کي زوال
تنهنجو نوري چهرو ڪمال در ڪمال
پير منا سائين پير منا سائين، پير منا
خلق ۾ حسن جاجي ارباب هئا
ڏسي صورت تنهنجي سي بي تاب ٿيا
توتان ڪيئي قربان مهتاب ٿيا
پير منا سائين پير مناسائين، پير منا
تنهنجي ناز دلڙي آموهي منهنجي
ازل کان ئي آهيان مان گولي تنهنجي
زبان خواه دل ۾ آ ٻولي تنهنجي
پير منا سائين پير منا سائين، پير منا

قد و قامت موزوں و متوازن تھا نہ زیادہ پست قامت تھے، نہ زیادہ طویل، لیکن یہ شاید آپ کی کرامت تھی کہ آپ ہزاروں مستانوں، عاشقوں اور دیوانے مریدوں کے درمیان ہوتے تو بھی ہر ایک مرید آرام و سکون سے آپ کی زیارت سے فیضیاب ہوتا تھا اور یوں بڑے بڑے مجمع میں بھی آپ سب سے بلند نظر آتے تھے اور صدق دل سے دیکھنے والے کا سیاہ دل بھی ذکر الٰہی سے جاری ہوجاتا۔ بقول عاشق صادق حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ

نظر نور سهڻي جي اڪسير آهي
ڪري لوه کي سون، پارس پير آهي
ڪئيل سياه دلين لاءِ تنوير آهي
اسم ذات ۾ ڪنڊڙ تحرير آهي

قبر ۾ حشر ۾ رهي ذڪر جاري
محبوب مدنيءَ جو سهڻل آ غفاري

ناک مبارک نہ زیادہ باریک نہ زیادہ موٹی نہ ہی زیادہ طویل، البتہ اوپر کا حصہ گول اور نچلا حصہ کشادہ اور خوبصورت دل پذیر لگتا تھا۔ کیا ہی خوب فرمایا حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے:

صورت ۾ نہ سندس ڪو ثاني آ - شهه خوبان جهاني آ
دنيا متس ديواني آ - آيو من جو منٺار آهي
مکو پير اسان ڏي حضرت خواجه عبدالغفار آهي

آنکھیں مبارک نسبتاً بڑی (مناسب حد تک) بادامی، سیاہی لیے ہوئے اور شرم و حیاء سے پُر معلوم ہوتی تھیں۔ ساتھ ہی رعب و تاب اتنا کہ کوئی آنکھ بھر کر آپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ نہیں سکتا تھا۔ آنکھوں کی خوبصورتی اور حسن اس قدر پر کشش کہ زیارت کرنے کے بعد جی نہیں چاہتا تھا کہ آنکھیں پھیر کر کچھ اور دیکھے۔ کاجل و سرمہ کے بغیر آنکھوں کی چمک لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیتی۔ بقول حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ:

دونالين ديد سوسٽيا
ڪيئي گهايا ڪيئي ڦٽيا
ابروسين سر ڪٽيا
ڪجل جي ڏار بلي وه واه
سجڻ وه واه منل وه واه

یا جس طرح حمل فقیر علیہ الرحمۃ نے کہا:

منهن مسجد محراب پرون وچ
نين ڏيوي ڏون ٻلدي
سهي ڪيتوسين سجدا تنهن وچ
اصلون روز ازل دي
محبت ڏينهن ميثاق لڳي
هيئون عاشق نا اڄ ڪلهه دي

حمل هر هڪ دم جو ساڏا
قاصد هن پل پل دي

اور ابرو مبارک من پسند و دل پذیر و دہن مبارک درمیانہ گول، لب مبارک یاقوتی سرخ انار کی مانند، نہ زیادہ باریک نہ زیادہ موٹے، نسبتاً حسین و جمیل خاص کر نچلا لب اوپر والے سے زیادہ پر تھا- دندان مبارک از حد صاف اور چمکدار مسکراتے وقت اوپر کے دانت مبارک ظاہر ہوتے تھے اور یوں محسوس ہوتا جیسے موتیوں کی خوبصورت مالا ہو- ملاحظہ کیجیے کس طرح آپ کے ازلی عاشق حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے اپنے اندر کے عشق کا ایک شعلہ الفاظ کے روپ میں ڈھالا-

گل برگ نازڪ پر ناز بدن
ڏسي ڏند ڪري ريس در عدن
لعل لب ياقوت سيمي ذقن
پسي عشاقن ۾ شور بيتابي تي
گهر گهر مبارڪ بادي تي

تقریر کرتے وقت عموماً جب قصص و واقعات سناتے تو خوبصورت انداز میں مسکراتے بھی رہتے تھے- واقعات سناتے وقت سفید و پر فیض ہاتھ مبارک اٹھاتے اور عجیب و دلکش انداز میں ایسی منظر نگاری فرماتے کہ دور بیٹھے ہوئے آدمی الفاظ مبارک نہ سمجھتے ہوئے بھی مفہوم سمجھ کر خوش ہوجاتے تھے- حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے ایک منقبت میں یوں ان اوصاف جمیلہ کا ذکر کیا ہے:

موهيو جڳ کي مٺڙي گفتار آهي
ڪبڪ تور خرامان جا رفتار آهي
دلين کي لٽي تي، ٿئي بيقراري
محبوب مدنيءَ جو سهڻل آ غفاري

ایک اور مقام پر، پر درد انداز میں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ڪلڻ تنهنجو ۽ ڏسڻ تنهنجو گهمڻ ۽ گفتگو سارو تو
غذا روح سندي دل مجروح سندي، ملم نہ اهڙي ہي ڪا يار
پير پيارا اندر جا نارا ساه جا سينگارا سهڻا يار

آپ کی جبیں مبارک سفید، کشادہ، صاف اور چمکدار تھی، سر پر کلاہ مبارک اور اس

کے اوپر سیاہ رنگ کا عمامہ مبارک باندھتے تو چاند کی مانند چمکتا معلوم ہوتا تھا، کلاہ مبارک پر دستار باندھنے کا انداز بھی کچھ اس طرح کا خوبصورت لگتا کہ اسم جلالت ''اللہ'' سے تحریری مناسبت معلوم ہوتی تھی۔ سیاہ عمامہ سے چہرہ مبارک اور بھی نکھرتا، گویا کہ سیاہ بادلوں سے سورج طلوع ہورہا ہو، عاشق صادق حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے کس قدر محبت کے انداز میں ارشاد فرمایا:

چهرو گهوٽ سندو آهي شمس الضحيٰ
نيڻ نرگس لعل لبن موهيو جڳ کي ادا
حسن يار جي هر جاءِ منادي تي
گهر گهر مبارڪ بادي تي

کلاہ مبارک کا سنہری پرکشش رنگ ایسا کہ حقیقی سونے کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا، سورج کی کرنوں اور بجلی کے بلب یا ٹیوب لائیٹ جلتے وقت اس سے شعائیں نکلتی محسوس ہوتی تھیں۔

کلاہ مبارک کے نچلے حصے تقریباً ۴ انچ پر سبز رنگ کا بارڈر ہوتا تھا۔ اس پر جوزری سے جڑا ہوا سیاہ عمامہ خوبصورت انداز میں باندھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ کوئی شہنشاہ ہیرے جواہر اور لعل و یاقوت سے جڑا ہوا تاج پہنے ہوئے ہے۔

کلاہ مبارک کی وجہ سے سر مبارک کا اکثر حصہ تو چھپا ہوا ہوتا تھا، البتہ سر کے آخری حصہ کے سفید بال مبارک گردن مبارک پر لٹکے ہوئے کنگھی کئے ہوئے بہت خوبصورت و دلکش لگتے تھے، گویا کہ نور کی شعائیں اور کرنیں ہوں۔

بال مبارک اس قدر حسین و جمیل ہوتے تھے کہ دیکھتے ہی دل چاہتا کہ ان کو بوسہ دیا جائے، لیکن بے ادبی کے خوف سے چاہتے ہوئے بھی کوئی ایسی جرأت نہیں کرسکتا تھا۔ مبارک بالوں میں ایسی عجیب چمک ہوتی تھی کہ دیکھتے ہی دل موہ جاتا اور روح قربان ہوجاتی تھی۔ جی نہیں چاہتا تھا کہ آپ سے نظر پھیر کر کسی اور کو دیکھا جائے، دل کو اتنا سرور سکون ملتا کہ از خود دل میں اللہ، اللہ ہونے لگتا۔

کیا ہی خوب فرمایا حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے:

زلف جي پيچ ڪيا اسير
ڪيئي شهباز لک شهمير

سوين داناءِ وزير امير
ٿيا مستان بلي وه واه

آپ کی مبارک بھنویں بھی گول باہمی ملی ہوئی اور جڑواں تھیں، آخری عمر میں تو بالکل سفید اور خوبصورت اس قدر گویا کہ نور کی چھوٹی چھوٹی شمعیں جل رہی ہوں۔

سئیں سوھنے محبوب ڈٹھم، کو نھیں تیڈا مٹ ثانی - وے دل جانی
ناوت کو قد قامت ناکو ایجھی پاک پیشانی - وے دل جانی
تیڈی سوہنی صورت توں جند جان کراں قربانی - وے دل جانی

آپ اس قدر حسین خوبصورت اور نورانی صورت تھے اور تھے تو بلاشبہ ایک انسان لیکن یوں محسوس ہوتا گویا ایک نوری فرشتے ہیں اور ہمارے رہبر بن کر ہماری ہدایت کے لئے آسمان سے اتر کر آئے ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی دل کی دھڑکن تیز ہوجاتی۔ روح کو سکون اور قلب کو قرار ملتا۔ دل چاہتا کہ آپ کے مبارک قدموں پر سر رکھ کر ہونٹوں سے بوسے دئے جائیں لیکن پیاسے من کی پیاس پھر بھی ختم نہ ہوتی، اس میں اور اضافہ ہی ہوتا۔ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا:

رخ روشن قمر تابان
کيان قربان جمله جانان
پسي حيران ٿيا خوبان
نزاکت ناز بلي وه واه

آپ کے چلنے کا انداز مور کی رفتار سے مشابہہ خوبصورت۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے اور تیز تیز چلتے تھے، زمین پر زور سے پاؤں مار کر کبھی نہ چلتے۔ گو تیز چلتے تھے مگر زمین پر پاؤں اس قدر آہستگی سے رکھتے کہ قریب کھڑے آدمی کو بھی محسوس نہ ہوتا گویا تیرتے جارہے ہوں:

عجب جیہی ہے ٹور سجن دی - عجب جیہی ہے چالی - عجب نرالی
عجب جیہی جند جوڑ سجن دی - عجب جیہی لب لالی - عجب نرالی
عجب جیہی مکھ موڑ سجن دی - عجب جیہی خوشحالی - عجب نرالی

حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ اس قدر حسین و جمیل خوبصورتی کے جامع محبوب و معشوق تھے کہ آپ کا کوئی ثانی نہ دیکھا نہ سنا۔ ہر ایک انگ وادا، ہر ناز و انداز نت نرالا،

نور و نزاکت کا حامل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب۔ نہ بڑائی نہ تکبر لیکن خودی میں کوئی ہمسر نہیں رکھتے تھے۔ آپ کے جسم اطہر کی جلد مبارک سرخ و سپید، نازک و نفیس، صاف وشفاف شیشے کی مانند یا چشمے کے صاف وشفاف پانی کی طرح کہ دیکھنے والے کی نظر تہہ تک چلی جائے، رگیں صاف نظر آتی تھیں، لعل و یاقوت جیسے جسم مبارک پر باریک پیراہن ایسے لگتا جیسے کوئی فرشتہ بشری لباس پہن کی قلوب کو جلا بخشنے آیا ہے۔ آپ کی سیرت وصورت کے قدردان حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ نے کس قدر پیار و محبت کے انداز میں ارشاد فرمایا ہے:

ڏسي صورت تنهنجي ۾ حسن و جمال
آيو نور سج چنڊ جي کي زوال
تنهنجو نوري چهرو ڪمال در ڪمال
پير مٺا سائين پير مٺا سائين
خلق ۾ حسن جاجي ارباب هٺا
ڏسي صورت تنهنجي بيتاب ٿيا
توتان ڪيئي قربان مهتاب ٿيا
پير مٺا سائين پير مٺا سائين
تنهنجي ناز دلڙي آموهي منهنجي
ازل کان ئي آهيان مان گولي تنهنجي
زبان خواه دل ۾ آ ٻولي تنهنجي
پير مٺا سائين پير مٺا سائين

آپ کے اوصاف کو جمع کر کے ان کی تعریف و توصیف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کی مانند ہے۔ سر مبارک سے لے کر پاؤں کے تلووں تک ایک ایک جزو روشن و تابندہ جیساکہ موجودہ صدی کے محبوب حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا:

ڏيکاريو جڏ سڄڻ چهرو شرمندو شمس ٿيو ميرو
قمر قربان سو پيرو سڄڻ وه واه مٺل وه واه

حضور پیر مٹھا رحمتہ اللہ علیہ کا کلام مبارک اس قدر دل نواز ہوتا تھا کہ سننے والے کانوں کو سکون اور دل کو راحت میسر ہوتی تھی۔ جی چاہتا تھا کہ آپ وعظ فرماتے رہیں اور

ہم بیٹھے سنتے رہیں۔ آواز مبارک نہ تو زیادہ بھاری تھی نہ ہی زیادہ باریک بلکہ مردانہ بارعب، سریلی، دل کش و مسحور کن تھی۔ جو آدمی جس قدر بھی بیٹھ کر آپ کا خطاب سنتا بیزار نہیں ہوتا تھا، اکتاتا نہیں تھا بلکہ اگر دور سے ہی کوئی بڑا یا بچہ شور وغل کرتا تو دل ہی دل میں اس پر غصہ آجاتا تھا۔ ریلوے لائین درگاہ رحمت پور شریف کے قریب ہی سے گذرتی ہے۔ بعض اوقات آپ کے خطاب کے دوران ٹرین گذرتی تو دل جل جاتا تھا کہ ٹرین کو بھی اسی وقت گذرنا تھا۔ اس وقت ہر ایک آدمی کان کے پیچھے اس سمت کے ہاتھ کا حلقہ بنا کر گول دائرہ کی شکل میں ہاتھوں کا رخ آگے اور پیٹھ پیچھے کر کے، گردن آگے کی طرف جھکا کر آپ کا خطاب سنتا تھا، تاکہ ٹرین کی آواز کم سنائی دے اور آپ کا شیریں خطاب صاف صاف صحیح معنیٰ میں سنائی دے۔ اس حقیقت کی ترجمانی حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمتہ نے یوں فرمائی ہے:

تنھنجو گفتگو مکڻ ماکيءَ منو
تنھنجي کلڻ مشڪڻ دلين کي ڪنو
تنھنجي خلق سھڻي آ جڳ کي منو
پير منا سائين پير منا سائين

آپ کے مبارک ہاتھوں کا کیا احوال ذکر کیا جائے جو کہ نہ تو زیادہ چوڑے تھے نہ زیادہ ہلکے بلکہ درمیانہ وخوبصورت تھے۔ مبارک انگلیاں سرخ و سپید اور گوشت سے پر۔ خوبصورت بال مبارک سفید جسم اطہر پر سونے پہ سہاگہ معلوم ہوتے تھے۔ معتقدین و مریدین جب ہاتھ مبارک لیکر آنکھوں سے لگاتے تو آنکھیں تروتازہ روشن و منور ہوجاتی تھیں۔ جب ہونٹ عقیدت و محبت سے پر نور و پر فیض ہاتھ مبارک چومنے کی سعادت حاصل کرتے تو جسم میں ایک عجیب قسم کی لہر دوڑ جاتی۔ غرض یہ کہ انگشت مبارک دل پر پہنچنے سے پہلے ہی بدن مست و مدہوش سا ہوتا۔ اس قدر سرور و سکون اور قلبی قرار حاصل ہوتا کہ دل کی دنیا ہی بدل جاتی، سب دکھ درد و فراق مصائب اور پریشانیاں دور ہوجاتی تھیں، گویا کہ دنیا میں ہی جنت میں پہنچ گئے ہوں۔

نور و فیض سے پر دائیں ہاتھ کی شہادت والی انگلی مبارک آگے بڑھا کر محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ دل پر رکھ کر زبان مبارک سے اللہ، اللہ کے پیارے پیارے بول ادا فرماتے تو دل کی کایا ہی پلٹ جاتی تھی۔ باطن میں ہزاروں وولٹیج کے

بلب جل جاتے، رگ رگ میں سکون، چین اور ایک قسم کا لرزہ طاری ہوجاتا تھا، اندر انقلاب برپا ہوجاتا یا من میں بے کیف خوشبو سی محسوس ہونے لگتی، زنگ آلودہ، سیاہ دل قرار پاتا بقول حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ:

ايگت غواصن جيئن سمنڊ سوجهيائون
پيهي منجهه پاتال جي ماڻڪ ميڙيائون
آڻي ڏنائون هيرا لعل هٿن سين (شاہ)

اے لعل و گوہر موتی و مرجان دل لبھانے والے جن کی زیارت کے لئے بڑے بڑے عقلمند حسین و جمیل، امیر و فقیر، مرد حضرات و خواتین، بچے و بوڑھے بادشاہ اور شہزادے سبھی بیتاب تھے۔ آج وہ بظاہر ہم میں موجود نہیں، لیکن روحانی طور پر آج بھی ہمارے ساتھ ہیں، حق پیر مٹھا کہتے ہی بلکہ دل سے یاد کرتے ہی ہر مصیبت دور ہوجاتی ہے۔ لیکن افسوس

اڄ نه اوطاقن ۾ طالب تنوارين
آديسي اٿي ويا مڙهيون مون مارين
جي جيءَ کي جيارين سي لاهوتي لڏي ويا (شاہ)

اس رواں دواں فانی جہاں سے ظاہری طور پر تو ہر ایک نے چلے ہی جانا ہے۔ لیکن ایسے اللہ کے پیارے برگزیدہ بندوں کے لئے تو زمین و آسمان، چاند سورج اور ستارے سبھی سوگ مناتے اور ماتم کرتے ہیں:

ويا سي وينجهار هيرا لال ونڊين جي
تنين سندا پويان سيهي نه لهن سار
جي ڪتن ڪٽ لوهار تن کي کهڙو قدر سون جو

جتنا لاجواب، بے مثال اور دلپذیر محبوب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظمت والی ذات کے لئے محب اور عاشق بھی ایسا ہی بے نظیر پیدا فرمایا۔ جو سچائی و صداقت کا پیکر، جان و مال فدا کرنے والا، جس نے عشق و محبت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنے محبوب کی محبت میں فنائیت حاصل کرلی۔

اپنے جسم گوشت و پوست، رگ رگ بلکہ ایک ایک بال بلکہ قلب و روح اور جان میں اپنے پیر کامل کی محبت کو اپنایا اور اس محبت کو موت و حیات دنیا و آخرت بلکہ دین

ایمان سمجھا۔ وہ خواجۂ خواجگان، قطب دوران، سیدی و مرشدی حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہٗ ہی تھے۔ جنہوں نے اپنے عشق کا اظہار ان اشعار میں فرمایا:

تنهنجي محبت تنهنجي الفت روح منهنجو جشو جان منهنجو
دين منهنجو ايمان منهنجو پڻ مذهب ملت سهڻا يار
پير پيارا اندر جا ٺارا ساه جا سينگارا آ سهڻا يار
گوشت ۾ تنهنجي پوست ۾ تنهنجي هوش ۾ تنهنجي محبت مون
خوراڪ منهنجي پوشاڪ منهنجي، پڻ موت حياتي سهڻا يار
پير پيارا اندر جا ٺارا

حضرات نقشبندی رحمتہ اللہ علیہم اجمعین کی سب سے پہلی تعلیم پیر کامل کی محبت ہے اور اس محبت میں جس قدر کمال حاصل ہوگا، سالک اسی قدر اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب اور محبت حاصل کرلیتا ہے۔ حضرت خواجہ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ازان روئي كہ چشم تست احول
كہ پير تست مقصود تو اول

یعنی جس مبارک چہرہ (دیکھنے سے) تیری آنکھ ٹیڑی ہے۔ تیرا پہلا مقصود تو تیرا پیر ہے۔ مطلب ہے کہ سب سے پہلے تیری رسائی تیرے پیر تک ہوگی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تیری رسائی ہوسکتی ہے۔

حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے پیر کامل سے ایسا گہرا قلبی تعلق قائم کرلیا تھا اور اپنے پیر کی ذات میں ایسی فنائیت حاصل کرلی تھی کہ اس کی مثال و نظیر ملنا مشکل ہے۔

فنافی الشیخ

سید حاجی عبدالخالق شاہ رحمتہ اللہ علیہ (جنہوں نے اپنی پوری زندگی سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں گذاری تھی، سفر و حضر میں آپ کے خادم خاص ہوتے تھے) روایت کرتے ہیں کہ حضور پیر مٹھا رحمتہ اللہ علیہ کو عاشق آباد شریف (ضلع ملتان پنجاب) میں قیام کے دوران ایک مرتبہ درد شکم کی سخت شکایت ہوگئی، یہاں تک کہ

مسلسل تین دن تک گھر میں نماز ادا کی۔ نماز باجماعت کے لئے باہر مسجد تشریف بھی نہ لاسکے۔ اسی دوران آپ نے اپنے عاشق صادق اور پروانے حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کے نام جلدی پہنچنے کا پیغام بھیجا۔ اطلاع ملتے ہی آپ دین پور شریف (دریائے سندھ کے کنارے ضلع لاڑکانہ) سے روانہ ہو گئے، لیکن دوری مسافت کی وجہ سے جاتے جاتے تین دن لگ گئے اور یہی تین دن حضرت پیر مٹھا قدس سرہ شدت تکلیف کی بنا پر نماز کے لئے باہر تشریف نہ لاسکے۔ جیسے ہی حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ عاشق آباد شریف پہنچے حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کو اطلاع کی گئی۔ آپ نے اسی وقت حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے پاس بلوایا۔ کچھ دیر ملاقات کے بعد جیسے ہی حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ باہر تشریف لائے بعینہ اسی جگہ پر آپ کو شدت سے پیٹ درد کی تکلیف تھی، جہاں پہلے حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کو تکلیف تھی۔ یہاں تک کہ پیر کامل کے یہاں سے ہو کر باہر مسجد شریف آتے وقت آپ سے چلا نہ جاتا تھا۔ دوسری طرف حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کے پیٹ درد کی شکایت کافور ہو چکی تھی اور آپ نماز عصر کے وقت مسجد شریف میں رونق افروز ہوئے اور معمول کے مطابق تر و تازہ دکھائی دے رہے تھے۔ مسجد میں وعظ و نصیحت بھی فرمائی، جبکہ حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ نے تکلیف کی شدت بڑھ جانے کی وجہ سے بمشکل نماز عصر ادا فرمائی۔

اس عظیم واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کو اپنے شیخ حضرت مٹھار رحمتہ اللہ علیہ میں مکمل فنائیت حاصل تھی، جس کی بنا پر آپ کا پیٹ درد حضورت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی طرف منتقل ہوا۔

ایک اور مثالی واقعہ

حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ تبلیغی سفر سے واپسی پر عاشق آباد شریف بذریعہ ایکسپریس ٹرین جا رہے تھے جو کہ چنی گوٹھ پر نہیں ٹھہرتی تھی۔ چند میل آگے ڈیرہ نواب اسٹیشن پر اسٹاپ تھا۔ جیسے ہی ٹرین چنی گوٹھ اسٹیشن پر پہنچی اور اپنے معمول کی اسپیڈ میں رواں دواں تھی کہ آپ چھلانگ لگا کر ٹرین سے اترے اور حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کی سواری کے لئے سائیکل لینے عاشق آباد شریف چلے گئے، تاکہ عاشق آباد شریف تک آپ کو پیدل سفر نہ کرنا پڑے۔ کمال درجہ کی کرامت یہ کہ معمولی چند

خراشوں کے علاوہ آپ کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔ کتنی صداقت و قربانی ہے عقل حیران ہے۔

حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ تبلیغی دورے کے سلسلہ میں رانی پور کے قریب پٹی ماچھی نامی فقیروں کی بستی میں پروگرام کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ حسب ارشاد حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کو بھی سفر میں ساتھ جانا تھا، لیکن درگاہ رحمت پور شریف کے منتظمین خلفاء نے بوجوہ آپ کو جانے سے روک دیا۔ جس بنا پر آپ خود تو رک گئے لیکن اپنی محبت عشق اور والہانہ تعلق کا ثبوت دیتے ہوئے (رانی پور کے) قرب و جوار کے فقیروں کو جن کے پاس آپ تبلیغ کے سلسلے میں جایا کرتے تھے، تاکیدی خط ارسال کیا جس میں یہ تحریر فرمایا کہ خبردار! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری غیر موجودگی کی وجہ سے آپ بھی حضرات محبوب کریم (پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر ہونے میں سستی کا مظاہرہ کریں، ہم اور آپ مرشد کامل کے غلام ہیں، ہمارا آپس میں تعلق بھی ان کی رضا و خوشنودی کی خاطر ہے۔ یہ تعلق تب ہی برقرار رہ سکتا ہے کہ آپ حضرات سچی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے پہلے سے بھی زیادہ تعداد میں پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پٹی ماچھی بستی پہنچیں۔

قاری غلام حسین صاحب نے بتایا کہ آپ نے یہ الفاظ بھی خط میں تحریر فرمائے تھے کہ مکانات کو تالے لگا کر بیوی بچوں سمیت جائیں، یہ تھا ایک عاشق صادق کے گہرے ربط، محبت اور عشق کا اندازہ۔ دوسری طرف آپ کے محبوب و معشوق حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ نے بستی پٹی ماچھی پہنچ کر نماز ظہر ادا کرنے کے بعد حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کو یاد فرمایا۔ جب بتایا گیا کہ آپ نہیں آسکے تو سن کر آپ کے چہرہ انور پر جو کہ ہمیشہ پھول گلاب کی مانند مہکتا تھا سخت ناراضی کے آثار ظاہر ہوئے، بلکہ یہ کہا جائے تو اور بھی مناسب ہوگا کہ چہرہ یاقوت کی طرح سرخ ہوگیا اور ارشاد فرمایا: ''مڑی پٹو'' یعنی سامان اٹھالو ہم واپس جارہے ہیں۔ پھر کچھ لمحات خاموش رہنے کے بعد ارشاد فرمایا: دوسری صورت یہ ہے کہ سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کو جلدی بلالو، چنانچہ حسب ارشاد فوراً آدمی بھیجا گیا اور حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ حاضر خدمت ہوئے۔ اس قسم کے اور بھی کئی واقعات اور مثالیں موجود ہیں، جن میں حضور خواجۂ خواجگان پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کی سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کے ساتھ بے انتہا شفقت، قرب، پیار اور

محبت عیاں ہوتی ہے۔ چنانچہ لانگری مولانا عبدالرحمن رحمتہ اللہ علیہ (دادا لانگری) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارا دل چاہتا ہے زمرد اور سونے کا ایک محل بنوائیں اور اس میں مولوی صاحب (سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ) کو بٹھا کر دیکھتے رہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی سچی محبت والہانہ عشق و محبت جاں نثاری و وفاداری حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کو اس قدر پسند آگئی تھی کہ سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کو اپنی ذات کا ایک حصہ سمجھتے تھے۔ بقول حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ

عاشق سي چئجن جن ني عاشق پاڻ تيو
اهڙي رنگ رچن سي عاشق ئي معشوق ٿيا

حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ طالب تو تھے ہی لیکن اپنے خلوص، قلبی صداقت، سچی لگن خود فراموشی اور تن من دھن یار پر قربان کر کے اپنے مطلوب کے مطلوب بھی بن گئے، جس کے ثبوت کے لئے درج ذیل معتبر شخصیات کی چند روایات ملاحظہ فرماویں:

(۱) سید محمد مٹھل صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سکنہ قاضی احمد) نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضور پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: مولوی صاحب (سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ) نے اپنی محبت کے جال میں ہمیں پھنسالیا ہے۔ یہ طریقت کے شیر ہیں، ان ہی کی وجہ سے ہم سندھ میں رہ رہے ہیں۔ یہ ہمارے وفادار ساتھی ہیں اور ہمارے بعد یہی طریقہ عالیہ کی اشاعت کریں گے۔

(۲) مولوی بخش علی کھوسو صاحب روایت کرتے ہیں کہ حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کے متعلق حضرت پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ نے خلفاء کرام سے فرمایا: اس جوان کی تمہیں کیا قدر، اس کے نعلین میں تمہارے پاؤں نہیں آسکتے (تم ان کے ہمسر نہیں ہوسکتے) میں اور یہ ایک ہی چیز ہیں، اور جس طرح عطر کی ایک شیشی میں سے دوسری خالی شیشی میں عطر ڈال دیا جائے تو دونوں میں ایک ہی قسم کا عطر ہوگا، کسی قسم کا فرق نہیں رہے گا، اسی طرح میرے اور مولوی صاحب (سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ) کے درمیان بھی کوئی فرق نہ سمجھو۔ بعض آدمی یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک خلیفہ ہیں، ان

سے دوسروں کو کیسے ذکر دلائیں- پیر صاحب ہی سے ذکر دلائیں گے- چنیے دشمن (غصہ کے وقت آپ یہ کلمہ استعمال فرماتے تھے) تو کیا سمجھتا ہے یہ کوئی بھوسے کی آگ ہے کہ جلدی جل کر راکھ ہوجائے گی- یہاں شیر بند ھے ہوئے ہیں، یہ کام دن بدن آگے ہی بڑھتا جائے گا- بعد میں آپ نے حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار پڑھے:

من تو شدم تو من شدی - من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں - من دیگرم تو دیگری

(میں تو ہوگیا اور تو میں ہوگیا- میں جسم ہوگیا اور تو جان بن گیا- یہاں تک (ایک ہوگئے) کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میں اور ہوں اور تو کچھ اور ہے (بلکہ ایک ہی ہیں)

حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے صحبت یافتہ کئی ایک بزرگ فقراء سے روایت ہے کہ حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کے متعلق حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کل بروز قیامت میرا پیر مجھ سے پوچھے گا کہ تو نے سندھ میں جاکر کونسا کام کیا تو میں عرض کروں گا حضور میرا شکار (میری محنت کا پھل) یہ مولوی صاحب (سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ) ہی ہیں- ایمان کا کمال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے ہی ممکن ہے، جو شخص مومن ہونے کا مدعی ہے، لیکن عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کمی رہے، تو یہ اس کے ایمان ناقص ہونے کی علامت ہے- چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یؤمن احدکم ...... الحدیث تم میں سے کوئی اس وقت تک ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنی جان، اپنے باپ، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہیں رکھتا- (صحیح بخاری و مسلم)

عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پرکھنے کے لئے اگر کوئی کسوٹی ہے تو وہ عشق صحابہ رضی اللہ عنھم کی صورت میں موجود ہے- صحابہ کے سربراہ اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند صدیق صفت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے ساتھ والہانہ عشق، قلبی گہرا تعلق دیوانگی کی حد تک حاصل تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آپ کے سامنے پکارا جاتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے، جسم پر کپکپی طاری ہوجاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بغیر وضو زبان پر لانا پسند نہیں فرماتے تھے-

آپ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت، جذب و جنون، شوق و مستی کی کیفیت کا مشاہدہ صحبت یافتہ پرانے فقراء نے سالانہ عرس مبارک کے موقع پر کیا ہوگا، جب آپ اپنے شیریں پر درد پر سوز و گداز آواز میں درج ذیل اشعار پڑھتے تھے اور امت مسلمہ کی حالت زار، دین سے دوری کی فریاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر کے خصوصی توجہ و نظر التفات کے لئے التجا کرتے تھے:

اے خاصۂ خاصانِ رُسل اب وقت دعا ہے
امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
فریاد ہے اے کشتی امت کے نگہبان
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے
اے چشمۂ زمت بابی انت وامی
دنیاپر تیرا لطف سدا عام رہا ہے

مذکورہ پردرد اشعار پڑھ کر خود بھی آنسو بہاتے اور محفل میں موجود ہزاروں سامعین و حاضرین کو بھی زاروقطار رلاتے تھے اور بے خودی کے عالم میں یہ نعرہ مستانہ بلند فرماتے تھے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہماری جان، ہماری دولت آپ پر قربان، ہماری اولادیں، ہمارا وطن، مال و ملکیت ہزار بار لاکھ بار قربان، قربان، قربان۔ اس وقت یوں محسوس ہوتا تھا کہ عملاً آپ یہ سب کچھ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر چکے ہیں اور یہ عہد و پیمان موجود سامعین و حاضرین محفل سے لے رہے ہیں۔ آپ فرماتے تھے ایک جان کیا لاکھ جانیں قربان یہ جان کیا چیز ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خدمت دین کے مقابلہ میں کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ ان پر وجد پر کیف لمحات میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس رونق افروز ہو چکے ہیں اور آپ اپنی مبارک آنکھوں سے زیارت کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ بعض اوقات ایسے لمحات میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کرتے ہوئے کرسی مبارک سے اٹھ کر کھڑے ہوجاتے تھے۔

حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ جن ایام میں بوجہ عذر و مجبوری کرسی پر بیٹھتے تھے

اگر کوئی سادات اہل بیت آپ سے ملنے کے لیے آتا تو کمال محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ان کے لئے بھی کرسی منگواتے تھے اور بوقت نماز خصوصی طور پر جائے نماز بچھانے کا امر فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا معیار اور کسوٹی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے۔ لہذا عشق رسول کے مدعی کو اتباع سنت رسول کی کسوٹی پر پرکھو اگر وہ سنت پر ثابت و قائم ہے تو وہ پکا عاشق رسول اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔

حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ نے اپنی مکمل زندگی کو شریعت و سنت کے تابع بنا رکھا تھا اور اپنے مریدین و معتقدین کو بھی شب و روز سنت و شریعت کی اتباع کے لئے تاکید فرماتے تھے، آپ فرماتے تھے اگر کوئی ہمارا خلیفہ یا مرید شریعت و سنت کے خلاف کام کرے تو ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں، بالخصوص ڈاڑھی مبارک، مسواک اور دستار مبارک جو کہ سندھ بھر میں متروک العمل ہو چکے تھے ان کا رواج ہی ختم ہوتا جارہا تھا کہ آپ نے از سر نو ان کی ترویج کا اہتمام کیا۔ اس قدر کہ مذکورہ سنتیں آپ کے معتقدین اور مریدین کی علامات سمجھی جانے لگیں۔

حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کی ذات باری تعالیٰ سے شدید محبت اور کامل ایمان اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق اطاعت اور سنت و شریعت سے پیار کامل پیر سے سچی محبت اور کامل فنائیت کی جھلکیاں آپ کے پیارے و نیارے خوبصورت اشعار میں ملتی ہیں۔

جنت کی ہوا

★ حضرت سوہنا سائیں دربار طاہر آباد شریف میں تقریر فرمارہے تھے صبح بعد نماز فجر آپ نے دوران تقریر فرمایا یہ ہوا جو لگ رہی ہے یہ جنت عدن کی لگ رہی ہے۔ اس عاجز کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جنت عدن یہاں کدھر ہے ایک دم اتنا خیال آتے ہی میری نظر آسمان پر پڑی بالکل جاگتے ہوئے میں دیکھ رہا تھا کہ سفید محل کا کنارہ ہے یہ عاجز سمجھا کہ خواب تو نہیں آیا اپنے ہاتھوں سے آنکھوں کو مسلا تو یقین آگیا کہ جاگ رہا ہوں۔ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے کہ یہ ہوا جنت عدن کی لگ رہی ہے اس عاجز نے آہستہ سے کہا سائیں میں نے بلکل دیکھی ہے صحیح ہے۔ (علی محمد سعید۔ علی آباد)

دیدہ ور مُصلح اعظم

مولوی غلام رسول نقشبندی مجددی طاہری ۔ ایم۔اے ، ایم۔او۔ایل (عربی) لاہور

عرصہ سے قلبی آرزو تھی کہ اپنے محسن و مُربی پیرو مرشد قطب الارشاد الحاج حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ سے اپنی وابستگی اور ان کے فیضان نظر اور لطف و کرم کا تحریری طور پر اظہار تشکر کروں مگر تاہنوز ایسا نہ ہو سکا۔ اب جب کہ مؤقر جریدہ "الطاہر" نے حضرت صاحب کے بارے میں خصوصی اشاعت کا اعلان کیا تو چونکہ پہلے ہی میرے دل میں یہ خواہش و آرزو چنگاری کی طرح سلگ رہی تھی جو اس اعلان کے ساتھ ہی شُعلۂ جوالہ بن گئی لہٰذا اسے تائید ایزدی سمجھتے ہوئے ۱۶۔اپریل ۱۹۸۳ء کو حضرت صاحب کی بیعت کے بعد آپ کے روحانی تصرف سے جو تاثرات اور فیوض و برکات میرے دل و دماغ پر مرتسم و منقش ہوئے انہیں صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کا عزم صمیم کر لیا۔

میں اس حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عالم ہوں نہ ادیب نہ مؤرخ اور نہ صاحب قلم کہ اس دیدہ ور مصلح اعظم کے متعلق اظہار بیان کر سکوں، یہ ایک حقیقت ہے کہ اہل فضل و کمال کو ارباب کمال ہی کماحقہ پہچان سکتے ہیں لہٰذا ان پر کوئی صاحب کمال ہی خامہ فرسائی کر سکتا ہے مجھ جیسے بے بضاعت کی کہاں طاقت۔ یہ جو بھی میرے تاثرات منتشرہ ناظرین والا تبار ملاحظہ کریں گے یہ سب انہی کی نگاہ کرم کا نتیجہ و ثمرہ ہے ورنہ

من آنم کہ من دانم

میں تو بحر عصیاں و طغیان میں مستغرق، مذبذب العقیدہ، باطل العمل، ذلالت و ضلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا ہوا ایک گم گشتہ راہ انسان تھا۔ پیروں فقیروں کا شدید ترین مخالف اور تصوف کو عجمی سازش اور افیون سمجھتا تھا۔ آپ نے دستگیری فرمائی قعر مذلت و معضلت سے نکال کر شاہراہ ایمان و ایقان اور جادۂ مستقیم پر گامزن فرما دیا۔

مجھے دل کی گہرائیوں سے یہ احساس ندامت و تاسف بھی ہے کہ اپنی خواہش و تمنا کے باوجود حضرت صاحب کے بارے میں اپنے تاثرات و جذبات و محسوسات اور کیفیات کو معنوی لحاظ سے اتنا

معیاری اور مربوط و مبسوط نہ بنا سکا جتنا کہ میں چاہتا تھا۔ اس کی وجہ میری عملی بے مائیگی اور معلومات کی عدم فراہمی اور بہت ہی کم مدت آپ کی صحبت و غلامی ہے۔

میں تو اس وقت چراغ دل جلانے کے لیے چراغ عالم کے در اقدس پر حاضر ہوا جب کہ وہ آفتاب ولایت خود چراغ سحر تھا۔ میں حضرت انوار المصطفیٰ صاحب کے ذریعہ آپ سے متعارف ہوا تھا جن کو آپ نے لاہور (پنجاب) میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔ موصوف ہی کی دعوت پر حضرت صاحب سے ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور اپریل ۱۹۸۳ء میں سالانہ اجتماع کے موقع پر درگاہ اللہ آباد شریف حاضر ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۲ اپریل ۱۹۸۳ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر حضرت صاحب کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔ اور دسمبر ۱۹۸۳ء کے پہلے عشرہ میں آپ کا وصال مبارک ہو گیا۔ بیعت کے بعد چند بار ستائیسویں کے اجتماعات میں حاضری کا موقع نصیب ہوا۔ تاہم میں تحدیث نعمت کے طور پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس قلیل عرصہ میں بھی جو کچھ آپ نے نگاہ لطف و کرم سے روحانی فیوض و برکات کی نوازشات فرمائیں وہ میرے لیے ابدی سرمایۂ حیات ہے جو تازیست مایۂ افتخار اور پس مرگ وسیلۂ نجات ہے۔

ے

جب تک بکانہ تھا کوئی پوچھتا نہ تھا　　تم نے مجھے خرید کر انمول کر دیا
فخر اپنی نیاز مندی پر　　ناز ان کی نوازشوں پر ہے
ممنون التفات نگاہ جمال ہوں　　مجھ کو نظر اٹھانے کے قابل بنا دیا

حضرت صاحب کی بیعت سے جو تعلق خاطر پیدا ہوا وہ بڑھتا ہی چلا گیا اور پھر آپ کی شخصیت میں جس عنصر کی موجودگی نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ ان کا بے پناہ خلوص تھا، اپنے مالک حقیقی سے خلوص، اس کے بندوں سے خلوص اور اپنے رفقائے زندگی اور یاران طریقت سے خلوص، مریدین اور غیر مریدین سب سے خلوص اور بے لوث خدمت دین۔ دوسری چیز جس نے مجھے آپ کی شخصیت کے اور زیادہ قریب کیا اور میرے دل کی گہرائیوں میں ان کی عقیدت و محبت کا سمندر موجزن کر دیا وہ ان کا فرقہ واریت سے اجتناب اور زندگی بھر کا غیر متعصبانہ کردار ہے۔ تیسری چیز جس نے مجھے حضرت صاحب کا گرویدہ کر دیا وہ تھا آپ کا خلق عظیم۔ چنانچہ آپ کی شخصیت وہ مبارک شخصیت تھی جس کی قوت قدسی نے ایک انجانی قوت کی طرح مجھے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔

ناظرین پر واضح و لائح ہو کہ آپ کے سانحۂ ارتحال کے بعد جو ناقابل تلافی خلا پیدا ہونے کا خدشہ تھا الحمد للہ آپ کے فرزند ارجمند خلف الرشید، پیکر رشد و ہدایت، شہنشاہ ولایت امام

العارفین، زبدۃ السالکین، قدوۃ الاولیاء قطب الارشاد حضرت العلام الحاج خواجۂ خواجگان محمد طاہر المعروف محبن سائیں صاحب دامت برکاتھم العالیہ نے پر کردیا۔ حضرت محبن سائیں مدظلہ العالی ان اولیائے اُمت و زعمائے اسلام میں سے ہیں جو آج بھی قوم کی ہمہ گیر تعلیم و تربیت کررہے ہیں۔ آپ ہمہ صفت موصوف متبحر عالم دین، وحید العصر مجددالعصر اور عظیم المرتبت مصلح اور قطب الارشاد ہیں۔ آپ روحانی اعتبار سے ایک جامع شخصیت ہیں آپ نے اپنی ساری توانائیاں دین اسلام کی تبلیغ، اصلاح اُمت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ بخشیہ کے فروغ و اشاعت کے لیے وقف کی ہوئی ہیں۔ آپ جامع شریعت و طریقت اور راز دان معرفت الٰہیہ ہیں اور شب و روز دینی مشاغل، ذکروفکر، یاد خدا اور خدمت خلق میں منہمک رہتے ہیں۔

بجز ذکر خدا کارے ندارد ہمیشہ در عبادت شاغل

زذاتش فیض دائم ہست جاری مراد دو جہاں بخشدبہ سائل

اس مادیت گزیدہ دور میں ملت اسلامیہ بالخصوص نوجوانان اُمت بیضاء کی ذہنی و روحانی تربیت، ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا جو بے پایاں جذبہ انہیں ہمہ وقت بے قرار و بے چین اور مضطرب رکھتا ہے وہ اسلام کے خادموں کے لیے مایۂ ناز بھی ہے اور حوصلہ افزاء بھی۔ ایسی ہی ہستیاں ملت کے شاندار مستقبل کی ضامن ہوتی ہیں وہ ہمہ وقت، ہمہ تن خود بہ نفس نفیس بھی روحانی تبلیغ، تصفیۂ قلوب اور تذکیۂ نفوس کے امور سرانجام دے رہے ہیں اور اپنے خلفاء اور علمائے سلسلہ سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں کہ وہ اصلاح اُمت اور احیاءِ شریعت کے لیے بے لوث، نحریص دنیوی سے بالاتر ہوکر مصروف عمل رہیں۔ گویا کہ حضرت محبوب محبن سائیں مدظلہ العالی ایک فعال شخصیت کا نام ہے خود بھی متحرک ہیں اور دوسروں کو بھی متحرک رکھتے ہیں۔ حقیقتاً وہ علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر ہیں۔ آپ کا مشن ہی احیائے سُنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، اتباع رسولؐ، عشق رسولؐ اور تعمیر ملت اسلامیہ ہے گویا کہ

وہ جام عرفان ہیں ہمہ وقت پیمانہ گردش میں رہتا ہے

میری دعا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے ظِل عاطفت کو تادیر سلامت رکھے، ان کے حوصلوں کو بلندی، ان کے عزم کو پختگی اور ان کے نیک ارادوں کو لازوال کامیابیوں سے سرفراز فرماتا رہے۔

حضرت العلام سیدی و مرشدی محبوب محبن سائیں صاحب مدظلہ العالی ہمارے ممدوح دیدہ ور مصلح اعظم قطب الارشاد حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے حقیقی جانشیں اور عظیم المرتبت خلف الرشید ہیں اور لاریب پندرھویں صدی ہجری کے مجدد و مصلح ہیں آپ اپنی روحانی قوت قدسیہ و

تصرف سے تصفیہ و تطہیر قلوب اور تزکیۂ نفوس کے انمٹ نقوش جریدۂ عالم کے صفحات پر ثبت فرمائیں گے مگر افسوس ان روحانی مناظر کو دیکھنے کے لیے ہم نہ ہوں گے۔

چراغ زندگی ہوگا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے

"الطاہر" نے جس عظیم الشان فریضہ کو ادا کرنے کی سعئ جمیلہ کی ہے وہ قابل صد تحسین ہے اور وقت کی اہم ضرورت بھی تاکہ حضرت صاحب کے بارے میں منتشر مواد کو یکجا کیا جاسکے اور سینوں میں چھپے بھیدوں کو بنی نوع انسان کی عبرت و اصلاح کے لیے آشکارا کیا جائے عوام الناس بھی صحیح معنوں میں حضرت صاحب کی حیات طیبہ کے رازہائے سربستہ سے واقف و متعارف ہو سکیں اور خواص بھی ان گوہر نایاب کو حرز جان بنا سکیں۔ مزید برآں اس طرح آپ کی سیرت کے کئی نئے ابواب مرتب ہوں گے گویا کہ یہ آپ کی سوانح حیات کا بہترین تذکرہ تیار ہو جائے گا جو کہ ابھی تشنۂ تکمیل ہے۔

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ تذکرہ نگاری ہمارے درخشاں ماضی کا ایک قیمتی باب ہے۔ خلفاء، سلاطین، فاتحین، محدثین، مفسرین، فقراء، اولیاء، علماء، ادباء، اطباء و حکماء الغرض ہر عہد کے تذکرہ نگاروں نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ملت کے قابل قدر افراد کے علمی اور عملی، تحقیقی اور تخلیقی کارناموں کو اپنے اسفار جلیلہ میں بڑی امانت اور سلیقہ سے محفوظ کر لیا ہے تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے زریں کارہائے نمایاں کو یاد بھی رکھیں اور اپنے مضمحل قویٰ اور افسردہ ذہنی صلاحیتوں کو ان سے تازہ خون مہیا کر کے زندگی سے بہرہ ور کرتی رہیں۔ اور وہ رزمگاہ حیات میں اپنا ملی فریضہ حسن و خوبی سے انجام دے سکیں۔ ان تذکروں میں اولیائے کرام کے تذکروں کی شان ہی نرالی ہے ان کا مطالعہ شیخ کامل کی صحبت کا نعم البدل ثابت ہوتا ہے۔ محبت الٰہی کے خشک سوتے از سر نو ابلنے لگتے ہیں۔ غافل دلوں میں یاد الٰہی کی شمع روشن ہو جاتی ہے۔ ان بندگان خدا کے حالات کے مطالعہ کی برکت سے نفس امارہ کی سرکشی پر قابو پانے کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے۔ عبادت و اطاعت کی منزل کا سست گام مسافر برق رفتار بن جاتا ہے۔ ان مسیحا نفس حضرات کی تاباں سیرت کے مطالعہ سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔

ہمارے اکابر کو ان پاک نہاد حضرات کے تذکار کی ان برکات کا پوری طرح احساس تھا اس لیے انہوں نے تصوف کے مختلف طریقوں کے ہزارہا مشائخ کے حالات کمالات خصوصاً ان کی تعلیمات کو بڑی جانفشانی سے جمع کیا، پوری علمی دیانت کے ساتھ بڑے دل آویز پیرایہ میں ان کو

صفحۂ قرطاس پر ثبت کردیا تاکہ ان کے حیات بخش فیضان سے ملت کے افکار و نظریات بیرونی زہریلے اثرات سے محفوظ رہیں اور گلشن اسلام سدا پُر بہار رہے۔

کچھ عرصہ سے ملت کے دوسرے علمی شعبوں کی طرح یہ شعبہ بھی زوال پذیر و انحطاط کی زد سے نہ بچ سکا جو تذکرے لکھے گئے ان میں چند مستثنیات کے علاوہ کمالات و کرامات پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ کرامات کے بیان کرنے میں بھی احتیاط کے تقاضوں کو اور روایت کی شرائط کو عام طور پر نظرانداز کیا جانے لگا۔ ہر وہ حکایت جس میں تعجب انگیزی کا پہلو زیادہ ہوتا اتنا ہی اس کو اچھالا جاتا حتیٰ کہ بے سند روایات اور غیر معتبر کرامات کی دھند میں فلک معرفت کے تابندہ ستارے چھپ گئے ان سے رشد و ہدایت کا مقصد فوت ہوگیا۔ اس سے دہرا نقصان ہوا جو لوگ پہلے ہی صوفیاء سے بدگمان تھے اور تصوف کو افیون اور عجمی سازش سمجھتے تھے انہیں مزید اس چشمۂ ہدایت سے دور بھاگنے اور نفرت کرنے کے بہانے مل گئے اور جو لوگ صوفیاء اور اولیاء سے عقیدت رکھتے تھے وہ ان کمالات سے تو آگاہ ہوئے لیکن ان کی روح آفریں اور ایمان افروز تعلیمات کے فیض سے محروم رہے۔ یہ محرومی کوئی معمولی محرومی نہ تھی اس کے باعث شیر روباہ مزاج اور شاہین زاغ صفت بن گئے۔

یہ حقیقت ہے کہ چار دانگ عالم میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پاک نہاد اور پاکباز بندوں کو مرحمت فرمائی جنہوں نے زندگی کی ساری دلچسپیوں سے منہ موڑ کر اور دنیا کی جملہ عشوہ طرازیوں سے دامن دل چھوڑ کر اپنی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ اپنے خالق کریم کی محبت اور اس کے محبوب کریم رؤف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں بسر کیا۔

دنیا بھر میں جہاں کہیں کفر و شرک کے مستحکم قلعے تھے یہ درویش دور دراز کی مسافتیں طے کر کے وہاں پہنچے اور لا الٰہ الا اللہ کی ضرب خیبر باطل شکن سے ان کو منہدم کیا وہاں توحید کا چراغ روشن کیا جسے پھر کوئی آندھی نہ بجھا سکی وہاں اسلام کا پرچم اس شان سے لہرایا کہ کوئی طوفان کوئی خونی انقلاب اسے سرنگوں نہ کرسکا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو آفتاب سے بھی تابندہ ہے کوئی دل کا اندھا ہی اس کا انکار کرسکتا ہے۔

دیدہ ور مصلح اعظمؒ کی جامع شخصیت

انسانی تاریخ کے بام سے بعض ایسی شخصیتیں بھی جلوہ فرما ہوئی ہیں جن کی جلوہ سامانیوں سے نگاہیں خیرہ ہو ہو کر رہ گئی ہیں اور جن کی ذہانت اور لیاقت کے آفتاب نے یوں عالم آرائی کی ہے،

یوں بزم گہ ہستی میں اُجالا کیا ہے، یوں تعصب و عناد، تنگ ظرفی و نفرت کی ظلمتوں کو کافور کیا ہے کہ جز شب پَرہ ہر متنفس اور ہر ذی شعور نے ان سے کسب ضیاء کیا ہے۔

ہمارے ممدوح حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کی ذات والا صفات بھی اسی قسم کی ایک شخصیت تھے۔ اس دل انگیز اور سحر انگیز شخصیت کے کمالات نے آج انسانیت سے برابر تحسین و تعریف اور مدح گستری کا خراج وصول کیا ہے۔ عصر رواں میں حضرت صاحب کی ذات گرامی ایک ایسی جامع الصفات شخصیت ہے جو اس قدر جامع، اتنی مُتنوع اس قدر قوی اور اس درجہ محبت آگیں ہو جس میں طوفان کی دھمک اور زلزلہ کی حرکت ہو، جس میں اسرافیل کی پکار اور آسمان کا عُلو ہو۔

حضرت صاحب نے دیانت، بصیرت، فراست و لیاقت، زہد و اتقاء، تصفیۂ قلوب و تزکیۂ نفوس اور روحانی تصرفات اور تبلیغ و اصلاح کے ایسے درخشاں ابواب رقم کیے ہیں کہ تصوّف و روحانیت کی تاریخ کی کتاب تا صبح محشر معزز اور گراں مایہ ہو گئی ہے۔

قطب الارشاد حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ ان نابغۂ روز گار ہستیوں میں سے ہیں جو خال خال دنیا میں پیدا ہوتی ہیں، یوں تو سائنس، ریاضی، تاریخ، ادب، طب، فلسفہ اور روحانیت میں بڑے بڑے نامور لوگ ہو گزرے ہیں اور اب بھی کرہ ارض بحر علوم و فنون کے شناوروں سے خالی نہیں ہے لیکن حضرت صاحب کو جو انفرادیت اُمت مسلمہ میں عطا کی گئی ہے اس کی مثال عصر رواں میں ملنا مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جن شخصیات کو منفرد خصوصیات سے سرفراز کیا ہے ان میں حضرت صاحب کی شخصیت گوناگوں صلاحیتوں سے متصف اور منفرد نوازشات کا پیکر جمیل نظر آتی ہے۔ حضرت صاحب کا نام سنتے ہی وجد آفریں روحانی وعظ کی سحر بیانی اور ولولہ انگیز خطابت تصوّف و روحانیت کے نقوش اجاگر ہو جاتے ہیں۔ اور تبلیغ دین کے لحاظ سے مکۂ معظمہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ میں نے گزشتہ نصف صدی میں روحانی تبلیغ میں آپ سے بڑھکر شعلہ بیان، قادر الکلام، ایمان افروز اور روح پرور وعظ کرنے والی ہستی و شخصیت نہیں دیکھی جس نے مجھے متاثر کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحب کو مقناطیسی جذب و کشش سے خوب نوازا تھا۔ آپ کی مجلس آرائی بھی منفرد و مثالی تھی۔ مختلف مکاتب فکر اور مسالک کے لوگ مختلف الوان و اقوام، مختلف اللسان اور مختلف اطراف و اکناف کے باشندے آپ کے گرد اس طرح جمع ہوتے اور کشاں کشاں

دیوانہ وار آتے جیسے شمع کے گرد پروانے۔ آپ کی مجلس و محفل چند ذاتی احباب اور فقراء و خدام تک محدود نہ ہوتی بلکہ واقف و ناواقف، موافق و مخالف ہر طرح کے لوگ پورے ذوق و شوق اور عقیدت و محبت بھرے جذبات کے ساتھ شریک محفل ہوتے تھے۔ حضرت صاحب کی ذات اقدس ایک انجمن تھی، رنگا رنگ پھولوں سے مزین ایک گلشن تھا۔ آپ خوش مزاج، خوش گلو، خوش اطوار، خوش عادات و اخلاق اور جمال و جلال کا حسین امتزاج تھے، مجلس آرائی اور احباب سے بے تکلفی، خوردوں پر شفقت آپ کی زندگی کا لازمہ تھا۔ آپ کے صبح و شام ایک جلسہ گاہ ہوتے۔ آپ کے لیے گھر کی نشست اور مسجد کی صف یکساں حیثیت رکھتی تھی۔ تبلیغ و اصلاح کی بات ہر جگہ کہتے اور بے خوف و خطر ہو کر کہتے تھے۔ گفتگو اور لب و لہجہ میں ایسی شیرینی کہ چھوٹے بڑے حتیٰ کہ معاصر بزرگ بھی آپ کی جانب ہمہ تن گوش رہتے تھے۔

آپ کی مقناطیسی جذب و کشش یا آپ کی ذات کے ساتھ لوگوں کو عقیدت و محبت اور والہانہ وابستگی کا اندازہ ان بڑی بڑی شخصیات سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ کے شریک محفل ہوتے تھے۔ اور ان کا آپ سے گہرا تعلق خاطر تھا۔

بہر حال آپ کی شخصیت ایک متحرک اور فعّال شخصیت تھی، اُمّت کی بھلائی اور ملت اسلامیہ کی سربلندی و ترقی کے امور سے کبھی غافل نہ ہوتے تھے۔ حضرت صاحب کی کتاب زندگی کے بے شمار ابواب ہیں ہر باب سبق آموز اور حیات آفریں ہے۔

بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ اگر انسان ان کے کمالات و صفات کو ضبط تحریر میں لائے تو پڑھنے والا انہیں نہ صرف اچھی طرح سے سمجھ سکتا ہے بلکہ ان افکار سے خاطر خواہ استفادہ بھی کر سکتا ہے اس کے بر عکس بعض کے کمالات اور ان کی صفات اس قدر محیر العقول ہوتے ہیں کہ اول تو انہیں ضبط تحریر میں لانا ہی مشکل ہوتا ہے اور اگر لکھا بھی جائے تو تحریر سے اس بات کا صحیح مفہوم ادا کرنا جو کہنے کے وقت در پیش تھا، مشکل ہوتا ہے اس طرح اکثر اوقات ایسی عظیم ہستیوں کے کمالات اور ان کی صفات کا تذکرہ تشنہ رہ جاتا ہے۔

حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ بھی ان مؤخر الذکر ہستیوں میں سے تھے کہ اول تو ان کے افکار و فیوض و برکات کو احاطۂ تحریر میں لانا ہی مشکل ہے اور اگر کسی نے اس امر کی کوشش بھی کی ہے تو وہ تحریریں اپنا صحیح مفہوم ادا نہ کر سکیں جیسا کہ ہمارے ممدوح حضرت صاحب کے روحانی کمالات اور فیوض و برکات کا تقاضا تھا۔

بلاشبہ حضرت صاحب جیسی نابغۂ روزگار دیدہ ور ہستیاں عرصۂ دراز کے بعد ہی مَنصّۂ شُہود پر

جلوہ گر ہوتی ہیں بقول علامہ اقبال ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پر روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خالق کی ہر تخلیق میں کوئی نہ کوئی مصلحت کارفرما ہوتی ہے۔ انسانی وجود ہو یا حیوانی ڈھانچہ ، ، نگارخانۂ فطرت کے یہ حسین شاہکار کائنات کے لیل و نہار میں آرائش کیے ہوئے ہیں۔ ایک اگر نسیم سحری اور باد سموم کے درمیان پنکھ پھیلاکر اپنی زندگی کا مظاہرہ کرتا ہے تو دوسرا فکر معاش ، عشق بتاں اور غم روزگار کے تار عنکبوت میں الجھا ہوا ہے یہی اس کی زندگی ہے۔ موت دونوں کی منزل ہے۔ کچھ فاصلے پر چل کر دونوں دم توڑ دیں گے۔ زندگی دونوں سے وفا نہیں کرتی لیکن حواس خمسہ کی سرحدوں سے آگے دونوں کی ذمے داریاں تقسیم ہو جاتی ہیں۔

اگر انسان کا ضمیر زندہ ہے اور اس کا آئینۂ فطرت ٹوٹ نہیں گیا تو مہد سے لحد تک کی تمام ذمے داریوں کی تصویر صاف دکھائی دے گی۔ اسے اپنے راستے کے پھول اور کانٹوں میں کوئی الجھاؤ نظر نہیں آئے گا۔ وہ مستقبل پر اپنے کف پا موجود پائے گا۔ ہمارے ممدوح حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ ایسی ہی زندہ جاوید ہستیوں میں شمار ہوتے ہیں وہ آرائش کائنات میں ایسے چراغ کی طرح روشن رہے جس کی لو میں آسمان کے ستاروں نے اپنی راہیں تلاش کیں اور گم کردہ راہ انسانوں نے انہیں راہ انسانیت کا سنگ میل جانا۔

زندگی اور موت کے درمیان جب تک کشمکش جاری ہے۔ نظام کائنات جب تک متحرک ہے زمین و آسماں کے درمیان جب تک بہار و خزاں کی آمد و رفت جاری و ساری ہے۔ حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ زندہ ہیں اور تا ابد زندہ رہیں گے۔

خدائے بزرگ و برتر، علیم الصدور کے سوا اس راز سے کون آشنا تھا کہ باب الاسلام سندھ کی جو عظیم ماں اپنی کوکھ سے جس بچے کو جنم دے رہی ہے۔ وہ خون اور گوشت کا لوتھڑا نہیں بلکہ مستقبل میں کائنات انسانی کی پیشانی کا ایک جھومر ہے وہ ایسا آفتاب ولایت اور مہتاب روحانیت ہو گا جس کی روشنی سے عالم بُقعۂ نُور بن جائیگا اور روحانیت و تصوف کی دنیا کا عصر رواں میں بلاشرکت غیرے دیدہ ور مصلح اعظم، مُذکیٔ دوراں اور قیوم زمان ہوگا جو تصوف و سلوک و تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ قلوب کی جنس گراں کا بار اٹھائے زندگی کے بازاروں میں نصف صدی تک بنی نوع انسان کو ہر موڑ پر بلاتا رہے گا۔

اگر وہ پہاڑوں کو بلاتے تو شاید وہ خاک راہ بن کر ان کے دامن سے لپٹ جاتے اگر ستاروں کو

آواز دیتے تو وہ اپنی قندیلیں زمین کے حوالے کر دیتے مگر انہوں نے ان دروازوں پر دستک دی جن کے دل خون سے تہی، آنکھیں بینائی سے محروم اور کان صدائے حق سے نا آشنا تھے۔ چنانچہ قمار خانوں کی دیواروں پر کھڑے ہو کر اس دیدہ ور مصلح اعظمؒ نے حجازی لے میں وہ گیت چھیڑا کہ صراحی و جام ٹکرا کر رہ گئے اور ساقی اپنے حواس کھو بیٹھا وہ ایک ایسا قافلہ سالار تھا کہ راستے کا گرد و غبار بھی اس کی منزل اوجھل نہ کر سکا۔ وہ اپنے پیچھے جو نقش پا ثبت کر گیا مستقبل کے مسافروں کے لیے ان میں کئی منزلیں پوشیدہ ہیں۔

نظام فطرت کی بوقلمونیاں دیکھیے کہ چودھویں صدی ہجری میں ماں کی کوکھ سے دھرتی کی پیٹھ پر آنے والے کئی بچے جو بڑے ہو کر کائنات کے بناؤ سنگھار میں مصروف رہے، جنہوں نے آگے چل کر تاریخ آدمیت کو اپنے خون سے جلا بخشی۔ جنون شوق سے عقل و خرد کی راہیں ہموار کیں تاکہ آنے والوں کے راستے کے نشیب و فراز پر ان کا نقش پا سنگ میل بن کر رہ جائے۔ مگر جس طرح اس صدی میں عالم آب و گل میں جلوہ افروز ہونے والے ہمارے ممدوح و مخدوم حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے تصفیۂ قلوب، تزکیۂ نفوس، اصلاح معاشرہ اور اصلاح اُمت بیضاء کا فریضہ ادا کیا اور اس کے ساتھ ساتھ بنی نوع انسان کے دلوں پر حکمرانی کی ایسے بے تاج شہنشاہ کی مثال گذشتہ نصف صدی میں ملنا مشکل ہی نہیں ناپید ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ جن لوگوں اور ہستیوں اور شخصیتوں کو اپنی تکمیل کے لیے منتخب کرتی ہے لازم نہیں کہ ان کی نسبت کسی اونچے گھرانے اور اعلیٰ خاندان سے ہو بلکہ ماضی بعید میں جن لوگوں نے تاریخ کے صفحات پر اپنے نقش چھوڑے ان کے آباؤ اجداد کو وقت کے حاکمانہ وقار نے کبھی نظر التفات سے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا لیکن جھونپڑیوں میں پرورش پانے والوں نے جب محلات پر کمندیں ڈالیں تو شاہی تاج ان کے قدم چومنے لگا اور فرمانروائی ان کی عبائیں اٹھاتی پھری۔ مگر ہمارے ممدوح دیدہ ور مصلح اعظم اور مسیحا نفس مزکیٔ دوران نے جس خاندان میں جنم لیا اور جس کے آپ چشم و چراغ ہیں، اس کے جد اعلیٰ ترجمان القرآن لسان الغیب، مفسر قرآن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی حِبرُ الاُمت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں جو منبع رشد و ہدایت ہیں انسانی زیست نے فخر و مباحات کے سینکڑوں صنم خانے ویران کر کے انہی مے خانوں سے اپنی آنکھوں کے ڈورے سرخ کیے ان کے لڑکھڑاتے قدم انہیں آستانہ مراد تک لے آئے یہیں سے انسانیت اپنی منزل کا سفر شروع کرتی ہے۔ اور تصوف و روحانیت میں جس خاندان کے آپ چشم و چراغ ہیں اس کی مثل نہ ہے نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی ہو سکتا ہے اور وہ ہے

خاندان نقش بند جس کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے

کس گل عرفان کی آمد ہے کہ لائی ہے صبا مژدہ فصل بہاراں خاندان نقشبند

ہوگیا ہر سو ظہور نور شان احمدی ہر طرف جاری ہے فیض خاندان نقشبند

اس خاندان ذی شان، مقبول و محبوب خلائق کی عجب شان ہے۔ ہر ملک و ہر خطہ اس کے چشمۂ فیض و کرم سے سرسبز و شاداب ہے۔ ہر گل و غنچہ اس کے رنگ و بو سے معتبر اور چمن اس کی آبیاری سے رشک نعیم ہے۔

سبحان اللہ! اس خاندان عالیشان کی فضیلت کا کیا بیان ہو کہ طالب کو بہ آسانی منزل مقصود پر پہنچا دینے والا، نورانی توجہ و ذکر و خیال سے لطیفوں کو طے اور روشن کرنے والا، ریاضت و مجاہدات کی مشکلات کو آسان بنانے والا اور صرف تصور طالب و توجہ کامل سے تقدیر انسان بدلنے والا ہے۔

قارئین والا تمکین لاریب مضمون ہذا میں حضرت قطب الارشاد کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کی داستان حیات صحراؤں سے چمن تک بکھری پڑی ہے بلبل سے کرگس تک کو ان کی کہانی یاد ہے۔ شمشیر و سنان کے تیز دھاروں سے چل کر غزل کے مطلع و مقطع تک کے اصول و ضوابط ان سے آشنا ہیں۔ ایسے کامل انسان اور مزید برآں وہ ہو بھی ولئ کامل کی کہانی کاغذ کے دامن میں کیونکر محیط و محصور ہو سکتی ہے۔

پھر میں نے تو اس سدا بہار چمن کی آخری بہار دیکھی جب نکہت باد بہاری کا صحن چمن سے گزر ہوا تو گل بوٹوں سمیت باغ کی ہر شاخ گل فضا سے مہک اٹھی پتے پتے کی زبان پر بہار نو کا تذکرہ تھا۔ صیاد بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا اور خزاں نے بھی بادل نخواستہ مسکراتی نظروں سے دیکھا مگر افسوس صد افسوس

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

اور

ہم رہے مونس قفس میں ہو چکی فصل بہار
گل کی حسرت رہ گئی شوق گلستان رہ گیا

اور

چند لمحوں کے لیے فصل وفا مہکی تھی
آج ہر گوشۂ گلزار میں ویرانی ہے

الحمدللہ! خون جگر کی آمیزش سے میں نے جو اشک پیازی کیے تھے وہی لالہ و گل کے چہرے کا غازہ قرار دئے گئے اور قطب الارشاد نے مجھ جیسے عاصی کو غلام رسول سے مولوی غلام رسول بنا دیا۔

بقیہ صفحہ نمبر ۱۷۸ پر

یہ فقیر غلام مرتضیٰ عباسی حضرت سوہنا سائیں رحمت اللہ علیہ کے سات بھانجوں میں سب سے چھوٹا ہے، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت صاحبؒ اپنی والدہ ماجدہ کا بہت خیال رکھتے، اپنی زمین سے لکڑیاں چن کر لاتے اور اپنی والدہ کے لیے اکٹھی کرتے۔

میں بہت چھوٹا تھا، حضرت سوہنا سائیںؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کی اور اپنی رہائش گاہ پر ٹھہرایا، اپنے ہاتھوں سے برآمدہ میں غسل کروایا رات کو حضرت پیر مٹھا سائیںؒ خانواہن شہر سے باہر حضرت سوہنا سائیںؒ کی زمین جو اس وقت خالی تھی وہاں آرام فرما ہوئے ساری رات حضرت سوہنا سائیںؒ فقیروں کے ساتھ مل کر پہرہ دیتے رہے اور اللہ اللہ کے نعرے لگاتے رہے۔

حضرت سوہنا سائیںؒ زیادہ تر تبلیغ میں رہتے کبھی درگاہ عاشق آباد، کبھی حضرت پیر مٹھا سائیں کے ساتھ سفر میں اور کبھی اکیلے تبلیغ میں رہتے۔ ہمارے ہاں جب بھی آتے ہم بھانجوں کو نماز کے لیے محلہ کی مسجد میں لے جاتے اور امامت فرماتے، زیادہ تر ایک دفعہ دعا فرماتے۔

فقیر نور محمد ملاح نے بتایا کہ حضرت سوہنا سائیں خانواہن آئے ہوئے تھے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے وہ محلہ کی مسجد میں آئے اور اپنے ساتھی سے کہا کہ حضرت سوہنا سائیںؒ اللہ والے ہیں تو نماز کے بعد تین بار دعا کریں گے تو واقعی اس دن حضرت صاحب نے خلاف معمول عصر کی نماز کے بعد تین بار دعا فرمائی۔

کچھ عرصہ بعد حضرت پیر مٹھا سائیںؒ درگاہ عاشق آباد کو خیرباد کہہ کر کچے کے علاقے میں حضرت سوہنا سائیںؒ کی جماعت میں دین پور شریف سندھ میں قیام پذیر ہوئے گرمیوں کے موسم میں حضرت سوہنا سائیںؒ جھلی (ہاتھ کا پنکھا) چلانے کا ساری رات کے لیے انتظام رکھتے تھے۔

بعد میں دین پور شریف سے حضرت پیر مٹھا سائیںؒ لاڑکانہ رحمت پور شریف منتقل ہوئے تو لنگر کی مثالی خدمت کی جلانے کی لکڑیاں، گیہوں اور گڑ وغیرہ کا پورا انتظام حضرت سوہنا سائیںؒ کے ذمہ تھا۔ آپ بڑی غنا کے صاحب تھے ایک دفعہ اپنی زوجہ محترمہ کے علاج کے لیے کراچی آئے ہم کراچی میں ہی رہتے تھے، حضرت صاحب تو مہمان بن کر آئے تھے لیکن آپ نے کبھی ہمارا ایک

وقت کا کھانا بھی لینا پسند نہ کیا البتہ ہمیں کئی دفعہ اپنے یہاں سے کھلایا۔

ایک دفعہ ایک بھانجے سے ملاقات کے لیے سکھر گئے کوئی اور کام بھی ہو گا لیکن تقویٰ کے لحاظ سے کھانا وہاں بھی نہ کھایا، البتہ تھوڑا سا میوہ اس فقیر نے پیش کیا تو قبول فرمایا۔

آپ شروع ہی سے فقیرانہ طبعیت، دینی غیرت رکھنے والے تھے، نامحرم عورتوں سے پردہ کرتے، لنگر کی خدمت، پیرو مرشد سے محبت اور تبلیغ کے کام میں یکتا و یگانہ تھے، ان کا بڑا کام اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے طلباء میں دین کا کام کرنا تھا جو ایک مجدد ہی کر سکتا ہے، یہ روحانی طلباء جماعت کا جم غفیر ان کی مرہون منت ہے۔ اسی طرح مدرسہ کھول کر اپنی جماعت کے نوجوانوں کو دین کا عالم بنایا جن کی بڑی تعداد دین کا کام کر رہی ہے، کیسی عجیب بات ہے کہ ہمارے ایک دوست ہائی اسکول کے صدر مدرس کے بیٹے انجینئیری پڑھ کر بھی سولہویں گریڈ میں ٹیچر نہیں اور میرا بیٹا آپ کے مدرسہ میں پڑھ کر فارغ ہوا اور ہائی اسکول میں سولہویں گریڈ میں عربی اور دینیات پڑھاتا ہے۔

حضرت سوہنا سائیںؒ بڑے مہربان تھے ہماری امی جو حضرت کی بڑی بہن تھیں جب ہمارے یہاں تشریف لائیں تو حضرت صاحب سے ملنے ان کی حویلی پر جائیں حضرت صاحبؒ کی خوش اخلاقی ان کو اتنا متاثر کرتی کہ وہ فرمائیں کہ ہمارے بھائی (حضرت سوہنا سائیںؒ) ہمارے ساتھ والدین کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور وہی ڈھارس دیتے ہیں۔ ایک دفعہ ہماری امی جان نے اپنی طرف سے حضرت صاحب کو سفارش کی کہ غلام مرتضیٰ کو دودھ کے لیے جانور دلوادیں۔ حضرت صاحب نے اس فقیر کے لیے کچھ رقم نقد بھیج دی کہ کچھ رقم ملا کر گائے خرید لیں۔

حضرت صاحب میری ضرورتوں کا خیال رکھتے حالانکہ میں بھی اپنے تئیں ٹھیک ہی رہتا تھا لنگر کی زمین سے گھاس اور گھر کے لیے سبزی کی اس فقیر کو اجازت ہوا کرتی تھی، درمیان والے لوگ کچھ تنگ ہوتے تھے، تو حضرت صاحب نے لنگر کی زمین سے کچھ ٹکڑا میری گائے کے گھاس اور گھر کی سبزی کے لیے مجھے عطا کر دیا جو آج تک میرے استعمال میں ہے ۱۹۵۸ء میں حضرت سوہنا سائیں کسی غرض سے کراچی تشریف لائے جمعہ کی نماز میمن مسجد میں ادا کرنے تشریف لے گئے یہ عاجز بھی ساتھ تھا بعد نماز صلوٰۃ و سلام ہوا تو حضرت صاحب پر اتنا وجد طاری ہوا کہ اس عاجز کو خیال ہوا کہ حضرت صاحبؒ کھڑے نہ رہ سکیں گے اور مسجد شریف میں گر پڑیں گے لیکن ایسا نہ ہوا حالانکہ بڑا وجد طاری ہو گیا تھا۔

اس فقیر کو یاد ہے کہ آپ نے ایک دفعہ بلا کر دو کُلاہ میں سے ایک لینے کا مجھے ارشاد فرمایا لیکن

یہ عاجز اس لائق کب تھا۔ اس لیے شرمندگی کے ساتھ معذرت کرلی۔

حضرت سوہنا سائیںؒ نے مدرسہ شروع کروایا تو اساتذہ کا وظیفہ نان نفقہ، اسی طرح طلباء کا پورا خرچ لنگر سے دیتے تھے۔ اور آج بھی اسی طرح عمل ہو رہا ہے۔

حضرت صاحب لیاقت میڈیکل کالج ہسپتال جومشورو میں زیر علاج تھے تو خون کی ضرورت ہوئی اس فقیر کو یاد کیا یہ فقیر اس وقت لاڑکانہ ہائی اسکول میں ٹیچر تھا، یہ عاجز جلدی پہنچا اور بڑی خوشی سے خون کا نذرانہ پیش کیا یہ بات یاد آتی ہے تو خوشی محسوس ہوتی ہے کہ یہ سعادت نصیب ہوئی۔

آپ کا ایک عارضی مکان درگاہ غریب آباد لاڑکانہ میں بھی تھا آپ جب حضرت پیر مٹھا سائیںؒ کے خاندان کی دلجوئی کے لیے جاتے تو اپنے مکان میں تشریف فرما ہوتے، یہ عاجز بھی اسی مکان میں رہتا تھا۔

آپ ایک دفعہ کراچی میں ڈاکٹر کرنل سعید کے یہاں ان کی کلینک میں زیر علاج تھے۔ یہ فقیر بھی حاضری میں تھا ایک دن فرمایا کہ تم زیادہ کھڑے رہا کرو کیونکہ زیادہ بیٹھنے سے کھڑا رہنا اچھا ہوتا ہے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ جب میں کھڑا ہوتا ہوں تو کئی دردوں میں افاقہ ہوتا ہے۔ حضرت سوہنا سائیںؒ کی اس فقیر پر کئی نوازشیں ہیں ہر جگہ اپنے پاس رکھا اور یہ بھی ان کی مہربانی ہے کہ فقیر آج اللہ آباد شریف دربار پر مقیم ہے۔ بس یہ تمنا ضرور ہے کہ مرنے کے بعد ان کے قدموں میں جگہ ملے انشاء اللہ۔

بقیہ حضور سوہنا سائیںؒ کے اخلاق حمیدہ

ایسے لوگوں میں سید نصیر الدین شاہ صاحب، حاجی عبدالخالق شاہ صاحب، مولانا جان محمد صاحب، ڈاکٹر عبداللطیف چنہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم شامل ہیں۔ خصوصاً مولانا جان محمد صاحب سے آپ کو خاص لگاؤ تھا۔ اگر چند دن ملازمت کی وجہ سے نہ آپاتے تو آپ دریافت فرماتے کے مولانا جان محمد صاحب کب آئیں گے، ان کے آنے سے بہت خوش ہوتے، خلاصہ ملاقات کے لیے گھر میں بلاتے، بیشک مولانا جان محمد صاحب آپ کے عاشق تھے اور مدبر و دانا انسان تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

صحبت مرشد کی چند یادیں

مولانا محمد حسن اوٹھو

وہ قلم کہاں سے لاؤں جس سے سلطان العارفین سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت کی یادیں تحریر کروں، کہاں سے وہ زبان لاؤں جس سے آپؒ کی اتباع شریعت، کشف و کرامات، محبت اور شفقت کی باتیں بیان کروں، وہ کاغذ کہاں سے لاؤں جس پر حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے تقویٰ کا تذکرہ تحریر کروں، مشت از خروار چند باتیں اس شمارہ کے لیے پیش کر رہا ہوں۔

اتباع شریعت کی تاکید فرمانا:- قبلۂ عالم حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۸۰ء میں اپنے مرکز دربار پیر مٹھاؒ چک نمبر ۵۲ ظفر وال پنجاب پر تشریف فرما تھے فجر نماز، مراقبہ اور نصیحت کے بعد جب اپنی رہائش گاہ کی طرف تشریف لے جا رہے تھے، مسجد میں شریف میں یہ عاجز بھی موجود تھا حضرت صاحبؒ کی نگاہ ایک چھوٹے بچے پر پڑی جس نے چھوٹی سے نیکر پہنی ہوئی تھی، آپؒ نے بچے کو بازو سے پکڑ کر پوچھا کیا یہ بچہ فقیروں کا ہے؟ مقامی لوگوں نے کہا جی ہاں! حضرت صاحبؒ نے خلیفہ مرحوم حافظ حبیب اللہ صاحب کو بلا کر فرمایا کہ فقیروں کو یہ بھی نہیں سکھایا ہے کہ چھوٹے بچوں کا ستر ڈھانپنے کا بھی حکم ہے۔ شریعت کی اتباع کے سلسلے میں آپ کو چھوٹے بڑے اہل ذکر کی فکر رہتی تھی۔

ایک مرتبہ درگاہ فقیر پور شریف کے مدرسہ سے ایک طالب علم جو غالباً پہلی یا دوسری جماعت میں تھا اسے مدرسہ سے خارج کرنے کے لیے انتظامیہ کی جانب سے فیصلہ ہوا اس میٹنگ میں یہ عاجز بھی شریک تھا، حضرت قبلہ سائیں نصیر الدین شاہ صاحبؒ حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے حتمی فیصلہ لینے کے لیے آپؒ سے مشورہ کر کے واپس آئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ حضرت سوہنا سائیںؒ نے فرمایا ہے کہ جو دوستوں نے فیصلہ کیا ہے وہ ٹھیک ہے بلکہ اس طالب علم سے لکھوالیں کہ جب اسے ڈاڑھی آئے گی تو اسے منڈائے گا نہیں، انتظامیہ کے دوستوں نے کہا کہ جس کو مدرسہ سے خارج کر رہے ہیں اس سے کیا لکھوائیں، حضرت سوہنا سائیںؒ کو ڈاڑھی کی سنت سے اتنی محبت ہوتی تھی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ وہ طالب علم مختلف مدارس سے تعلیم حاصل کرتا رہا اسے دربار کا ماحول بھی میسر نہ تھا حضرت صاحبؒ کے تصرف کا اتنا اثر ہوا کہ جیسے ہی اس کو

ڈاڑھی آئی اس نے سنت کے مطابق رکھ لی۔

ایک مرتبہ درگاہ فقیرپور شریف پر پرانے احباب کے ذکر کے لطائف بڑھا رہے تھے نواب شاہ کے ایک محبت والے دوست کے بارے میں اس عاجز سے فرمایا کہ محمد رمضان ڈاڑھی کاٹتا تو نہیں ہے؟ اس عاجز نے عرض کیا حضرت! کچھ کاٹتا ہے آپؒ نے فرمایا کہ ڈاڑھی پوری رکھ لو اس کے بعد آگے سبق بڑھائیں گے۔

نماز میں سستی کرنے نہیں دی:۔ سید غلام رسول شاہ کے گوٹھ سے عارب نامی شخص حضرت صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر واپس آیا تھکاوٹ کی وجہ سے نماز عشاء پڑھنے میں سستی کی اور سو گیا وہ بتاتے ہیں کہ جیسے ہی مجھے بستر پر نیند آئی، حضرت سوہنا سائیںؒ کے ہاتھ میں کنڈی والی ڈنڈی تھی وہ مجھے دکھائی اور تنبیہاً فرمایا کہ اٹھ کے نماز پڑھو، عارب نے کہا میں بیدار ہوا وضو کر کے نماز پڑھی اور بعد میں سویا۔

حضرت سوہنا سائیں کی کرامات اور کشف:۔ حضرت سوہنا سائیںؒ کی کرامات تو بہت ہیں سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ جو عقیدت سے ایک بار آپؒ کی صحبت بابرکت میں حاضر ہوتا تھا اس کے حالات زندگی میں بڑی تبدیلی آجاتی تھی۔ فاسق و فاجر نیکو کار، متقی و پرہیزگار بن جاتا تھا اس کی سیرت و صورت ہی بدل جاتی تھی، کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

سوئے ہوئے کو آگ سے بچایا:۔ راقم الحروف ۱۹۶۶ء میں بی اے پاس کر کے نوکری کی تلاش میں پھرتا رہتا تھا ۱۹۶۸ء میں جیسے ہی حضرت سوہنا سائیںؒ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا اسی سال بغیر کسی سفارش کے میرٹ کی بنیاد پر یہ عاجز مختیار کار نوشہرو فیروز کے دفتر میں کلرک مقرر ہوا۔ محترم محمد حسن لاشاری جو مختیار کار کے دفتر میں اس وقت کلرک تھا اس کی معرفت اس کے گھر کے نزدیک کرایہ کا مکان میں رہتا تھا، نئی نئی نوکری تھی چارپائی بستر وغیرہ سارا نیا خریدا تھا۔ ایک رات لاشاری صاحب کچھ دفتر کا کام اور گپ شپ کر کے عشاء نماز کے بعد گھر چلے گئے، سردی کا موسم تھا یہ عاجز باہر کا اور اندر کمرے کا کنڈا بند کر کے سو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ (خواب میں) حضرت سوہنا سائیںؒ تشریف لائے ہیں اور اس عاجز کو بیدار کر کے فرمایا تہجد نماز ادا کریں، جیسے ہی یہ عاجز بیدار ہوا بلب جلایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سارا کمرہ دھوئیں سے بھرا ہوا ہے مڑ کر دیکھا تو ایک طرف سے بستر اور چارپائی کو اگر بتی سے لگی ہوئی آگ سرھانے سے پائنتی تک جلا چکی تھی، مٹکے کے پانی سے آگ بجھائی ٹائم دیکھا تو تقریباً ایک بجے کا تھا جب کہ اس عاجز کا تہجد نماز کے لیے بیدار ہونے کا

معمول ۳ بجے رات کا ہوتا تھا، تعجب کی بات یہ ہے کہ سرہانے کا حصہ، رلی، دری، چادر اور چارپائی کا بان ایک سائیڈ سے بالکل جل چکا تھا اس عاجز کے اوپر گرم پشم کا جو کمبل تھا اسے کچھ نہیں ہوا۔ محترم محمد حسن لاشاری جو رٹائرڈ مختیار کار ہیں آج بھی میرے حضرت کی اس کرامت کے گواہ ہیں۔

اپنے غلام کی وجہ سے اوروں پر بھی عنایت کی:- امام بخش سولنگی نے بتایا کہ ایک مرتبہ اس کے والد صاحب اور گوٹھ کے دوسرے آدمی رات کو کیکر کی لکڑی چوری کاٹنے کے لیے زبردستی اسے ساتھ لے گئے، حضرت سوہنا سائیںؒ سے اس نے ذکر پوچھا ہوا تھا محبت اور جذبے والا تھا، امام بخش چھپ کر ایک کوٹھے کے اوپر سو گیا وہاں سے اس کے ابو اسے اٹھا کر ساتھ لے گئے تھے، جب لکڑی کاٹ کر بیل گاڑی میں رکھ لی تو پولیس نے چھاپا مارا، سرکاری لکڑی تھی کیس چالان ہوا جب ڈسٹرکٹ جیل پہنچے تو وہاں چوروں کو دھمکایا اور مارا پیٹا بھی جاتا ہے تاکہ اندر جانے کے بعد ڈرتے رہیں، جیل کی پولیس نے سب کو ایک لائن میں بٹھا کر گردن نیچے کروائی اور ڈنڈی لے کر مارنے کے لیے آئے، امام بخش کا کہنا ہے کہ مجھے یاد آیا کہ حضرت صاحبؒ فرمایا کرتے ہیں کہ ذکر میں دین و دنیا کے فائدے ہیں میں ذکر کی طرف متوجہ ہوا، تھوڑی ہی دیر میں سپاہی نے ڈنڈی میری گردن سے ہٹائی اور سب کو بیرک میں بند کر دیا، رات کو کیا دیکھتا ہوں حضرت سوہنا سائیںؒ کی زیارت ہوئی آپؒ نے فرمایا "اگر تو ذکر نہیں کرتا تو سب کی پٹائی ہوتی"۔

ماسٹری دلادی:- اس بندہ ناچیز کی نوکری، شادی اور مکان کے ملنے میں حضرت سوہنا سائیںؒ کی خصوصی دعائیں اور مشورے شامل حال رہے ہیں، تقریباً ۲ مہینے کی چھٹی لے کر یہ عاجز آپ کی خدمت اقدس میں درگاہ فقیر پور شریف پر صحبت میں رہا، چھٹی سے واپسی کے بعد اس عاجز کی پوسٹنگ ڈپٹی کمشنر نواب شاہ کے پرسنل آفس میں ہوئی، وہاں کی زیادہ مصروفیت کی وجہ سے تبلیغ کے کام میں بڑی رکاوٹ تھی، حضرت صاحبؒ طاہر آباد شریف میں تشریف فرما تھے پروگرام میں جانا ہوا، پروگرام کی آخری دعا کے بعد حضرت صاحبؒ نے اس عاجز سے خاص ملاقات میں تبلیغ کا احوال پوچھا اور فرمایا کہ اگر آپ کی اسکول ٹیچر کی نوکری ہوتی تو بہت بہتر ہوتا اس عاجز نے عرض کیا کہ حضرت! یہ عاجز ان ٹرینڈ ہے اگر آپ کی دعا ہو جائے تو اور بات ہے، اسی دن یہ عاجز واپس نواب شاہ آیا دوسرے دن جیسے دفتر پہنچا ایک دوست نے ٹیلفون پر بتایا کہ آپ کو ماسٹری کا بڑا شوق ہوتا ہے اس عاجز نے کہا کہ میری ٹریننگ نہیں ہے اس نے پوچھا آپ نے کیا پاس کیا ہوا ہے اس عاجز نے بتایا کہ یہ عاجز بی اے پاس ہے اس نے کہا کہ یہ نوکری آپ کو مل سکتی ہے، دوست کے مشورہ کے مطابق ڈائریکٹر ٹیکنیکل ایجوکیشن کو انسٹرکٹر اسلامیات کے لیے درخواست بھیج دی، انٹر

ڈیو کال آئی، یہ عاجز انٹرویو دینے گیا تو ایک ہی پوسٹ تھی اور یہ عاجز ایک ہی امیدوار تھا تمام امیدواروں کو گرمی کی چھٹیوں کے بعد آرڈر ملے (غور طلب) جب کہ اس عاجز کو چھٹیوں سے تین دن پہلے اپائنٹ منٹ آرڈر ملا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے حضرت کے ارادے کے مطابق اس عاجز کو ٹیچر کی نوکری عنایت فرمائی ۵ گریڈ سے رلیو ہو کر ۱۹۹۷ء سے ۱۰ گریڈ کی نوکری پر ڈیوٹی دینے لگا۔

والدہ سے ملاقات:۔ اس عاجز کی والدہ ماجدہ اور بھائی حج کے لیے نواب شاہ سے کراچی کے لیے روانہ ہونے والے تھے، گوٹھ سے یہ عاجز نواب شاہ ایک دن پہلے پہنچا تو حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام درگاہ طاہر آباد جلد حاضر ہونے کا موصول ہوا، اسی دن یہ عاجز نواب شاہ سے روانہ ہوا عشاء نماز پر حضرت صاحبؒ سے فقط مصافحہ ہوا، صبح کو بعد نماز فجر و مراقبہ حضرت صاحبؒ اپنے دولت خانہ سے ہو کر واپس مدرسہ میں تشریف لائے اس عاجز کو مرکز اسلامی کے پرا سپیکٹس اور فارم دیئے اور فرمایا کہ مرکز اسلامی میں داخلا کے لیے ہم نے آپ کا نام منتخب کیا ہے آپ پرا سپیکٹس پڑھ کر یہ فارم کراچی بھیجدیں، حضرت صاحبؒ کے ارشادات کے بعد اس عاجز نے عرض کیا کہ حضرت والدہ اور بھائی کو نواب شاہ سے آج صبح حج کے لیے رخصت کرنا تھا اگر اجازت ہو تو یہ عاجز نواب شاہ جائے، "حضرت صاحبؒ نے جلالی انداز میں فرمایا" یہ بات رات کو بتاتے اس وقت اتنی تو بات کرنی تھی اور صبح سویرے آپ واپس چلے جاتے " حضرت صاحبؒ نے لانگری محمد حسن صاحب کو بلاکر کہا کہ مولوی صاحب کو (اس عاجز کو) روٹی دے دو راستے میں کھالیں گے اور اس عاجز کو جلد نوابشاہ جانے کی تاکید فرمائی، یہ عاجز واپس ہوا سواری ملتی گئی پھر بھی یہ عاجز ظہر کے وقت تقریباً ۲ بجے نوابشاہ اس ہوٹل پر پہنچا جہاں بھائی صاحب کو آنا تھا، معلوم ہوا کہ وہ کراچی کے لیے روانہ ہو گئے ہیں، یہ عاجز نا امید ہو کر اپنی جگہ کی طرف ٹانگے میں سوار ہو کر جانے لگا تو اچانک اس عاجز کی نظر ایک فورڈ ویگن پر پڑی جس میں والدہ اور بھائی سوار ہو رہے تھے یہ عاجز ٹانگے سے اتر کر والدہ اور بھائیوں سے ملا اور معلوم کیا کہ آپ کو ۱۰ بجے نواب شاہ سے روانہ ہونا تھا اتنی دیر کیسے کی، بھائی صاحب نے بتایا کہ گھر سے ہم نکل ہی رہے تھے کہ اچانک، بجے بادل آئے اور زور کی برسات ہوئی جس وجہ سے ہم نوابشاہ دیر سے آئے۔ اس عاجز نے اندازہ کیا کہ یہ وہی ٹائم تھا جس ٹائم پر حضرتؒ نے اس عاجز کو درگاہ طاہر آباد شریف سے روانہ کیا تھا، اس عاجز کو تو اتنی دیر ہو گئی تھی کہ پروگرام کے مطابق تو ملاقات کی کوئی امید نہ تھی بلکہ یہ میرے حضرتؒ کی کرامت تھی کہ والدہ کی قدم بوسی اور بھائی سے ملاقات نصیب ہوئی اور والدہ جو اس عاجز کے لیے پریشان تھیں ان کی پریشانی بھی ختم ہوئی، عزیز و اقارب کی ملامت سے بھی اس عاجز کو بچایا، والدہ

اگر ملاقات نہ ہوتی تو وہ کہتے دیکھو والدہ سے الوداعی ملاقات بھی نہ کی اور دربار پر چلا گیا۔

والدہ سے زندگی کی آخری ملاقات کروائی:- یہ عاجز پنجاب روحانی طلبہ جماعت والوں کے ساتھ سفر کے لیے والدہ سے اجازت لے کر گوٹھ سے نوابشاہ پہنچا، دوسرے دن روانگی سے تھوڑا پہلے اس عاجز کی طبیعت میں پریشانی لاحق ہوئی، والدہ کی طبیعت بھی ناساز تھی اس لیے دل میں خیال آیا کہ گوٹھ واپس جاؤں تبلیغ کے کام کی اہمیت کی وجہ سے عاجز کو تذبذب ہوا، حضرت صاحبؒ کی طرف متوجہ ہوا دل گھر کی طرف واپس ہونے کے لیے زیادہ آمادہ ہوا، جیسے ہی یہ عاجز واپس گھر قاضی احمد کے نزدیک پہنچا والدہ کی قدم بوسی کی، نہایت خوش ہوئیں اور فرمایا اچھا ہوا آپ واپس آئے (یہ عاجز نانا کا ہم نام تھا جس وجہ سے والدہ کو زیادہ محبت ہوتی تھی) وہ جمعرات کا دن تھا، جمعہ کی رات والدہ صاحبہ کا انتقال ہوا اس عاجز کو آخری ملاقات نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت نصیب ہوئی۔

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا کشف:- میرے مرشد مربی حضرت سوہنا سائیںؒ پر اللہ تعالیٰ کی یہ بھی بڑی عنایت تھی کہ کشف سے سائل کے سوال کو یا حالات کو معلوم کر لیتے تھے۔

(۱) ایک مرتبہ درگاہ فقیرپور شریف پر بعد نماز فجر و مراقبہ اس عاجز کو نصیحت کے لیے کھڑا کیا، تقریر کے دوران اس عاجز نے شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کا ایک شعر پڑھنے کا ارادہ کیا ہی تھا تو حضرت صاحبؒ نے اس عاجز کی طرف توجہ فرمائی وہ شعر اس عاجز نے نہ پڑھا، مجلس برخواست ہونے کے بعد تنہائی میں حضرت صاحبؒ نے اس عاجز کو فرمایا "یہ شعر تو شاہ صاحب کا ہے، لیکن نئے آدمیوں کا خیال رکھا جائے" جب معلومات کی تو پتہ لگا کہ رادھن اسٹیشن سے ایک نیا آدمی اہل حدیث خیالات کا اس محفل میں بیٹھا تھا، یہ عاجز جو شعر پڑھنا چاہتا تھا وہ یہ تھا۔

صحبت سپرین جی ای پن ودی حاج ۔۔۔ قضا کج نماز، جو وقت ورائں سترو (شاہ)

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے بیشک مؤمن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔

(۲) فقیرپور شریف کا ایک اور واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ لنگر کے کام سے جا رہے تھے ظہر نماز کے بعد ایک دوست نے اس عاجز سے کہا کہ ہم بہت پرانے ہیں حضرت صاحب نئے احباب کو اجازت (خلافت) فرماتے ہیں بلکہ میرے اوپر مہربانی نہیں ہوتی۔ ہم اکیلے تھے اس عاجز نے اس سے کہا کہ بھائی ہم اپنی اصلاح کی خاطر آتے ہیں نہ کہ خلافت لینے کے لیے یہ خیال دل سے نکال دو اس عاجز کو بھی اس وقت اجازت (خلافت) نہ تھی، لنگر کے کام سے واپس آئے عصر نماز کے بعد حضرت

سوہنا سائیںؒ نے حسب معمول روحانی محفل میں فقراء سے مخاطب ہوتے ہوئے ارشاد فرمایا" ہمیں مبلغوں کی ضرورت ہے۔ مگر جس مٹکے میں گھی رکھا ہوا ہوتا ہے وہ مٹکا خود ہی بتاتا ہے کہ میرے اندر گھی رکھا گیا ہے کسی کے بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی" یہ حضرت صاحبؒ کا اس فقیر کی بات کا گویا جواب تھا، وہ فقیر اپنی بات پر بڑا نادم ہوا۔

(۳) حضرت قبلہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور واقعہ یاد آیا کہ مرحوم مولانا میاں محمد حسن جمالی جو مولانا نور بخش فضلی نقشبندی کے خلیفۂ مجاز تھے، حضرت سوہنا سائیںؒ کے ساتھ بڑی عقیدت رکھتے تھے، جب حضرت صاحبؒ نوابشاہ تبلیغ کے سلسلے میں تشریف لاتے تو میاں صاحبؒ اپنے بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ حضرت صاحبؒ کی صحبت بابرکت میں آتے تھے، ایک مرتبہ میاں صاحب نے حضرت سوہناسائیںؒ سے خاص ملاقات کرنے کے لیے خواہش ظاہر کی علاقے کے خلیفہ صاحب نے حضرت صاحبؒ کو عرض کیا مگر آپؒ خاموش رہے، خلیفہ صاحب نے اس عاجز کو سفارش کرنے کے لیے کہا، میاں صاحب کے ذوق و شوق کو دیکھ کر خلیفہ صاحب نے دوبارہ عرض کیا حضرت سوہناسائیںؒ نے خلیفہ صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صاحب کو کہو کہ پہلے مولوی محمد حسن سے ذکر پوچھے اس عاجز نے عرض کیا کہ وہ خود بزرگوں کے مجاز ہیں اس عاجز سے ذکر کہاں پوچھیں گے حضور ہی اپنی عنایت فرمائیں، حضرت صاحبؒ گھر گئے پردہ کرانے کے بعد ہمیں اندر بلایا خلیفہ صاحب کے ذہن میں تھا کہ میاں صاحب حضرت صاحبؒ کی بیعت کریں گے میاں صاحب کا ہاتھ پکڑ کر آگے حضرت صاحبؒ کی طرف بیعت کے لیے بڑھایا تو میاں صاحب نے ہاتھ کو پیچھے کھینچ لیا، حضرت صاحبؒ نے خلیفہ صاحب کو فرمایا چھوڑ دیں میاں صاحب کو قمیص اٹھانے کے لیے فرمایا اور اپنی انگلی مبارک رکھ کر پانچ لطائف پر ذکر اللہ کی ضربیں لگا کر ذکر تازہ فرمایا اس دوران میاں صاحب پر گریہ کی حالت طاری تھی۔ حضرت سوہناسائیںؒ نے فرمایا یہ طریقہ صحبت کا ہے آنا جانا رکھیں گے تو یہ نعمت زیادہ ہوگی، میاں محمد حسن جمالی بڑے متاثر ہوئے، عقیدت سے کہا حضرت! حج پر جا رہا ہوں واپسی کے بعد انشاء اللہ آپ کی صحبت میں آنا جانا رہوں گا۔ حضرت سوہناسائیںؒ نے شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ " آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جا رہے ہیں۔ دو لطائف اور بھی دے دیتے ہیں۔ انگلی مبارک رکھ کر مزید دو لطائف کا ذکر تازہ فرما دیا۔

اہل ذکر سے آپ کی محبت اور شفقت:۔ حضرت قبلہ عالم سیدی مرشدی سوہنا سائیںؒ کا قیام طاہر آباد شریف میں تھا، نواب شاہ سے کافی خواتین و حضرات جلسہ میں شریک ہوئے

حضرت صاحبؒ کی خدمت میں نوابشاہ میں تبلیغ کے لیے دعوت عرض کی آپ نے اس پروگرام کے لیے حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ العالی کا انتخاب فرمایا۔ نوابشاہ کی مستورات نے حضور کے خاندان کی معرفت پروگرام میں شرکت کے لیے کافی مجبور کیا، حضرت صاحبؒ نے اس عاجز کو اندر بلایا اپنی چارپائی پر بٹھایا اور اہل ذکر مستورات کی محبت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل ذکر کی محبت کو دیکھ کر دل تو چاہتا ہے کہ یہ عاجز (حضرت صاحبؒ) خود چلے مگر عوارضات اتنے ہیں کہ دوسرے احباب سے بھی ہم نے معذرت کرلی ہے اور اب مولوی صاحب (حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ العالی) کام کو سنبھالیں گے، اس عاجز کو فرمایا کہ "ہم انکار کر کے اہل ذکر کا دل رنجیدہ نہیں کرنا چاہتے، آپ ان کو راضی کریں" حضرت صاحبؒ کا علالت کے علاوہ اس مرتبہ کسی کی دعوت پر نہ جانے کا ایک مقصد شاید حضرت سجن سائیں مدظلہ العالی کو اپنا جانشین مقرر کرنا تھا، الحمد للہ حضرت قبلہ سجن سائیں مدظلہ العالی نوابشاہ تشریف لائے دو پروگرام ہوئے اور اس مرتبہ اندرون سندھ کئی مقامات پر آپ نے یہ روحانی تبلیغی سفر فرمایا۔

چیونٹی جیسی کمزور مخلوق کا بھی خیال کرتے تھے:- ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا کہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نوابشاہ گھروالوں کے علاج کے سلسلے میں تشریف لائے۔ تقریباً آپؒ کا ۱۰ دن قیام صوفی محمد سلیم آرائیں کے گھر پر رہا۔ روزانہ بعد نماز عصر حضرت صاحبؒ تفریح کے لیے قاضی احمد موڑ سے گورنمنٹ کالج روڈ پر چہل قدمی کرتے ہوئے چلتے چلتے گورنمنٹ کالج کے سامنے فٹ پاتھ پر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاتے تھے، جب آپؒ اٹھ کر واپس ہوتے تو اس عاجز کو فرماتے دیکھو کپڑوں پر کوئی چیونٹی تو نہیں یہ عاجز دیکھتا تھا اگر ہوتی تو اسے اسی جگہ جھاڑ کر پھر واپس چلتے تھے۔ یہ عاجز سوچتا تھا کہ اس میں یقیناً کوئی حکمت ہوگی۔ ایک مرتبہ اس عاجز نے کسی کتاب میں پڑھا کہ اگر آدمی کہیں بیٹھ جائے تو اٹھتے وقت اپنے کپڑے وغیرہ جھاڑ کر چیونٹی جیسے کمزور کیڑوں مکوڑوں کو اسی جگہ چھوڑ کر جانا چاہیے ورنہ وہ اپنے خاندان سے علاحدہ اور دور ہو جائیں گے۔

میرے حضرت کی شفقت مثالی تھی:- ایک مرتبہ اس عاجز کے ساتھ نوابشاہ سے محترم ڈاکٹر محمد ایوب چانڈیو چیسٹ اسپیشلسٹ اور ایک دوست پہلی بار حضرت صاحبؒ کی صحبت بابرکت کے لیے طاہر آباد شریف جلسہ میں آئے، ڈاکٹر صاحب اس وقت کالج میں پڑھ رہے تھے، صبح کو حضرت صاحبؒ کے خطاب کے دوران برسات شروع ہوئی آپؒ نے اپنے بیان کو مختصر کرتے ہوئے دعا فرمائی اور جانے والے حضرات کو اجازت فرمائی، آپ اپنے دولت خانہ پر تشریف لے

گئے برسات پھر کم ہوئی لوگوں کی واپسی شروع ہوگئی، دوسرے دوست نے جلد واپسی کے لیے مجبور کیا اس عاجز اور ڈاکٹر صاحب کا اراداہ تھا کہ حضرت صاحبؒ سے مصافحہ و ملاقات کرکے بعد میں واپس ہوں ڈاکٹر صاحب کا بہت اسرار تھا کہنے لگے کہ حضرت صاحب سے ہاتھ بھی نہیں ملایا اور واپس کیسے چلیں، دوسرے دوست کو تنگ ہوتے ہوئے دیکھ کر دربار سے روڈ کی طرف روانہ ہوئے حالانکہ مزہ نہیں آرہا تھا، روڈ پر پہنچے بس آئی اس میں سوار ہوئے دربار کی طرف دیکھا تو ایک فقیر دوڑتا آرہا ہے بس پر پہنچ کر اس عاجز کو کہا تمہیں حضرت صاحبؒ نے بلایا ہے یہ عاجز اور ڈاکٹر صاحب بس سے اترے دوسرا دوست نہیں اترا۔ ہم دونوں جیسے ہی دربار پر پہنچے تو وہاں موجود مولانا عبدالغفور مری بلوچ صاحب نے کہا کہ بڑے خوش نصیب ہو حضرت صاحبؒ کے دروازہ پر اللہ اللہ کرو، اس عاجز نے اللہ اللہ کیا حضرت صاحبؒ نے دروازہ کھول کر اندر آنے کا ارشاد فرمایا ، آپؒ کی قدم بوسی کی ڈاکٹر صاحب کا تعارف کروایا حضرت صاحبؒ نے ہماری خیریت پوچھی غالباً ڈاکٹر صاحب کو ذکر کی تلقین بھی فرمائی اور پوچھا کہ اور تو کوئی کام نہیں ہے ؟ ہم نے دعا کی درخواست کی دعا کے بعد واپسی کی اجازت فرمائی، الحمد للہ اس عنایت پر ہماری خوشی کی کوئی حد نہ تھی، ڈاکٹر صاحب جو پہلے بڑے رنجیدہ حالت سے واپس ہو رہے تھے وہ بھی خوش ہوئے، جب ٹنڈو الہیار پہنچے ٹنڈو آدم والی بس میں سوار ہوئے تو ہمارا تیسرا ساتھی بھی اس بس میں بیٹھا تھا۔

اس واقعہ سے میرے مرشد مربی حضرت سوہنا سائیںؒ کا کشف بھی ثابت ہوتا ہے اور ایک ارادتمند کو بس سے بلاکر کیسی شفقت عنایت فرمائی کہ ڈاکٹر صاحب آج تک بڑی عقیدت اور محبت میں ہے۔ الحمد للہ ہمارے پیران کبار کی طرح قبلہ عالم سیدی و مرشدی حضرت محبن سائیں مدظلہ العالی کی شفقت اور نظر کرم مزید ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کہ پہلے جو احباب کا حلقہ ہزاروں میں ہوتا تھا، آج وہ حلقہ احباب لاکھوں کا نظر آتا ہے۔

جو ایں در دا مرید ہووے نت شفقت مزید ہووے
نظر رحمت جدید ہووے، توڑے او پر خطا ہووے

طبیب اے ملک ساڈے وچ جو دل مردہ جوا ڈیوے
توڑے مہلک ہوون مرضاں تے پل وچ کر شفا ڈیوے

منقبت شريف

ٿلهہ: اسان جو آ رهبر بيشڪ ڪامل ولي
پيارو نبيءَ جو آ دلبر دلي.

سخاءَ عطا ۾ وڏي فيض وارو
ڏئي فيض جڳ کي ٿو گهر گهر هلي

آئي رهبر دين آباد ٿي ويو
تنساوت قلب جي وئي ساري چلي.

سخا فيض سهڻن جي مچي ڌوم وئي آ،
حاسد منجهہ حسدجي ويو سارو جلي

بچيل نفس شيطان کان سوئي رهندو
محڪم پير جي جنهن آ دامن جهلي

سخا فيض ڪثرت ڏسي پير جو هي
ويو منڪر جو چيتو آهہ بلڪل پلي.

ڪري تڪليف الله لڳ تبليغ ڪن ٿا
گهرن ڪين پنسو نہ پائي ٿلهي

منگن مال ماني نہ ڪو ڏي اصل ٿا،
اداچو تون وهمن ۾ ويو آن رلي.

الله بخش غلامي مون در پير جي
عمر گذ گذاريان مون ساري ڪلي

حضرت سوہنا سائیں کے مصلحانہ کردار
کا
تجزیاتی مطالعہ

مولوی غلام رسول نقشبندی مجددی طاہری۔ ایم۔ اے ، ایم۔ او۔ ایل (عربی) لاہور

قطب الارشاد مصلح اعظم حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ ہمت و عزیمت کے جوہر سے آراستہ اور شجاعت و حمیت کے پیکر تھے انہوں نے ہمیشہ رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کیا اور راہ حق میں کبھی کسی اذیت اور خطرہ کی پرواہ نہیں کی۔ دور حاضر میں ملت اسلامیہ کے نوجوانوں بوڑھوں، بچوں اور عورتوں غرضیکہ ہر فرد ملت کو صحیح رخ پر لگانے کے لیے انہوں نے ہر آزمائش کا مردانہ وار مقابلہ کیا انہوں نے دین کی حمیت، اسلام کی حمایت اور عقائد صحیحہ پر استقامت اور اس کی دعوت کا بلا اشتناء حق ادا کیا۔ انہوں نے اسلام کے پھیلانے اور احیاء سنت رسول خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے مصلحانہ انداز میں گراں قدر خدمات انجام دیں اور ان خدمات کا تسلسل کبھی ختم نہ ہوا۔ ان کے ذریعے اسلام کا اصلاحی پیغام ان علاقوں تک پہنچا جہاں کے لوگ روحانیت کے حقیقی ثمرات سے ہی ناآشنا تھے بلکہ وہ اسلام سے بھی بیگانہ و بیزار تھے ایسی جگھوں پر لاتعداد خلق خدا نے ان کے روحانی فیوض و برکات سے استفادہ کیا اور اقدار اسلامی اور شعائر اسلام اور سنت نبویؐ پر عمل کرا کر روحانی اقدار کی جڑوں کو اتنا مضبوط کیا کہ وہاں پر روحانیت کا شجر طیبہ اب تک بار آور اور پر ثمر ہے۔

حضرت صاحب نے اپنی خداداد روحانی قوت قدسیہ اور تصرف روحانی سے تزکیۂ نفوس و اصلاح باطن، بندگان خدا کے تعلق مع اللہ اور ان میں فکر آخرت پیدا کرنے میں اپنی بہترین صلاحیتوں اور توجہات کو صرف کیا اور ان کی اس سعی و توجہ سے خدا کے ہزاروں بندوں کو تقویٰ، انابت الی اللہ اور اتباع سنت کی سعادت نصیب ہوئی۔ دعوت الی اللہ کے میدان میں ان کے کارہائے نمایاں ہیں ان کے پاس لوگ دور دور سے آتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ نے وجاہت و مقبولیت بھی اس درجہ بخشی تھی کہ بعض اوقات شاہان وقت اور والیان سلطنت کی شوکت و

حشمت بھی اس کے سامنے ماند تھی۔ ان کی شخصیت جمال و جلال کا حسین امتزاج تھی۔

حضرت صاحب نے دعوت الی اللہ، تزکیہ نفوس، مردہ دلوں کی مسیحائی اور دلوں کی انگیٹھیوں کو (جو حکومت و دولت اور مادیت و غفلت کے اثر سے سرد پڑ گئی تھیں) دوبارہ گرم کرنے میں ایسے کارنامے انجام دیے جن کو کرامت ہی کہ لفظ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

ان کی تربیت اور ان کے مواعظ سے ایمان کی فصل بہار آگئی جس سے مرجھائے دل شاداب ہوگئے۔ بجھی بجھی طبیعتیں اپنے اندر جوش و نشاط محسوس کرنے لگیں، ملک اور بیرون ملک میں نئے سرے سے تازہ ایمان کی ایک طاقتور لہر پیدا ہوئی، سچی روحانیت صحیح اسلامی کردار و اخلاق تسلیم و رضا اور توحید خالص واتباع سنت کی ہوائیں چلیں۔

ہمارے ممدوح حضرت مصلح اعظمؒ پر خلق خدا کو خدا کی طرف بلانے بندگی اور عبودیت و عبادت کی راہ پر چلانے اور دنیا کے علائق کی غلامی و بندگی سے چھڑانے اور نفس کو آلائش سے پاک کرنے کا کام ختم تھا اس کے ساتھ ساتھ ان کے اندر علمی تبحر اور خاصان خدا کے اخلاق و کرم کا وصف بھی بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ایک دنیا ان کے انفاس متبرکہ سے روشن ہوئی اور ایک عالم نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا اور ان کی مدد سے گنہگاروں نے توبہ کی ہزاروں، بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھالیا ہمیشہ کے لیے پابند نماز ہوگئے اور باطنی طور پر دینی مشغلہ کی طرف رغبت ظاہر کی ان کی توبہ صحیح ہوگئی اور عبادت لازمہ اور متعدیہ ان کا معمول ہوگیا۔ اور دنیا کی حرص و محبت جو عام انسانوں کے فوائد و فرمانبرداری کی بنیاد ہے ان کی نگاہ کرم سے ان کے دلوں سے ختم ہوگئی۔

ان سے لاتعداد خلق خدا فیض یاب ہوئی ہزاروں مسلمانوں نے اتباع سنت محمدیہ پر بیعت کی اور کئی طالبین خدا ان کے ذریعہ علم و معرفت کے بلند مقام پر پہنچے یہاں تک کہ کئی فقراء متوسلین و مبائعین کو شرف زیارت رسول کریم عالم رُؤیا میں نصیب ہوا اور کچھ خوش قسمت تو ایسے ہیں کہ ان کو بیداری میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

حضرت صاحب اپنے وقت کے عظیم المرتبت مرشد روحانی اور یگانۂ روزگار داعی الی اللہ تھے۔ یقیناً وہ اہل بصیرت و انصاف کی نظروں میں عصر رواں میں مجدد روحانیت تھے جن کی مسیحا نفسی سے اور جن کی جان فروشانہ مساعی و دعوت سے ایمان کی پر زور روح پرور ہوائیں چلیں توحید خالص کا مذاق عام ہوا اور عمل بالسُّنّہ کا سکہ اس دور آخر میں جاری و رواں ہوا لوگوں میں شریعت مطہرہ کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں نافذ کرنے کا عزم و حوصلہ اور شعور پیدا ہوا۔

حقیقت الامر یہ بات ہے کہ حضرت صاحب خلق خدا کی رہنمائی اور خدا کی طرف رجوع کرنے میں وہ خدا کی ایک نشانی تھے۔ ایک بڑی خلقت ایک دنیا آپ کی قلبی و جسمانی توجہ سے درجۂ ولایت کو پہنچی اور آپ نے ایک ایسی خلفاء و علماء و فقراء کی جماعت تیار کی جن کے مواعظ و تبلیغ نے شرک و بدعت کو خس و خاشاک کی طرح مٹادیا بنی نوع انسان اور ملت اسلامیہ کے گم گشتہ راہ افراد کو کتاب و سنت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا جمعیۃ علماء روحانیہ، روحانی طلبہ جماعت اور جماعت اصلاح المسلمین کا آغاز کر کے ملت بیضاء کے نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو صحیح معنوں میں متبع سنت نبوی اور عشّاق رسول و خدام اولیاء اللہ بنادیا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ وحید العصر مجدد العصر مزکیٔ دوراں قیوم زماں دیدہ ور مصلح اعظم اور قطب الارشاد تھے جن کے فیوض و برکات اور روحانی تصرفات نے جادۂ مستقیم سے بھٹکے ہوئے بندوں کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑا۔ دلوں کے زنگ دور کیے۔ نفس و شیطان کے شر سے بچنے کی راہ پر لاکھوں بندگان خدا کو لگایا۔ روحانیت و نورانیت ان کے ذریعہ عام ہوئی آپ کی خدمات روحانی و اصلاحی اور تبلیغی و تربیتی کارناموں کی وسعت ایسی ہے کہ

؎ سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

ہمارے ممدوح دیدہ وَر مصلح اعظم کثیر الکرامت، صاحب کشف اور مسیحا نفس ولیٔ کامل تھے آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ آپ نے ہزاروں افراد کو ذکر و فکر کی لذت سے آشنا کر دیا۔ بے شمار بے نمازی آپ کے فیض صحبت سے نمازی اور تہجد گزار بن گئے۔ ہزاروں ڈاکو بدکار سیہ کار زانی شرابی افعال قبیحہ اور اعمال شنیعہ میں مبتلا عادی عاصی آپ کی نگاہ التفات سے نیک پرہیزگار متقی اور ولی بن گئے اور متعدد افراد آپ کے دست حق پرست پر عقائد باطلہ و فاسدہ اور گناہوں سے تائب ہوئے۔

؎ ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مؤمن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں کارکشا و کارساز (اقبال)

قارئین محترم! میں ذاتی طور پر بھی حضرت صاحب کی محیرالعقول کرامات کا شاہد ناطق ہوں۔ میں نے زندگی بھر پیروں کی شدید ترین مخالفت کی اور مجھے پیری مریدی سے نفرت وچڑ تھی۔ اس لیے میں نے کسی کو پیرو مرشد نہ مانا مگر حضرت صاحب کے روحانی تصرف اور قوت قدیسہ نے آپ کی زیارت و دید کے معاً بعد آن واحد میں غیر ارادی طور پر آپ کا ایسا گرویدہ کر دیا کہ بیعت کے لیے مضطرب ہوا اور بعد ازاں آپ ہی کا ہو کر رہ گیا۔ بہت سے افعال قبیحہ و شنیعہ میں مبتلا تھا بیعت کے فوری بعد ان تمام امور فسق و فجور سے متنفر مجتنب اور تائب ہوگیا۔ مزاجاً متلون اور عقیدۃً

مذبذب تھا دونوں سے نجات اور بیعت پر استقامت و راحت کی نعمت عظمیٰ سے مالا مال ہوا۔ مالی خستہ حالی اور بھاری قرض کی وجہ سے آمادۂ خودکشی تھا مگر آپ کی بیعت اور دعائے مستجاب سے یہ ارادہ فسخ ہوا اور مشکلات سے نجات کا راستہ ہموار ہوا۔ آپ کی بیعت سے پہلے رہنمائی کے طور پر اور بعد ازاں بیعت پر استقامت کے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم رؤیا میں زیارت و دید سے مشرف ہوا۔ نیز ۱۹۹۰ء میں مالی وسائل کی معدومی کے باوجود معہ اپنی رفیقۂ حیات حج بیت اللہ اور زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل ہوا۔ حج سے پہلے ۱۹۹۰ء ہی میں سب سے بڑی بچی کی شادی کا مسئلہ درپیش تھا کئی رشتے آرہے تھے ایک جگہ نکاح کر دینے کا ارادہ ہوا مگر حضرت سوہنا سائیںؒ نے خواب میں متنبہ و منع کر دیا جس وجہ سے منع فرمایا تھا تحقیق پر وہ صحیح ثابت ہوئی۔ بعد ازاں حج سے پہلے ہی آپ کی نگاہ کرم سے مناسب رشتہ مل گیا۔ اور بچی کے فریضہ سے سبکدوش ہوا۔ آپ کا یہ انتباہ صاف طور پر ایک ایسی کرامت تھی جو بعد از وصال مبارک ظہور پذیر ہو رہی تھی اسی طرح وقتاً فوقتاً کئی بار آپ نے خواب میں کئی امور و مشکلات میں میری دستگیری فرمائی جن کا احاطہ اس مضمون میں طوالت کے خوف سے نہیں کر سکتا۔ الغرض آپ کے احسانات کثیرہ نے مجھے نئی زندگی عطا کی ورنہ میں تو خودکشی کر کے جہنم کے کسی گڑھے میں پڑا ہوتا۔

ممنون التفات نگاہ جمال ہوں ؎ مجھ کو نظر اٹھانے کے قابل بنا دیا

میں حضرت انوار المصطفیٰ صاحب کا بھی بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے حضرت صاحب کا نہ صرف تعارف کرایا تھا بلکہ درگاہ اللہ آباد شریف تک پہنچانے کے لیے زاد راہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ کیونکہ میں اس وقت انتہائی تنگدست و بے روزگار تھا۔

سلوک و تصوف:۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی حیات طیبہ جب ہم پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر صحابہؓ بہت سی صفات کے جامع تھے وہ بیک وقت صف شکن مجاہد تھے۔ معلم و مربی تھے۔ مدبر و سیاست دان تھے۔ عمال حکومت تھے، مرشد و شیخ تھے اپنی گونا گوں صفات و خصوصیات کی بناء پر ان میں سے ہر ایک کئی کئی کے برابر تھا یہی وجہ تھی کہ ان میں قلیل ہونے کے باوجود کسی شعبۂ حیات میں کسی کلیدی جگہ کے لیے بھی کام کے افراد کی کمی نہ تھی۔ انہیں حضرات کرام کے بارے میں علمائے اُمت کا بیان ہے " باللیل رھبان و بالنھار فرسان " یعنی رات مصلے پر گزرتی اور دن گھوڑے کی پیٹھ پر"۔

اسی امت مرحومہ میں بعد میں بھی ایسے ایسے جامع لوگ پیدا ہوتے رہے جو بیک وقت زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کر سکتے تھے اور کرتے رہے۔ اس آخری دور میں بھی ایسی ہستیاں گزری ہیں

جو بیک وقت مسند ارشاد و ہدایت کے شہ نشین بھی تھے اور معرکۂ حق و باطل میں جانباز سالار بھی۔

انسانی زندگی کا ایک بہت بڑا شعبہ تہذیب اخلاق کا ہے ہو سکتا ہے کہ آدمی بہت بڑا عالم ہو۔ مدبر و مفکر ہو مگر اس کی اپنی زندگی نمونہ کی زندگی نہ ہو اور دنیا کے اکثر و بیشتر لیڈر اور نام نہاد علماء و مشائخ اسی زمرے میں آتے ہیں۔ انسان کو ذاتی طور پر اپنی تہذیب کرنے کے لیے تزکیۂ نفس کرنا پڑتا ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں سلوک و تصوف کی راہ کہا جاتا ہے اور یہی اصطلاح معروف ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن مجید میں چار ذمے داریاں بیان کی گئی ہیں: "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ......" (۲، الجمعۃ: ۲)

(۱) تلاوت قرآن مجید (۲) تزکیۂ نفس (۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم حکمت۔

تزکیہ کو دل کی صفائی، اعمال کی پاکیزگی، اصلاح باطن، خلوص نیت اور تہذیب اخلاق سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" میں اس لیے آیا ہوں تاکہ عمدہ اخلاق کا اتمام و اہتمام کروں۔

عالم یا لیڈر بننا بڑا آسان ہے لیکن اپنے آپ کو اس ڈھنگ میں ڈھال لینا کہ سر مو سنت نبویہ علیہ التحیۃ والصلوٰۃ والسلام سے انحراف نہ ہو بڑا مشکل ہے۔ بہت کم لوگ ہیں جو از خود اپنی اصلاح کر سکیں۔ اگر جسمانی امراض کا علاج کوئی خود بخود طب کی کتابیں پڑھ کر نہیں کر سکتا تو باطنی امراض کا بھی خود علاج نہیں ہو سکتا۔ بہت سے امراض ایسے ہیں کہ انسان ان کو مرض ہی نہیں سمجھتا۔ تکبر اور غرور کا نام خود داری اور عزت نفس رکھ دیتا ہے اس کو خودی کا رنگ دے دیتا ہے بعینہ جس طرح ایک پاگل کبھی اپنے آپ کو پاگل نہیں کہتا بلکہ اپنے آپ کو عقلمند اور دوسروں کو پاگل قرار دیتا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ کسی صاحب نظر سے تعلق پیدا کیا جائے یہی بات تھی کہ کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کو بھیجا گیا۔ ورنہ صرف کتاب بھی بھیجی جا سکتی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے یہاں کس قدر بلیغ انداز میں اس کی شرح کی ہے۔ فرماتے ہیں "توفیق الٰہی کی سینکڑوں راہیں ہیں۔ ہدایت و تربیت غیبی کے ہزاروں بھیس ہیں مگر سب سے پر امن اور آسان راہ یہ ہے کہ رہنمایان طریق میں سے کسی صاحب ارشاد کی ہمت و صحبت حاصل ہو جائے" (تذکرہ) مولانا رومؒ نے اس کو ایک شعر میں یوں ادا کیا ہے جو ان کا اپنا تجربہ و مشاہدہ اور امر واقعہ ہے۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم　　تا غلام شمس تبریزی نہ شد

مزید فرمایا ؎ یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ہمارے ممدوح حضرت سوہنا سائیںؒ نے یہ راہ ابتداء ہی میں طے کرلی تھی۔ اور اس سلسلے میں انہیں اپنے وقت کے سب سے بڑے شیوخ مرشدوں کی نہ صرف صحبت حاصل رہی بلکہ اپنے خلوص اور پیروی مرشد سے وہ مقام و مرتبہ حاصل کرلیا جو اس راہ کے کسی اور ہمعصر مسافر کو حاصل نہ ہو سکا اور نہ ہی کوئی سالک آپ کی گرد راہ کو پہنچ سکا۔ آپ سب سے آگے بڑھ گئے۔ اور ان بلندیوں پر کمند ڈالی جہاں کے متعلق آپ کا کوئی ہم عصر تصور تک بھی نہ کرسکتا تھا۔ آپ اپنے مرشد باکمال کی محبت و اطاعت میں یکتا نمونہ تھے۔ کیا مجال تھی کہ کوئی امر بے ارشاد رضائے مرشد قابل عمل تصور کیا جاتا۔ ہر امر میں اپنے مرشد سے اجازت لیکر امر پیش آمدہ کو انجام فرماتے اور طالبین و یاران طریقت کے لیے آپ سراپا موجب خیر و برکت ہر لحظہ و ہر ساعت تھے نیز حقائق علوی کا ایک نورانی لطیفہ اور آئینہ شان جلوہ جلال و جمال تھے منبع اسرارات و رموزات عرفانی علوم باطنی کے سوا حامل امانت مودعہ حق تعالیٰ کے تھے۔ الانسان مراۃ الرحمن کے معنی آپ کے رؤیت مظہرہ سے عیاں تھے۔

درویشی اور ولایت:۔ درویشی اور ولایت کیا ہے؟ درویشی نبوت کا عکس جمیل ہے۔ فضائل نبوت کا روشن مظہر ہے لیکن نبوت کیا ہے؟ شاید آپ یہ سوال کریں۔ تو نبوت کی تعریف میں حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کا یہ قول سامنے رکھئیے کہ "نبوۃ الی الحق اور توجہ الی الخلق "کی صفت کے کمال کا نام ہے اسے اس طرح واضح کیا جا سکتا ہے کہ نبی وہ ذات ہے جو ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہے اور خلق خدا پر بھی نظر رکھے۔ حق کی طرف توجہ کرنے سے خلق خدا کی طرف اس کی توجہ کم نہ ہو۔ اور خلق خدا کا خیال حق کی لگن میں خلل انداز نہ ہو۔ نبی ہر آن حق سے بھی واصل ہوتا ہے اور خلق میں بھی شامل ہوتا ہے۔ اسی ایک نکتہ میں نبوت کے سارے کمالات و فضائل جمع ہیں۔

اب دیکھیے ولایت کیا ہے؟ جو انسان اس صفت میں جتنا زیادہ نبی کے قریب ہوتا ہے وہ درجہ ولایت کے اتنے ہی مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اسلام سے پہلے اور ایک طبقہ آج بھی یہ سمجھتا ہے کہ خدا کے بندوں کو چھوڑ کر خدا کی دنیا کو چھوڑ کر حق کی لگن میں پہاڑوں، جنگلوں اور ویرانوں میں مراقبہ کرنا ولایت ہے یا سسکتی ہوئی انسانیت ظلم و استبداد میں دبے ہوئے سماج اور ریاست کی بے انصافیوں میں تڑپنے والے عوام سے بے تعلق ہو کر اللہ اللہ کرنا بس یہی ولایت ہے۔

حالانکہ نبی جہاں توجہ الی الحق کی وجہ سے عبادت اور ریاضت کرتا ہے۔ شب بیداری میں خدا

کو یاد کرتا ہے ذکر الٰہی کے لیے خلوتوں کا سکون تلاش کرتا ہے وہاں وہ خلق خدا پر بھی کامل نظر رکھتا ہے۔ انسانوں کے دکھ درد میں ان کے کام کرتا ہے۔ فرعونی اقتدار ہو یا قریش کا استبداد اس سے مظلوم انسانیت کو نجات دلانے کے لیے ہر قسم کی جدوجہد کرتا ہے۔ سماجی بے انصافیوں کے خلاف آواز اٹھاتا ہے لوگوں میں عادل جج بن کر بھی بیٹھتا ہے اور اچھا معلم بھی۔ اچھا شہری بننے کی بھی تعلیم دیتا ہے اور یہودی جیسے دشمن حق پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی بھی تلقین کرتا ہے۔

جب نبوت میں انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کا مکمل احساس شامل ہوتا ہے تو پھر ولایت کو بھی ہمیں اسی معیار پر پرکھنا پڑے گا کیونکہ اولیاء انبیاءِ کرام تک اپنا سلسلہ پہنچاتے ہیں۔ اور ان کے جانشیں سمجھے جاتے ہیں۔

ہم ولی اور درویش اسے نہیں مان سکتے جو اجتماعی ذمہ داریوں سے بھاگتا ہو۔ جو ملک پر قبضہ جمائے ہوئے ظلم و استبداد کے خلاف کش مکش کرنے سے گریز کرتا ہو جو عوام کی خدمت کے کاموں کو دنیا داری کہتا ہو۔ جو متاہلانہ زندگی سے راہ فرار اختیار کرتا ہو اور اصلاح معاشرہ کی جدوجہد سے پہلو تہی کرتا ہو۔

جب یہ بات صاف ہو گئی کہ ولایت کیا ہے کہ اللہ اللہ بھی ہو اور عوام کی خدمت بھی اور خدا کی محبت بھی ہو تو بندگان خدا کا درد بھی۔ آخرت کی فکر بھی ہو تو ملک و قوم کا خیال بھی۔ جب ہم اس معیار پر اپنے ممدوح مصلح اعظم حضرت سوہنا سائیںؒ کو پرکھتے ہیں تو اس کا کچھ نقشہ یوں ہمارے سامنے آتا ہے کہ موجودہ دور کے اس درویش کامل کی شان ہے کہ عبادت و ریاضت میں وہ جنیدؒ و شبلیؒ ہے علم و فضل میں۔ بخاری و رازی معلوم ہوتا ہے۔ اصلاح تجدید میں وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی صف میں کھڑا نظر آتا ہے۔ خدمت خلق میں وہ عمر بن عبدالعزیزؒ کا ساتھی معلوم ہوتا ہے اور تزکیۂ نفوس میں وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا مثنیٰ نظر آتا ہے اور بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ بے حد متواضع اور خاکسار ہے۔

حضرت سوہنا سائیںؒ نے مسند ارشاد و ہدایت پر بیٹھ کر جو کام کیا وہ اتنا زیادہ ہے کہ حیرانی ہوتی ہے ایک طرف تبلیغی و اصلاحی مصروفیات، درگاہ شریف کا انتظام و انصرام، مہمانوں کی آمد اور ان کی ضیافت ان کے قیام و طعام کا بندوبست اور لاکھوں مریدوں کی تعلیم و تربیت اور پھر تبلیغی سفر وغیرہ یہ اتنے کثیر الانواع امور ہیں کہ بیک وقت ان کی نگرانی بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ مگر ہر کام اپنی جگہ اور اپنے وقت پر انتہائی طریقہ و سلیقہ سے ہو رہا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جب اپنے کسی بندے سے کام لینا چاہتا ہے تو اس کے وقت میں برکت عطا فرما دیتا

ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی تھا۔

مکارم اخلاق:۔ حضرت قطب الارشاد سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کی زندگی کا یہ باب بہت وسیع ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے فضائل و محاسن کے لیے ہزاروں صفحات درکار ہیں۔ حضرت نے کافی عمر پائی اور اتنے عرصہ میں لاکھوں انسانوں سے ملاقات ہوئی ہر کہ و مہ آپ کے حسن اخلاق کا مداح نظر آتا ہے اور ہر کوئی حضرت کی تواضع انکساری حسن خلق اور فیوض و برکات و کرامات کا اپنا اپنا قصہ سناتا ہے اور اگر ان تمام واقعات کو، جمع کیا جائے جو مختلف لوگ اور فقراء سلسلہ بیان کرتے ہیں تو صرف ان کو قلمبند کرنے کے لیے ایک دفتر چاہیے۔

جو لوگ علم الاحسان یعنی تصوف و سلوک سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ انسانی شرف و مجد اور کمال انسانیت کا مدار قوائے فکری و عملی کے اعتدال پر ہے اور فن سلوک میں جن اصول اخلاق سے بحث کی جاتی ہے وہ چار ہیں۔ (۱) طہارت (۲) عجز و نیاز (۳) سماعت (۴) عدالت۔ آخر الذکر وہ ملکہ ہے جب انسان افراط و تفریط سے بچ کر فکر و عمل دونوں میں اعتدال پر قائم رہتا ہے تو یہ عطیۂ خداوندی خوش قسمتی سے نصیب ہوتا ہے اور اس بنا پر اس میں موزونیت اور حسن تناسب پیدا ہوجاتا ہے۔ حضرت قطب الارشاد سوہنا سائیںؒ کی شخصیت کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کا یہی وصف جامعیت سب سے زیادہ نمایاں ہوکر نظر آتا ہے اور اسی بنا پر بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ امام العصر حضرت سوہنا سائیںؒ اپنے زمانہ میں انسانی شرف و مجت کا اعلیٰ پیکر تھے اور ایسے لوگ روز روز نہیں پیدا ہوا کرتے بلکہ کبھی کبھی پیدا ہوتے ہیں۔

میں نے بہیترے علماء و مشائخ دیکھے ان کے حالات و سوانحات کا مشاہدہ و مطالعہ کیا مگر موجودہ زمانہ میں جامعیت اوصاف فضائل کے اعتبار سے اگر کوئی شخصیت پیر و مرشد بنانے کے قابل نظر آئی تو میں دل کی گہرائیوں سے معترف ہوں۔ اور یقین کامل کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی ہی شخصیت تھی۔ اس بنا پر میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ محض اندھی تقلید و عقیدت کا نتیجہ نہ سمجھنا چاہیے۔ اصل یہ ہے کہ حضرت صاحب ان افراد میں سے ہیں جو اپنی جامعیت میں ایک پوری اُمت ہیں اگرچہ زمانہ کے لحاظ سے پیچھے ہیں لیکن مرتبہ کے لحاظ سے بہت آگے ہیں۔

اخلاق حمیدہ:۔

خوش است عالم آزادگی و خوش خواہی ۔۔۔ دریں مقام بیا گر بہشت می خواہی

جس قدر صفات اخلاقی عطیہ شان رحمانی ہیں ان میں خلق ایک نعمت عظمیٰ ہے کہ جملہ عبادات و محسنات سے بڑھ کر ہے۔ ہر طرح کے مصائب و آفات افلاس تنگدستی ناداری وغیرہ میں

انسان کے لیے ایک زیور زینت آراء اور پردہ پوش علائق ناکارہ ہے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں تہذیب اخلاق کے اصول اساسی نہایت وضاحت سے ارشاد فرمائے ہیں۔ یہی وہ متاع زندگی ہے جس کو ہمارے ممدوح حضرت قطب الارشاد سوہنا سائیںؒ نے نہایت مستعدی کے ساتھ اپنے جمیع معمولات میں صرف کیا۔

سبحان اللہ! آپ حسن خلق و رفق کے جامع تھے آپ کے جاننے والوں میں سے کسی کو یہ تمیز نہ ہوتی تھی کہ آپ کو کس سے زیادہ محبت ہے بلکہ ہر ایک اپنے تئیں محبوب سمجھتا تھا۔ بلامبالغہ آپ "انک لعلیٰ خلق عظیم" کا حسب توفیق خود ایک اعلیٰ نمونہ تھے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کی اصلی جھلک و حقیقی عکس فی الحقیقت آپ کی ذات اقدس مآب اور فطرت پاک میں نمایاں تھی۔ آپ حیات ابدی و نعمت سرمدی سے مستفیض ہوکر "من احب شیئاً فقد اکثر ذکرہ" کے مصداق اپنے شاہد حقیقی کے ذکر و یاد ہی میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے مہمان نوازی احباب و اہل اللہ و یاران طریقت آپ کے دستور العمل میں تھی۔ درجات کمالات و منعمات باطنی جس قدر عطیات الٰہی آپ کے لیے مخصوص تھے وہ اہل محبت کو آپ کی ظاہری صورت و حسن و جمال ہی سے عیاں تھے۔

آہن کہ بپارس آشنا شد   فی الحال بصورت طلا شد
خورشید نظر چوں کرد بر سنگ   آن سنگ چوں لعل بے بہا شد

آپ جملہ خصوصیات و حسنات طیبات کے مورد و مظہر تھے آپ کا کوئی قول و فعل و عمل خلاف اسوۂ محمدی نہ تھا آپ کی پاکیزہ ترین حیات جملہ محاسن وفضائل اور کمالات صوری و معنوی کا بہترین نمونہ تھی۔

ذوق عبادت:۔ حضور نبی کریم رؤف رحیمؐ کی ذات اقدس کی امتیازی شان بندگی اور عبادت تھی۔ اسی لیے عبدہ و رسولہٗ کے ممتاز خطاب سے آپ کو نوازا گیا جیسا کہ اللہ رب العزت اپنی شان ربوبیت اور معبودیت میں یکتا اور بے مثل ہے اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شان عبدیت اور بندگی میں کامل اور بے مثل تھے اسی کمال عبدیت نے کمال رسالت اور رسولوں کی سیادت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا حالانکہ آپ اللہ کے محبوب ترین بندے تھے لیکن اس کے باوجود ساری ساری رات قیام و سجود میں گزار دیتے۔ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا سوال کرنے پر ارشاد ہوتا:

"افلا اکون عبداً شکوراً" کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

اس بیسوی صدی میں محب رسول اور متبع سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سوہنا سائیںؒ

کے ذوق عبادت کا وہ لوگ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں جنھوں نے حضرت صاحب کی نمازوں کو دیکھا ہے۔ ان کی نماز ہوتی تھی جس کو حدیث میں معراج المؤمنین کے نام سے فرمایا گیا ہے اور جس کو احسان کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ "اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ خیال کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے" (بخاری شریف)

جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول ہوتے تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ بندہ سارے عالم سے دستبردار ہو کر اپنے معبود حقیقی کے ساتھ سرگوشی میں مشغول ہے اور بارگاہ خداوندی میں بار یاب ہے۔ بارہا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت صاحب سفر میں ہیں یا سفر کی مشقت برداشت کر کے آئے ہیں۔ اور پھر سفر کرنا ہے مگر جب نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تو ایسی شان کے ساتھ پڑھتے کہ گویا نہ پہلا تعب ہے نہ آئندہ کوئی سفر کرنا ہے۔

الغرض آپ ایسے عابد تھے کہ ساتھ شرائط و ارکان مقررہ شرعی خشوع خضوع کے عبادت فرماتے۔ علاوہ اوقات عبادت آپ کی ایسی تھی کہ ہر گھڑی ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور اس کے برگزیدہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ نے اپنے دل میں ایسی بسائی ہوئی تھی کہ حب ماسوا اللہ کا خیال بھی دل میں نہ رہنے دیا۔ فنایت وجود کے ساتھ جمعیت خاطر حاصل کئے ہوئے تھے۔ وقت پر اذان سنتے دنیا سے گویا کٹ کر بارگاہ الٰہی میں حاضری کی تیاری شروع کر دیتے۔ انتہائی تکلیف و بیماری اور سفر و حضر میں نماز باجماعت کا التزام و اہتمام فرماتے اور نماز تہجد کی پابندی فرماتے۔ الغرض آپ کی عبودیت بمصداق الصلوٰۃ معراج المؤمنین نظارہ کش جمال الٰہیہ تھی ترقی مدارج و ترقی کمال میں آپ کی روحانیت صفات قدسیہ سے مزین و پیراستہ تھی مگر آپ کی قدر شناسی کے لیے وہی محبت والی نگاہیں دیکھنے والی تھیں جن پر آپ کی صورت کمالیہ کا عکس پڑتا تھا۔

چشم بینا ہو تو کچھ آپ کا جلوہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا نظر آئے کیا دیکھے

اتباع شریعت وسنت:- حضرت سوہنا سائیںؒ کی زندگی اس دور پر فتن میں بھی شریعت محمدی اور سنت نبوی کا بہترین نمونہ تھی اس لیے ان کی ہر ادا سے انسانیت نمایاں تھی کیونکہ اصل انسانیت دنیا کے سب سے بڑے انسان کامل کے نقش قدم پر چلنے میں ہے جو آدمی دنیا کے سب سے بڑے انسان کاملؐ کی جتنی اتباع کرے گا وہ اتنا ہی انسانیت سے قریب ہوگا حضرت صاحب چونکہ متبع سنت تھے لہٰذا دیکھنے والا پہلی نگاہ میں بھانپ لیتا تھا کہ واقعی انسان ایسے ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو کوئی بھی آپ سے ملتا تھا تو آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وہ ہزاروں لاکھوں ارادت مند جو حضرت صاحب سے ذاتی طور پر واقفیت رکھتے ہیں اس بات کی شہادت دینے میں قطعاً تامل نہیں

کریں گے کہ جس مرشدِ عالم کے دامان رشد و ھدیٰ سے وہ وابستہ ہیں اس کے تعلقات کی خوشگواریوں کا معیار صرف یہی ایک تھا یعنی اتباع سنت۔ اس قطب عالم کے یہاں خلاف سنت رسومات قبیحہ کا تو مسئلہ ہی ختم تھا۔ زندگی کے ہر شعبہ مرنا جینا، کھانا پینا، شادی بیاہ معاملات، عبادات وغیرہ سب میں اتباع سنت کو اولیت حاصل تھی۔ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کا لحاظ تھا اور اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ فلاں کام یا فلاں وقت میں کونسی سنت ہے تو وہ اس وقت حضرت صاحب کا طرز عمل دیکھ لے بس وہی سنت ہوگا۔ آپ کی حیات طیبہ کے جس پہلو پر نظر ڈالیے اتباع سنت، عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، محو استغراق فی ذکر اللہ کی وہ روشنی نظر آئے گی جو آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے۔ زبان اس کی ترجمانی سے قاصر اور قلم اس کی نگارش سے عاجز ہے۔

عزم واستقلال:۔ کوئی شخص سوائے انبیاء علیہم السلام کے ماں کے پیٹ سے بڑا بن کر نہیں آتا۔ البتہ بڑا بننے کی قابلیت و صلاحیت ہر ایک میں موجود ہوتی ہے پھر جو ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اور عزم و استقلال اور ہمت و حوصلہ سے کار نمایاں انجام دیتا ہے وہی بڑا انسان شمار ہوتا ہے۔

ے
ہمت بلند دار کہ نزد خداؤ خلق — باشد بقدر ہمت تو اعتبار تو

ہم اپنے ممدوح مصلح اعظم کی حیات طیبہ پر جب نظر ڈالتے ہیں تو وہ عزم و استقلال کے کوہ ہمالیہ نظر آتے ہیں انہوں نے جو کام بھی انجام دیا پورے عزم و استقلال اور انتہائی ہمت و حوصلہ کے ساتھ انجام دیا جس کی نظیر دوسری جگہ نہیں مل سکتی نامساعد حالات میں باد مخالف کے طوفانوں کی **پرواہ** نہ کی اور دعوت وارشاد کے کام کا تسلسل جاری رکھا۔ میں نے حضرت کی حیات مقدسہ کے آخری سال میں زیارت و بیعت کی جب کہ آپ کئی عوارض جسمانی میں بھی مبتلا تھے اور بوڑھے اور ضعیف ہو جانے کی وجہ سے کمزوری بھی لاحق تھی مگر ان تمام عوارضات کے باوجود ہمت و حوصلہ میں آپ کو جوانمرد پایا ایسے جوانمرد جو تمام جوانمردوں سے سبقت لے گئے تھے۔ بادی النظر میں آپ کے چہرۂ انور سے بڑھاپے کے کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ آپ کی قوت ارادی نے آپ کو مرد آہن بنا رکھا تھا۔ اور ایمان کی حرارت نے جوانی کو بھی مات کر رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب دسمبر ۱۹۸۳ء میں آپ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سنی تو میں سکتے میں آگیا اور مجھے خبر سنانے والے کی بات پر یقین نہیں آرہا تھا کیونکہ میں تو آپ کو ابھی آپ کی اصلی عمر سے بہت کم عمر سمجھ رہا تھا۔

سادگی اور بے تکلّفی:۔ سادگی اور بے تکلفی بھی اعلیٰ انسانی جوہر ہے۔ حضرت صاحب سادگی اور بے تکلفی میں یکتائے روزگار تھے۔ شیخ طریقت اور عالم ربانی ہونے کے علاوہ آپ علاقے کی

ایک ممتاز شخصیت بھی تھے اس لیے کئی بڑے بھی آپ کے آستانہ پر حاضری دیتے مگر اس ظاہری عزت و وقار کے باوجود اپنی درویشانہ شان اور بوریہ نشینی کو برقرار رکھا اور سنت نبویؐ کے مطابق و موافق سادگی کے ساتھ زندگی گزارنا صرف آپ ہی کا حوصلہ تھا۔ یہاں بڑوں بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور اپنی راہ سے بھٹک جاتے ہیں۔ حضرت صاحب کا لباس وضع قطع رہائش بود و باش سب لطیف اور سادہ تھا آپ سادگی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اقدس کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

تواضع وانکساری:۔ انسان کی انسانیت اور برتری و سربلندی کا اصلی راز تواضع اور انکساری میں مضمر ہے چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ضرور رفعت و سربلندی عطا فرماتے ہیں" یہی تواضع و انکساری اصل شان عبدیت ہے جو شخص بھی اپنی حقیقت کا شناسا ہوگا وہ مجسمہ تواضع ہوگا اور کبر و غرور سے بالکل مبرا ہوگا جو عبدیت کے بالکل منافی اور متضاد ہے۔ حضرت سوہنا سائیںؒ بھی واقعتہً تواضع و انکساری کا مجسمہ تھے۔ غایت تواضع اور انکساری کی وجہ سے اپنے مخالفین و معاندین کا بھی ہمیشہ اچھے الفاظ میں ذکر کرتے اور کسی کو برے الفاظ سے یاد نہیں کرتے تھے۔

انتہائی خاکساری و انکساری کے باوجود حضرت وقار و تمکنت کا کوہ طور و کوہ نور تھے۔ ایک خاص نوع کا ہیبت و جلال چہرہ پر عیاں تھا باوجودیکہ آپ شیریں گفتار اور خندہ رو تھے مگر مخاطب کا دل اندر سے لرزتا رہتا تھا اور آپ کے سامنے بمشکل بات کی جا سکتی تھی۔ میں خود زندگی بھر کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے کبھی مرعوب نہ ہوا مگر حضرت صاحب کی وہ واحد ہستی تھی جن سے ملاقات و گفتگو کے وقت میں مرعوب ہوا۔ اگرچہ آپ سے ملاقات کے وقت پہلی بار آدمی مرعوب ہو جاتا تھا۔ یہ آپ کے جلال کی وجہ سے تھا جو کہ قدرتی تھا مگر جب آپ کا ہمنشیں ہو جاتا تو آپ کے جمال کی وجہ سے آپ کی محبت میں گرفتار و دیوانہ ہو جاتا۔ قدرت نے آپ کے پیکر مبارک کو جمال و جلال کا حسین امتزاج بنایا تھا۔ حضرت صاحب کی خاکساری و انکساری کا نتیجہ تھا کہ مخلوق خدا آپ کی گرویدہ اور شیدائی بن گئی۔

فیاضی ومہمان نوازی:۔ آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" پس معلوم ہوا کہ مہمان کا اعزاز و اکرام ایمان کا خاصہ ہے اور یہی انسانیت و شرافت کا اصلی تقاضا ہے کہ اپنے پاس آنے والے کا ہر طرح اعزاز و اکرام کیا جائے۔ اور فیاضی و دریا دلی برتی جائے۔ حضرت صاحب کی

مہمان نوازی بھی حد سے بڑھی ہوئی تھی، اور اپنی آپ ہی مثال تھے، جس سے لوگ بخوبی واقف ہیں جن کو کبھی حضرت صاحب کے آستانہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی روزانہ بیسیوں مہمان آستانہ مبارک پر ہوتے جو مختلف خیالات اور مختلف اطراف کے ہوتے تھے حضرت صاحب ہر ایک کا پورا پورا اعزاز و اکرام فرماتے تھے۔ اور نہایت فیاضی اور فراخ دلی کے ساتھ مہمانوں کو لنگر کھلاتے تھے لنگر میں کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی جو ہوتا تھا سب کے لیے یکساں ہوتا تھا۔ لنگر سادہ مگر اتنا لذیذ ہوتا تھا کہ تناول کے وقت شکم سیری نہ ہوتی مگر فراغت کے بعد اتنا پر شکم معلوم ہوتا گویا کہ اب مزید ایک لقمہ کی بھی گنجائش نہیں۔ لنگر اتنا وافر ہوتا کہ سب حاضرین پر شکم ہو جاتے بالخصوص اجتماعات کے مواقع پر ایک جم غفیر کے لنگر کا انتظام بہت مشکل کام ہے۔ مگر بڑی سے بڑی تعداد کو بھی ما حضر لنگر مکتفی ہوتا۔

قارئین کرام قطب الارشاد دیدہ ور مصلح اعظم حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے بارے میں آپ نے میرے جذبات و تاثرات ملاحظہ فرمائے ہیں۔ اب آخر میں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور پر فتن میں ہمارا معاشرہ ناگفتہ بہ اخلاقی زبوں حالی میں مبتلا ہے جس کا یہ اہم تقاضا ہے کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو اسلامی معاشرہ کا قیام عمل میں لائیں۔ اس سلسلے میں بزرگان دین کے ساتھ ساتھ حکومت اور مسلم عوام پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس مبارک مقصد کے لیے اپنے اپنے دائرہ کار کے اندر ایسی تدبیریں اور ایسے اقدامات کریں کہ یہ تباہ کن اخلاقی خرابیاں دور ہو کر صحیح اسلامی معاشرہ رو بعمل آئے۔

اس ذیل میں یہ امر بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ ہم اولیائے اُمت اور بزرگان دین کی تعلیمات، ارشادات اور اسلامی اخلاق و اطوار کو مد نظر رکھیں اور ان حضرات کی پاکیزہ تعلیم و تربیت اور اعمال حسنہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں تاکہ ان مقدس ہستیوں نے رشد و ہدایت کے جو فانوس روشن فرمائے ہیں ان کی روشنی کو نہ صرف اپنے ملک بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچادیں اور خود اپنے قلب و روح کو اس روشنی سے اس طرح منور کریں کہ دوسروں پر بھی اس کے اثرات مرتب ہونے لگیں۔

گوئے توفیق و سعادت درمیان افگندہ اند
کس بہ میداں در نمی آید سواراں راچہ شد

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے ہر زمانے اور ہر نازک دور میں اسلامی معاشرے کی اصلاح، مسلمانوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت، نیز اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے فرائض ایسی خوبی

بقیہ صفحہ نمبر ۱۸۲ پر

میرے سوہنے کی پکار

شیخ محمد اقبال لاسی

یہ ایک بدیہی اور مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کو رب عزوجل نے مختلف تخلیقی مراحل سے گزارنے کے بعد جب تکمیل کردی تو انسان کے نفس میں دو قوتیں ودیعت فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق انسان کو نہ تو مجبور محض بنایا اور نہ ہی مختار مطلق بنایا بلکہ انسان کو جبرو اختیار کے درمیان والی حالت میں رکھا تاکہ وہ مجبوری کی صورت میں رہ کر جوابدہی سے گلو خلاصی نہ کر سکے اور مختار مطلق بن کر انسانیت اور تخلیق کائنات کو اپنی قوت بازو کے ذریعے سے غلام بنا کر اس کی زندگی کو اجیرن نہ کر دے وہ دو قوتیں نیکی اور بدی کی قوتیں ہیں جن کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ "وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا" (الشمس ۹۱، ۷۔۸) "قسم ہے نفس کی اور اس کو درست کرنے والے کی پھر اس کے دل میں ڈال دیا اس کی نافرمانی اور اس کی پارسائی کو"

نیکی اور بدی کو نفس انسان میں صرف ودیعت ہی نہیں کیا بلکہ ان کی کیفیت ماہیت اور صلاحیت کا علم بھی عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: "یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ہ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ وَّ لَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ" (القیامۃ ۷۵، ۱۳۔۱۵) "آگاہ کر دیا جائیگا انسان کو اس روز جو عمل اس نے پہلے بھیجے اور جو (اثرات) وہ پیچھے چھوڑ آیا۔ بلکہ انسان خود بھی اپنے نفس کے احوال پر نظر رکھتا ہے خواہ وہ (زبان سے ہزار) بہانے بناتا رہے"

انسان کی اسی بصیرت نفس اور ان دو راہوں کی نشاندہی کو قرآن مجید نے مزید تفصیلاً اس انداز سے بیان فرمایا: "اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْہِ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ۝ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا" (الدھر ۷۶، ۲۔۳) "بلاشبہ ہم ہی نے انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اس کو آزمائیں پس (اس غرض سے) ہم نے بنا دیا ہے اس کو سننے والا، دیکھنے والا، ہم نے اسے دکھایا ہے (اپنا) راستہ۔ اب چاہے شکر گزار بنے چاہے احسان فراموش"

اس آیت مبارکہ میں انسان کے اختیار کی بات کی گئی اور دونوں قوتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ ان قوتوں میں سے کس کو اختیار کیا جاتا ہے اور کس کو چھوڑا جاتا ہے یہ خود انسان کی اپنی باطنی بصیرت پر منحصر ہے کہ وہ انبیاء کرام علیھم السلام، اولیاء اُمّت اور صالحین رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی ہدایات میں غور و خوض کر کے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ راستہ کو اختیار کرتا ہے یا نہیں اس بات کو قرآن مجید نے مزید ایک اور مقام پر استفہامیہ انداز میں اور آنکھیں کھولنے والے اسلوب اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والے انداز میں اس طرح بیان فرمایا: " اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ ۝ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ۝ وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ ۝ وَ ھَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ ۝" (البلد ۹۰: ۷۔۱۰) " کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لیے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ۔ اور ہم نے دکھادیں اسے دونوں نمایاں راہیں"

قرآن مجید کا انسانیت پر مزید یہ احسان کہ ان دونوں راستوں کو اختیار کرنے والوں کو یہ خبر بھی بتادی: " لَہَا مَا کَسَبَتْ وَ عَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ " (البقرۃ، ۲:۲۸۶) " اس کو اجر ملے گا جو (نیک عمل) اس نے کیا اور اس پر وبال ہوگا جو (برا عمل) اس نے کمایا"

یہ اس لیے تاکہ انصاف، عدل اور قسط کا نظام اسلام باقی رہے۔ قرآن مجید، فرقان حکیم کا عمیق مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ دونوں قوتوں پر عمل کرنے والے مختلف افراد کے لیے آخرت کا نتیجہ بھی مختلف ہوتا ہے بدی کی قوت کے پیچھے لگنے والوں کے لیے جہنم اور نیکی کی قوت کے ساتھ رہنے اور اسے ترویج دینے والوں کے لیے جنت ہے۔ جہنم اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب اور غصہ کی جگہ ہے اور وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اس قدر برا اور قابل نفرت کہ جہنمی کہہ اٹھیگا: " یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا " (النبا ۷۸: ۴۰) " اس دن دیکھ لے گا ہر شخص (ان عملوں کو) جو اس نے آگے بھیجے تھے اور کافر (بصد حسرت) کہے گا کاش! میں خاک ہوتا"۔ اور اس کے مقابلے میں جنت اللہ تعالیٰ کی عنایات، مہربانیوں، پیار و محبت اور نوازشات کا مقام ہے۔ اس میں جنتی لوگوں کو کیا کیا نعمتیں دی جائیں گی قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ .... وَ لَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ۝" (حم سجدہ ۴۱: ۳۰۔۳۲) " بے شک وہ (سعادت مند) جنہوں نے کہا ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر وہ اس قول پر پختگی سے قائم رہے اترتے ہیں ان پر فرشتے (اور انہیں کہتے ہیں) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو تمہیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور

تمہارے لیے اس میں ہر وہ شے ہے جو تمہارا جی چاہے اور تمہارے لیے اس میں وہ چیز ہے جو تم مانگو گے یہ میزبانی ہے بہت بخشنے والے ہمیشہ رحم کرنے والے کی طرف سے"۔ مزید برآں یہ بھی بتادیا کہ میرے (اللہ کے) نزدیک ان دونوں کا تعارف یہ ہے۔ جہنمی اور کفر کرنے والوں کے لیے فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ" (البینۃ: ۶،۹۸) "بے شک جنہوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے (وہ) اور مشرکین آتش جہنم میں ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔ یہی لوگ بد ترین مخلوق ہیں۔ جنتی اور ایمان والوں کے لیے فرمایا:" ان الذین امنوا و عملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ" (البینۃ: ۷،۹۸) "اور (یقینا) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

اب یہ اچھی طرح معلوم ہو چکا کہ انسان میں بگاڑ پیدا ہونے کا سبب الاصلی اس کی باطنی قوتوں میں سے بدی کی قوت کا پنپنا اور اس کی ترقی ہے۔ انسان میں بدی کی قوت کے زور پکڑنے کی وجہ سے پورا جسم انسانی فساد زدہ ہو جاتا ہے۔ اس فساد میں مزید اضافہ اس طرح ہوتا ہے کہ وہ شخص نیک، صالح، متقی اور پرہیز گار اللہ والوں کی صحبت سے دور رہتا ہے، بدکاروں، بروں، لٹیروں اور اولیاء الشیطان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا اور سیر سپاٹوں میں مصروف رہتا ہے۔ اسلام کی پاکیزہ حیات کے بنیادی مبادی و اصولوں سے دور ہونے کی وجہ سے نفس انسان میں شیطانی قوتوں میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

حضور شمس العارفین، قطب الاقطاب سیدی و مرشدی سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ نے اپنے زمانہ طالب علمی سے ہی امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں غور خوض کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور آپ اس وقت سے اس فکر میں مصروف رہتے تھے کہ کس طرح انسانیت کو نفس کے بگاڑ سے بچایا جاسکتا ہے۔

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ نے حضور پیر مٹھا سائیں علیہ الرحمۃ کی صحبت بابرکت سے فیض پایا۔ آپ کے سینۂ اطہر میں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح کا جذبہ موجزن رہا۔ حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ دل درد مند کے حامل تھے اور آپ پر امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے راہ روی اختیار کرنا انتہائی دشوار گذرتا تھا۔ آپ اکثر و بیشتر اپنے خطبات و مواعظ اور مجالس میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اے خاصۂ خاصان رسل اب وقت دعا ہے   امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

حضور قطب الاقطاب حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنی پوری زندگی اس درد کو بانٹنے میں صرف کردی اور الحمد للہ، ثم الحمد للہ کہ جو اسلامی، روحانی اور عملی انقلاب آپ نے برپا کیا وہ کہیں اور دور دور تک نظر نہیں آتا۔ آپ کی شب و روز محنت اور پکار کی بدولت ہزاروں کی زندگی میں تبدیلی پیدا ہوئی اور اصلاح اس انداز سے ہوئی کہ وہ معاشرے کے لیے مفید اور کارآمد ثابت ہوئے۔

یاد رہے کہ حضور سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ ایک ایسی منفرد شخصیت کے حامل تھے کہ آج کل ایسی شخصیت کا ملنا اگر ناپید نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ وسیع النظر مبلغ اسلام تھے۔ آپ علیہ الرحمۃ نے امت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر فرد، ہر نسل، ہر رنگ بلکہ ہر مذہب والے سے ملاقاتیں کیں اور ان کو دین مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔

علماء کرام کے نزدیک امت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

(۱) امت اجابت (۲) امت دعوت۔

(۱) **امت اجابت**:۔ امت کے ان افراد کو کہا جاتا ہے جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سنا یا پڑھا اور اس پیغام کو قبول کر لیا۔ اور مزید یہ کہ اپنی زندگی کو عملاً اس پیغام کے مطابق بنانے کی مقدور بھر کوشش کرتے رہے۔

(۲) **امت دعوت**:۔ امت کے ان افراد کو کہا جاتا ہے جن تک دعوت نہیں پہنچی ہے یا انہوں نے اب تک اسلام کو اپنا دین نہیں بنایا ہے۔

حضور قطب الاقطاب حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ تبلیغ کے اس قدر حریص تھے کہ آپ علیہ الرحمۃ جہاں مسلمانوں کے اجتماعات، مجالس اور محافل میں وعظ و نصیحت فرماتے وہاں انفرادی سطح پر غیر مسلموں سے بھی آنے پر ملاقات کرتے، قلبی ذکر کا وظیفہ دیتے اور انہیں بھی اسلام کا پیغام پہنچاتے۔

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ اپنے خطوط میں تبلیغ پر بہت زیادہ زور دیا کرتے تھے۔ شاید ہی کوئی خط ایسا ہو جس میں اپنے متوسلین و معتقدین کو تبلیغ کرنے پر تاکید نہ کی گئی ہو۔ آپ کی حیات طیبہ کا بہترین اور محبوب مشغلہ "تبلیغ اسلام" ہی تھا۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ کے جسم میں جان اور جان میں روح اور روح میں زندگی اور زندگی میں مقصد حیات تبلیغ اسلام تھا۔ تبلیغ آپ کے رگ و پے میں، جسم کے ہر ہر بال میں اور خون کے ہر قطرے میں اس طرح رچ بس گئی تھی کہ آپؒ کی صحبت میں آنے جانے والے آج بھی گواہی دیں گے کہ عصر کی نماز کے بعد عموماً

تبلیغی خطوط جو مختلف جگہوں سے فقراء کے تبلیغی کارناموں پر مشتمل ہوتے سنا کرتے تھے۔ خطوط کے بعد نماز مغرب میں تھوڑا سا وقت باقی رہتا تھا آپ علیہ الرحمۃ بعض اوقات خوش طبعی کی خاطر مذاق فرمایا کرتے تھکے ہوئے اور غمگین و پریشان حال فقراء میں خوشیاں بانٹنے کے لیے کوئی لطیفہ سنایا کرتے، لیکن تبلیغ کی اس قدر حرص رہتی کہ لطیفہ سنتے ہوئے فقراء جب مکمل ذہنی طور پر آپ کی طرف متوجہ ہوجاتے تو حضور علیہ الرحمۃ فقراء کو تبلیغ کی تاکید فرماتے۔

ایک ایسی ہی محفل میں یہ عاجز راقم سطور حاضر خدمت تھا، حسب معمول عصر کے بعد خطوط کو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا فقیرو! ایک جعلی پیر صاحب اپنے مریدوں کے پاس چکر لگایا کرتے تھے۔ ایک بوڑھی اماں کے پاس گئے انہوں نے ایک مرغی پیش کی پیر صاحب نے کہا میں واپسی میں لیتا جاؤں گا۔ پیر صاحب کے جانے کے بعد مرغی مر گئی پیر صاحب جب اپنا دورہ کر کے واپس آئے اور اس عورت سے کہا کہ میری مرغی کہاں ہے۔ جواب ملا کہ مرغی مر چکی ہے اور ہم نے اسے پھینک دیا ہے۔ پیر صاحب غصے میں آگئے اور کہا کہ کچھ بھی ہو ہمیں مری ہوئی مرغی بھی چاہیے حضرت علیہ الرحمۃ یہ لطیفہ سنانے کے بعد فرماتے فقیرو، جعلی پیر صاحب اپنی مری ہوئی مرغی نہیں چھوڑتے ہیں تو ہم سست و غافل انسانوں کو ان کے حال پہ کس طرح چھوڑ سکتے ہیں آپ اپنی تقریروں میں مواعظ حسنہ اور خطابات دل پذیر میں اکثرو بیشتر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

ہے زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

میں اسی لیے مسلمان میں اسی لیے نمازی

حضور سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کی پوری زندگی تبلیغ کرتے گزری آپ ہر لمحہ اور ہر لحظہ فقیروں کو اپنی اصلاح اور گھر والوں یعنی بیوی۔ بچوں کی اصلاح اور دینی تعلیم و تربیت کی خوب تاکید فرماتے، بعض اوقات یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ اے فقیرو اگر بیوی کو وضو کرنے کے لیے پانی لانے میں سستی ہوتی ہو یا تکلیف اٹھانی پڑتی ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ خود لوٹا بھر کے ان کے سامنے رکھ دیں اور اسے کہیں کہ وضو کرلو تب تک میں مصلی۔ بچھائے دیتا ہوں۔

رمضان المبارک کا مہینہ جیسے جیسے قریب آتا جاتا آپ کے شوق تبلیغ میں جوش پیدا ہوتا جاتا۔ آپ کی آخری مجالس میں راقم سطور بھی شامل تھا ایک بار طاہر آباد ٹنڈوالہ یار کی بستی میں مسجد کے ملحقہ صحن میں فجر کی نماز کے بعد وعظ فرمایا چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ آنے ہی والا تھا اس لیے آپ اس قدر جذبے و مستی کے عالم میں فقیروں کو تنبیہ فرما رہے تھے اور ترغیب دلا رہے تھے سورج بہت زیادہ چڑھ آیا اور گرمی کی وجہ سے آپ کے من موہنے چہرہ انور پر پسینہ کی لڑی جاری تھی گو کہ

فقیروں نے سایہ کیا ہوا تھا، لیکن اس کے باوجود پسینہ تیزی سے آرہا تھا اور آپ گرمی کی شدت کی پرواہ کیے بغیر بہت دیر تک نصیحت فرماتے رہے اور فرمایا کہ کوئی مقام تبلیغ کیے بغیر نہ چھوڑیں بس اسٹاپ، اسٹیشنوں، ہاسپیٹلز، ہاسٹلز، چوراہے اور باغیچوں اور باغوں کے علاوہ بسوں اور ٹرینوں میں سفر کریں اور اللہ کے مہمان کی عزت اور تکریم سے لوگوں کو واقف کریں۔

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ ایک طرف فقراء کو تبلیغ کی ترغیب دیتے اور دوسری طرف ان کی تبلیغی کاوشوں، کوششوں اور کی جانے والی محنت اور اس کے نتائج و ثمرات کی رپورٹ سننے کے لیے بے تاب رہتے عصر کی نماز کے بعد فقراء کے اسی قسم کے خطوط مجلس عام میں پڑھے جاتے جو تبلیغی نوعیت کے ہوتے اور تبلیغی محنت پر مشتمل ہوتے کوئی مبلغ آجاتا تو اس سے تبلیغی احوال سنتے اور اس قدر مسرت و خوشی کا اظہار کرتے گویا کہ کرب و اضطراب کی حالت سے نجات ملی ہو۔ آپؒ کی مجالس حسنہ میں بیٹھنے والوں کو آج بھی یہ منظر ضرور یاد آتا ہوگا کہ حضورؒ جب تبلیغی احوال یا تبلیغی خطوط سنتے تو آخر میں ان احباب کے لیے خصوصی دعا فرماتے جو تبلیغ میں مصروف رہتے۔ اور دعا میں اس قدر استغراق رہتا کہ دعا کرتے کرتے حضور کی گردن مبارک نیچے کی طرف بہت زیادہ جھک جاتی یہ حضرتؒ کے پیار و محبت اور شفقت کی واضح علامت ہے۔

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کو امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح بے راہ روی اختیار کرنا انتہائی شاق گزرتا۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ اصلاح کے لیے وقف ہو چکا تھا۔ آپؒ نے جہاں وعظ و تقریر کے ذریعے اصلاح امت کا عظیم کام سرانجام دیا وہاں فقراء و خلفاء اور علماء کو خطوط کے ذریعے اپنا درد پہنچایا۔ حضرتؒ کے چند ایک خطوط پر نظر ڈالتے ہیں دیکھیں کہ تبلیغ اور اصلاح امت کے لیے آپ کا قلم درد کی داستان کس طرح بیان کرتا ہے۔

حضرت قطب الاقطاب علیہ الرحمۃ نے مولوی رب نواز صاحب کو دبئی صرف تبلیغ کی غرض سے روانہ کیا اور کام کی رفتار کے حوالے سے ایک خط میں انہیں تحریر فرماتے ہیں "...... اب آپ کے خط سے دل کو کچھ راحت ہوئی ہے، لیکن آپ تبلیغ کے لیے دبئی سے باہر کیوں نہیں نکلتے؟ دبئی کے اندر ہی دن رات خواب خرگوش میں مدہوش رہتے ہو تبلیغ میں ذرہ بھر سستی نہ کرو، یہ قیمتی گھڑیاں، ساعتیں عیش و آرام میں نرم بستروں پر سو سو کر ضائع نہ کرو، آپ کو ایک ایک سانس کا حساب دینا ہوگا" (سیرت ولی کامل، ج دوم)

پندرھویں صدی ہجری کی خوشیوں میں جب ہر طرف جشن کا سماں تھا اور لوگ اپنے اپنے انداز سے خوشیاں منا رہے تھے اس وقت حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ جن کے قلب و جگر اور

دل و دماغ میں بس ایک ہی سودا سمایا ہوا تھا جو کہ دین متین کی تبلیغ و اشاعت اور ترقی کے لیے تھا پنجاب کے ساتھی جناب محمد فیض الحسن صاحب کو لکھتے ہیں: ” آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ آج کل پورے عالم اسلام میں پندرھویں صدی ہجری کی تقریبات کے سلسلے میں جشن منائے جارہے ہیں اور اس صدی کو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی صدی کہا جا رہا ہے۔لہٰذا ہم کو بھی چاہیے کہ عملی طور پر اس صدی ہجری کو احیاء اسلام کی صدی ثابت کر دکھائیں۔ سستی اور غفلت کی میٹھی نیند کو خیر باد کہہ کر بیدار ہو کر میدان عمل میں قدم رکھیں، پہلے اپنا احتساب کریں، اپنی غلطیوں، کوتاہیوں پر نادم ہو کر، سنبھل کر زندگی بسر کریں اور دوسروں کو بھی صراط مستقیم پر چلنے کی دعوت دیں “(سیرت ولی کامل، ج دوم ص ۳۰۶)

حضور سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کے دستیاب خطوط کے استقصاء سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ اپنے معتقدین و مریدین کو اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اور ان کے عقائد و ایمان اور اعمال و افعال کی اصلاح کے لیے جو عمل بتایا کرتے تھے وہ تبلیغ کا ہی ہوتا تھا۔جناب خلیفہ مولانا حاجی محمد علی مری صاحب (جو سعودی عرب میں مقیم تھے) کو ایک خط میں لکھتے ہیں: ” امید یہی ہے کہ آپ جو کہ پرانے مبلغ و مجاہد ہیں اپنی حیثیت کے مطابق تبلیغی کام کررہے ہونگے، خاص کر اپنے رشتہ دار اور فرزندوں پر زیادہ محنت کریں تاکہ سعودی عوام کا ان پر اثر نہ پڑے۔عیاش و آزاد مزاج نہ بنیں بلکہ ذکر و فکر اور محبت والے فقیر بن کر رہیں “ ...... ” مولوی محمد آدم صاحب یا دوسرے مبلغ جو مکہ مکرمہ جائیں ان کو اپنے یہاں لے جاکر تقریر و تبلیغ کرائیں تاکہ آپ کے فرزند اور دوسرے رشتے دار چست رہیں “(سیرت ولی کامل ج دوم ص ۲۹۵)

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ اپنے ایسے مریدین کو جو علم و تحقیق سے شغف رکھتے تھے اور بیرون ممالک مراکز اسلامی کے قیام کے خواہاں ہوتے تھے اور دین متین کی تبلیغ و اشاعت کے فروغ کا جذبہ رکھتے تھے انہیں ان ملکوں کے احوال، کلچر اور زبانوں کے سیکھنے اور وہاں کے رسم و رواج کی معلومات حاصل کرنے کی خصوصی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ایک خط میں مولوی خلیفہ رب نواز صاحب کو تحریر فرماتے ہیں ” آپ عربی، فارسی، ترکی اور دیگر زبانیں سیکھنے کی پوری کوشش کریں غفلت ہرگز نہ کریں اور حکام، افسران، تاجران اور بیرونی ممالک کے باشندگان سے تعارف و واقفیت پیدا کریں، نیز ان ممالک کے حالات سے واقفیت حاصل کریں علمی لیاقت پیدا ہونے کے لیے علمی مشغلہ بحال رکھیں اور محبت، رابطہ، اخلاص، کثرت ذکر، مراقبہ، تہجد، مسواک، نماز باجماعت، اتباع شریعت و سنت کی پوری پوری پابندی رکھیں تواضع، انکساری، عاجزی، خاکساری

اور ہر وقت دید قصور غالب رہے۔ تبلیغی حالات و دیگر جملہ احوال سے بلاتوقف جلدی جلدی آگاہ کرتے رہیں" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۷۷-۲،۸-۲)

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کے خاندان کے لوگوں نے دنیاوی تعلیم حاصل کر کے حکومت کے تو بڑے عہدے سنبھالے لیکن آپ کی پسند کے مطابق دین کی طرف متوجہ نہیں ہوئے حضرت صاحبؒ ان کی اصلاح کے لیے بڑے فکر مند رہتے اور زاری و الحا کی صورت میں ان سے مخاطب ہوتے رہتے حضورؒ کے اس درد کو دیکھنے کے لیے یہ خط کافی ہے۔ اپنے بھانجے کرنل مشتاق احمد صاحب کے نام تحریر فرماتے ہیں: "...... عزیزا! تم مجھ کو چاہو، نہ چاہو، لیکن میں تم کو بہت ہی چاہتا ہوں اور آپ کے لیے بہت کچھ مانگتا ہوں اور آپ کو بہت زیادہ ڈھونڈتا ہوں لیکن آپ نے تو دوری اختیار کر رکھی ہے نہ فقط مجھ جیسے ناکارہ ناکس سے بلکہ اپنے والدین سے اور اپنے حقیقی خالق و مالک سے اپنے ہادی برحق حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام سے قرآن سے ..... میرے پیارے میں آپ کے لیے اور آپ کے بھائیوں، رشتہ داروں کے لیے بہت ہی درد مند مجروح دل، زخمی ہوں آپ کیسے سنگ دل سخت آدمی ہیں کہ اس درد و غم کا علاج ہی نہیں کرتے، اور یہ درد روز بروز بڑھ رہا ہے اور طبیعت بے چین ہے، میرے پیارے ایک درد نہیں ایک زخم نہیں، ایک فکر نہیں جس کا بیان یا شکایت کروں۔

صدمات ہیں ہزاروں میں کیا کیا ذکر کروں
سجدہ کی شرح کھولوں یا ذکر رکوع کروں

اگر میں کچھ کہتا ہوں مزا الفت کا جاتا ہے
اگر خاموش رہتا ہوں کلیجہ منہ کو آتا ہے

بس یہی حالت ہے، آپ ہی بتائیں کہ کیا کروں" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۱۳۹-۱۴۰)

عورتوں کی اصلاح کے متعلق بھی آپ بہت فکر مند رہتے تھے، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے زیادہ تر مردوں کی محفل میں بیٹھے ہوئے اسپیکر کے ذریعے مستورات کو خطاب کرتے اور کبھی کبھار خالص مستورات کی محافل منعقد کی جائیں اور آپ پردے میں رہ کر انہیں نصیحت فرماتے، خطوط کے ذریعے خواتین کی تربیت و تعلیم اور اخلاص و کردار کی اصلاح میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، اپنی ہمشیرہ محترمہ کو ایک خط میں لکھتے ہیں: "...... خواتین کی اصلاح کی کوشش کریں، نماز تہجد، حلقہ مراقبہ، دینی مسائل کی ہوشیاری، خواتین درگاہ میں حلقہ مراقبہ اور مسائل کے بعد زیادہ نہ رہیں، آپس میں دنیوی زمانہ کی باتیں اور جھگڑے وغیرہ نہ کریں، نئی آنے

والی خواتین سے احسن طریقہ سے پیش آئیں ان کا خاص خیال رکھیں"

(سیرت ولی کامل ج دوم ص ۱۵۲)

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ سے خصوصی ملاقات کے اوقات میں اور عام بیانات میں بھی اکثر و بیشتر یہ سنا جاتا تھا اور آپ نے عملاً یہ کام کر کے دکھایا کہ انگریزی خواں (جدید تعلیم یافتہ طبقہ) بالخصوص کالجز اور یونیورسٹیوں کے فارغین اور زیر تعلیم طلباء طالبات پر محنت کی جائے، اس لیے کہ تاحال یہی وہ طبقہ ہے جن کے ہاتھوں میں ملک و ملت کا مستقبل ہے اور حکومت کی باگ ڈور اور انتظامی امور اسی نسل نے چلانے ہیں آپ اس سلسلہ میں بڑے ہی متفکر رہا کرتے تھے، اسی غرض سے روحانی طلبہ جماعت کا قیام عمل میں لایا گیا، روحانی طلبہ جماعت کے ذریعے کالجز اور یونیورسٹیوں میں، الحمد للہ، بہت کام کیا گیا اور تادم تحریر نوجوان اس تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں حضرت صاحب کی کاوشوں سے جب ۱۹۷۱ء میں ایک وفد سندھ یونیورسٹی تبلیغ کی غرض سے گیا اور وہاں طلباء و طالبات کو تبلیغ کی گئی بالخصوص ماروی کیمپس (ہاسٹل) میں طالبات کو باپردہ تبلیغ کی گئی، اس تبلیغ سے کیا فائدہ ہوا ؟ !!!..... مسز امینہ خمیسانی ہیڈ آف انگلش ڈیپارٹمنٹ سندھ یونیورسٹی کے اس خط سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو محترمہ نے حضور سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کو لکھا:" .....
میں نے آپ کی زیارت تو نہیں کی، تاہم آپ کے چند مرید مبلغ حضرات یہاں تشریف لائے۔ جنہوں نے طلباء کے علاوہ پردہ میں یونیورسٹی کی طالبات کو بھی وعظ و نصیحت کی جن کے اثرات قابل تعریف ہیں، کہ ان بزرگوں کی نصیحت سے متاثر ہو کر بعض لڑکیاں رو رہی تھیں، جس سے میں یہی سمجھی کہ ان کے مرشد کامل بزرگ ہوں گے، اور ان کے چلے جانے کے بعد کئی لڑکیوں نے نماز پڑھنا شروع کی اور اب دوپٹہ اوڑھتی ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تبلیغی مشن ملک و ملت اور قوم کے لیے از حد نفع بخش ہے، براہ کرم امتحانات کے بعد دوسرا وفد پھر بھیجئے تاکہ یونیورسٹی میں آکر تبلیغ کریں" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۳۷)

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کی نظر جس قدر اپنے معتقدین و مریدین اور حاضرین محافل پر ہوتی تھی اتنی ہی نظر کرم اور اصلاح کا درد ..... بلکہ اس سے شاید ... زیادہ درد و فکر اپنے خاندان والوں اور ان کی اولاد کی اصلاح پر بھی ہوتی تھی۔ حضرتؒ نے اپنے ایک اور بھانجے ڈاکٹر نجم عباسی جو زمانے کی چال چلنا زیادہ پسند کرتا تھا اور دنیوی دوستوں کے ساتھ رہنا بنسبت فقراء اور اہل دل کے زیادہ عزیز رکھتا تھا، انہیں نہ صرف خطوط کے ذریعے اپنا درد پہنچایا بلکہ عملاً ان کے مزاج کے مطابق کتابیں بھیجیں تاکہ جدید اسلامی کتب کا مطالعہ کر کے شاید راہ راست کو اختیار کریں۔ آئیے

حضرتؒ کے درد بھرے الفاظ ملاحظہ کریں: "...... آپ یاد کریں یا نہ کریں اس عاجز کو تو یاد ہیں، آپ کو پرواہ یا ضرورت ہو نہ ہو، اس عاجز کو تو ضرورت ہے، ایسادن، ایساہفتہ، ایسامہینہ اور ایسا کوئی بھی سال نہیں گزرا ہوگا جو "نجم" یاد نہ ہو، اور اس کے لیے دل کو فکر، غم اور پیار نہ ہو، دل کو اداس اور (تڑپ) نہ ہو، کیسے نہ ہو جب کہ تو جگر کا ٹکڑا ہے، کیسے نہ ہو جب کہ صغر سنی کے زمانے میں تیری پوری پرورش اور رہائش ہمارے گھر رہی اور یہ خدمت والدہ مرحومہ کے سپرد تھی۔" کچھ سطور کے بعد تحریر فرماتے ہیں، ...... اس عاجز نے میاں علی محمد کے ہاتھوں آپ کے لیے کتاب "اسلام اور عقلیات" دو حصے اور "سائنس اور اسلام" ایک کتاب بھیجی تھی امید ہے کہ ضرور ملی ہونگی۔ جو کہ عجیب و مدلل بدلائل عقلیہ ہیں، آج کل یورپ کے اثر کی وجہ سے نوجوان طبقہ کو جو اسلام کے خلاف خطرات و خیالات در پیش ہیں، ان کے حل و صفائی کے لیے بالکل کافی وشافی ہیں، بوقت فراغت دل سے غور کر کے پڑھنا ان کے علاوہ بھی کافی خرچہ کر کے آپ کے لیے کتابیں خریدی ہیں، قرآن مجید کی تفسیر انگریزی زبان میں نصراللہ اور مشتاق احمد دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ خریدی ہیں نیز اور بھی کافی کتابیں، مولانا عبدالماجد دریاآبادی جو بڑا فیلسوف (فلسفی) ماہر آدمی ہے انگریزی میں اس کی تفسیر تاج کمپنی کی مطبوعہ اگر آپ کے پاس موجود ہے یا خود خریدیں ورنہ یہ عاجز خرید کے بھیج دے، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ روزانہ کسی قدر تھوڑا بہت پڑھیں گے ضرور ،اس کے علاوہ کچھ اور کتابیں بھی خریدنے کا شوق ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ آپ کتابیں پڑھنے کے شوقین ہیں۔ لیکن اس شرط کے ساتھ اور اس عاجز کی طرف سے آپ کے ذمہ یہ کام فرض ہوگا کہ جو کتابیں بھیجی جائیں ابتداء سے انتہاء تک غور سے پڑھیں گے اگر آپ بھی کتابیں بھیجیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ عاجز بھی پڑھے گا" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵)

آئیں ذرا اس مہربان و شفیق اور انتہائی لطف و محبت کرنے والے شیخ والدین سے بڑھ کر اصلاح کی فکر رکھنے والے، غیروں کی گمراہی اور بے دینی و بے ہمتی دیکھ کر بے چین ہونے والے عظیم مجسم پیکر محبت و مہربان جن کا چہرہ ہر وقت پھول کی مانند کھلا رہتا، جن کے لبوں پر مسکراہٹ ...... سبحان اللہ ...... کیا مسکراہٹ واللہ آج بھی حضورؒ کی مسکراہٹ ...... ہلکی سی، پیاری سی، محبت بھری ہوئی بے چینی و بے سکونی کو چین و سکون میں تبدیل کرنے والی اکسیر دوا تھی ...... آپ کا مکھڑہ ہر وقت کھلا رہتا اور چہرۂ مبارک پر ہر وقت بشاشت رہتی، مزاج کے خلاف کسی کو کچھ کرتے دیکھتے تو اکثرو بیشتر نظر انداز کر دیتے لیکن ایسی محبت و الفتُ والے شفیق شیخ حقیقی اگر اپنے قریب ترین اور مجاہد مبلغ سے تبلیغ کے سلسلہ میں ذرا بھر کوتاہی، سستی اور غفلت دیکھتے تو

آپ دین کے نقصان کو برداشت نہیں کرتے۔

سادات سے محبت ـــــ بے پناہ محبت ـــــ آپ کی گھٹی میں ملی ہوئی تھی، آپ کی مجالس میں اگر معلوم ہو جاتا کہ سید صاحب تشریف فرما ہیں تو ان کے لیے کرسی منگاتے اور اپنی کرسی کے ساتھ انہیں بٹھاتے۔ اس قدر عزت، تکریم اور تحریم فرماتے لیکن تبلیغ میں سستی اور غفلت کے وقت آپ کا مزاج بالکل بدل جاتا عالم باعمل حضرتؒ کے پیارے خلیفہ سائیں سید محمد مٹھل شاہ صاحب کا اپنا بیان کردہ خواب سن کر اندازہ کر سکتے ہیں۔ "ایک مرتبہ خواب میں حضور سوہنا سائیںؒ (جب آپؒ بقید حیات تھے) کی زیارت ہوئی، مجھے تنبیہ کرتے وقت فرمایا! شاہ صاحب آپ تبلیغ میں سستی کرتے ہیں، یہ غفلت و سستی کا وقت ہے کیا؟ یہ کہہ کر مجھے چند تھپڑ رسید کیے، میں نے عرض کی حضور واقعی میرا قصور ہے، میں سزا کا مستحق ہوں الحمد للہ حضورؒ کی تنبیہ میرے لیے کارگر ثابت ہوئی۔ اس وقت سے اب تک محنت سے تبلیغ کر رہا ہوں" (سیرت ولی کامل ج اول ص ۱۱۳۴)

خلیفہ مولانا رب نواز صاحب جنہیں عرب ممالک میں تبلیغ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ایسے قریبی ساتھی کو تبلیغ میں سستی اور غفلت پر تنبیہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں، "احوال یہ ہے کہ چار ماہ جیسی لمبی مدت کے بعد آپ کا خط ملا، اس عاجز نے چار دن تک آپ کا خط نہ پڑھا، موزوں تو یوں تھا کہ جیسے آپ نے چار ماہ کے بعد خط لکھا ہے اسی طرح چار ماہ رکھ کر پھر خط پڑھا جاتا، لیکن اس عاجز کو آپ سے دلی محبت ہے، آپ کو اس عاجز سے محبت ہے یا نہیں؟ خیر وہ تو آپ کے خط کے لکھنے سے ظاہر ہے، نامعلوم کیا وجہ ہے کہ آپ نے خط لکھنے میں اتنی دیر کی، اس عاجز نے تو خیال کیا کہ شاید آپ کی طبیعت میں عربوں والی عیاشی آگئی ہے، اپنے دنیاوی کاروبار میں مشغول ہو گئے ہو کہ خط و کتابت بھی جاری نہیں رکھ سکتے، سچے عاشق صادق کا تو یہ کام نہیں ہوتا جو آپ نے اپنے لیے اختیار کیا، اور آپ کے اس خط کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ تم باہر تبلیغ کے لیے نہیں نکلتے مرکز میں ہی خواب خرگوش میں یا دنیاوی کاروبار میں مصروف رہتے ہو، اگر اتفاقاً کوئی مرکز میں آگیا تو تبلیغ کر دی ورنہ آرام سے پڑے رہے۔

عزیزم! آپ کو مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ مبلغ کا کیا شیوہ ہوتا ہے، پہلے خطوں میں آپ نے لکھا تھا کہ میرا ارادہ ہے کہ عمان، شام، یمن، مصر، کویت، عراق، سعودی عرب، الجزائر اور دوسرے ملکوں میں مراکز بناؤں گا، کیا مراکز اسی طرح بنا کرتے ہیں؟ اس کے لیے دن رات محنت اور کوشش کی اشد ضرورت ہوا کرتی ہے، سستی نہ کرو، ہوشیار بیدار ہو کر باہر تبلیغ کے لیے نکلو، پیران کبار کی توجہ مبارک، غیبی تائید ہر وقت آپ کے شامل حال ہے، یہ عاجز ہر وقت

آپ کے حق میں دعا گو ہے" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۲۹۲-۲۹۳)

خلیفہ مولانا محمد رمضان صاحب (ظفر وال فیصل آباد) سے ایک بار عذر کی بنا پر شاید سستی ہوئی تو مختصر خط میں تنبیہ فرمائی: " آپ کا خط بڑی دیر کے بعد آیا ہے، سالانہ جلسہ ذی قعدہ میں ہوا تھا اور آپ کا خط صفر المظفر (یعنی چار ماہ کی تاخیر سے) میں آیا ہے، حالانکہ آپ باہمت سرگرم مبلغ ہیں آپ کو اتنی دیر نہ کرنی چاہیئے تھی۔

آج کل تبلیغ کی کتنی ضرورت ہے، اس وقت تو پورا وقت تبلیغ میں بسر کرنا چاہیئے تھا نہ کہ اتنی سستی یا تاخیر اور تبلیغ کا حال احوال بھی جلد جلد ارسال کرتے رہیں" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۳۱۹)

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ جہاں ایک طرف سستی، غفلت اور کاہلی برتنے والوں کو شفقت و محبت کے انداز میں تنبیہ فرماتے وہاں مجاہد مبلغین اگر تبلیغی کام کرتے تو ان سے شفقت و محبت فرماتے اور انہیں اپنی رضا، خوشی اور دعاؤں سے نوازتے تبلیغی روحانی مرکز کے قیام پر مولانا رب نواز نے جو قربانیاں دیں وہ یقیناً قابل تحسین اور ناقابل فراموش ہیں مولانا نے مرکز کی تکمیل پر جب حضورؒ کو خط لکھا تو آپؒ نے جواباً خوشی کا اظہار اس طرح فرمایا: "۔۔۔ عزیزا! آپ نے اس اہم کام میں جس جرات عزم بالجزم سے تن تنہا دشوار گھاٹیوں سے گزر کر اس عظیم کام کو انجام دیا ہے اس عاجز بیکار آوارہ کا بال بال آپ کو نیک، نیک بہترین دعائیں کرتا ہے اور عجیب و غریب پر درد صدائیں دل سے آپ کے لیے نکلتی ہیں اللہ تعالیٰ مہربان، رؤف و رحیم، قریب، مجیب ہے قبول فرماوے۔

اس عظیم کار، خدمت خلق، اصلاح المسلمین کے ارادے سے سفر کرنے گھر سے نکلنے پر آپ کو مبارک صد مبارک، وہاں پہنچنے، قیام رکھنے پر آپ کو مبارک صد مبارک اس مقصد کے لیے قیام کے ہر دن، ہر رات، ہر ماہ ہر سال پر آپ کو مبارک صد مبارک اس کار خیر عظیم کے لیے خیالات، فکر کرنے اور محنت کرنے پر آپ کو مبارک صد مبارک اس مقصد کے لیے زمین، پلاٹ خریدنے رقم خرچ کرنے پر آپ کو مبارک صد مبارک اس پلاٹ پر مکان بنانے تیار کرنے پر آپ کو مبارک صد مبارک، اس مقصد کے لیے شہری بننے پر مبارک صد مبارک، " الحمدللہ علی ذالک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ" آپ کی ہمت جرات اور استقامت، اس کام کے لیے تکالیف، اتنے خرچ اخراجات اور قربانی سے عاجز کا دل، آپ سے بہت ہی بہت ہر طرح خوش ہے، خوش ہے یہ مسکین بیکار آپ پر راضی ہے راضی ہے، آپ کی والدہ ماجدہ کو بھی مبارک صد

مبارک جس نے ایسا سعید مرد مجاہد فرزند جنا اور اس کی پرورش کی"

تبلیغ، تبلیغ اور فقط تبلیغ حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کی پکار ہوا کرتی تھی، ہر ملنے والے اور گفتگو کرنے والے کے لیے زبان ہلتی تو دین متین کی اشاعت کی غرض سے، تحریر ہو یا گفتگو مقصد دعوت دین ہی ہوا کرتا تھا۔

جہاں تک حضرت شمس العارفین عارف باللہ حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کے اپنے اسوۂ حسنہ کا تعلق ہے تو حضرتؒ نے اپنی زندگی اور اپنی ہر شئے مال و متاع، زر و زمین اور اپنی اولاد کو اسی کار خیر میں لگا دیا تھا، حضرت صاحبؒ چاہتے تو اپنے نور چشم ہر دلعزیز صاحبزادے خواجۂ خواجگان سیدی و مرشدی حضور سجن سائیں مدظلہ العالیٰ کو انگریزی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے اعلیٰ جدید تعلیم دلا کر کسی اچھے عہدہ پر فائز کرا سکتے تھے۔ لیکن حضرتؒ نے اپنے اکلوتے بیٹے کی، بچپن ہی سے تربیت اس طرح کی کہ ابھی بہ مشکل درس نظامی سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جماعت کی اکثر بیشتر ذمہ داریاں، مدرسہ کے انتظامات، لنگر کی دیکھ بھال اور اندرون ملک تبلیغی دوروں کی ذمہ داریاں آپ کے کاندھوں پر رکھ دی گئیں، حضرتؒ نے دعوت دین کے لیے ہر قسم کی تکلیف کو برداشت کیا اور کوئی عذر آپ کے پایۂ استقلال میں کمزوری اور رکاوٹ پیدا نہ کر سکا، پاکستان کے چاروں صوبوں کے بڑے بڑے شہر ہی کیا دیہات اور قصبات تک دین متین کا پیغام پہنچایا اور الحمدللہ ہزاروں مولیٰ سے روٹھے ہوئے دل اپنے مالک حقیقی سے جا ملے حضرت سوہنا سائیںؒ کی تبلیغی حرص اور شوق و جذبہ کے حوالے سے صرف دو واقعات کو اختصار کے ساتھ پیش کروں گا۔

راقم سطور کو مولانا غلام محمد لاسی (حال پیش امام و خطیب جامع مسجد فاروقیہ لاسی محلہ کلاکوٹ) نے بتایا کہ قاضی عبدالمجید کی دعوت پر حضرتؒ نے لسبیلہ بلوچستان کا تبلیغی دورہ رکھا، آپ کے ساتھ کثیر جماعت تھی، اُن دنوں میں بارش بھی خوب ہوئی تھی لسبیلہ کی مشہور و معروف ندی پورالی میں خوب پانی تھا، اس ندی کی خصوصیت یہ ہے کہ پانی میں چلنے والے کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے اور وہ شخص اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا الا یہ کہ تیرنا جانتا ہو، حضرتؒ نے تھوڑی دیر توقف کے بعد فرمایا کہ ہم ہر حال میں اپنے وعدہ کا ایفاء کریں گے اور قاضی صاحب کے ہاں ضرور جلسہ ہوگا۔ فقیروں کو حکم دیا گیا کہ پانی میں اتر جائیں، سب سے پہلے مولانا آدم بروہی صاحب اترے اس کے بعد پوری جماعت نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ندی کو پار کیا، حضرتؒ کو چارپائی پر بٹھا کر اٹھایا گیا کسی فقیر کو ضرر نہ پہنچا۔ جلسہ اپنے وقت پر کیا گیا اور بڑا ہی کامیاب پروگرام ہوا۔

مولانا استاد الاساتذہ قبلہ حبیب الرحمن گبول طاہری بخشی صاحب تحریر فرماتے ہیں "محترم

مولانا محمد نواز صاحب نے بتایا کہ دادو شہر سے سات میل کے فاصلہ پر ہماری بستی فقیر محمد صالح بروہی کے نام سے مشہور ہے وہاں جانے کے لیے اب بھی کچی سڑک ہی اصل راستہ ہے، مگر پہلے تو یہ سڑک بہت زیادہ خستہ حال تھی، جگہ جگہ جھاڑیوں سے گزرنا پڑتا تھا، حضور اس دور میں بھی اونٹ پر اور کبھی گھوڑے پر سوار ہو کر تبلیغ کے لیے ہمارے یہاں تشریف لاتے تھے۔

ایک بار دیگر فقراء کے ہمراہ میں بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ گھوڑے پر سوار تھے، جب ایک جھاڑی کے قریب پہنچے کئی چرواہے مال مویشی چرا رہے تھے، جن میں سے ہمارے ایک پڑوسی لڑکے نے آپ کو پہچان لیا، اور سلام کرنے کے لیے قریب آیا، عام طور پر ایسے غریب اور سادہ لوح چرواہوں سے کوئی پوچھتا ہی نہیں خاص کر راہ چلتے جب کہ مرید و خادم بھی ساتھ ہوں اور موسم بھی گرمی کا ہو، آپ نے بڑی فراخدلی سے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا، خیریت دریافت فرمائی اور وہیں گھوڑے سے نیچے اترے اور زمین پر بیٹھ ہی رہے تھے، مگر ہم نے جلدی سے کپڑا بچھا لیا، جس پر آپ بیٹھ گئے، اس گنوار لڑکے کو ذکر بتایا، ذکر کرنے کا طریقہ سمجھایا، والدین کے ادب، نماز اور دیگر احکام شرعیہ کے متعلق کافی دیر تک سمجھانے کے بعد آگے روانہ ہوئے" (سیرت ولی کامل ج اول ص ۲۰۰

حضرت سوہنا سائیںؒ کا جذبہ تبلیغ ...... سبحان اللہ ...... کیا جذبہ اور کیا شوق تھا ...... اے کاش! کہ اس جذبہ کا ایک ذرہ ہی مل سکے، حضرتؒ نے راقم سطور کے عربی لغت کے استاد محترم مولانا صدیق احمد ناصر صاحب (ساؤتھ امریکہ ویسٹ انڈیز) کو جب خلافت کی اجازت مرحمت فرمائی تو اس وقت مولانا موصوف مدظلہ العالی نے عرض کیا: "حضور اگر کوئی غیر مسلم ذکر سیکھنا چاہئے تو؟ اس پر ارشاد فرمایا، بے شک غیر مسلموں کو بھی ذکر سمجھائیں، پھر مولانا صاحب نے دریافت کیا کہ بعض لوگ قمیض اوپر اٹھانے کو معیوب سمجھتے ہیں، ایسی صورت میں ذکر کیسے سمجھایا جائے؟ اس پر ارشاد فرمایا، پہلے تو ان کو سمجھائیں کہ ذکر سیکھنے کا یہ طریقہ ہے پھر بھی اگر آمادہ نہ ہوں یا کوئی اور ایسی مجبوری کی صورت ہو تو قمیض کے اوپر ہی انگلی رکھ کر ذکر سمجھادیں، البتہ اگر بعد میں کوئی مناسب موقع مل جائے تو معمول کے مطابق دل پر انگلی رکھ کر ذکر سمجھادیں، ویسے زبانی طور بھی ذکر سمجھایا جا سکتا ہے، جس طرح ہمارے یہاں عورتوں کو پردہ میں فقط زبانی طور پر ذکر سمجھایا جاتا ہے" (سیرت ولی کامل ج دوم ص ۲۱۴)

حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ نے اپنا سب کچھ تج کر اپنی ہی پکار ... تبلیغ، تبلیغ، تبلیغ ... کو بلند کیا واقعتاً وادی مہران میں یہ پکار تاریخی طور پر نئی پکار نہیں تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ لوگ سالوں سے جعلی پیروں، علمائے سوء اور کم علم و عمل رہبروں کی ناقص رہنمائی کی وجہ سے بدعات و

خرافات میں پڑ چکے تھے اور گمراہی و ضلالت کے عمیق گڑھوں میں گر چکے تھے، اہل سندھ پر بالخصوص اور پاکستانی عوام پر بالعموم آپ کا یہ احسان کہ آپ نے ان کے عقائد میں استحکام، عمل میں پختگی اور جذبات میں ولولہ پیدا کیا۔

حضرتؒ نے اپنی اس پکار، اصلاح امت کو سائنٹفک اور منظم انداز سے پیش کیا تاکہ اس کے نتائج دیرپا اور مؤثر ہو سکیں، اپنی جماعت میں مندرجہ ذیل عملی اقدامات فرمائے۔

(۱) دینی مدارس کا قیام۔

(۲) دینی لائبریریوں کا قیام۔

(۳) مکتوبات شریف کا سلسلہ۔

(۴) خلفاء کرام کو ملک کے طول و عرض میں بھیجنا۔

(۵) اصلاح المسلمین کا قیام۔

(۶) روحانی طلبہ جماعت کی تشکیل کرنا۔

(۷) جمیعت علماء روحانیہ غفاریہ کا قیام۔

(۸) جمیعت اساتذہ روحانیہ کا قیام۔

(۹) دینی، اصلاحی، فکری اور عملی موضوعات پر رسائل و کتب شائع کرنا۔

(۱۰) اشاعتی اداروں کا قیام۔

(۱۱) رمضان المبارک میں گشتی تبلیغی دوروں کا نظام۔

(۱۲) تربیتی کیمپ کے ذریعے دین متین کی دعوت کا مؤثر نظام۔

حضرت سوہنا سائیں نے اپنی پوری حیات مبارکہ انسانیت کو شیطان کی راہ سے ہٹا کر مولا صفات بنانے میں صرف کردی کیونکہ آپ کی حیات طیبہ اس آیت کی عملی تفسیر تھی کہ " وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ" (حم سجدہ ۴۱: ۳۳) "اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں مسلمانوں میں سے ہوں"

اور مسلمان کو عزت و شرف اور انسانیت میں "خیر امت" کا لقب بھی اسی کار دعوت دین کی وجہ سے ملا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: " کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ " (آل عمران ۳: ۱۱۰) " تم بہتر ہو ان سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور

اللہ پر ایمان رکھتے ہو"

سوہنے کی پکار ... جی ہاں دل دردمند کی پکار ..... اپنے لیے نہیں، اپنے مقاصد کے حصول کے لیے نہیں، اپنی اولاد اور اپنی ملکیت و جائیداد کے لیے نہیں، اپنی شہرت، جاہ و منصب اور مقبولیت کے لیے نہیں ..... سوہنے کی یہ پکار فقط اللہ کی رضا کے لیے، حبیب کبریا سے قربت کے لیے ... دین برحق کے پرچم کی اٹھان کے لیے اور انسانیت کو مالک حقیقی کا عبد صادق بنانے کے لیے۔ سوہنے یارؒ کی اس پکار پر آپ کے تقریباً تمام ساتھیوں نے ..... مرد و خواتین، نوجوان اور بوڑھوں، علماء اور فقراء سبھی نے اپنی اپنی بساط اور ظرف کے مطابق لبیک کہا ... لیکن ... قابل فخر ہے لبیک اس من موہنے محبوب کی ... جس کی گفتار و کردار میں سوہنے کی جھلک اور جس کے تنفس میں سوہنے یارؒ کی مہک آتی ہے ... میری مراد قبلہ و کعبہ سیدی و مرشدی امی و ابی فداہ ..... خواجۂ خواجگان عارف باللہ الحاج مولانا محمد طاہر بخش سائیں مدظلہ العالیٰ سے ہے آپ نے حضرت سوہنا سائیںؒ کے کام اور مشن کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے مزید فروغ دیا۔ آپ کی سب و روز محنت، کوشش اور سعی جمیل کے نتیجہ میں حضور سوہنا سائیںؒ کا خواب ..... بیرون ممالک تبلیغ ..... شرمندۂ تعبیر ہو چکا ہے، آج سوہنے یارؒ کی پکار جو پاکستان کی ایک چھوٹی سی بستی سے بلند ہوئی تھی، عرب ممالک ہی کیا افریقہ، یورپ اور امریکہ تک سنی جارہی ہے۔

کون ہے !!! جی ہاں کون ...... جو اس کام کو اپنا کام سمجھے اور محبوب کے بلند عزائم میں ساتھ دے، پیران کبار کی مہربانیاں، برکتیں اور نظر عنایت یقیناً ہم سب پر ہیں ...... محبوب کو ایسے مخلص دوستوں اور ساتھیوں کی ضرورت ہے جو آپ کے درد میں شریک ہو سکیں، اے کاش! کہ یہ سعادت ہم سب کو نصیب ہو۔

عزم و ہمت میں بلندی پیدا کرنے والے چند ابیات

پھلا پھولا رہے یا رب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

شاد ہے قلب باغباں ابر بہار دیکھ کر
بلبل بوستان ہے خوش گل کا نکھار دیکھ کر

سن کے نوائے جانفزاں کیوں نہ میں ہوں غزل سرا
اٹھتا ہے دل میں ولولہ رنگ بہار دیکھ کر

مانھو سڀ نہ سھڻا پکي سڀ نہ ھنج

ڪنھن ڪنھن ماڻھو منجھ اچي بوءِ بھار جي

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ میں ایسا عجب رعب تھا کہ آج تک اس عاجز نے کسی میں نہیں دیکھا بارعب ہونے کا یہ مطلب نہیں وہ کسی سے بات نہیں کرتے مگر ہم میں ہمت نہیں تھی کہ خود کوئی بات شروع کریں یہ عاجز چھوٹا تھا مگر آج تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ باپ دادا، ماموں، چاچا سے اتنا نہیں ڈرتا تھا جتنا سوہنا سائیںؒ سے ڈرتا تھا، حضور پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ ہمارے گاؤں آئے تھے میں بالکل چھوٹا ۴۔۵ سال کا تھا جب میں اندر چلا گیا کسی عورت نے دادی سے کہا یہ لڑکا بڑا نظر آتا ہے، اس کو باہر ہونا چاہیے۔ دادی نے مجھے دروازہ سے باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا، میں آہستہ آہستہ ہوں ہوں کر کے باہر روتا رہا دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ عاشق صادق حضرت سوہنا سائیںؒ دربان بن کر میرے ماموں کے ساتھ دروازہ پر آ گئے گلم اور رلی بچھا کر پہریدار بن کر بیٹھ گئے، میں نے جب ان کو دیکھا تو رونا بھول گیا، ضد ختم کر دی اتنا ڈر گیا کہ قمیض کے دامن سے آنسو پونچھنے لگا اور وہاں سے ایسا گم ہوا کہ پھر اندر جانا تو کیا دروازے پر بھی کبھی نہ آیا، کیونکہ حضور پیر مٹھاؒ اندازاً ۸۔۱۰ دن ہمارے ہاں تشریف فرما تھے یہ عاجز تو ایک ڈاکٹر ہے صرف انگریزی تعلیم پڑھی ہے نہ دینی تعلیم نہ اسلام کے قانون اور فقہ کے بارے میں علم بس دوسرے لفظوں میں اسلامی لحاظ سے جٹ ہی ہے۔ مگر پھر بھی سوہنا سائیںؒ ہر گناہ عُیب سے پردہ پوشی کرتے اور اپنی عزت، جاہ و جلال اور شان کا لحاظ رکھتے ہوئے پیار ہی پیار دیتے رہے، یہ عاجز اتنا بیکار تھا اور ہے کہ کبھی کبھی سوچتے ہوئے شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء   گستاخ اکھیں کتھے جا لڑیاں

یہ عاجز جتنا سست ہے اتنا ہی سوہنا سائیںؒ نے اپنی کرم نوازی سے کام لیا ڈاکٹری پاس کرنے کے بعد یہ عاجز کنڈیارو میں نوکری اے ایچ، ای کمالدیرو میں میڈیکل آفیسر لگ گیا، درگاہ پر بہت کم جاتا تھا، ڈاکٹر عبداللطیف مرحوم کو دیکھا جو گھر میں ساتھ ہی رہتے تھے۔ سوہنا سائیں علیہ

الرحمہ کے ساتھ فقیر پور آنے جانے کے لیے پریشان رہتے تھے۔ کبھی ویگن کنڈیارو سے کرائے پر کبھی سکھر سے ریل گاڑی میں جانے کے لیے کبھی کیسے کبھی کیسے میں نے جب دیکھا تو دل میں بہت دکھ ہوتا تھا، حسرت ہوتی تھی کہ کاش میرے پاس ویگن ہو تو حضرت سوہنا سائیںؒ کو لے کر آؤں اور جاؤں کچھ دن ہی گزرے کہ کنڈیارو میں ایک پرانی ویگن مل گئی بڑا خوش ہوا کچھ پیسے اپنے پلے سے دیئے اور کچھ ڈاکٹر مرحوم و مغفور سے لے کر دیے۔ ویگن حضرت کی خدمت میں رہی آتے جاتے ویگن میں مگر وہ ویگن وبال جان بن گئی اور جلد ہی اس سے چھٹکارا پالیا، پھر دل ملول اور غمگین رہنے لگا کہ کاش کوئی کار مل جائے حضرت صاحبؒ کو بڑی تکلیف ہے آنے جانے میں ایک دن حیدرآباد سے کار ٹویوٹا ۸۰ مل گئی۔ حضرت صاحبؒ کی یہ بھی کرامت ہی ہے کہ آج تک ڈرائیونگ میں میرا کوئی استاد نہیں، حیدرآباد سے کار خریدی، اور خود ہی ڈرائیو کر کے طاہر آباد شریف چلا گیا، تھوڑا بہت ڈر بھی رہا تھا، آہستہ آہستہ جارہا تھا، شام کو سوہنا سائیںؒ کی زیارت کی عرض کیا کہ سائیں کار موجود ہے جہاں ضرورت ہو یہ عاجز حاضر ہے خود پر اعتبار نہیں تھا کہ سوہنا سائیںؒ اتنی مہربانی فرمائیں گے، سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں کب پکا ڈرائیور بنوں گا۔ اور کب سوہنا سائیںؒ اس نئی کار میں سوار ہوں گے۔ ہوں گے بھی یا نہیں؟ گم سم بیٹھا ہوا تھا کہ سوہنا سائیںؒ کا پیغام آگیا کہ حیدرآباد میں ڈاکٹر کو طبعیت دکھانی ہے، شام کو چلیں گے میری تو عید ہو گئی خوشی میں دل ہی دل میں ناچ رہا تھا، ایسے سمجھ رہا تھا جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو، دل جھوم رہا تھا۔ اسی خوشی میں اچانک یاد آگیا کہ ڈرائیونگ تو پکی نہیں ہے کار پتہ نہیں شہر میں کیسے چلاؤں گا! اسی سوچ میں تھا کہ حضرت صاحب کے آنے کا وقت ہو گیا اور حضرت صاحب کی کرامت ہوئی کہ سوہنا سائیںؒ کار میں بیٹھے تو مجھ میں اعتماد پیدا ہو گیا۔ جیسے کوئی پرانا پکا ڈرائیور ہو گیا ہوں، اس کے بعد آج تک ڈرائیونگ کرتے ہوئے ڈرا نہیں میں تو آج تک اسے کرامت ہی سمجھتا ہوں۔ حیدرآباد میں روحانی طلبہ جماعت کا سالانہ اجتماع تھا۔ حضرت سوہنا سائیںؒ نے اپنے فرزند ارجمند (محبوب سجن سائیں مدظلہ) کے ساتھ حکم کیا کہ شرکت کریں صبح کو سوہنا سائیںؒ سے اجازت لے کر کار میں بیٹھے تھے کہ حضرت سوہنا سائیںؒ خود اجازت دینے کے بعد پھر سے دروازہ مبارک پر تشریف لائے، ایسے سمجھ میں آرہا تھا کہ کچھ تذبذب میں ہیں، کوئی خاص بات نہیں فرمائی بس اتنا فرمایا کہ گاڑی خیال سے چلانا جب یہ عاجز تھوڑا سا پریشان ہوا تو دعا دی "خیر ہوگا تم چلے جاؤ"۔

مورو شہر میں پہنچے ایک بس کھڑی تھی ہم نے بس کو کراس کیا ہی تھا کہ ایک دیوانہ بھاگتا ہوا ہماری کار سے آلگا نیچے آجاتا تو شاید مرجاتا، مگر کرامت تھی کہ نیچے گرنے کے بجائے وہ اوپر ہماری کار

کے بونٹ پر آگیا اور پھسلتا ہوا ہمارے سامنے والے شیشے پر آ کے لگا شیشا ٹوٹ گیا اور وہ دیوانہ کار کی چھت پر لڑھک کر پیچھے ڈگی پر سے ہوتا ہوا نیچے گر گیا۔ ہم نے سوچا چوٹ شدید آئی ہوگی، شاید ہی بچا ہو، کار روکی دیکھا کہ خاموش ہے، جیسے کہ بیہوش ہو، نہ آواز نہ کوئی حرکت، اس کو ہم نے اٹھایا تاکہ ہسپتال پہنچائیں جیسے ہی اسے اٹھایا تو اس کی دھوتی ڈھیلی ہو رہی تھی، اس دیوانے نے کہا اوئے میری دھوتی ٹھیک کرو میں ننگا ہو رہا ہوں۔ اس نے بولنا شروع کیا تو ہماری جان میں جان آئی اسے ہسپتال پہنچایا، دوائیں دلوائیں کچھ خرچہ وغیرہ دیا۔ یہ سوہنا سائیںؒ کی مہربانی تھی ورنہ جس طرح چوٹ لگی تھی، بچنا محال تھا۔

اللہ تعالیٰ کا جتنا پیار سوہنا سائیںؒ سے تھا اتنا ہی سوہنا سائیںؒ کو فکر آخرت اور تبلیغ کا جوش و جزبہ، امت محمدی کی اصلاح کی تڑپ ہوتی تھی۔ غلام محمد کوندھر نے کہا کہ مجھے عاشق محمد نے بتایا کہ ہم درگاہ اللہ آباد شریف مسجد میں سوئے ہوئے تھے، آدھی رات کو سوہنا سائیںؒ اپنے گھر مبارک سے اٹھ کر آئے اور فقیروں سے فرمایا افسوس روڈ پر گاڑیاں چل رہی ہیں، ان میں لوگ جاگ رہے ہیں اور تم لوگ طالب خدا ہو کر بھی سوئے ہوئے ہو۔ حیف ہو تم پر اس طرح کئی بار ہوا تھا، ایک بار فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسی جگہ بٹھایا ہے (یعنی درگاہ اللہ آباد شریف) جہاں تبلیغ کی ضرورت ہی نہیں۔

کشف القبور:۔ غلام محمد کوندھر نے کہا ایک بار سوہنا سائیںؒ ہمارے گاؤں آئے فرمایا کہ قبرستان چلنا ہے میں اپنے ماموں کا گھوڑا لے آیا، قبرستان پہنچے ایک جگہ مراقبہ کیا دعا مانگی پھر نعلین مبارک میں نے ہاتھ میں اٹھائی قبرستان میں عورتوں کے مزارات کی طرف گئے، بیٹھ گئے مراقبہ فرمایا، میں نے بھی مراقبہ کے لیے سر پر کپڑا ڈالا فوراً ہی سرسراہٹ کی آواز سنی میں نے سر سے کپڑا ہٹایا کیا دیکھتا ہوں کہ سوہنا سائیںؒ اٹھ کے دوسری طرف جا رہے تھے۔ نعلین مبارک ہاتھ میں تھی، میں نے دوڑ کر نعلین مبارک لے لی اور تھوڑی دور عورتوں کے مزارات کے دوسرے حصے میں چل کر سوہنا سائیںؒ بیٹھ گئے، مراقبہ کیا کافی دیر بیٹھے رہے دعائیں مانگیں اور پھر ہم واپس گاؤں آگئے، مجھ میں ہمت نہیں ہوئی کہ پوچھ سکوں کہ پہلی مرتبہ جلدی مراقبہ سے کیوں اٹھ گئے میں دل میں یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید والدہ ماجدہ کے لیے بیٹھے تھے، اور کشف میں معلوم ہوا کہ وہ دوسری جگہ پر ہیں اور سوہنا سائیںؒ وہاں پر چل کر بیٹھے اور دعائیں دیں۔

ادب:۔ غلام محمد کا کہنا ہے کہ جب ہم غریب تھے تو درگاہ رحمت پور شریف بہت جایا کرتے تھے، بڑی محبت رکھتے تھے بڑا شوق و ذوق اور ذکر مراقبہ کا فکر تھا، یہ بات کرتے ہوئے رو بھی رہے تھے

اور محبت میں ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کر پاتے تھے، فرمایا اب زمینداری آگئی ہے وہ محبت بھی نہیں رہی وہ عشق بھی نہیں، بڑا دکھ ہوتا ہے میرے خیال میں کسر نفسی سے کام لے رہے تھے۔ فرمایا سوہناسائیںؒ جیسا عاشق، ان کا عشق اور ادب اتنا عظیم اور اکبر تھا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے فرمایا پوری درگاہ رحمت پور شریف جس میں مسجد لنگر خانہ اور فقیروں کے گھر بھی تھے کو بڑی دیوار کا کوٹ تھا، اور ایک بڑا دروازہ مین گیٹ ہوا کرتا تھا، سوہناسائیںؒ درگاہ رحمت پور شریف میں اندر داخل ہوتے ہی اس مین گیٹ پر نعلین مبارک اتار کر ہاتھ میں لیتے تھے کبھی بھی پوری درگاہ میں چاہے مسجد ہو، لنگر خانہ ہو، یا کوئی جگہ میں نے سوہناسائیںؒ کو نعلین مبارک پہنے نہیں دیکھا، ہر وقت پاؤں مبارک ننگے ہوتے تھے، مجھے اس وقت اور بھی حیرانگی لگتی جب تپتی دھوپ میں سوہناسائیںؒ ننگے پاؤں آرام سے گھومتے کام کرتے رہتے، فقیروں کی خدمت لنگر کے لیے آنا جانا (روتے ہوئے کہا) ہمارے پاؤں میں تو شاید چھالے پڑ جاتے مگر قربان جاؤں میرے سوہناسائیںؒ پر کہ سخت گرمی دھوپ اور گرم زمین پر ایسے آرام سے اپنے ریشم جیسے نرم اور نازک قدم مبارک رکھتے ہوئے چلتے جیسے کسی ریشم کے بنے ہوئے قالین پر چل رہے ہوں۔

دعا اور حکمت:۔ غلام محمد نے کہا مجھے سوہناسائیںؒ سے بڑا انس و پیار تھا، ان کے لیے خاص بہترین اونٹ پال رکھا تھا، سوہناسائیںؒ ہمارے گاؤں آنے کے بعد جہاں بھی جاتے میں اونٹ پر لے جاتا تھا، ایک بار خانواہن سے اونٹ پر واپس بعد نماز عصر آرہے تھے، میرے دل میں کچھ خیال تھا کہ ہم زمیندار بن جائیں مگر کہہ نہیں پاتا تھا، راستے میں سوہناسائیںؒ نے فرمایا غلام محمد آپ سات بھائی ہیں غریب ہیں، ۲۵ جریب (۱۲.۵ ایکڑ) زمین ہے، تمہارا زمینداری کا شوق ہے، نسخہ لے لو، حضور پیر مٹھاؒ کی دربار پر بہت آنا جانا رکھو اور اپنے بڑوں اور چھوٹوں کو نماز پڑھاؤ، پھر دیکھو کیسے زمینداری نہیں ملتی، اتنی برکت ہوگی کہ مٹی کو ہاتھ لگاؤ گے تو وہ بھی سونا بن جائے گی، میں خوشی میں نہیں سمارہا تھا، جیسے ہی اپنے گاؤں پہنچے سب بھائیوں کو اکٹھا کیا، سب ہی محبت رکھنے والے تھے، یقین اعتقاد تھا کہ سوہناسائیںؒ نے جو فرمایا ہے وہ سچ ہے، اور انشاء اللہ ہو کر رہے گا، سب بھائیوں کو کہا سوہناسائیںؒ نے فرمایا ہے اور سب بھائیوں نے عمل کیا، اس دن کے بعد قسمت بدلنے لگی الحمد للہ آج ہمارے علاقے میں ہماری زمین اور زمینداری سب سے بڑی ہے۔ مگر افسوس کہ میں نے کچھ نہیں کیا زمینداری میں پھنس گیا ہوں، اور روتے ہوئے کہا اب تو ہم محبت، الفت میں پیچھے رہ گئے ہیں شاید کسر نفسی کر رہے تھے۔

محبت پیر کی عظیم مثال اور انکساری کا لازوال شاہکار

سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پیرو مرشد کامل پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ سے محبت پیار اور خود اپنی انکساری کی نیچے دی ہوئی مثال سچ اور حقیقت کی یاد دلاتی ہے غلام محمد نے کہا ایک بار سوہنا سائیںؒ ہمارے گاؤں آئے ان کا اٹھنا بیٹھنا عین شریعت پر تھا، ہر وقت ہماری اصلاح کی فکر دامن گیر ہوتی تھی، ہم کو ہر وقت کوئی نہ کوئی نصیحت کرتے رہتے ایک بار فرمایا غلام محمد آپ لوگ حضور پیر مٹھاؒ کے دربار پر بہت دیر سے یعنی کم آتے ہو۔ اتنی غفلت ٹھیک نہیں ہے، میں نے کہا حضور پیر مٹھاؒ آپ کے پیر ہیں، میرے مرشد تو آپ ہیں، بس اتنا کہنا تھا کہ سوہنا سائیںؒ سخت ناراض ہو گئے چہرۂ انور جس پر ہر وقت نوری کرنیں چمکتی رہتی تھیں۔ حسین و جمیل صورت مبارک بالکل لال ہو گئی، پورا بدن لرز رہا تھا، اور مجھے حکم دیا نکل جاؤ، کمرے سے نکل جاؤ، باہر جاؤ۔ میں تھر تھر کانپ رہا تھا، زبان سے لفظ نہیں نکل رہے تھے، کمرے سے نکل کر سامنے دھوپ میں کھڑا ہو گیا، کافی دیر اندازاً پون گھنٹہ تک سامنے دھوپ میں ڈر کے مارے کھڑا رہا، اور روتا رہا حضور بالکل چپ کر کے سر نیچے کر کے بیٹھ گئے پھر مجھے واپس بلایا اور تنبیہ کی۔ فرمایا بے ادبی کی ہے، تازگی ایمان کے لیے تجدید ایمان کرو، ایمان کی دعائیں پڑھو اور پھر یہ نہیں سمجھنا اور کہنا، میں نے رو رو کر معافی مانگی دل کو سکون اور چین آگیا۔

کشف، مرغی اور پیر:- ڈاکٹر عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جامشورو میں حضرت سوہنا سائیںؒ کا آپریشن ہوا تھا میں اور کچھ فقیر ان کے ساتھ رہتے تھے، بہت مزہ آرہا تھا خوشی اور اطمینان تھا کہ خدا کا لاکھ، لاکھ شکر کہ اس نے ایسی عظیم صحبت عطا فرمائی چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب کے ساتھ ہیں، ایسے ہی دل میں خیال آیا کہ میں تو گنہار ہوں یہاں تو ساتھ رکھے ہوئے ہیں، قیامت میں پتہ نہیں حضرت سوہنا سائیںؒ اپنا کہیں گے یا نہیں یہ خیال بار بار آتا رہا، اور تنگ کرتا رہا، دل کی خوشی اور مزہ تتر بتر ہو رہا تھا، عصر کی نماز حضرت صاحب کے ساتھ پڑھی سوہنا سائیںؒ کو کشف سے میری کیفیت معلوم ہو گئی اور ایک قصہ بیان فرمایا، ایک دنیا پرست پیر تھا، وہ گھوڑے پر چڑھ کر ایک مرید کے پاس ڈن (نذرانہ) وصول کرنے گیا، سندھ میں بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں، ان کے بڑے مرید ہوتے تھے اب ان کی اولاد کو مرید اپنا پیر مانتے ہیں مگر افسوس کہ ان پیروں نے اپنے بزرگوں کے طریقے یعنی نماز تقویٰ پرہیزگاری شریعت محمدی سے غفلت کی ہوئی ہے، خیر تو وہ زمانے کا پیر مرید کے پاس ڈن کے لیے آیا، مرید نے کہا گائے بکری تو نہیں جو ہر سال (۱۲ مہینے) بعد دیتا ہوں، صرف گھر میں ایک مرغی ہے وہ حاضر ہے اور لے آیا پیر نے

فرمایا چلو یہ ادھر رکھو آگے اور مرید ہیں وہاں سے نظر نیاز لے کے پھر یہ لے جاؤں گا، پیر آگے گیا رات کو اسی مرید کے پاس مہمان آگئے، وہی پیر والی مرغی ذبح کر کے کھلادی، دوسرے دن پیر پہنچ گیا کہ میری مرغی مجھے دو، مرید نے جھوٹ بولا کہ آقا وہ رات مرگئی میں نے باہر کچرے میں پھینک دی، پیر سمجھ گیا کہ مرید کی نیت بدل گئی ہے، پیر نے کہا مری ہوئی مرغی بھی چل جائے گی، وہی لے آؤ چھوڑنے والا میں نہیں ہوں جاؤ اور مری ہوئی مرغی مجھے لا کر دو، سوہناسائیںؒ یہ بات کر کے ہنس رہے تھے، اور مسکراتے ہوئے فرمایا زمانے کا پیر اگر مری ہوئی مرغی نہیں چھوڑ سکتا تو ہم اپنے مریدوں کو قیامت کے دن کیسے اور کیوں چھوڑ سکتے ہیں، ڈاکٹرؒ نے فرمایا کہ مجھے میری بات کا جواب مل گیا بڑی خوشی ہوئی اور جو فکر دامن گیر تھا وہ ختم ہو گیا۔

غیر مسلم کا سوہناسائیںؒ پر اعتماد:۔ حضور پیر مٹھاؒ مسکین پور سے دین پور تشریف فرما ہوئے سوہناسائیںؒ بڑے عاشق وفا دار دیوانہ وار جان قربان کرنے والے مراد تھے (مرید وہ ہوتا ہے جو مرشد کے ارادے میں خوش ہو، مراد وہ جس کے ارادے سے مرشد خوش ہو) خانواہن میں سوہناسائیںؒ رہتے تھے اتنے نیک فقیرانہ چال چلن، ایسا عظیم خلق و محبت سے پیش آنا اتنی شفیقانہ طبیعت، سخت پرہیزگاری تقویٰ اور شریعت کی پابندی کہ دیکھنے والا دنگ رہ جائے، کہتے ہیں کہ گھر سے مسجد میں جاتے ہوئے گلی سے گزرتے تو سر پر چادر مبارک (جو بعد میں زندگی بھر عموماً ہم نے دیکھی) سے پورا سر ڈھانپ کر نظریں نیچی کر کے ایسے جاتے تھے کہ جیسے کوئی سفید لباس میں ملبوس فرشتہ خدا کے ذکر میں مشغول دلوں کو سرشار کرتا ہوا جاتا ہے، ان کی اس حسین سیرت پر مسلمان تو کیا غیر مسلم ہندو بھی واری واری جاتے سوہناسائیںؒ نے خانواہن سے دین پور ہجرت کا ارادہ فرمایا تو مسلمانوں نے تو بڑی عرض گذارشیں کیں۔ مگر ہندوؤں نے عجیب طریقہ سے گلے میں کپڑا ڈال کر دروازہ مبارک پر آئے بڑی معافیاں طلب کیں اور عرض کیا ہم سے کونسی غلطی ہو گئی ہے حضور یہیں رہیں، خدا کے واسطے ہم کو یتیم کر کے ہجرت کر کے نہ جاؤ جب سوہناسائیںؒ نے ان کو پوری بات بتائی پھر بھی وہ ضد کرتے اور روتے رہے، مگر سوہناسائیںؒ نے بڑے فلسفیانہ انداز سے ان کو بات سمجھائی غلام محمد نے فرمایا، ہم رحمت پور گئے ہوئے تھے، رات کو ہمیں معلوم ہوا کہ صاحبزادہ (فرزند ارجمند حضور پیر مٹھاؒ) سوہناسائیںؒ سے کسی کام پر تھوڑے ناراض ہوئے ہیں، فجر کی نماز کے بعد حضور پیر مٹھاؒ نے تقریر فرمائی، فرمایا صاحبزادہ میرا جسمانی بیٹا ہے، اور مولوی صاحب (سوہناسائیںؒ) میرے روحانی بیٹے ہیں، درگاہ کا کام مولوی صاحب چلاتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں ہے چاول گندم اور لکڑیاں کہاں سے آتی ہیں، روحانی بیٹا جسمانی بیٹے سے

ہزار درجہ زیادہ پیارا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔اس سے ہمیں پیر مٹھاؒ کے دل میں سوہنا سائیںؒ کی عزت اور نوازش کا معلوم ہوگیا۔

زیارت سے دکھ دور ہو گیا:۔ ڈاکٹر عبداللطیفؒ نے فرمایا کہ میرے بہنوئی صاحبڈنہ بڑے بہادر بے باک نیک دل اور خدمت گزار بندے ہوا کرتے تھے ہم پڑھتے تھے گھر میں وہ ہمارے ساتھ رہتے تھے، کبھی بھی ہمیں اپنے گھر کی ان کے ہوتے ہوئے فکر لاحق نہیں ہوئی سب کے ساتھ پیار محبت سے پیش آنے والے، ہر اندرونی بیرونی معاملہ و مسئلہ وہ خود حل کرتے یہ سمجھ لیں کہ گھر کا بڑا اور عظیم سرکردہ بندہ تھا اس کا اچانک وصال ہوا۔ میں دل کا کمزور ہوں بہت دکھ ہوا، ہر وقت روتا رہتا تھا، میری حالت یہ تھی کہ میاں صاحبڈنہ کا چہرہ ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے تھا اور آنکھوں سے آنسو رواں دواں خود کو بہت روکا سمجھایا مگر میری حالت بہت ہی ابتر تھی، جب بھی کوئی ملتا اور صاحب ڈنہ کا نام لیتا میرے آنسو جاری ہو جاتے اور بات نہیں کر سکتا تھا، تیسرے دن درگاہ پر سوہنا سائیںؒ کے ہاں جانا تھا سوچ رہا تھا حضور پوچھیں گے اور میں تو کچھ بھی نہیں بتا سکوں گا، کیا کروں خود سے کہہ رہا تھا ہاں چلو آج نہیں جانا کل درگاہ پر جاؤں گا، ہو سکتا ہے کل تک ٹھیک ہو جاؤں مگر گھر میں بھی چین سکون نہیں تھا، اس لیے ہمت کر کے درگاہ پر چلا گیا حضور کے دروازہ پر کھڑا ہو گیا اور روتا رہا کہ اچانک نماز پر سوہنا سائیںؒ تشریف لائے جیسے ہی حسین اور پر فیض چہرہ انور پر نظر پڑی آنسو خشک ہو گئے سارا دکھ درد دل کا ختم ہو گیا، حضور نے احوال پوچھا میں نے بڑی دل جمعی سے احوال عرض کیا، اور اس وقت سے وہ پہلے والی حالت غیر ختم ہو گئی۔

سچا خواب:۔ میرے چچا حاجی طیب الدین نے فرمایا کہ میں نے حیدر آباد میں مکان بنایا تو سوہنا سائیںؒ اتنے مہربان تھے کبھی کبھار حیدر آباد، کراچی یا طاہر آباد وغیرہ جاتے تو ہمارے گھر ضرور تشریف فرما ہوتے تھے، میں بہت گنہگار تھا مگر سوہنا سائیںؒ پھر بھی شفقت فرماتے اور کرم نوازی کر کے ضرور آتے مجھے اپنے حال پر شرم آتی تھی مگر پھر بھی سوہنا سائیںؒ کی نوازش پر سرشار ہوتا تھا میرے عیوب پر ستاری فرماتے ہوئے میرے گھر ضرور قیام فرماتے اور میں بہت خوش ہوتا تھا ایک بار کافی ٹائم گذر گیا سوہنا سائیںؒ نہیں آئے ایک دن مجھے دل میں خیال آگیا کہ حضور کیوں نہیں آتے بڑے دکھ اور غم میں گم ہو گیا یہی سوچ سوچ کر کہ کیا کوئی بے ادبی ہو گئی ہے۔ ایسے ہی مجھے نیند آگئی خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سوہنا سائیںؒ آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب غمگین کیوں ہوتے ہو ہم کل آپ کے پاس آ رہے ہیں، اور دوسرے دن دلوں کو سیراب کرنے والے

نائب نبی، دل کو سکون بخشنے کے لیے میرے گھر تشریف لائے اور میں بہت خوش ہوا۔

ولی اللہ کے کلام کا اثر:۔ اس عاجز نے انٹر سائنس کا امتحان دیا اور فقیر پور شریف سوہنا سائیںؒ کے پاس چلا گیا، مجھ سے میرے محبوب مرشد نے پوچھا کہ آپ کیا پڑھتے ہیں میں نے عرض کیا پری میڈیکل میں انٹر کا امتحان دیا ہے، دعا فرمائیں کہ کامیاب ہو جاؤں، اور ڈاکٹری میں داخلہ مل جائے، حضور خوش ہوئے، ۱۰۔۱۲ دن فقیر پور رہائش پذیر رہا ضروری اسلامی تعلم دی گئی، قرات، بامعنیٰ قرآن شریف کا حصہ، تقریر وغیرہ سکھائی گئی، ۱۰ دن میں ایسی دولت مل گئی کہ آج تک دل کرتا ہے کہ ڈاکٹری کے بجائے سند یافتہ عالم ہوجاتا، روحانی باطنی، ظاہری تعلیم کا کیا کہنا، اس حسرت میں رہتا ہوں کہ کاش پھر سے چھوٹا ہو جاؤں اور درگاہ پر علم پڑھوں جہاں پر دین و دنیا کی کامیابی ملتی ہے، اسی اثناء میں سوہنا سائیںؒ میرا تعارف کراتے تو فرماتے یہ صاحبزادے ڈاکٹری پڑھتے ہیں، اور جب اس عاجز کو مخاطب فرماتے تو ڈاکٹر صاحب کر کے مخاطب کرتے، دو مہینے کے بعد رزلٹ آگیا، ڈاکٹری کا فارم بھر دیا ایم۔ بی بی ۔ایس کے لیے اور بی۔ جی ڈینٹل (دانتوں) کی ڈاکٹری کے لیے بھی خدا کا کرنا یہ ہوا کہ میرے تین نمبر کم رہ گئے ایم بی بی ایس میں داخلہ نہ ہو سکا اور بی۔ بی ایس میں داخلہ مل گیا، بڑا دکھ ہوا سوہنا سائیںؒ نے فرمایا تھا ڈاکٹری پڑھ رہا ہے یہ کیسی ڈاکٹری ہے ، رات کو اکیلے میں بہت رویا۔

اس وقت سفارش پر داخلہ نہیں ملتا تھا، کوئی وزیر اعلیٰ یا وزیر اعظم کی سیٹ بھی نہیں تھی، خیر میں بی بی۔ ایس کے لیے تیار ہو گیا، ایک ہفتہ گزرنے کے بعد میرا ہم جماعت اور آج کا ڈاکٹر کاظم علی شاہ میرے پاس آیا اور مجھے آکر سمجھایا تم ہوشیار ہو، محنتی وغیرہ وغیرہ ہو، انٹر سائنس پھر سے پڑھ لو (ریپٹ) کر لو ڈاکٹر بن جاؤ گے، اور میں بھی ریپٹ کر رہا ہوں، اس کا کہنا مانا ۲۔۳ مہینے بعد پھر انٹر کا امتحان دیا، مجھے ڈاکٹری میں داخلہ مل گیا اور جس نے مجھے ریپٹ کرنے کے لیے آمادہ کیا وہ ڈینٹل سرجن بن گیا اور آج ۲۰ گریڈ میں ضلع نوشہرو کے سول ہسپتال میں کام کر رہا ہے۔

استاد ولی ویگن ڈرائیور تھا، سوہنا سائیںؒ کو سکھر ریلوے اسٹیشن سے کنڈیارو لے کر آرہا تھا، قاری غلام حسین نے ان کو منع کیا تھا کہ سگریٹ نہیں پینا، استاد ولی کا کہنا ہے کہ میں بڑا سگریٹ نوش تھا سوچا بغیر سگریٹ کے کیسے رہ سکتا ہوں، سکھر سے رانی پور تک تو سگریٹ نہیں پی مگر پھر تکلیف ہونے لگی، سوہنا سائیںؒ آرام میں تھے، میں نے سوچا کہ کیا کیا جائے؟ اچانک حضور بیدار ہوئے اور فرمایا استاد آپ اگر سگریٹ پینا چاہیں تو آپ کو اجازت ہے، میں یہ دیکھ کر حیران ہو گیا اور یقین کر لیا کہ آپ بیشک ولی اللہ ہیں۔ اور دلوں کے بھید جانتے ہیں۔

غیبت سے پرہیز:- حضرت سوہنا سائیںؒ کے بارے میں کچھ لکھنا سورج کے آگے دیا جلانے کے مثل ہے جتنا خدا نے ان کو حسن دیا ہے اس سے کہیں زیادہ باطنی نگاہ، جتنی خوش خلقی محبت اس عاجز نے ان میں دیکھی وہ نہ کہیں دیکھی نہ سنی۔ باتوں ہی باتوں میں ملنے والے کو سچ کہہ دیتے مگر اس طرح فرماتے کے ملنے والے کو دکھ نہ پہنچے، اتنا عجب اخلاق، اخلاص وفاداری کہ انسان کے روپ میں فرشتہ نظر آتے تھے، امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اتنا سینے میں درد موجزن تھا کہ عقل کو حیرانگی ہوتی تھی کسی مسلمان کا دکھ درد سنتے تو چہرہ متغیر ہو جاتا، سنت اور شریعت کا ایسا حسین امتزاج کہ دیکھنے والے کو کہنے سے پہلے معلوم ہو جائے کہ اسلام کیا ہے پھر بھی عوامی غیر ذمہ دارانہ باتیں جن کو عام آدمی کوئی خیال نہیں کرتا مگر ہوتی اہم ہیں۔ جیسے پانی بیٹھ کر پینا اور سنت کے مطابق تین بار سانس لے کر پانی پینا دوران تقریر خاص کر سالانہ اجتماع میں پانی منگا کر اور پی کر دکھاتے تھے، گلا غیبت نہ خود کرتے نہ کسی سے سنتے۔ اس عاجز کو یاد ہے فقیر پور شریف میں عصر کے بعد ایک فقیر آیا اس نے بات شروع کی سائیں فلاں بزرگ ظہر پر چار بجے آیا، اور اس کا لڑکا تو سائیں چار بجے بعد ..... اتنا کہنا تھا کہ حضرت صاحب کا چہرہ انور (جس کو دیکھتے ہی دل کرتا تھا کہ بس آدمی دیکھتا ہی رہے، چمکتا دمکتا ایسا نورانی کہ دل میں ٹھنڈک پڑ جائے) یک دم متغیر ہو گیا ناگواری کے اثرات ظاہر ہو گئے اور یک دم ہاتھ مبارک سے اس آدمی کو روکا، اور بات پوری نہ ہونے دی فرمایا تمہیں کیا معلوم ہے کہ ان کو کوئی عذر ہو کسی کی گلا غیبت نہیں کرتے اپنے کام سے کام رکھو، ذکر کرو وغیرہ وغیرہ اور اس کو نصیحت کرتے رہے۔

کشف:- یہ عاجز حضرت سوہنا سائیںؒ کو حیدر آباد سے کار میں درگاہ اللہ آباد شریف لے کر آرہا تھا، جب ہم قاضی احمد شہر آئے تو رش کی وجہ سے آہستہ آہستہ شہر کو کراس کیا اور صاف روڈ پر پہنچ کر اس عاجز نے گاڑی کی رفتار تیز کر دی، تقریباً ایک فرلانگ شہر سے دور پہنچے تو دائیں ہاتھ پر چند غریب لوگوں کے گھر دکھائی دیئے مگر کوئی بھی آدمی نظر نہیں آرہا تھا، کار کی رفتار تقریباً ۸۰ ۔ ۹۰ کلومیٹر کے درمیان تھی، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک کتے کا بچہ (چھوٹا بچہ) روڈ کے کنارے پر دائیں طرف سے آرہا ہے اور روڈ کو کراس کر کے بائیں طرف جانے والا تھا، حضرت سوہنا سائیںؒ میرے ساتھ اگلی سیٹ پر ٹیک لگائے آرام فرما رہے تھے پہلے میں نے سوچا کہ گاڑی کو بریک لگاؤں مگر پھر یہ خیال آیا کہ حضرت صاحبؒ نیند میں ہیں اور آرام فرما رہے ہیں، چلو بریک نہیں لگاتا گاڑی کے شیشے بھی بند ہیں اگر چھوٹا سا کتا مر گیا تو کیا فرق پڑے گا، اندر کار میں بھی آواز نہیں آئے گی، اور باہر بھی کوئی آدمی نہیں ہے، جو کوئی راہ گیر الزام لگانے والا موجود ہو، ابھی اتنی سوچ آئی تھی کہ یکایک حضرت

صاحب سوہنا سائیںؒ جھٹکے سے نیند سے بیدار ہو کر اپنے ہاتھ مبارک کو میری طرف بڑھایا اور روڈ کی طرف دیکھے بغیر جلدی جلدی میں اس عاجز کو حکم دیا کہ آہستہ چلائیں آگے کتا جا رہا ہے، جب میری یہ چوری اور شرارت پکڑی گئی تو میں نے جھٹکے سے بریک لگائی اور وہ چھوٹا کتے کا بچہ روڈ کو پار کر گیا۔ میری اس چوری کے پکڑے جانے پر میرا پورا بدن پسینے سے شرابور ہو گیا اور میں نے اپنی شرمندگی کو چھپانے کے لیے ایک چھوٹا سا جھوٹ بول دیا کہ سائیں میں بریک لگانے ہی والا تھا، حضرت صاحب نے نہ ہاں کہا اور نہ نہیں کہا بلکہ پہلے کی طرح کار کی سیٹ سے ٹیک لگا کر آرام فرمانے لگے۔ یہ واقعہ میرے ذہن میں ایسا نقش ہو گیا ہے کہ جب بھی وہ منظر یاد کرتا ہوں تو میرے پسینے چھوٹنے لگتے ہیں۔

میری بڑی ہمشیرہ بہت حساس اور اللہ والوں سے محبت رکھنے والی ہیں، انہوں نے حضرت سوہنا سائیںؒ کی جو کرامات دیکھیں پیش خدمت ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب بھی میں دکھ جوش اور جذبہ میں کوئی سوال اپنے دماغ میں سوچتی تھی مجھے صاف آواز میں حضرت سوہنا سائیںؒ اس کا جواب دیتے تھے، حضرت صاحب کبھی فقیر پور کبھی طاہر آباد کبھی کہاں، کبھی کہاں ہوتے تھے لیکن مجھے تقریباً آٹھ فٹ دور کھڑے دکھائی نہ دیتے ہوئے حضرت سوہنا سائیںؒ سے اپنی ان ظاہری کانوں سے جواب سنتی تھی، اور دل میں سکون چین اور ٹھنڈک محسوس کرتی تھی۔

کرامات:۔ ڈاکٹر عبداللطیف چنا مرحوم و مغفور میری ہمشیرہ کے شوہر تھے، ۱۵ رمضان سے بیمار ہوئے اور بیماری بڑھ گئی ۲۲ رمضان سے ۲۵ رمضان تک ڈرپ اس عاجز نے لگائی ۲۵ رمضان کو تکلیف بڑھی تو حیدرآباد ویگن میں لے گئے ۲۸ رمضان کو خدا کو پیارے ہو گئے۔" انا للہ و انا علیہ راجعون " ۲۵ رمضان کا واقعہ ہے کہ جاء نماز پر کھڑی ہوئی تھی کہ رونا آیا ذہن میں سوہنا سائیںؒ کا تصور کر کے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب کے لیے دعا کرو، یکایک سات یا آٹھ فٹ دور سے بہت ہی دکھی مگر صاف آواز سے سوہنا سائیںؒ نے بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پڑھا

دک جی دنا داتار سی مون جھولیڈ پائی جھلیا

" جو اللہ کی طرف سے دکھ دیے گئے ہیں میں نے وہ خندہ پیشانی اور زندہ دلی سے منظور کیے " یہ سننا تھا کہ میری آنکھیں آنسوؤں کی برسات برسانے لگیں میں پریشانی اور حیرانی میں جو کچھ سوال ذہن میں آتا کرتی جاتی اور سوہنا سائیںؒ جیسے قریب ہی موجود ہوں اور میرے سوالات سن رہے ہوں اور جوابات دیتے جاتے جو میں ان ظاہری کانوں سے سنتی جاتی۔ میں نے سوچا کہ عبدالرحمن (ڈاکٹر صاحب کا چھوٹا فرزند) چھوٹا ہے، اس کا کیا ہو گا " سوہنا سائیںؒ نے فرمایا ہم ابھی زندہ ہیں "

عبدالرحمن کی ہم پرورش کریں گے ،ہمشیرہ نے کہا(بڑی لڑکی کا نام لے کر) ان کا کیا ہوگا، "سوہنا سائیںؒ نے فرمایا اس کی فکر نہ کرو یہ [illegible]" (جو بعد میں حضرت سجن سائیں مدظلہ کے عقد میں آئیں) ہمشیرہ نے کہا ڈاڈا محمد یونس کا کیا ہوگا۔ سوہنا سائیںؒ نے باری باری سب کا جواب دیا مگر وہ ہمشیرہ کو یاد نہیں ہیں۔ایک بار ڈاکٹر صاحب لون کا کپڑا لے کر آئے تھے جو تھوڑا سادہ تھا اور میں نے نہیں پہنا تھا، پھر ڈاکٹر صاحب دوسرا کپڑا لے کر آئے تھے جو قیمتی تھا،اور خوش ہو کر میں نے پہنا تھا وہ بات ذہن میں آئی،اور آخر میں ہمشیرہ نے کہا کہ مجھے قیمتی لون کون لے کر دے گا،سوہنا سائیںؒ نے فرمایا ہم لے کر دیں گے (اور کئی بار بعد میں لے کر بھی دیتے تھے) اسی طرح اور کئی سوال دماغ میں آتے گئے اور سوہنا سائیںؒ جواب دیتے رہے۔اور میں روتی رہی۔

میری ہمشیرہ کا کہنا ہے کہ میرے اوپر سوہنا سائیںؒ اتنے مہربان تھے کہ میں وہ نوازش ،کرم و مہربانی الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی ہر بے ڈھنگی سوچ کا صحیح جواب ہر بار سوہنا سائیںؒ دیا کرتے تھے۔چند مثالیں پیش خدمت ہیں۔

۱۹۷۱ء میں پاک و ہند کی جنگ کے بعد ایک عورت نواب شاہ سے آئی،اس نے کہا میں نے اپنے شہیدوں کو ختم بخشے ہیں ،ہمشیرہ نے کہا مجھے میرے نفس نے ورغلایا دل میں سوچا کہ یہ بھی شہید ہو سکتے ہیں ؟ نہیں ایسے ہی،اس عورت نے ختم وغیرہ بخشے ہیں دو تین دن بعد گیارہویں شریف پر فقیر پور گئے سوہنا سائیںؒ نے۔جمعۃ المبارک کی تقریر ختم کی دعا کے لیے ہاتھ اٹھانے والے تھے کہ فرمایا سنو!اس جنگ میں جو افواج کے سپاہی کام آئے وہ شہید ہیں ہماری حفاظت کے لیے لڑے ہیں ،ہمارے ۔بچانے کے لیے سرحد پر کھڑے ہیں وغیرہ،ان کے لیے دعا مانگو ختم شریف پڑھ کر ثواب کے لیے ۔بخش دو، پھر حضرت سوہنا سائیںؒ نے دعا مانگی مجھے بہت شرم آئی اور میں سمجھ گئی کہ یہ مجھے میری کم علمی کا جواب ہے،اور شہیدوں کی حقیقت پر ایمان کامل ہوگیا۔

میں غلطی سے یہ آیت اس طرح غلط پڑھنے لگی" لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العزیز الحکیم "میں طاہر آباد جلسہ پر گئی حضرت تقریر ختم کر کے فرمانے لگے یہ آیت مبارک اس طرح ہے اس کو صحیح پڑھا کرو،" لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم "اس کو چار پانچ مرتبہ دہرایا اور ہر بار فرماتے ایسے پڑھو میں یہ سمجھی کہ اس طرح مجھے ہی پڑھا رہے ہیں اور میں نے چار پانچ بار پڑھا اور آج تک نہیں بھولی۔

ہمشیرہ نے فرمایا ہمارے گاؤں کی ایک رشتہ دار آئی گرمی کا موسم تھا رات کو سونے کے لیے میں گھر کی دوسری منزل پر چارپائی پر بستر وغیرہ ٹھیک کرنے کے لیے اس رشتہ دار کے ساتھ اوپر گئی

اس نے اپنے دل کے اوپر میرا ہاتھ رکھوا کر کہا کہ دیکھو میرا دل کتنا ذکر کر رہا ہے؟ میرے ہاتھ کو اس کے دل کی دھڑکن بخوبی محسوس ہو رہی تھی، مجھے بہت دکھ لگا کہ ہم اتنی نمازیں اور تہجد بھی پڑھتے ہیں اور ذکر بھی کرتے ہیں مگر میرا دل تو اس طرح ذکر نہیں کرتا۔ چند روز میں سوہنا سائیںؒ ہمارے گھر تشریف لائے جو اکثر و بیشتر آتے رہتے تھے، پردے میں عورتوں کو بٹھا کر نصیحت فرماتے تھے، حلقہ ذکر بھی فرمایا کرتے تھے، نصیحت کے آخر میں تقریر ختم کرتے وقت فرمایا اوپر چڑھنے سے کمزور اور پتلے آدمی کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے، یہ ذکر نہیں ہے، تم نماز تہجد پڑھا کرو، ذکر کیا کرو، حلقہ کیا کرو، یہ ضروری نہیں کہ تمہیں دل کی دھڑکن کی طرح ذکر محسوس ہو یہ فرمانا تھا کہ میرے دل سے دکھ دور ہو گیا اور مجھے ٹھنڈک اور خوشی محسوس ہوئی۔

ہمشیرہ فرماتی ہیں ایک دن درگاہ پر گئی کچھ لڑکیوں کا پتہ نہیں کس موضوع پر گفتگو کرتے سنا مجھے یہ سمجھ آیا کوئی عورت سب عورتوں کی خوشامد کرتی ہے، ہر عورت سے پہلے ملتی ہے، ہنس کر باتیں کرتی ہیں، آگے پیچھے دوڑتی ہیں چمچاگیری کی عادت والی ہیں وغیرہ وغیرہ، یہ اچھی عادت نہیں ہے میں نے دل میں سوچا کہ میں بھی تو ایسے ہی کرتی ہوں یہ وہ زمانہ تھا کہ حضرت سوہنا سائیںؒ کی تازہ تازہ درگاہ اللہ آباد شریف میں آمد تھی، میں نے سوچا آج کے بعد میں بھی اس عورت سے ملوں گی، جو خود ملے گی، اس کو سلام کروں گی، جو خود سلام کرے گی اس کے ساتھ بیٹھوں گی، جو خود میرے ساتھ بیٹھے گی مجھے کیا پڑا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ گھل مل جاتی ہوں اور ان کی دل جوئی کرتی ہوں، شام ہوئی حضرت سوہنا سائیںؒ نے تقریر فرمائی میں عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی شروع میں تقریر صاف سنائی نہیں دے رہی تھی میں الگ جا کر مسجد کی طرف ہو کر اکیلی بیٹھ گئی (اس لیے کہ آپ مسجد شریف میں اسپیکر پر خطاب فرما رہے تھے) حضرت صاحب نے تقریر فرمائی، خندہ دلی سے پیش آنا، خوش اخلاقی سے پیش آنا، خوشامد یا چمچہ گیری وغیرہ نہیں ہے، یہ حضور سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس سے درجات بلند ہوں گے، پہلے سلام کیا کرو، بہت ثواب ہوتا ہے، دل جوئی کیا کرو خدا خوش ہوتا ہے رحمت برستی ہے وغیرہ وغیرہ، حضور قبلہ عالم فرماتے گئے اور میں سمجھتی رہی کہ یہ میرے نفس کی شرارت کا جواب ہے، بہت رونا آیا، شرمسار ہوئی توبہ کی۔

ہمشیرہ نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی والدہ بہت عبادت گزار تہجد ذکر مراقبہ کی شوقین تھیں، رات کو سب سے پہلے تہجد کے لیے اٹھتیں، اور سب کو اٹھاتیں، دن کو کبھی گرمی وغیرہ میں یا کچھ کام کی زیادتی کی وجہ سے ایسے ہی کبھی کبھی آدمی پریشان سا ہو جاتا ہے، تو وہ کہتیں کہ نماز اور عبادت کے لیے وقت نہیں۔ بچا پھر گھر کا کام، ہم تو کام کرتے کرتے مر جائیں گے، یہی ان کا تکیہ کلام

بن گیا۔ تو ہمشیرہ نے کہا مجھے دکھ ہوا کہ ایسا نہیں کہنا چاہیے ،اشارۃً بڑی اماں سے کہا گیا مگر وہ نہ مانیں جب حضرت سوہنا سائیںؒ تبلیغ کے لیے ہمارے کنڈیارو کے علاقے میں آتے تو ہمارے گھر پر خاص مہربانی فرماتے یعنی ضرور تشریف فرما ہوتے ،وہ آئے نصیحت فرمائی آخر میں فرمایا کہتے ہیں گھر کا کام کرتے کرتے ہم مرجائیں گے ،عبادت نہیں کرتے گھر کا کام کرنا بھی تو عبادت ہے ،نماز پڑھو، تہجد پڑھو باقی گھر کا کام عبادت سمجھ کر کرو، گھر میں نیک صالح آدمی رہتے ہیں ،وہ کھانا کھائیں گے تو کھانا پکانا اور اس سے ملحقہ کام والوں کو ثواب ہوگا وغیرہ ،وہ دن اور آج کا دن کبھی بڑی اماں نے نہیں کہا کہ کام کرتے کرتے مرجائیں گے۔

کشف :۔ میری ہمشیرہ نے فرمایا طاہر آباد جلسہ پر گئے ہوئے تھے مولانا محمد ادریس نے رات کو تقریر کی کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی امت کو خدا کا حکم ملا تھا کہ ہفتہ کو مچھلی شکار نہیں کرو، حکم کی خلاف ورزی کی گئی ،اور رات کو لوگ اپنے گھروں میں بندر بن گئے ،میں ان پڑھ اور کم علمی کی وجہ سے سوچ رہی تھی کہ ہفتہ کو کیوں شکار کے لیے منع کیا گیا تھا، خود پر اتنی کیفیت طاری ہوگئی کہ یہ بات دل و دماغ سے نہیں نکل رہی تھی کہ آخر ہفتہ کو کیوں شکار سے منع ہوا ؟ کسی سے پوچھا بھی نہیں ہر بار خود سے پوچھتی رہی رات کو سو گئی، صبح کو سوہنا سائیںؒ نے تقریر فرمائی تقریر کے دوران پھر یہ رات والی بات یاد آئی، بھول ہی نہیں پاتی تھی خود کو سمجھاتی چلو چھوڑو، یہ تقریر سنو، یہ تقریر سنو، مگر پتہ نہیں کیوں بار بار یہ رات والی بات یاد آجاتی سوہنا سائیںؒ کی تقریر ختم ہوگئی دعا مانگ رہے تھے کہ کرم نوازی کی فرمایا رات مولوی صاحب نے جو ہفتہ کے لیے فرمایا تھا وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے ہفتہ کے دن کو بڑا خوش نصیب اور بابرکت دن بنایا تھا جیسے ہمارے لیے جمعہ کا دن بابرکت اور بڑا دن ہے لاؤڈ اسپیکر میں یہی ایک بات آخری فرمائی اور دعا مانگی، مجھے دل میں شرم آئی کے یہ میری بے سمجھی کی وجہ سے مجھے جواب دیا گیا ہے۔ اور خواہ مخواہ سوہنا سائیںؒ کو تکلیف دی اطمینان بھی ہوا کہ معلوم تو ہوگیا سنیچر کا کیا معاملہ تھا ،اور خوشی بھی ہوئی کہ سوہنا سائیںؒ میرے اوپر کتنے مہربان ہیں۔

بقیہ : دیدہ ور مصلح اعظم

یہ مولوی کا خطاب و اعزاز میرے لیے بہت بڑا ایوارڈ ہے۔ کیونکہ یہ لفظ میرے محسن و مرشد کی زبان اقدس سے نکلا ہوا وہ گوہر نایاب ہے جو میرے لیے سرمایہ افتخار ہے۔ اس لیے میں اپنے نام کے ساتھ مولوی لکھتا ہوں اور اب یہی میری پہچان ہے۔

؎ تیری دوستی سے پہلے مجھے کون جانتا تھا تیرے عشق نے بنایا میری زندگی فسانہ

حضور سوہنا سائیں رح کے انقلابی اقدامات

حضرت علامہ مولانا محمد داؤد لاکھو صاحب

قطب الاقطاب حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کردار ، علمی مقام ،فکر و فلسفہ ، تبلیغ دین، اصلاح امت کا مخصوص طرز عمل ،دینی خدمات ،ہم نشینوں سے حسن سلوک ،اپنی ذات ،اولاد ،خاندان ،اقرباء ،دوست و احباب سے معاشرتی تعلقات میں شریعت کی پابندی، حقوق اللہ کی بجاآوری میں خشیت و تقویٰ کے اعلیٰ معیار کی پاسداری، حقوق العباد میں احکام خداوندی کی انتہائی رعایت اپنے مرشد مربی سے ودیعت کردہ روحانی امانت کی حفاظت ،مراکز اصلاح المسلمین کا قیام، قرآنی تعلیم و درس نظامی کے مدارس کی بنیاد وغیرہ کے سلسلے میں ایک مضمون میں اظہار خیال کرنا نہ صرف اس ہمہ جہت ہستی، شیخ طریقت کی شخصیت اور اس کی سوانح حیات کے ساتھ ناانصافی ہے بلکہ قارئین کو بھی دھوکہ دینے کے مترادف ہے کہ ان کو جس شخصیت کے متعلق معلومات فراہم کی جارہی ہیں وہ معلومات نہ صرف نامکمل اور سطحی ہیں بلکہ اس مضمون کے مطالعہ سے قارئین کے اذہان میں اس مقتدر ہستی کا جو نقشہ منقش ہوگا وہ اصلی اور حقیقی نقشے کے مقابلے میں سمندر کے سامنے قطرہ کی حیثیت سے زیادہ نہیں۔

لہٰذا حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کی شخصیت کے متعلق اظہار خیال کے لیے قلم اٹھاتے ہوئے دل و دماغ پر ایک ہیبت طاری ہوجاتی ہے اور عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوجاتی ہے ،جی چاہتا ہے کہ اس ذمہ داری سے فرار ہونے کی کوئی راہ نکل آئے کیونکہ تھوڑی سی غلطی بھی عنداللہ مؤاخذہ کا سبب بن سکتی ہے لیکن الامر فوق الادب کے تحت فوراً یہ خیال دل میں القاء ہوتا ہے کہ اس مضمون کے لکھنے کے لیے جس ہستی کا ارشاد گرامی ہوا ہے اس کے حکم سے انحراف سلوک کی راہ میں موت کی مانند ہے لہٰذا اپنے مشاہدات کو تحریر کرنے میں تاخیر کرنا شاید اپنے لیے فائدے کی بجائے نقصان کا باعث ہو سکتا ہے ،اس خوف و امید کی دلدل میں رہتے ہوئے قلم چلانے کی جسارت کی جارہی ہے ،ظن غالب ہے کہ مامور کی سطحی اور معمولی کاوش کو شرف قبولیت حاصل ہوگا۔

یہ حقیقت ہے کہ جس شخصیت کے متعلق لکھنا ہے وہ ایک روحانی شخصیت ہے ،اور روحانیت کا تعلق ظاہر سے زیادہ باطن سے ہے اور باطن ایک راز ہے ،ایک مخفی حقیقت ہے جس کو حواس

خمسہ کے ذریعے بالکل محسوس نہیں کیا جاسکتا، لہٰذا روحانی شخصیت کے بارے میں اظہار خیال کرنا ایک صاحب باطن، صاحب روحانیت، صاحب طریقت کو ہی زیب دیتا ہے وہی اسکا حق ادا کر سکتا ہے، اس کے برعکس روحانیت سے بالکل خالی، باطنی کیفیات و درجات سے بالکل ناآشنا اور اجنبی فرد تو اپنے مشاہدات کو اپنی ناقص فہم و فراست کے مطابق ہی تحریر کر سکتا ہے لہٰذا تحریر میں غلطی اور خطا کو کم علمی پر محمول کرتے ہوئے معاف کیے جانے کی امید رکھتا ہوں۔

تصوف کا مطالعہ رکھنے والے لوگ، صاحب باطن افراد یہ حقیقت بخوبی جانتے ہیں کہ ایک مخلص، صادق اور فنافی الشیخ کے مقام پر فائز مرید کی یہ علامت ہوتی ہے کہ وہ اپنے شیخ طریقت کے فکر و فلسفہ اور تبلیغ کو عام کرنے کے لیے اس کے فیوض و برکات کو عوام الناس تک پہنچانے کے لیے ایسی حکمتیں اور تدابیر اختیار کرتا ہے جس سے اس کے شیخ طریقت کے پیغام کو زیادہ سے زیادہ استحکام نصیب ہو اور امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو تا کہ نہ صرف اسے بلکہ اس کے شیخ طریقت کو زیادہ سے زیادہ قرب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاصل ہو اور بارگاہ نبوت کا قرب ہی در اصل قرب خداوندی ہے۔ "من اطاع الرسول فقد اطاع اللّٰہ" "جس نے اطاعت کی رسول کی پس اس نے اطاعت کی اللہ کی"

لہٰذا تصوف کے اس ایک نقطے کو سامنے رکھ کر جب حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کی حکمت عملی اور تدابیر کا بغور جائزہ لیا جاتا ہے تو انتہائی حیرانگی ہوتی ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ کو اپنے شیخ طریقت سے کتنی والہانہ عقیدت و محبت تھی اور ان کو کس قدر فنائیت کا اعلیٰ مقام حاصل تھا اور اپنے شیخ طریقت کے فکر و فلسفہ کے مطابق اپنی ذات کو ہم آہنگ کرنے میں کتنی بڑی مہارت رکھتے تھے اس حوالے سے مستقل مزاجی، قوت ارادی، تفکر و تدبر سے کام لینے میں اپنے دور میں اپنی مثل آپ نظر آتے ہیں، اس کی چند مثالیں جو راقم الحروف کے مشاہدات میں سے ہیں پیش خدمت ہیں ان امثلہ کا کماحقہ احاطہ کرنا تو اس راقم کے بس کی بات نہیں ہے لیکن جو کچھ بتوفیق اللہ عزوجل حاصل ہے حاضر خدمت ہے۔

جب حضرت سوہنا سائیںؒ اپنے شیخ طریقت علیہ الرحمۃ کے دار البقا کی طرف رحلت کرنے کے بعد ان کے قلب اطہر کی امانت کے ساتھ مسند نشین ہوئے تو آپ علیہ الرحمۃ نے اپنے شیخ طریقت کے چھوڑے ہوئے تبلیغ دین متین، دعوۃ الی الحق اور معرفت خداوندی کے ورثے کی تقسیم کا حکیمانہ انداز میں جائزہ لیا اور اس کی ترویج و تشہیر میں حاصل رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے ایسے اقدامات اٹھائے جن کو انقلابی اقدامات کہنا بے جا نہ ہوگا۔

علمی مجالس کا اہتمام:- اپنے ہم نشینوں میں علمی استعداد و اہلیت پیدا کرنے کے لیے آپ علیہ الرحمۃ نے اپنی مجالس کو درس مثنوی درس مکتوبات امام ربانی، درس ملفوظات پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ درس قرآن، درس حدیث، درس فقہی مسائل، درس قرات کے ساتھ ایسا مزین فرمایا کہ اس دور میں آپ علیہ الرحمۃ کے ہم عصر علماء و بزرگان دین کے نزدیک ضرب المثل بن گیا، چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے سے بڑے اجتماعات میں ٹیبل لگائی جاتی تھی جس پر تفاسیر و احادیث کی کتب رکھی جاتی تھیں، اور باری باری ان کو پڑھ کر حاضرین کو قرآن و حدیث کے نور، سے اسرار و رموز سے آگاہ کیا جاتا تھا اور باطنی فیوضات و توجہات سے ان کو سیراب کیا جاتا تھا احکام الہٰی، سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم دی جاتی تھی، احقر نے ایسی سینکڑوں مجالس کا خود مشاہدہ کیا تھا۔

ان مجالس میں خطاب کے وقت جو آپ علیہ الرحمۃ کی کیفیت ہوتی تھی وعظ و نصیحت کے وقت جو جذبہ اور ولولہ ہوتا تھا، آپ علیہ الرحمۃ کی آواز میں جو سوز و گداز اور درد دل ہوتا تھا، امت مسلمہ کی خیر خواہی اور اصلاح کا جو جذبہ ہوتا تھا، اس کو دیکھ کر اور سن کر پتھر دل موم ہو جاتے تھے عموماً تمام سامعین جو ہزاروں کی تعداد میں بھی ہوتے تھے آپ علیہ الرحمۃ کے سوز و گداز کو دیکھ کر اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے آپ کی نصیحت و وعظ سن کو لوگ بدی کی زندگی چھوڑ کر نیکی اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کرنے لگ جاتے تھے، مردہ قلب زندہ ہو جاتے تھے، معرفت خداوندی، اور عشق الہٰی کی حلاوت محسوس ہوتی تھی عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سینے لبریز ہو جاتے تھے، آپ علیہ الرحمۃ کی مجلس اور صحبت بابرکت میں جو کیفیت سرور اور حلاوت ہوتی تھی اس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا الفاظ اس کے لیے ناکافی ہیں یہ تو دل کہے اور دل سنے، دماغ کہے اور دماغ سمجھے، یہاں الفاظ کی کوئی مجال نہیں یہ وہ حقیقت ہے جہاں الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے ہیں وہ الفاظ کہاں سے آئیں جن سے حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کی صحبت وعظ و نصیحت کی حقیقی ترجمانی ہو سکے۔ قلم ایں جا رسید و سر بشکست (یہاں آکر قلم کی نوک ٹوٹ جاتی ہے)

جس شخص کو آپ علیہ الرحمۃ کی صحبت بابرکت میں بیٹھنے اور وعظ و نصیحت سننے کا تھوڑا سا بھی موقع ملا ہوگا اس کا دل گواہی دیگا کہ آپ علیہ الرحمۃ کا سینہ انور امت کی غمخواری، خیر خواہی سے کتنا لبریز تھا اور اس خیر امت کی خدمت اور اصلاح کے لیے کتنا بے چین تھا۔

مدارس کا قیام:- قطب الاقطاب حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کو اپنے مرشد مربی حضرت خواجہ پیر مٹھا نور اللہ مرقدہ سے باطنی امانت اور وراثت نبوت میں سے جو حصہ ملا تھا اس

کو اس امت میں تقسیم کرنے کی اور عوام الناس کو زیادہ سے زیادہ مستفید کرنے کی فکر ہمیشہ لاحق رہتی تھی۔ جس کے لیے آپ علیہ الرحمۃ تدابیر نافعہ اختیار فرماتے تھے اس کے ساتھ آپ علیہ الرحمۃ کے مشاہدے میں یہ بات آئی کے بعض ہمعصر علماء کو یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ یہ جماعت جاہلوں کی جماعت ہے لہٰذا ایک مرید صادق کے لیے یہ بات بہت تکلیف دہ تھی کہ اس کے شیخ طریقت کی اہل ذکر جماعت کے لیے اس قسم کے بے بنیاد الزامات لگائے جائیں۔ چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ نے اپنے دربار پر ایک دارالعلوم قائم کرنے کا ارادہ فرمایا اور توکل علی اللہ کا سہارا لے کر تمام میسر ذرائع و اسباب کو کام میں لاتے ہوئے ایک استاد اور دو طلبہ پر مشتمل نظام تعلیم کی ابتدا کی مدرسہ کی عمارت کی تعمیر کے اسباب کی عدم دستیابی کی بنا پر مسجد شریف میں اصحاب صفہ کی سنت ادا کرتے ہوئے آغاز فرمایا بعض لوگوں کی مخالفت اور اسباب و وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود آپ علیہ الرحمۃ کے پائے استقامت میں ذرا برابر بھی جنبش نہیں آئی ایسا لگتا ہے کہ آپ علیہ الرحمۃ نے استخارہ کر کے بارگاہ نبوت سے باقاعدہ اجازت لے کر اس کام کا آغاز فرمایا تھا اور طریقہ عالیہ کے شیوخ کی خصوصی توجہات حاصل تھیں۔

مدارس کے قیام کے مقاصد:۔ چونکہ آپ علیہ الرحمۃ نے اپنی پوری زندگی اس میراث نبوی کی تقسیم کے لیے وقف کردی تھی لہٰذا ہر کام کی بنیاد اسی امانت نبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی تقسیم پر رکھتے تھے چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ نے اپنے دارالعلوم کی بنیاد بھی اس باطنی امانت پر رکھی تھی آپ علیہ الرحمۃ کی یہ آرزو تھی کہ اس دارالعلوم سے فارغ التحصیل علماء نہ صرف ظاہری عقلی اور نقلی علوم کے ماہر ہوں بلکہ اس کے ساتھ باطنی علوم، معرفت خداوندی، خشیت الٰہی، اطاعت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور میراث نبوت کے حقیقی وارث ہوں، علم، عمل اور کردار و اخلاص کے لحاظ سے عارف باللہ، سچے عشاق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خادم دین متین ہوں جو علماء سلف کی یاد کو تازہ کرتے ہوں۔

آپ علیہ الرحمۃ مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء سے اپنے خصوصی خطاب کے دوران اس بات کا بار بار اعادہ فرماتے تھے کہ مدرسہ کے قیام سے ہمارا مقصد صرف ظاہری علوم کے ماہر علماء پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ علوم باطن سے اور فیوض نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار علماء ربانین، خدام دین، اہل حق، عمل و کردار کے لحاظ سے سچے متبع رسول صلی اللہ علیہ وسلم باطنی امانت کے حامل افراد پیدا کرنا ہے، جو رہنمائی کرنے کے اہل ہوں، مخلص ہوں دین متین پر ہر چیز قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں ہمیں صرف دکھانے کے لیے طلبہ کی کثیر تعداد کی

ضرورت نہیں ہے بلکہ ہمیں وہ چند طلبہ ہی کافی ہیں جو دین کی خدمت کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کے لیے تیار ہوں اس بندہ ناچیز نے آپ علیہ الرحمۃ کی اس قسم کی گفتگو اور وعظ و نصیحت کئی بار سنی تھی۔

ان مقاصد کے حصول کے لیے نہ جانے کتنی مرتبہ اس ولی کامل کے مبارک ہاتھ بارگاہ الٰہی میں انتہائی عجز و نیاز کے ساتھ اٹھے ہوں گے، نہ جانے کتنی مرتبہ آپ علیہ الرحمۃ کی پیشانی مبارک اللہ العٰلمین کے حضور میں سجدہ ریز ہوئی ہوگی، نہ جانے کتنی آرزوئیں، امیدیں اس مدرسہ سے وابستہ کی ہوں گی اور ان کی تکمیل کے لیے نصرت خداوندی کی طرف متوجہ ہوئے ہوں گے یہ تو عالم الغیب ہی جانتا ہے۔

احساس زیاں:۔ اپنے مشاہدات پر مشتمل یہ مضمون تحریر کرتے ہوئے بات یہاں تک آ پہنچی ہے کہ قارئین سے تھوڑی دیر کے لیے اجازت لے کر اپنے نفس سے بات کی جائے جو سرکش ہے، امارہ ہے، غافل ہے، جو اپنے شیخ کامل، مرشد مربی، محسن سے کیے ہوئے وعدے بھول گیا ہے، اپنی بے لبسی، غفلت اور وعدہ خلافی پر کچھ ندامت کے آنسو بہائے جائیں، حسرت کی جائے، شرمندگی سے سر کو جھکایا جائے اور انتہائی عاجزی سے بارگاہ الٰہی میں مغفرت و معافی طلب کی جائے، اس رحمن و رحیم کی رحمت میں امید واثق رکھتے ہوئے دعا گو ہوں کہ وہ اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس بندہ ناچیز کی نصرت فرمائے کہ باقی ماندہ زندگی حضرت سوہنا سائیںؒ کے جانشین، وارث، نائب حضرت محبن سائیں مدظلہ العالی کے احکامات و ارشادات کی بجا آوری میں گزرے آپ کی خدمت، صحبت اور محبت میں بسر ہو اور اس دار فانی سے کوچ کرتے وقت آپ کی رضا، خوشنودی اور معیت حاصل ہو جو یقیناً قرب نبوی اور قرب خداوندی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے آمین یارب العالمین۔

لہٰذا آپ علیہ الرحمۃ نے ان مقاصد کے حصول کے لیے نہ صرف علم الصرف، النحو، فقہ و فلسفہ، منطق و کلام، حدیث و تفسیر کی تعلیم کا انتظام فرمایا تھا بلکہ اپنی نورانی نظر، باطنی توجہ، محبت اور ذکر قلبی سے طلبہ کے قلوب کو فیضیاب فرماتے تھے ان کا تزکیہ کرتے تھے اور نماز تہجد، مسواک دستار، باجماعت نماز حلقہ مراقبہ کی پابندی سے باقاعدہ مشق کراتے تھے۔

مدرسہ کے قیام کے اثرات:۔ آپ علیہ الرحمۃ کے اس انقلابی اور علمی اقدام کے آہستہ آہستہ اثرات و ثمرات ظاہر ہونے لگے جس سے نہ صرف پوری غفاری نجشی جماعت مستفید ہونے لگی بلکہ ہم عصر علماء کی غلط فہمی بھی دور ہو گئی اور وہ آپ علیہ الرحمۃ سے ملاقات کے لیے

دربار پر آنا شروع ہو گئے اور کئی علماء کو آپ کے طریقہ عالیہ میں بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا اور ظاہری علوم کے ساتھ باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے نہ صرف یہ بلکہ بعض قدیم مدارس کے مہتممین حضرات اپنے مدارس کی علمی رونق بحال کرنے کے لیے مدرس برائے درس نظامی کے حصول کے لیے آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور بسااوقات آپؒ کے لیے مشکل پیدا ہو جاتی تھی اور آپؒ فرماتے تھے کہ یہ مشینی دور ہے کاش کوئی ایسی مشین ایجاد ہو کہ اس کے ایک طرف طالب علم کو داخل کیا جائے تو دوسری طرف وہ عالم باعمل اور متقی ہو کر نکلے اس قدر تیزی سے کام کرنے کی ضرورت ہے دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف آپؒ کے دربار پر ایک باقاعدہ دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا بلکہ پوری جماعت میں دینی مدارس کے قیام کی تحریک چل پڑی علماء کے ذریعے اور کئی مدارس اور دارالعلوم ،دینی ادارے قائم ہو گئے جو آج تک آپ علیہ الرحمۃ کی قلبی، روحانی، باطنی امانت کے امین، آپ کے فرزند رشید ظاہری و باطنی میراث کے وارث میرے شیخ طریقت مرشد مربی حضرت سجن سائیں ادام اللہ ظلہ علینا الی یوم المیزان کی سرپرستی میں علوم نبوت کی اشاعت، ترویج و تعلیم میں ،مصروف عمل ہیں۔

قطب الاقطاب حضرت سوہنا سائیں علیہ الرحمۃ کو اپنے شیخ طریقت سے جو باطنی امانت اور وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دولت ملی تھی اس کو معاشرے کے تمام طبقات میں تقسیم کرنے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار فرماتے تھے کہ معاشرے کے ہر طبقے سے چند باصلاحیت افراد کا انتخاب فرماتے تھے پھر اپنی نورانی نظر، باطنی توجہات سے ان کی فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت فرماتے تھے تزکیہ فرماتے تھے، پھر ان افراد کے ذریعے اس طبقہ میں میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم کا عمل انجام دیتے تھے۔

جب آپ علیہ الرحمۃ نے دیکھا کہ ہمارے معاشرے میں دینی مدارس کے ساتھ ساتھ ایک دوسرا نظام تعلیم بھی ہے جو اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز پر مشتمل ہے جن کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم دینی مدارس کے نظام سے بالکل مختلف ہے جس کی وجہ سے ان اداروں کے گریجویٹس علماء ربانین اور بزرگان دین کے فیوض و برکات سے محروم ہیں لہٰذا امت کے اس طبقہ کو بھی میراث نبوی سے حصہ دیا جائے اور نور باطن سے ان کے سینوں کو منور کیا جائے معرفت خداوندی اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے سرفراز کیا جائے۔

چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ نے کالج اور یونیورسٹی کے چند طلبہ کو انتخاب فرمایا بڑی شفقت و محبت سے ان کی تربیت فرمائی اپنی نورانی نظر سے ان کے ظاہر و باطن کو سنوارا ان کے قلوب کو عشق

نبوی سے گرمایا دین متین کی تبلیغ کا جذبہ بیدار فرمایا پھر ان چند افراد پر مشتمل ایک تنظیم روحانی طلبہ جماعت کے نام سے قائم فرمائی پھر ان صالح نوجوانوں کے ذریعہ میراث نبوی کی تقسیم کے عمل کی ابتداء ان اداروں میں فرمائی۔ آپ علیہ الرحمۃ کی دعاؤں، باطنی توجہات کی بدولت دیکھتے ہی دیکھتے سینکڑوں کی تعداد میں طلبہ اس روحانی قافلہ میں شامل ہو گئے اور پھر تھوڑے ہی عرصہ میں ان کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچی۔

جب روحانی طلبہ جماعت کے ابتدائی ایام تھے احقر کو دربار عالیہ اللہ آباد شریف کے دارالعلوم میں بطور طالب علم رہنے کا شرف حاصل تھا یہ بندہ ناچیز دیکھتا تھا کہ کالجز اور یونیورسٹیز کے اسٹوڈینٹس قافلوں کی شکل میں بسیں بھر بھر کر آپ علیہ الرحمۃ کی صحبت با برکت میں حاضر ہوتے تھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی تسبیح ٹوٹ جائے اور اس کے دانے پے در پے گرتے ہیں اسی طرح کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ آپ علیہ الرحمۃ کے حلقہ ذکر میں داخل ہو رہے تھے اور باطنی فیوض و برکات سے مستفیض ہو رہے تھے۔

اس روحانی انقلابی اقدام کا انتہائی پر کشش اور حیران کن پہلو یہ تھا کہ جس اسٹوڈنٹ کو ہم پہلی مرتبہ ننگے سر اور کلین شیو دیکھتے تھے جب وہ دوسری مرتبہ آپ علیہ الرحمۃ کی صحبت میں آتا تھا تو اس کا چہرہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سر دستار فضیلت سے سجا ہوا نورانی نظر آتا تھا، ایسے نوجوانوں کو دیکھ کر آپ علیہ الرحمۃ کا چہرہ مبارک خوشی سے مہک اٹھتا تھا آپ علیہ الرحمۃ اپنے جلسوں میں ان نوجوانوں کو کھڑا کر کے حاضرین کو ان کی زیارت کرنے کا ارشاد فرماتے تھے ان کے لیے دعائیں مانگتے تھے اور دعا کے وقت آپ علیہ الرحمۃ کی آنکھیں مبارک اشکبار ہو جاتی تھیں، احقر نے اس کیفیت کا کئی بار مشاہدہ کیا تھا، آپ علیہ الرحمۃ کے چمن کا یہ گلدستہ آج تک حضرت سجن سائیں مدظلہ العالی کے زیر سرپرستی اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔ جی چاہتا ہے کہ ادارہ تبلیغ روحانیہ و جماعت اصلاح المسلمین اور آپ علیہ الرحمۃ سے منسوب دیگر اصلاحی اقدامات کے متعلق اپنے مشاہدات کو قارئین کے نذر کروں لیکن طوالت مضمون اور تحریر کی صلاحیت کی کمی اور ذخیرہ الفاظ کی مفلسی اور اپنی بے عملی سے خائف ہو کر اسی پر اکتفا کرتا ہوں

اگر قبول افتد زہے عز و شرف

لمحہ فکریہ:- حضرت سوہنا سائیںؒ سے اکتساب فیض کرنے والے آپؒ کی صحبت با برکت اور آغوش میں تربیت پانے والے علماء، خلفاء، طلباء اور فقراء جو اس ولی کامل کی یہ سوانح حیات پڑھ رہے ہیں، کو سوچنا چاہیے کہ آپؒ کی راتیں کس فکر میں اور دن کس جدوجہد میں گزرتے

تھے تبلیغ دین متین اور امت مسلمہ کی اصلاح کے لیے آپؒ میں کتنی بے چینی اور بے قراری تھی آپؒ نے اپنی پوری زندگی کن مقاصد کے لیے وقف کر دی تھی، ان باتوں کو یاد کرتے ہوئے پوری دیانتداری سے اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ جن مقاصد کے لیے ہماری تربیت کی گئی تھی ہم ان مقاصد کے کتنے قریب ہیں ان مقاصد کے حصول کے لیے کتنے کوشاں ہیں، اس ولی کامل کی تعلیم، تربیت اور صحبت کا ہم پر کتنا اثر باقی ہے، ہمارے معمولات میں اپنے مرشد مربی کا کس قدر اثر نمایاں ہے ہم اپنے مرشد مربی کے نقش قدم پر کہاں تک ثابت قدم ہیں، ہماری سیرت و کردار کا کیا حال ہے ہمیں عام لوگوں سے کوئی امتیاز حاصل ہے یا نہیں، اپنے مرشد مربی سے ورثے میں ملے ہوئے ذکر قلبی، دستار، مسواک، تہجد، حلقہ مراقبہ تبلیغ دین متین، شریعت کی پابندی، سحر کو آہ و زاری، گناہوں پر ندامت، استغفار، خشیت الٰہی، تقویٰ لنگر کی خدمت، مرشد کی محبت وغیرہ جیسے عظیم ورثے کی کہاں تک حفاظت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے کاملیں واصلین اور مقربین کے صدقے ان کے نقش قدم پر چلنے اور قائم رہنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ؎ ایں سعادت بزور بازو نیست

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

بقیہ حضور سوہنا سائیںؒ کا مصلحانہ کردار

کے ساتھ انجام دئے کہ غیر مسلم قومیں بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں اور بصد ذوق و شوق اور جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اسلام کی خیر و برکت سے مستفیض ہوئیں۔ تاریخ اس امر کی شاہد عادل ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی روشنی انہیں نفوس قدسیہ کی مساعی جمیلہ سے پھیلی ہے۔

آخر میں یہ گزارش ہے کہ نکتہ چین کو اگر کچھ خامیاں نظر آئیں تو یہ بات نظر انداز نہ کرنی چاہیے کہ فکر و تلاش کے اس وسیع اور رنگا رنگ چمن میں کہیں کہیں سبزۂ خود رو یا خس و خاشاک کا ہونا بھی ناگزیر ہے۔ کون لکھنے والا ہے جس کی ہر تحریر پر مبصر کے محک امتحان پر زر خالص عیار ثابت ہو۔ تمت بالخیر

سالارِ نقشبند کا اندازِ تربیت

مولانا رحمت اللہ صاحب

برصغیر میں اسلام اولیاء اللہ کے فیضان نظر، ان کی شفقت اور حکمت عملی سے عام ہوا، آج بھی اسلام کی حقیقی روح اولیاء اللہ کی صحبت بابرکت سے انسان کو مل رہی ہے۔

وادی مہران میں سینکڑوں اولیاء اللہ تشریف لائے۔ ہر اللہ کے ولی نے اپنے اپنے دور میں اس وقت کی مناسبت سے حاضرین کی تربیت کی اور انہیں دین اسلام کی خدمت کے لیے تیار کیا۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم سالار خواجۂ خواجگان حضرت الحاج اللہ بخش المعروف پیر سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں اپنی صحبت میں آنے والے لوگوں کی تربیت بھی اس دور کی مناسبت سے کی۔

رادھن اسٹیشن ضلع دادو سندھ میں آپ نے دین متین کی خدمت کے لیے ایک مرکز "فقیر پور شریف" کے نام سے قائم فرمایا۔ جس جگہ پر اس مرکز کا قیام ہوا وہ ایک غیر آباد جگہ تھی اور پورے علاقے سے انتہائی نشیبی جگہ تھی جہاں پر گہرے گڑھے تھے حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے قیام فرمانے کی وجہ سے آپ سے محبت رکھنے والے لوگ خود بھی آتے اور اپنے ساتھ نئے احباب کو بھی لے آتے۔ یوں شب و روز دور دراز یا قریبی علاقوں سے آنے والے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔ جن میں مستورات بھی ہوتیں۔ آپ صرف پیر طریقت ہی نہ تھے بلکہ ایک جید عالم بھی تھے، عالم ہونے کی وجہ سے آپ اپنے پاس آنے والے لوگوں کو شرعی دینی مسائل سے آگاہ رکھنا بھی اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ اس لئے آنے والے مرد و خواتین کو صرف ذکر اذکار کی تاکید نہ فرماتے بلکہ جو شخص جتنا وقت بھی قیام کرتا اس کو فقہی مسائل کا درس دیا جاتا اور خاص طور پر وضو غسل نماز روزہ کے مسائل زبانی یاد کروائے جاتے۔ آپ کے اس فکر کی بدولت صرف مرد حضرات کو ہی نہیں بلکہ خواتین کو بھی وضو، غسل، نماز روزہ کے علاوہ حیض و نفاس کے مسائل زبانی یاد ہو جاتے۔

آپ لوگوں کو فرماتے کہ "صوفی بنو! لیکن جاہل صوفی مت بنو" یہ فرماتے ہوئے آپ یہ واقعہ بیان فرماتے۔

واقعہ:۔ ایک شخص سیلانی طبیعت کا تھا۔ وہ مختلف جگہوں پر جاتا رہتا تھا ایک مرتبہ وہ کسی پہاڑی علاقے سے گزر رہا تھا کہ بہت سے لوگ جمع دیکھے۔ سیلانی مزاج بندے نے ان میں سے ایک

سے پوچھا کہ آپ یہاں پر کیوں جمع ہیں اس شخص نے بتایا کہ سامنے والے پہاڑ میں ایک غار ہے اس میں ایک بزرگ رہتے ہیں، ہر مہینے ایک بار زیارت کرانے کے لئے غار کے دہانے پر تشریف لاتے ہیں اور پھر غار میں تشریف لے جاتے ہیں آج ان کی زیارت کے لئے یہ سب لوگ جمع ہیں۔ یہ شخص بھی بزرگ کی زیارت کے لئے کھڑا ہوگیا، کچھ دیر کے بعد وہ بزرگ غار کے دہانے پر تشریف لائے لوگوں کو زیارت کرائی آخر میں سب کے لئے دعا فرماتے ہوئے غار میں تشریف لے گئے تمام لوگ اپنے گھروں کو واپس ہوگئے سیلانی شخص نے سوچا کہ میرا تو کوئی خاص ٹھکانہ ہے نہیں کیوں نہ اسی بزرگ کی صحبت میں رہا جائے اور ان کی خدمت کی جائے۔ اس ارادے سے یہ غار کے دہانے پر حاضر ہوا اور بزرگ سے صحبت میں رہنے اور خدمت کرنے کی اجازت طلب کی، بزرگ نے اس کے اصرار کرنے پر اجازت عنایت فرمادی، سیلانی شخص فقہی مسائل سے واقفیت رکھتا تھا۔ اس نے ایک عجیب بات دیکھی وہ یہ کہ بزرگ کی ایک آنکھ پٹی سے بندھی ہوئی تھی اور ناک کے ایک سوراخ کو بھی بند پایا۔ جب کہ بزرگ اسی حالت میں وضو بھی کرتا اور وقت ضرورت غسل بھی کرتا تھا، وہ شخص جب کافی دن ساتھ رہا اور کچھ عرض کرنے کے لئے بے تکلف ہوا تو عرض کی یا حضرت اگر اجازت ہو تو کچھ عرض کروں بزرگ نے فرمایا کہو۔ تو اس نے پوچھا کہ آپ کی ایک آنکھ پر مسلسل پٹی کیوں بندھی ہوئی ہے بزرگ نے فرمایا کہ "ایک دن مجھے خیال آیا کہ جب میں ایک آنکھ سے بھی دیکھ سکتا ہوں تو پھر دوسری آنکھ کو بند کیوں نہ رکھا جائے اس لئے میں نے دوسری آنکھ کو پٹی باندھ کر بند کردیا ہے" پھر اس نے عرض کی کہ یا حضرت ناک کے ایک سوراخ کو بند کرنے کی کیا وجہ ہے؟ بزرگ نے فرمایا کہ "اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ میرے نفس نے خوشبو کی بڑی خواہش کی یہاں تک کہ پریشان کردیا، میں نے نفس کو کہا کہ ٹھہرو میں تمہیں سبق دیتا ہوں، تو نفس کی مخالفت میں نفس کو ذلیل کرنے کے لئے کپڑے کا معمولی سا ٹکڑا اٹھایا اور گندگی میں تر کرکے ناک کے سوراخ میں ڈال دیا اور نفس کو کہا کہ لے اب خوب خوشبو لیتا رہ۔ نفس کو پامال کرنے کے لئے گندگی سے آلودہ کپڑے کو نہیں نکالا اور یہیں پر سوکھ گیا۔ تو اس شخص نے بزرگ سے عرض کی کہ حضرت وضو میں چہرے کا دھونا فرض ہے اور غسل میں پورے جسم کا دھونا اور ناک میں پانی پہنچانا فرض ہے۔ آپ نے آنکھ پر پٹی باندھ لی ہے اور ناک کے سوراخ کو بند کیا ہوا ہے تو اس صورت میں آپ کا نہ وضو ہوگا اور نہ ہی غسل ہوگا تو پھر نماز ہی نہیں ہوگی۔ یہ بات سن کر بزرگ کو بہت احساس ہوا آنکھ کی پٹی کھول دی اور ناک کے سوراخ کو بھی صاف کردیا اور سیلانی شخص کو فرمایا کہ آپ روزانہ مجھے فقہی مسائل سناتے رہیں آپ کا احسان ہوگا، وہ بزرگ

عبادت گزار تو تھے ہی فقہی مسائل کی واقفیت سے انتہا درجے کے متقی پرہیز گار بنے اور ولایت کے مقام پر پہنچے اور باطنی توجہ سے سیلانی شخص کو بھی مستفیض فرمایا، حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ فقراء کو یہ واقعہ سنا کر دینی تعلیم کے لیے خوب احساس دلاتے تھے۔

آپ نے دیکھا کہ صحبت میں آنے والوں پر تو بحمد للہ نیکی، تقویٰ، شرعی مسائل کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں لیکن صحبت میں آنے والوں کی اولاد نیکی کی طرف متوجہ نہیں ہو رہی ہے ان میں سے بعض نوجوان اسکول کالج کی تعلیم حاصل کرتے ہوئے بہتر تعلیم حاصل کر لیتے ہیں اور بعض صرف اسکول کی پرائمری تعلیم یا سیکنڈری تعلیم حاصل کرنے کے بعد تعلیم ترک کر دیتے ہیں لیکن دونوں طرح کے نوجوان یعنی ایم، اے۔ بی، ایس، سی۔ ایم، ایس، سی۔ ایم، بی، بی، ایس یا انجینئرنگ تک تعلیم حاصل کرنے والے یا پرائمری، سیکنڈری سطح یا ان پڑھ نوجوان دن بدن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور والدین کی نافرمانی کی وجہ سے معاشرے میں انتہائی بد اخلاق غیر انسانی حرکتوں سے دوچار ہو رہے ہیں۔

صحبت میں آنے والے لوگوں میں نیکی تقویٰ کا پیدا ہونا بہت بہتر ہے لیکن ان کی اولاد کی بے راہ روی بے انتہا خراب ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا قسم کے نوجوانوں کے لیے بالخصوص اور تمام مسلمانوں کی اولاد کے لئے بالعموم جامعہ عربیہ غفاریہ کے نام پر ایک عظیم دینی درسگاہ قائم فرمائی اس کے ساتھ اسکول کالجوں یونیورسٹیوں کے طلبہ پر مشتمل ایک تنظیم (روحانی طلبہ جماعت) کی بنیاد ڈالی تاکہ ہر سطح کے نوجوانوں میں دین متین کا شعور شوق اور عملی قوت پیدا کی جائے۔

جامعہ عربیہ غفاریہ :- دربار عالیہ فقیر پور شریف حضرت صاحب کا پہلا اور نیا مرکز تھا اس لئے یہاں پر مسجد کا تعمیراتی کام شب و روز جاری رہتا، آپ خود بھی مسجد کی تعمیر کے لیے اینٹیں مٹی وغیرہ اٹھاتے اور آئے ہوئے احباب بھی سعادت سمجھتے ہوئے خوب کام کرتے اس تعمیراتی کام کی سعادت حاصل کرنے کے لئے حضرت صاحب کے خلیفہ مولانا سید نصیر الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دو آئے ہوئے متعلقین نوجوان محمد رمضان صاحب اور محمد داؤد صاحب کو حضرت صاحب نے باقاعدہ درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور ان نوجوانوں کے لئے ایک عالم کا انتظام فرمایا اس طرح آپ نے دینی مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور اپنی صحبت میں آنے والے لوگوں کو اپنے بچے مدرسہ میں چھوڑنے کے لئے ترغیب دی، آپ کی توجہ دلانے کی بدولت کافی فقراء نے اپنے بیٹوں کو مدرسہ میں داخل کرایا جب طلبہ کی تعداد بڑھ گئی تو آپ نے دو اساتذہ

درس نظامی کی کتب کے لئے اور ایک استاد قرات و تجوید کے لئے مقرر فرمائے، ان طلبہ کے علاوہ جو دیگر مسافر حضرات آتے یا جو احباب فقیر پور شریف میں اپنے گھر بنا کر رہ رہے تھے ان کے لئے ایک الگ استاد مقرر فرمایا جو انہیں روزانہ فقہی مسائل کا سبق دیتے اور دوسرے دن ان مسائل کو زبانی سنتے، ہر آنے والے مسافر سے پوچھتے کہ وہ کتنے دن قیام رکھ سکے گا، اس حساب سے مقرر شدہ استاد کو اس کی تعلیم کے لئے ہدایت فرماتے، اس طرح سے درس نظامی کے ساتھ تعلیم بالغان بھی جاری رہتی تعلیم بالغان برائے مستورات کا بھی مکمل نظام تھا، تعلیم بالغان کے لئے بھی ششماہی اور سالانہ امتحانات ہوتے مدرسہ میں پڑھنے والے طلبہ کے لئے بہت فکر مند رہتے آپ فرماتے کہ ان کے والدین نے انہیں ہمارے حوالے کیا ہے اب ان کی تعلیمی، اخلاقی ذمہ داری کے ساتھ ان کی صحت کی ذمہ داری بھی ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے آپ اساتذہ کو ہر ممکن بہتر تعلیم دینے کے لیے خاص نصیحتیں فرماتے، پڑھائی کے اوقات میں وقتاً فوقتاً اچانک تشریف لاتے تاکہ اساتذہ اور طلبہ غفلت میں نہ رہیں۔

ایک مرتبہ آپ تہجد کے وقت باہر تشریف لائے طلبہ کی تعلیم جاری تھی ایک طالب علم اپنے دوستوں سے بیٹھے ہوئے سبق کی عبارت یاد کر رہا تھا، آپ نے اس طالب علم کو فرمایا کہ یہ عبارت اس طرح نہیں بلکہ اس طرح ہے۔ اس کو اس کی غلطی سے آگاہ کیا آپ کی اچانک آمد سے طلباء ہمیشہ ہوشیار رہتے۔ اکثر و بیشتر ظہر نماز کے بعد اسباق کا مذاکرہ ہوتا جس میں حضرت صاحب کافی دلچسپی لیتے، نحو یا صرف کے سوالات طلبہ سے خود فرماتے طلبہ کو آپس میں نحوی یا صرفی سوال کرنے کے لیے کہتے جس طالب علم کو علمی میدان میں ہوشیار پاتے اس سے بڑی خوشی کا اظہار فرماتے اور سست طالب علم کو ترغیب دیتے یا بسا اوقات سخت ڈانٹتے، طلبہ کی کاپیاں دیکھتے جن کی تحریر خوشخط ہوتی تو آپ اس سے بڑے خوش ہوتے اور اگر کسی کی لکھائی اچھی نہ ہوتی تو اس میں خوشخطی کا شوق پیدا فرماتے، طلبہ سے کبھی کبھار سبق کے بارے میں معلومات کرتے کہ آج آپ نے کہاں سے کہاں تک سبق لیا ہے اس طرح سے ہر طالب علم پر توجہ دیتے تاکہ کوئی پیچھے نہ رہ جائے آپ کو ان طلبہ کے لیے تکمیل تعلیم کی اس قدر فکر رہتی کہ فرماتے "جس طرح آج ایجادات کا دور دورہ ہے ان ایجادات میں ایسی مشین بھی ایجاد ہوئی ہے جس میں مرغی کے انڈے کچھ دیر رکھنے سے بچے نکل آتے ہیں ہم بھی چاہتے ہیں کہ کوئی ایسی مشین بھی ایجاد ہو جائے جس میں ایک نوجوان تھوڑی دیر رکھنے سے عالم دین بن جائے اور اسے دینی خدمات کے لئے روانہ کیا جائے" آپ کی اس فکر کے تحت درس نظامی کا وہ کورس جو باقی مدارس میں نو یا دس سال میں مکمل کرایا جاتا دربار عالیہ فقیر

پور شریف میں چار پانچ سال میں مکمل ہو جاتا، کیونکہ مدرسہ کی پڑھائی بعد نماز فجر سے رات ۱۱ بجے تک رہتی اور پھر تہجد کے وقت پڑھائی شروع ہوتی وقفہ صرف نمازوں اور کھانے کے لیے ہوتا۔ آپ کی توجہ صرف درس نظامی کے کورس پر ہی نہ تھی بلکہ طلبہ کی نیکی تقویٰ پر بھی تھی۔ طلبہ کے لئے تکبیر اولیٰ میں پہنچنا دستار، مسواک اور تہجد کی پابندی لازمی تھی، حضرت صاحب امامت کے فرائض خود انجام فرماتے فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد جن لوگوں کی رکعت نکل جاتی ان میں سے جو طلبہ ہوتے انہیں قریب بلاکر انتہائی شفقت سے احساس دلاتے کہ آپ نے اپنے گھر کے سکھ آرام کو خیر باد کہہ کر یہاں قیام کیا ہے، تو اس کے لئے آپ کو پڑھائی کے ساتھ نماز میں تکبیر اولیٰ کو بھی اولیت دینی ہوگی۔

نماز باجماعت دستار، مسواک اور تہجد کے لئے باقاعدہ حاضری ہوتی طلبہ میں سے دو طلبہ کو ان مذکورہ بالا سنتوں کی حاضری لینے کی ذمہ داری ہوتی آپ بلاوجہ شہر جانے اور شہر کی چیزیں کھانے کو ناپسند فرماتے، طلبہ کو پاکیزہ چیزیں کھانے کی ترغیب دیتے اور مشتبہ چیزوں سے منع فرماتے۔

آپ نے طلبہ کو پاکیزہ چیزیں مہیا کرنے کے لئے فقیر پور شریف میں رہنے والے افراد میں ایک یا دو کو دکان کھولنے کی اجازت دی اور انہیں تاکید کی کہ ہاتھ کی بنی ہوئی وہی چیزیں جو طلبہ پسند کرتے ہیں انتہائی پاکیزگی کے ساتھ بنائیں تاکہ طلبہ شہر کی بنی ہوئی چیزوں کو استعمال نہ کریں اور انہیں یہاں پر ہی پسندیدہ چیزیں مل جائیں۔ مدرسہ میں پڑھائی کے دوران تو حضور قبلہ عالم طلبہ پر پوری توجہ فرماتے ہی تھے لیکن جب مدرسہ کی چھٹیاں ہوجاتیں تو آپ تمام طلبہ کو نصیحت فرماتے کہ آپ اپنے گاؤں جاکر ایسے مثالی دن گزاریں کہ آپ کو دیکھ کر لوگوں میں شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی گزارنے کا شوق پیدا ہو آپ فرماتے کہ ہمیں یقین ہے کہ آپ چھٹیوں کے دن بہتر طور پر گزاریں گے لیکن پھر بھی غفلت سے دور رہنے کے لیے آپ کو تاکید کی جاتی ہے کہ آپ جب چھٹیاں گزارنے کے بعد مدرسہ آئیں تو آپ اپنے والدین سے لکھوا کر آئیں کہ آپ نے نماز با جماعت، دستار مسواک تہجد کی پوری پابندی کی اساتذہ کو تاکید فرماتے کہ یہ طلبہ جب واپس آئیں تو ان سے ان کے والد کا لکھا ہوا خط ضرور لیں جب طلبہ چھٹیوں کے بعد آتے تو ان سے ان کے والد کا خط ضرور لیا جاتا۔

حضرت صاحب ہمہ وقت اس کوشش میں رہتے کہ طلباء رضائے الٰہی کے لیے تعلیم حاصل کریں نہ کہ دنیاوی عزت و جاہ کے لئے، اس مقصد پر پوری توجہ مرکوز کرنے کے لئے طلبہ کے ساتھ خاص نشستیں ہوتیں، جس میں اسی موضوع پر درس قرآن، درس حدیث، درس فتح ربانی واعظ

حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ درس مکتوبات امام ربانی حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور درس مثنوی ہوتے تاکہ طلباء میں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے شوق پیدا ہو طلبہ کو ہوشیار رکھنے کے لئے آپ نے فرمایا کہ " آپ طلبہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے پیران کبار رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے طریقے عالیہ کی اشاعت کا انحصار آپ پر ہی سمجھا ہے کہ آپ ہی سے اس طریقۂ عالیہ کی اشاعت ہوگی اور اگر آپ نے اس کی اشاعت نہیں کی تو اشاعت نہیں ہوسکے گی۔ ہرگز نہیں یہ آپ کی بھول ہے، ہمیں اپنے طریقہ عالیہ کے پیران کبار کے فیوضات و برکات پر کامل یقین ہے کہ اگر ہم فقیر محمد اسماعیل اور فقیر عرض محمد (یہ دونوں فقراء انتہا درجے کے سادہ مزاج اور کم گو تھے) کو طریقۂ عالیہ کی اشاعت کے لئے بھیجیں تو سینکڑوں لوگ ان کے توسط سے طریقہ عالیہ میں داخل ہوجائیں لیکن اے طلبہ! یہ آپ کی، آپ کے والدین کی سعادت ہے کہ اگر آپ نیکی تقویٰ پرہیزگاری کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیم حاصل کریں، دل میں خوف خدا اس قدر رکھیں کہ تنہائی میں صاحب حسن و جمال لڑکی برہنہ ہوکر تمہارے پاس آجائے تو دل میں ذرہ برابر بھی غلط خیال پیدا نہ ہو، جب اس قدر خوف خدا حاصل ہوگا تو پھر آپ دیکھیں گے کہ دنیا والے آپ کے قدموں کو چومنا سعادت سمجھیں گے۔ ہماری یا اساتذہ کی جو آپ کے لئے سختی ہے وہ محض آپ کی خیر خواہی کے لئے ہے، آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشنودی کے طلبگار بن کر تعلیم حاصل کریں۔ دنیاوی مفادات سے بالکل قطع نظر کرلیں" آپ نے دنیاوی مفاد پر ایک مرتبہ فرمایا کہ " ایک لڑکا ہاتھ میں کتابیں اٹھائے پڑھنے جارہا تھا راستے میں بیری کا درخت نظر آیا جس میں لال لال بیر نظر آنے لگے لڑکے نے ادھر ادھر کوئی پتھر یا لکڑی کا ٹکڑا تلاش کیا لیکن کچھ بھی نظر نہ آیا مجوراً چپل اتار کر درخت کی طرف پھینکی چند بیر گرے لیکن چپل درخت میں لٹک گئی بہت کوشش کی کہ کسی طرح چپل نیچے گرے اور پاؤں ننگے ہونے سے بچیں لیکن جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو ہاتھوں میں تھامی کتابوں میں سے ایک کتاب چپل کی طرف پھینکی اب چپل گر گئی لیکن پھر کتاب لٹک گئی۔ پاؤں میں چپل پہنتے ہوئے کہنے لگا " پڑھائی سے اور فائدہ نہ سہی پاؤں تو ننگے ہونے سے بچ گئے"

حضور قبلہ عالم طلبہ میں تعلیمی قابلیت، نیکی تقویٰ کے ساتھ ان کی طبیعت میں اللہ کی راہ میں جسمانی محنت مشقت کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے کی وصف بھی اعلیٰ سطح کی دیکھنا چاہتے تھے تاکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جسمانی محنت مشقت سے رضائے الٰہی نصیب ہو اور یہ بھی چاہتے تھے کہ طلبہ جسمانی محنت مشقت کے عادی ہوجائیں تاکہ ان میں آرام طلبی پیدا نہ ہو اور جفاکشی سے عار نہ

ہو،اس لئے طلبہ سے مسجد کی تعمیر کا کام بڑے ذوق و شوق سے کرایا جاتا، طلبہ بھی اس کام کو عظیم سعادت سمجھ کر جذباتی اور جنونی انداز میں کرتے دن بھر مدرسہ کی پڑھائی ہوتی بعد نماز عشاء قریبی زمینوں سے مٹی ٹوکروں میں ڈال کر اٹھائی جاتی اور مسجد کے اندرونی، بیرونی اور صحن والے حصوں میں ڈالی جاتی بڑے بڑے ٹوکروں میں اٹھائے دوڑ کر پہلے پہنچنے میں سبقت لینے کی کوشش کرتے،یہ کام کرتے وقت ذکر اللہ کی صدائیں نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور پیرو مرشد کی شان میں منقبت پڑھنے کی آوازیں دور دور تک گونجتیں، رات کو بارہ ،ایک بجے تک اس کام میں مصروفیت رہتی ایسی راتوں میں دیر تک جاگنے کی وجہ سے تہجد پڑھ کر سویا جاتا،دوسرے دن بعد نماز فجر پھر پڑھائی شروع ہوجاتی، مسجد کی تعمیر کے لئے دور سے ریتی اینٹیں سروں پر اٹھا کر لائی جاتیں اور پھر خوش قسمتی یہ کہ حضور قبلہ عالم بھی سر مبارک پر مٹی، ریتی یا اینٹیں اٹھائے ہوئے ہوتے، نووارد پہچان نہ سکتا کہ ان میں سے ان کے پیرو مرشد کون سے ہیں، فقیر پور شریف کی مسجد ٹیلے نما جگہ پر ہے یہ طلبہ اور فقراء کی محنت کا ثبوت ہے ورنہ اس جگہ کھڈے تھے۔

فقیر پور شریف میں گیارہویں شریف کا ماہانہ جلسہ ہوتا جو اب بھی ہوتا ہے اس میں آنے والے طلبہ کے والدین کو تاکید فرماتے کہ طلبہ جب مدرسہ سے چھٹی پر گھر آئیں تو انہیں مہمان سمجھ کر نرم گرم بسترے لگا کر نہ دیں بلکہ ان سے کام کاج لیں تاکہ یہ سست اور کاہل نہ بنیں، حضور قبلہ عالم طلبہ کی صحت کا بھی خیال رکھتے عام تکلیف کی دوائیاں حضور قبلہ عالم گھر مبارک ہی میں رکھتے اور بوقت ضرورت عنایت فرماتے اگر کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا تو جہاں وہ طالب علم بستر لگائے لیٹا ہوتا آپ خود اس کے پاس چلے جاتے اور اس کے قریب بیٹھ کر طبع پرسی فرماتے تسلی دیتے سر کو دباتے دم وغیرہ کرتے اگر اس طالب علم کو روٹی کھانا مناسب نہ ہوتی تو آپ اپنے گھر سے دلیا وغیرہ تیار کروا کر خود لے آتے، کسی سمجھدار طالب علم کو اس بیمار طالب علم کی دیکھ بھال کا ذمہ لگاتے ،اگر معمولی دوا سے افاقہ نہ ہوتا تو کسی اچھے ڈاکٹر کو دکھانے کے لیے رادھن یا لاڑکانہ بھیجتے۔

بعض طلبہ کسی مجبوری کے تحت رات کو چاول استعمال نہ کرتے تھے۔ چونکہ روزانہ رات کے کھانے میں چاول ہی ہوا کرتے تھے ،تو حضرت صاحب نے فقیر پور شریف کی بستی میں رہنے والے فقراء کو یہ ترغیب دی کہ آپ ان طلبہ کی خدمت کریں، چنانچہ ایسے طلبہ کے لئے فقراء کے گھروں سے روٹی سالن کا انتظام ہوتا، طلبہ اپنی طرف سے ان فقراء کو آٹا وغیرہ لے کر دیتے لیکن فقراء کی نظر اس پر نہیں تھی وہ اپنی سعادت سمجھ کر طلبہ کی خدمت شوق سے کرتے حضور قبلہ عالم غریب طلبہ کو علاج معالجے کے لئے رقم دیتے ،ان کے لئے درسی کتابیں دیتے ،مدرسہ کی چھٹی ہونے پر غریب طلبہ

کو گھر جانے کا کرایہ عنایت فرماتے چنانچہ ایک مرتبہ اس عاجز کے پاس مدرسہ کی چھٹی کے موقع پر گھر جانے کے لئے کرایہ نہیں تھا، اس مجھے ریل گاڑی کے ذریعے رادھن اسٹیشن سے روہڑی وہاں سے ریل گاڑی تبدیل کر کے محراب پور اسٹیشن، محراب پور سے تانگے کے ذریعہ کوٹری کبیر اور وہاں سے تانگے کے ذریعے خانواہن آنا ہوتا، اس پورے سفر کے لئے کرایہ نہیں تھا، اس ناچیز نے پیدل جانے کی دین پور کے طلبہ کے ساتھ تیاری کر لی مسجد سے نکلنے والا ہی تھا کہ حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ جو اس وقت سات یا آٹھ سال کے تھے، نے مجھ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ کونسی گاڑی میں جائیں گے، اس عاجز نے عرض کی کہ یہ عاجز دین پور کے طلبہ کے ساتھ جارہا ہے آپ نے فرمایا رکیں حضرت صاحب نے تمہیں یاد فرمایا ہے، تھوڑی دیر کے بعد آپ تشریف لائے اور کچھ رقم دی اور فرمایا کہ حضرت صاحب نے یہ رقم دی ہے اور فرمایا ہے کہ آپ پیدل نہ جائیں بلکہ ریل گاڑی سے سفر کریں، اس طرح کی عنایتیں اور طلبہ پر بھی ہوتیں تھیں۔

حضور قبلہ عالم طلبہ کے لئے یہ فکر بھی رکھتے کہ انہیں کوئی نہ کوئی ہنر بھی آنا چاہیئے اس سلسلہ میں طلبہ کو نصیحت بھی فرماتے لیکن کوئی ایسا ہنر سیکھنے کا موقع میسر نہ آسکا، اسی دوران مولانا محمد اسماعیل صاحب خاصخیلی مولامدد لیاری کراچی سے مدرسہ میں داخل ہوئے ان کے پاس دھاگے سے ٹوپی بنانے اور ناڑے بنانے کا ہنر تھا، حضور قبلہ عالم کو جیسے ہی اس بات کا علم ہوا تو آپ نے تمام طلبہ کو فارغ وقت میں اس ہنر کو سیکھنے کے لئے کہا، چنانچہ فارغ وقت میں اکثر طلباء ٹوپیاں بنانے یا ناڑا بنانے میں مصروف ہو جاتے حضور قبلہ عالم اس چیز کو دیکھ کر بڑے خوش ہوتے آپ فرماتے کہ عالم دین کو چاہئیے کہ وہ کسی کی دنیاوی لحاظ سے احتیاج محسوس نہ کرے اس کے پاس کوئی ہنر یا تجارت کرنے کا فن ہونا چاہئیے تاکہ مالی ضرورت کی پریشانی سے بے فکر ہو، مالی کمزوری اس کی دینی خدمت میں رکاوٹ نہ بنے۔

حضور قبلہ عالم مدرسہ کے طلبہ میں دین متین کی تبلیغ کا شوق، تبلیغ میں تکالیف برداشت کرنے، تبلیغ کے لئے حکمت عملی وغیرہ ان تمام باتوں کو عملی طور پر حاصل کرنے کے لئے طلباء کو کسی نہ کسی خلیفہ صاحب خاص طور پر مولانا حاجی عبدالغفور صاحب مری بلوچ کی زیر سرپرستی وفد کی صورت میں بھیجتے، یہ وفد قریہ قریہ شہر شہر جاتا طلبہ کا وفد جب دربار عالیہ سے روانہ ہونے لگتا تو حضرت صاحب ان وفود کے ساتھ الوداع کہنے کے لئے کافی دور تک چلتے انہیں ہدایات فرماتے، کافی دور چلنے کے بعد آپ ٹھہر جاتے وفد اپنا سفر جاری رکھتا اور حضور قبلہ عالم بڑی پیار بھری نگاہوں سے دیکھتے رہتے جب تک وفد کے افراد آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جاتے دیکھتے رہتے۔

ان وفود میں شامل طلبہ کی پڑھائی کا بھی خاص خیال رکھتے ایسے وفود بنائے جاتے جس میں تمام طلبہ ہم سبق ہوں پھر اس وفد کے ساتھ ایک استاد صاحب بھی ہوتے جو بلاناغہ تبلیغ کے دوران اسباق بھی پڑھاتے۔ یوں تبلیغ بھی ہوتی اور طلبہ کے اسباق بھی ہوتے اس وجہ سے سفر کی ضروری اشیاء کے ساتھ درسی کتب اور کاپیاں بھی ساتھ ہوتیں، طلبہ کو روٹی سالن چاول وغیرہ پکانے کی تربیت کی غرض سے کھانے پینے کی اشیاء برتن وغیرہ ساتھ ہوتے دوران سفر باری باری طلبہ روٹی، سالن اور چاول پکاتے وہ واقعات تو بھولنے جیسے نہیں کہ کھانے میں نمک زیادہ ہوتا یا ہوتا ہی نہیں۔ موٹی اور کچی روٹی کبھی گول تو کبھی مستطیل، کبھی کوئی اور شکل اختیار کی ہوئی ہوتی، چاول یا تو پانی الگ اور چاول الگ یا اس طرح انتہائی خشک کہ گردن پر مکے مارنے سے ہی گلے سے اتریں۔

ان تبلیغی وفود میں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیارے آنکھ کے تارے گوش جگر اکلوتے نور نظر صاحبزادہ (حضرت محبوب سجن سائیں) کو بھی شامل فرماتے، حضرت صاحبزادہ کے ساتھ آپ کے ہم سبق طلبہ بھی ہوتے، آپ انتہائی منکسر مزاج تھے، دوسرے طلبہ وفد کے امیر کی اطاعت میں غفلت برتتے لیکن آپ ہمہ وقت امیر کے تابع رہنے میں خوشی محسوس کرتے بسرو چشم امیر وفد کی اطاعت کرتے، سخت گرمی کے دنوں میں وفد کے ساتھ شامل رہتے ہوئے اپنا سامان خود اٹھانا کافی دور پیدل چلنا، امیر وفد ہر طالب علم کے ذمہ کوئی نہ کوئی کام لگاتا اور یوں آپ کے ذمے بھی کام لگایا جاتا مثلاً برتنوں کا دھونا، لکڑیاں جمع کرنا وغیرہ یہ نہ دیکھا جاتا کہ آپ حضرت سوہنا سائیں کے صاحبزادے ہیں کیونکہ امیر وفد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب بخوبی جانتے تھے کہ امتیاز رکھنے سے حضرت سوہنا سائیں خوش نہیں ہوں گے بلکہ بے انتہا ناراض ہوں گے، اس وجہ سے کسی قسم کا امتیاز روا نہ رکھا جاتا یہ وفد جن میں صاحبزادہ صاحب (حضرت محبوب سجن سائیں) تھے خاص طور پر ٹنڈو الہیار کے ارد گاؤں میں اور کافی دور دراز علاقوں میں سخت گرمی کے موسم جون جولائی میں جانا ہوتا، اس وفد کا کراچی کے نواحی علاقے گڈاپ ملیر میمن گوٹھ میں بھی آنا ہوا، رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور تیرہ دن کا تبلیغی دورہ، گڈاپ کے لوگوں نے بارش کے لیے دعا کرائی، بحمد للہ اس قدر بارش ہوئی کہ جہاں ہم وہاں بارش لوگ بارش ہونے کی وجہ سے انتہائی خوش ہوئے اس سفر کے دوران ایک دو جگہ صرف کھجور کے چند دانوں سے سحری کرنے کا بھی موقع میسر ہوا۔

سبحان اللہ! عجیب اور پر فیض سفر دن کو روزہ اور روزے کی حالت میں پیدل یا معمولی سواری کا انتظام پھر منزل پر پہنچتے ہی طلبہ درسی کتابیں لے کر حضرت مولانا شیخ الحدیث سید رفیق احمد شاہ کے سامنے قال اللہ اور قال الرسول میں مصروف ہوجاتے، مسجد میں لوگوں کے ہجوم کی

وجہ سے درختوں کے سائے کے نیچے تعلیم جاری ہوتی دوپہر کو قیلولہ کی اجازت بعد نماز ظہر پھر اسباق جاری بعد نماز عصر نعت خوانی اور تقاریر کا سلسلہ وقت مغرب افطاری بعد نماز مغرب کھانا اور پھر مطالعہ بعد نماز عشاء تراویح پھر نعت خوانی اور تقاریر کا سلسلہ دو ڈھائی گھنٹہ پروگرام ہونے کے بعد پھر کچھ دیر مطالعہ اور پھر سونے کی اجازت سحری کو اٹھ کر تہجد کی ادائیگی اور سحری کا کھانا فجر نماز کے بعد مراقبہ اور درس قرآن یا درس حدیث اور اس کے بعد اگلی منزل کی طرف روانگی کے لیے تیاری ،اس طرح سے ۱۳ دن کا سفر رہا۔

حضور قبلہ عالم طلبہ کے اندر بہت ساری صلاحیتیں پیدا کرنا چاہتے تھے ،ہر ممکن کوشش کر کے جامعہ عربیہ غفاریہ میں بہتر اساتذہ کا تقرر فرمایا آپ کی فکر نے آپ کو بے چین کر رکھا تھا ہر وقت یہی چاہتے تھے کہ طلبہ کی تعلیم و تربیت میں کوئی کسر رہ نہ جائے اس مقصد کے حصول کے لیے آپ نے اپنے مدرسہ کے طلبہ میں شہر کے بڑے بڑے مدارس میں داخلہ لینے کا شوق پیدا فرمایا سب سے پہلے اپنے پیارے صاحبزادہ (حضرت محبوب سجن سائیں) کو دیگر ساتھیوں کے ساتھ فن تجوید حاصل کرنے کے لیے دار العلوم رکن الاسلام مجددیہ نقشبندیہ ہیر آباد حیدر آباد میں بھیجا ،اس وقت آپ کی عمر مبارک سات سال کے قریب تھی۔ یہاں پر حضرت مولانا قاری محمد طفیل صاحب نقشبندی فن تجوید کے اعلیٰ مدرس تھے۔ پیر طریقت حضرت علامہ مولانا مفتی محمود احمد الوری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلہ عالم کے پیارے صاحبزادہ کو اور ان کے ساتھیوں کو اس عمر میں سر پر عمامہ دیکھ کر بے انتہا خوش ہوئے نیز عام طلبہ سے طبیعت میں منکسر مزاجی ،مودبانہ انداز ،تہجد نماز کی پابندی ان تمام باتوں سے تمام اساتذہ بڑے متاثر ہوئے چنانچہ استاد القراء حضرت قاری محمد طفیل صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ دربار عالیہ فقیر پور شریف حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ حضرت مولانا رفیق احمد صاحب (مدرس رکن الاسلام) دربار عالیہ طاہر آباد شریف تشریف لائے۔ حضرت مولانا مفتی امام بخش صاحب (مدرس رکن الاسلام) بھی حضور قبلہ عالم کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ شیخ الحدیث استاد العلماء قاری عبدالرزاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مدرس رکن الاسلام و خطیب مائی خیری مسجد) حضور قبلہ عالم سے بے انتہا متاثر تھے۔ حضور قبلہ عالم کے مدرسہ کے طلباء پر تو بڑے شفیق تھے ہی جب کہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ہر فقیر کو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے۔

حضور قبلہ عالم نے مولانا محمد رمضان صاحب اور مولانا حبیب الرحمن صاحب گبول کو بھی اپنے دیگر طلبہ ساتھیوں کے ساتھ دارالعلوم رکن الاسلام میں حصول تعلیم کے لیے بھیجا وہاں علم

منطق و فلسفہ کے ماہر استاد العلماء حضرت علامہ عطا محمد صاحب بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ مدرس تھے۔ان طلبہ حضرات کو اس قدر شریعت مطہرہ کے عامل اور صوفی مزاج دیکھ کر بڑے متاثر ہوئے درس کے وقت اکثر و بیشتر حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ مثالی بستی کی معلومات لینے کے لیے آپ کے فیوض و برکات کی باتیں پوچھتے اور حیرانگی سے کہتے کہ کیا حضرت صاحب کی صحبت میں علماء بھی آتے ہیں اور وہ بھی شریعت و طریقت پر مکمل کاربند ہوجاتے ہیں جب یہ طلبہ اثبات میں جواب دیتے تو حضرت بندیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے بیشک حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ صاحب الفیض دور حاضر کے ولی کامل ہیں کیونکہ علماء کے لیے انکا علم حجاب اکبر بن جاتا ہے اور اس حجاب اکبر سے نکال کر معرفت الٰہی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح معنوں میں طلبگار بنانا کسی قطب الارشاد کا ہی کام ہے ایک ان پڑھ کے دل میں معرفت الٰہی اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پیاس پیدا کرنا چنداں مشکل نہیں جتنی اہل علم کے دل میں۔ حضرت بندیالوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر بیشتر طلبہ کے ذریعے سلام بھیجتے اور دعا کے لیے درخواست کرتے۔

دربار عالیہ فقیر پور شریف سے دیگر طلبہ بھی دور دراز مدارس میں پڑھنے کے لیے بھیجے گئے، دارالعلوم احسن البرکات میں خلیل العلماء حضرت مفتی خلیل احمد صاحب قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ، حضور علامہ مولانا سید محمد ہاشم شمسی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر علماء کے زیر تربیت رہے، سید محمد ہاشم شمسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیدرآباد میں ہونے والے ایک جلسہ میں حضور قبلہ عالم سے ملاقات ہوئی حضور قبلہ عالم نے آپ سے تقریر کے لیے فرمایا تو حضرت شمسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے والہانہ اور محبت بھرے انداز میں تقریر فرمائی، جلسہ کے بعد حضرت سید محمد ہاشم شمسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضور قبلہ عالم سے گلے ملے اور عرض کی کہ حضور میری آپ سے آج پہلی ملاقات ہے لیکن مجھے ایسے محسوس ہورہا ہے کہ جیسے آپ سے سالوں سے تعلقات ہیں۔

حضور قلبہ عالم نے دارالعلوم اویسیہ رضویہ بہاولپور میں شیخ التفسیر و الحدیث حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب کی خدمت میں بھی اپنے طلباء بھیجے، حضرت اویسی صاحب ان طلبہ کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے حضور قبلہ عالم کے فیض و برکات کی باتیں سن کر بڑے متاثر ہوئے ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم کا میرپور خاص سے باہر حاجی اسماعیل کنبھار گوٹھ ہنگورنہ میں جلسہ تھا اور حضرت اویسی صاحب کا جلسہ غالباً میرپور خاص میں تھا۔ جب حضرت اویسی صاحب کو حضور قبلہ عالم کی آمد کی اطلاع ہوئی تو جلسہ کے فوراً بعد حاجی اسماعیل کنبھار گوٹھ۔حضور قبلہ عالم کی زیارت و ملاقات کے

لیے تشریف لائے حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ علم دوست انسان تھے عالم دین کی بڑی عزت کرتے چنانچہ آپ نے حضرت اویسی صاحب کی بے انتہا عزت و قدر کی، حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ ہر عالم دین کا اس قدر ادب و احترام کرتے کہ دیکھنے والا یوں محسوس کرتا جیسے یہ عالم دین حضرت صاحب کے استاد ہیں۔

جامعہ عربیہ غفاریہ کے بعض طلبہ ان مدارس کے علاوہ دارالعلوم امجدیہ کراچی میں حضرت علامہ شیخ الحدیث عبدالمصطفیٰ ازہری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ مفتی وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی میں حضرت علامہ سید وجاہت الرسول مدظلہ العالیٰ، حضرت علامہ اللہ بخش صاحب مدظلہ العالیٰ، حضرت مولانا قاری غلام حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم مرکز القادریہ میں حضرت علامہ سعید الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت علامہ شیخ الحدیث قبلہ منتخب الحق صاحب قادری رحمۃ للہ علیہ جن کے ہاں میرے محبوب مرشد حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ العالیٰ نے دو سال تک دورہ حدیث پڑھا، استاد العلماء حضرت منتخب الحق صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد متاثر تھے۔ کئی بار دربار عالیہ اللہ آباد شریف چلنے کے لیے تیار ہوئے آپ فرماتے تھے کہ دل کی خواہش ہے کہ میں بھی حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چل کر اس پیاری بستی کی زیارت کروں اور کچھ دیر قیام کروں جس بستی کے رہنے والوں کی شادی و غمی شریعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے، لیکن آپ کو اس عمر کے حصے میں اکثر صحت نے اجازت نہیں دی یوں پروگرام بنتے رہے اور ملتوی ہوتے رہے۔ جب حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک ہوا تو آپ بڑے غمزدہ ہوئے، حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کا چالیسواں مبارک کراچی کے فقراء خصوصاً مولانا محمد رمضان صاحب کے اصرار پر اللہ والی مسجد جیکب لائن کراچی میں ہوا۔ چالیسواں مبارک کے موقع پر استاد العلماء حضرت علامہ منتخب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما ہوئے آپ نے تقریر کے دوران حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کیا وہ ٹیپ کیا ہوا ہے مضمون کی طوالت کے خوف سے تحریر میں لانا مشکل ہے۔

مندرجہ بالا مدارس کے علاوہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی جس میں حضرت علامہ مفتی شجاعت علی قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ، دارالعلوم مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی میں استاد العلماء شیخ الحدیث پیر طریقت حضرت مفتی عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت طلبہ رہے۔ مرکز اسلامی میں بھی بعض طلبہ نے داخلے لیے اور مکمل کورس کرنے کے بعد بیرون ممالک تبلیغ کے لیے روانہ ہوئے۔

صاحب صدق و صفا

حضرت مولانا الحاج غلام قادر میمن

سي مون ڏتا مان، جنين ڏٺو پريئن کي
تني سنديون آئُ، ڪري نہ سگھان ڳالهڙي

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت کی رہبری و رہنمائی کے لیے اپنے کامل و اکمل بندے یعنی اولیاء اللہ پیدا فرمائے ..... لیکن چودھویں صدی کے آخری حصے میں جو کہ نہایت پرفتن، عریانی و فحاشی اور عیاشی کا دور تھا۔ خداوند عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں سرزمین سندھ میں ایک بے مثال ولی کامل صاحب صدق و صفا، تقویٰ و پرہیزگاری کے پیکر حضور قبلہ سیدی و مرشدی سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ہمیں راہ ہدایت مرحمت فرمائی، اور آپ کے وجود مسعود میں ایسی خوبیاں اور خصلتیں پیدا فرمائیں کہ اس دور میں مثال ملنا مشکل ہے، آپ کے اعلیٰ اوصاف، صبر، شکر، تحمل، تقویٰ تواضع عمدہ اخلاق و اداب، شریعت و طریقت سے مثالی وابستگی خوف خدا اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت عجیب و غریب واقعات یاد کر کے ہر ایک عقیدتمند کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

ڏينهن ويا ڏاڍا لنگهي پر قلب ۾ هن جان ۾
سهڻا سائين ياد آهن هر گهڙي هر آن ۾

حضور قبلہ عالم خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد عبدالغفار رحمت پوری عرف پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت، محبت و خدمت کا اگر کسی مرید نے صدق دل و اخلاص سے حق ادا کیا تو وہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔

آپ اپنے مرشد کامل کے نہ صرف مرید تھے بلکہ مراد بھی تھے، حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کا آبائی وطن ضلع ملتان پنجاب سے ہجرت کر کے سندھ کو مستقل وطن بنانا، سرزمین سندھ سے اندرون ملک و بیرون ملک لوگوں کو فیوض و برکات سے مالا مال کرنا، اور سندھ ہی کے شہر لاڑکانہ میں آپ کی آخری آرام گاہ کا ہونا، یہ سب کچھ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی صداقت، کمال محبت و قربانی کا نتیجہ تھا۔

ان حقائق پر تفصیلی تبصرہ اور واقعات کا ذکر کیا جائے تو ایک مضمون نہیں ایک دفتر بن جائے گا۔ اس لیے یہاں پر از نمونہ خروار ان چند واقعات پر ہی اکتفا کرتا ہوں جو اس عاجز کے چشم دید واقعات ہیں۔

(۱) حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی فرمان کے تحت رحمت پور شریف کے تمام مکین فقراء و خلفاء کے مکانات اور رہائشی پلاٹوں کو تبدیل کیا گیا لیکن حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا مکان مبارک جو کہ حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کے تسبیح خانہ سے متصل تھا اسے اپنی جگہ رہنے دیا گیا، آخر تک اس میں تبدیلی نہیں کی گئی۔

(۲) ایک مرتبہ کسی مسئلہ پر رنجیدہ ہو کر حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک نوٹس (تحریری بیان) لکھوا کر جامع مسجد رحمت پور شریف میں چسپاں کروادیا تھا جس کا مضمون یوں تھا "رحمت پور شریف کے جملہ خلفاء کی خلافت سلب کی گئی ہے ماسواء مولوی اللہ بخش صاحب کے" آج بھی وہ تحریر آنکھوں کے سامنے محسوس ہوتی ہے۔

(۳) حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے استاد مولانا علامہ رضا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب رحمت پور شریف تشریف فرما ہوتے تھے تو حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اس قدر ان کا ادب و احترام اور خدمت کرتے تھے کہ اس کی مثال آج تک کہیں نظر نہ آئی۔ ایک چھوٹی سی چارپائی جس کے پائے کا رنگ سرخ تھا لے آتے اور اس پر سندھی رلی بچھا کر استاد صاحب کو ادب سے بٹھا کر خود ان کے سامنے خدمت کے لیے کھڑے رہتے کبھی چارپائی کی پائنتی پر بھی بیٹھنے کی جرات نہ کی۔

آپ کے حد درجہ ادب اور کمال اخلاص کا نتیجہ تھا کہ استاد صاحب بھی آپ سے بیحد متاثر تھے یہاں تک کہ جب حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے تو مکہ مکرمہ میں (استاد صاحب وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر تھے) استاد صاحب سے ملاقات کی استاد صاحب بڑے خوش ہوئے یہاں تک کہ اپنے شاگرد رشید حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت ہو کر شرف مریدی حاصل کیا۔

(۴) درگاہ رحمت پور شریف میں جملہ خدمات مثلاً حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی ضروریات کا اہتمام، پوری جماعت کے لیے لنگر کا انتظام، تعمیرات کا کام، پہرہ چوکیداری، باہر سے آنے والے مہمانوں کی خاطر مدارت اسی طرح دیگر تمام معاملات کی ذمہ داری حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہوتی تھی، یہی وجہ ہے کہ پوری جماعت آپ کو "بڑے خلیفہ صاحب" کے لقب سے پکارتی تھی، بایں ہمہ آپ کے مزاج میں تواضع وانکساری اس قدر تھی کہ اپنے آپ کو ادنیٰ خادم سے

زیادہ نہ کچھ سمجھتے نہ کسی اور کو محسوس ہونے دیتے۔

جب پنجاب کے فقراء کے اصرار، منت و سماجت کرنے پر حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ واپس پنجاب تشریف لے جانے لگے یہاں تک کہ ٹرین میں سوار بھی ہوگئے، اس وقت حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ ہی ایسے مرید صادق تھے۔ جس پر عشق و محبت، فراق و جدائی کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ان کی بے اختیاری، اضطراب و بیتابی کی کیفیت حضرت پیر مٹھار رحمۃ اللہ علیہ سے نہ دیکھی جا سکی اور ٹرین سے اتر آئے اور پنجاب کا ارادہ مستقل طور پر موقوف کردیا عجیب اتفاق یہ کہ غیر معمولی وقت تک ٹرین بھی رکی رہی لوگ بڑے حیران ہوئے کہ کیا ہوگیا ہے کہ اتنی دیر کے باوجود ٹرین نہیں چلی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

گهٽو پيچي تن کان جن وٺان هوت وڃن

تون کينئن سندا تن، پاهڻ پيرڏکوئين

حاجی مشتاق احمد بھٹی کے گاؤں علی بحر (نزد رانی پور میں حضور قبلہ عالم پیر مٹھار رحمۃ علیہ چند ایام کے لیے تشریف لے گئے، جب وہاں معلوم ہوا کہ سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کو رحمت پور شریف کے احباب نے انتظامات کے لیے وہاں روک لیا ہے، تو یہ بات آپ کو سخت ناگوار گذری اور فرمایا، مولوی صاحب (سوہنا سائیں) کو جلدی بلالیں یا ہمیں واپس جانے کی اجازت دیدیں

میان عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبین راہم خبر نیست

چند کرامات:- ۱۹۷۰-۷۱ء کا واقعہ ہے کہ یہ عاجز ناچیز علاج کے سلسلہ میں اہل خانہ کو ساتھ لے کر حیدر آباد گیا اور میرا قیام مولانا محمد رمضان صاحب پیش امام جامع مسجد کے پاس لطیف آباد نمبر ۱۱ میں تھا، چند دن کے بعد حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے طاہر آباد شریف سے ایک خاص آدمی میرے پاس بھیجا اور صریحاً حکم فرمایا کہ بلاتاخیر حیدر آباد سے گھر چلے جائیں یا طاہر آباد آجائیں یہ عاجز حسب فرمان علاج ادھورا چھوڑ کر اہل خانہ کو لے کے طاہر آباد آگیا، دوسرے دن حیدر آباد میں لسانی فسادات پھوٹ پڑے خاص کر لطیف آباد کے علاقہ میں تو زیادہ ہی فسادات ہوئے، کئی جانیں ضائع ہوگئیں یہاں تک کہ مسجد کے امام و مؤذن تک کو معاف نہ کیا گیا۔ حضرت صاحب قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے نور بصیرت نے ہماری بروقت رہنمائی فرمائی ورنہ ہم بھی فساد کے مذکورہ علاقہ میں کم از کم پھنس کر رہ جاتے۔

آج سے کوئی پچیس سال پہلے کی بات ہے اس عاجز کو ایک مہلک بیماری لاحق ہوگئی ایلوپیتھی اور یونانی ہر طرح کا علاج کرایا مگر فائدہ نہ ہوا، ڈاکٹروں نے آخری علاج آپریشن بتایا یہ

مسکین فقیر حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں فقیر پور شریف چلا گیا اور آپ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کی رات کو سویا خواب میں مجھے صاف بتایا گیا کہ آج سے تیری بیماری ختم ہو گئی، صبح کو دیکھا میں بالکل تندرست ہوں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ الحمد للہ آج تک اس موذی مرض سے بالکل محفوظ ہوں۔

مورو کا فقیر رسول بخش رحمۃ اللہ علیہ اس عاجز کا رشتہ دار تھا، جب حضور سوہنا سائیںؒ کی خدمت میں پہنچا اس کی زندگی میں عظیم انقلاب نمایاں ہوا، جہالت کے امور سے تائب ہو کر تقویٰ و نیکی کی راہ اختیار کی، ان پڑھ تھا لیکن گھر میں اور گھر سے باہر بھی تبلیغی معاملہ میں بڑا باصلاحیت ثابت ہوا، ہر وقت تبلیغ دین کے دھن میں رہتا تھا پیشہ کے لحاظ سے ایک عام درزی تھا دوسرے استادوں کے ماتحت سلائی کا کام کرتا تھا اور تبلیغ بھی کرتا تھا، ایک مرتبہ باندی روڈ پر واقع ان کی دکان پر ایک عصمت فروش عورت کپڑے سلوانے کے لیے آئی کسی طرح سے فقیر کو اس حقیقت کا پتہ چل گیا، اس نے دردمندانہ نصیحت شروع کی، پہلے تو وہ خاتون بے توجہی سے سنتی رہی، لیکن جب حضور قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے غلام نے یہ الفاظ کہے کہ اے خدا کی بندی اگر خدانہ خواستہ توبہ کیے بغیر تو اسی حال میں مرجائے تو کل قیامت کے دن خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سامنے کس منہ سے جائے گی، ان پڑھ لیکن دیندار درزی سے یہ کلمات سن کر وہ بے اختیار رو پڑی اور توبہ کی، الحمد للہ اسی دن سے اس عورت نے فحاشی کا اڈہ چھوڑ دیا اور شریعت کے مطابق نکاح کر کے شوہر کے ساتھ باعزت زندگی بسر کرنے لگی، حضرت سوہنا سائیں قدس سرہ کو جب یہ واقعہ بتایا گیا بڑے خوش ہوئے۔

اگر آپ حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کی سیرت مبارک پڑھنا چاہتے ہیں تو آپ سیرت مبارک پر مشتمل کتاب "سیرت ولئ کامل" ضرور مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا دل خوش ہو جائے گا۔ اگر حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے اخلاق مبارک اور حسن سلوک کا اندازہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ بھی ممکن ہے کیونکہ آپ کی زندہ تصویر میرے مرشد مربی حضرت علامہ محبوب سجن سائیں مدظلہ العالیٰ موجود ہیں، آپ کی صحبت سے وہی انوار وہی فیوضات ہمیں حاصل ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کی صحبت اختیار کرنے اور آپ کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

حضور سوہناسائیںؒ اور جمعیتہ علماء روحانیہ غفاریہ

مولانا غلام حسین

قلم کو کیا مجال کے میرے مرشد و مربی کی تبلیغی مساعی اور دینی، مذہبی و ملی خدمات کو احاطہ تحریر میں لاسکے۔ لیکن عاجز چونکہ آپ کے در کا ادنیٰ خادم ہے، قلم چھوڑنے کو بھی جی نہیں کرتا نہ کوئی لکھنے میں اتنی مہارت ہے۔ اور مہارت کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہاں محبت کی ضرورت ہے اور وہ کون ہو سکتا ہے کہ جو ایسی متبرک شخصیت کو اپنا مرشد و مربی سمجھے اور دل کے برتن کو محبت سے خالی رکھ کر بیٹھ جائے۔

اپنے پیرو مرشد کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ قلم سے بے ربط ہی سہی ان کے ذکر سے اپنے مغموم دل کو شاد کرتا رہے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ مجنوں اپنی ناتواں انگلی سے ریت کے ذروں پر لیلیٰ کا نام لکھ رہا تھا، تیز ہوا کے جھونکوں سے ریت کے ذرے اڑ رہے تھے، لکھا ہوا نام مدھم پڑجاتا، لیکن مجنوں کی ہمت اتنی کمزور کہاں کہ وہ خود بھی مدھم پڑجائے، وہ تو بار بار لکھتا جا رہا تھا، کسی نے پوچھا پاگل کیا کر رہے ہو؟ کہا اپنی لیلیٰ کے نام کا ورد کر رہا ہوں، اپنے دل کو تسلی دے رہا ہوں، کہنے لگا کیوں نہ زندگی ختم ہو جائے لیکن نام کا ورد نہ چھوٹنے پائے۔ یہ تو مجنوں کی محبت تھی، ایک مرید کو اپنے مرشد و مربی کے ساتھ اس سے کئی گنا زیادہ محبت رکھنی چاہیے۔

بس آپ یوں سمجھیں کہ عاجز اپنے ٹوٹے ہوئے قلم سے مرشدومربی حضرت محبوب سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرتے ہوئے اپنے دل کو بہلاتا ہے کہ شاید میری داستان آخرت کا ثمر بن کر نجات کا ذریعہ بن جائے۔ میرے مرشد و مربی حضرت سوہناسائیں نوراللہ مرقدہ کی متورعانہ زندگی کو جب ہم تصور میں لاتے ہیں تو ان کی پاکیزہ سیرت کے بیشمار پہلو سامنے آتے ہیں۔ میرے مرشد و مربی حضرت سوہناسائیںؒ زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ اتنے متبع سنت کہ باوجود سخت طبعی عوارضات کے کبھی بھی نماز باجماعت ادا کرنے سے پہلو تہی نہیں کی، نماز پڑھنے کا وقت آتا تو مقرر ٹائم پر بنفس نفیس تشریف لاتے اور باجماعت نماز ادا کرتے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دور و نزدیک سے آئے ہوئے ذائرین کو مصافحے کا شرف بخشتے، واعظ و نصیحت کے ساتھ ان کی خیریت معلوم کرتے اتنے شفیق اور مہربان کہ اگر آپ کو کسی فقیر کا دکھ درد معلوم ہوتا تو کہنے کے بغیر ہی آپ کے بابرکت ہاتھ خدائے ذوالجلال کی بارگاہ ایزدی میں از خود اٹھ جاتے دعا میں اتنا انہماک کہ

آنکھیں بند ہو جائیں، یوں محسوس ہونے لگتا کہ عجز و انکساری کی بائیں ہو رہی ہیں، مستجاب الدعوات ایسے کہ دعا ختم نہ ہونے پائے درد کا مداویٰ پہلے ہو جائے۔ جو بھی آتے آپ کی شفقت اور ذرہ نوازی سے جھولیاں بھر کر جاتے میرے مرشد و مربی امت مسلمہ کے لیے بڑے ہی ہمدرد تھے۔ اپنے مواعظ حسنہ میں کثرت کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے " اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ " یعنی مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے ہیں کہ " خدا کی مخلوق پر رحم کھایا کرو " میرے مرشد و مربی کو ہمیشہ اس بات کا فکر دامن گیر رہتا کہ کس طرح اُمت مسلمہ کی اصلاح کی جائے۔

حضور قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ صاحب درد انسان تھے، آپ سے امت کی بگڑی ہوئی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی، بھرے مجمعے میں جذب اور وجد کی حالت میں آکر بلند آواز سے کہتے ہے کوئی خدا کی راہ میں نکلنے والا؟

ہے کوئی ایک مسلمان جو دوسرے مسلمان بھائی کی اصلاح کرے؟

ہے کوئی جو للّٰھیت کے ساتھ تبلیغی فرائض انجام دے؟

ہے کوئی جو روحانیت کا پیغام اور طریقہ عالیہ کا پیغام گھر گھر تک پہنچائے؟

کبھی کبھی حسرتاً یوں فرماتے کہ افسوس! سواروں کو کیا ہو گیا ہے کہ میدان بھی خالی پڑا ہے۔ گھوڑے بھی تیار ہیں لیکن سوار تیار نہیں ہونے پاتے۔

کبھی کبھی فرماتے کیا ہو گیا ہے قافلے کو کہ اسے لوٹ لیا گیا لیکن ان کو اپنے لٹ جانے کا احساس تک نہ رہا۔ یہ شعر بار بار دھراتے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا — کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

جب یہ شعر پڑھتے پوری جماعت پر وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہر ایک فقیر کی آنکھ خوف خدا کی وجہ سے پرنم ہو جاتی، مجمعے سے اللہ اللہ کی صدائیں بلند ہوتیں، سبحان اللہ عجیب رقت آمیز منظر ہوتا اور پوری جماعت پر رحمت کے بادل برسنے شروع ہو جاتے ہم ان کا برسنا اپنی آنکھوں سے دیکھتے جماعت کا ہر فرد ہاتھ اوپر کر کے وعدہ کر رہا ہوتا کہ حضور ہم حاضر ہیں، دین کی تبلیغ کی خاطر ہماری جانیں بھی قربان، دین اسلام کی سربلندی کی خاطر حضور کا جہاں بھی حکم ہو گا ہم پہنچیں گے۔

حضور قبلہ عالم ان میں سے وفد تشکیل دیتے اور وہ وفود مسلم امت کی اصلاح اور تبلیغ کے لیے دور دور نکل جاتے، اس سلسلہ میں ایک وفد متحدہ عرب امارات جانے کے لیے تیار ہوا، وفد چونکہ تبلیغ کی خاطر بہت دور جانے کے لیے تیار ہوا تھا، سفر کے پیش نظر ان کے ساتھ کچھ سامان وغیرہ بھی

تھا۔عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ وفد نے جب حضور قبلہ عالم سے اجازت مانگی تو حضور کہنے لگے، اتنا عظیم الشان وفد وہ بھی کسی اور مقصد کے لیے نہیں بلکہ رضائے الٰہی حاصل کرنے کی خاطر تبلیغ کے لیے بہت دور متحدہ عرب امارات جارہا ہے، کیوں نہ ہم بھی وفد کے ساتھ کچھ دور تک چلیں، تبلیغی وفد کو رخصت بھی کریں اور ثواب میں بھی شامل ہو جائیں، فقیروں نے وفد کا سامان اٹھایا حضور قبلہ عالم خود ایک بکس کو اٹھانے لگے وفد کے لوگ قدموں پر گر گئے اور کہنے لگے حضور آپ کی نازک طبعیت اس وزن کو اٹھانے کی متحمل نہیں ہو سکتی حضور آپ ہمارے لیے دعائیں کرتے رہیں، بس ہمیں آپ کی دعاؤں کا سہارا چاہیے۔

حضور قبلہ عالم ان کے ساتھ چل رہے ہیں اور انہیں ضروری ہدایات دے رہے ہیں، بالخصوص یہ کہ آپس میں محبت اور اخوت کے ساتھ رہنا، فرمایا کہ نا اتفاقی کو قریب بھی نہ آنے دینا۔ دربار عالیہ فقیر پور شریف کے جنوب میں جو بڑا ریلوے سگنل ہے وہاں تک آپ وفد کے ساتھ چلے آپ نے وفد کو رخصت کیا، اور دیر تک اس وفد کو دیکھتے رہے اور خوشی کا اظہار فرماتے رہے وفد عرب امارات پہنچ کر تبلیغ کے کام میں شروع ہوگیا، بحمد اللہ آج بھی ہمارے مرشد و مربی حضرت محبن سائیں مدظلہ العالی ہر سال دبئی (متحدہ عرب امارت) جاتے ہیں، کافی وسعت کے ساتھ وہاں تبلیغ کا کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے تبلیغ کو مؤثر اور مضبوط بنانے کے لیے متعدد تنظیموں کو وجود میں لایا گیا۔ نئے خواہ پرانے فقراء جو حضور پیر مٹھا سائیںؒ کے دور سے چلے آرہے تھے ان کو ایک دھاگے میں پرونے کے لیے ایک تنظیم "جماعت اصلاح المسلمین" کے نام پر قائم کی گئی، حکومت کی سطح پر جماعت کو رجسٹرڈ کروایا گیا۔ اصلاح المسلمین نے تبلیغی اور اصلاحی گرانمایہ کارنامے سرانجام دیے اور آج بھی میرے مرشد محبن سائیں مدظلہ العالی کی زیر قیادت سرگرم عمل ہے۔ اصلاح المسلمین نے جو تبلیغی کام کیے اس کے لیے ایک مستقل کتاب چاہیے یہ میرا مضمون تفصیل کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک عظیم الشان کام جو میرے مرشد و مربی حضور سوہنا سائیںؒ نے اصلاح المسلمین سے لیا، آپ اس سے حضور قبلہ عالم کی تبلیغی بصارت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

وہ عظیم الشان کام تھا پاکستان کی جیلوں میں تبلیغی فرائض انجام دینا، آپ اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ جیلوں کی سلاخوں کے پیچھے کتنے ہی خطرناک سزا یافتہ لوگ رہتے ہیں۔ حضور سوہنا سائیںؒ کے غلام وہاں پہنچتے ہیں ایسے وحشی اور درندے قسم کے لوگ جنہوں نے کبھی نہ نماز پڑھی ہو نہ خدا تعالیٰ کا قرآن سنا ہو وہ میرے مرشد کے غلاموں کا نورانی چہرہ دیکھتے ہیں اور ان سے

پیار بھری باتیں سنتے ہیں، انہیں خدا تعالیٰ کا خوف دلایا جاتا ہے، قبر اور آخرت کا فکر دلایا جاتا ہے، وہ کرمنل قسم کے لوگ خدا تعالیٰ کے خوف سے رو رہے ہیں، اور جیلوں میں نمازیں شروع ہو جاتی ہیں، جیل کی انتظامیہ اتنی خوش ہو رہی ہے کہ وہ کہہ رہے ہیں۔ مولانا صاحب آپ پہلے کہاں تھے، اور پھر دوسری بار آنے کے وعدے لیے۔

جیلوں میں تبلیغی کام سے حضور قبلہ عالم اتنے خوش ہوتے فرماتے جیلوں میں رہنے والوں کا بھی ہمارے اوپر فرض بنتا ہے کہ انہیں اسلامی احکام سنائے جائیں اور جب وہ جیل سے رہا ہو کر نکلیں تو ایک اچھے شہری اور نیک سیرت انسان بن کر نکلیں۔

کیوں نہ ہم حضور قبلہ عالم قلبی و روحی فداہ کی ایک اور تبلیغی کاوش کا ذکر کریں کالجز اور یونیورسٹیز علم کے گہوارے مانے جاتے ہیں، جہاں سے آدمی کو بن سنور کے نکلنا چاہیے، اس کے برعکس ہمارے ہونہار نوجوان وہاں سے بگڑ کر نکلیں، کتنے دکھ کی بات ہے۔ ہمارے قائد و پیشوا حضرت سوہنا سائیںؒ اس بات کو کہاں گوارہ کر سکتے تھے کہ نوجوان یونیورسٹیوں سے ملحد ہو کر نکلیں، دین اسلام سے بیگانہ ہو کر نکلیں، آپ نے کالجز اور یونیورسٹیز کے شاگردوں کی ایک تنظیم "روحانی طلبہ جماعت" کے نام سے تشکیل دی، باہمت شاگردوں اور باہمت نوجوانوں پر مشتمل یہ تنظیم جماعت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

مغربی تہذیت کے زیر سایہ چلنے والے اداروں کے ماحول سے آپ بخوبی واقف ہیں، کہ وہاں پڑھنے والے شاگرد اسلامی تعلیم سے کتنے گریزاں و نالاں ہیں آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ روحانی طلبہ جماعت سے وابستہ شاگرد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے اپنے سروں کو دستار سے سجاتے ہیں، دن میں دو مرتبہ شیو کرنے والے اپنے چہرے محمدی باغ یعنی ڈاڑھی سے آراستہ کرتے ہیں، سینماؤں میں ناچ گانے کی محفلوں اور شراب کے کلبوں سے دور بھاگتے ہوئے مسجدوں میں جا کر خدا تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔

اے میرے عزیز دوست! کیا یہ میرے مرشد حضرت سوہنا سائیںؒ کی کرامت نہیں؟

آج بھی نوجوانوں پر مشتمل شاگردوں کی یہ تنظیم میرے مرشد حضرت سجن سائیں مدظلہ العالیٰ کی قیادت میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔

جمعیۃ العلماء روحانیہ غفاریہ:۔ حضور قبلہ عالم پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے غلام، مریدین اور اعتقاد رکھنے والے پورے ملک کے کونے کونے میں چھائے ہوئے ہیں آپ کے بہت سے خلفاء تھے جنہوں نے بہت سے اصلاحی کام کیے، لیکن ان میں سے حضور پیر مٹھا

سائیںؒ کے حقیقی جانشین حضور سوہنا سائیںؒ نے ایک تجدیدی کام سرانجام دیا وہ کام تھا جماعت غفاریہ کو علم کی روشنی سے منور کرنا۔

حضور پیر مٹھا سائیںؒ کے دور میں متعصب لوگ کہتے تھے کہ غفاری جماعت جاہلوں کی جماعت ہے، میرے مرشد و مربی حضرت سوہنا سائیںؒ کا پوری جماعت پر عظیم احسان ہے کہ آج جماعت غفاریہ علماء کی جماعت بن کر نکلی ہے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ایسے سادہ مزاج فقیر بدن پر پھٹے ہوئے پرانے کپڑے کہ آدمی انہیں ساتھ بٹھانے کو معیوب سمجھے، ان کے گھروں میں پرورش پانے والے ہونہار فرزند میرے مرشد سوہنا سائیںؒ کے قائم کردہ مدرسے میں آکر پڑھتے ہیں اور ایسے جید عالم بن کر نکلتے ہیں کہ لوگ حیران ہیں ان کی تقریر سن کر کہ کیسے فصاحت اور بلاغت کے ساتھ موتی پروئے جارہے ہیں ایسے محدث مفسر اور مدرس کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ جب ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقریر کرنے والا، یہ درس دینے والا فلاں فقیر کا فرزند ہے۔

آج سادہ مزاج فقیروں کے گھر علماء سے آباد ہیں جن علماء کی دستار بندی مجدد ملت حضرت سوہنا سائیںؒ اور مرشد و مربی حضرت محبن سائیں مدظلہ العالی بنفس نفیس ہاتھوں سے ہوئی ہو وہ گھر دنیا و آخرت میں سرخرو ہے۔ وہ گھر خدا تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہے، میرا یقین ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ برحق ہے کہ علماء کے والدین کو بہشت میں ایسے تاج پہنائے جائیں گے کہ ان کی روشنی سے سورج اور چاند کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔

میرے مرشد و مربی مرکزی مدرسہ جامعہ عربیہ غفاریہ میں پڑھنے والے طلبہ سے براہ راست مخاطب ہوتے اور تنبیہ فرماتے کہ مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو ورثۃ الانبیاء ہو کر رہنا ہے، مبلغ دین بن کر رہنا ہے، یوں نہ ہو کہ تمہارے قلوب عالمانہ تکبر سے ویران بن جائیں اور خودی کو خود سمجھ کو بیٹھ جائیں۔

طلباء کے سامنے کبھی احیاء العلوم کے وہ باب پڑھائے جاتے جو علم اور علماء سے متعلق ہیں، کبھی حضرت امام ربانی مجدد منور الف ثانی کی معرکۃ الآراء کتاب مکتوبات سے علماء کے متعلق اقتباسات پڑھائے جاتے جن میں علماء سوء کی مزمت بیان کی جاتی۔ درس کے بعد حضور قبلہ عالم دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے، یوں معلوم ہوتا کہ طلباء اور علماء کے لیے دعائیں کی جا رہی ہیں، کہ یا اللہ مدرسہ میں پڑھنے والے طلباء کے دلوں کے اپنے اور دین کی فکر سے منور فرما۔

آپ دین کی خدمت اور تبلیغ کے لیے اتنے پر درد تھے کہ مدرسہ میں پڑھنے والے چھوٹے چھوٹے طلباء کو دیکھتے تو فرمانے لگتے ایسی کوئی مشین ہو کہ جس کے ایک سرے سے چھوٹے طلباء داخل کیے

جائیں اور مشین کے دوسرے سرے سے عمر میں بڑے ہوکر اور علماء بن کر نکلیں، کہ ہم ان کو دور دور علاقوں میں بھیج دیں کہ وہاں جاکر علم کی شمعیں روشن کریں اور علاقوں کے لیے باعث رحمت بن جائیں۔

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے حضور قبلہ عالم نے علماء کی تنظیم قائم کی، جس کا نام "جمعیۃ علماء روحانیہ عفاریہ" رکھا گیا، آج تک، جمعیۃ العلماء کے اراکین، دور دراز علاقوں میں دینی مدارس میں پڑھا رہے ہیں، تبلیغ دین میں مصروف عمل ہیں۔

آج بحمد اللہ میرے مرشد حضرت سوہنا سائیںؒ کے جانشین مرشدی محبن سائیں کی زیر قیادت چلنے والے مرکزی مدرسہ دارالعلوم جامعہ عربیہ عفاریہ کے ساتھ کافی مقدار میں چھوٹے بڑے مدارس وابستہ ہیں جہاں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ مدارس روحانیت کے مینار بنے ہوئے ہیں جن میناروں سے دور دراز علاقوں میں روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ ویسے تو آپ کے پاس دور دراز علاقوں سے آپ کی زیارت کے لیے بہت سے فقراء آتے رہتے تھے ان سب میں طلباء کو آپ بہت ہی عزیز رکھتے، بندہ ناچیز اس وقت طالب علم تھا میں نے طلباء پر آپ کی شفقت یوں محسوس کی کہ جیسے ایک شفیق باپ اپنے بچوں کو شفقت اور پیار سے نواز رہا ہے۔

ہر ایک طالب علم یوں سمجھتا کہ حضور میرے اوپر زیادہ مہربان ہیں حضور قبلہ عالم نے جب مدرسہ کی بنیاد رکھی تو ابتداء میں پڑھنے والے طلباء میں سے بندہ راقم الحروف بھی تھا، میرے ساتھ میرے بھائی مولانا مولوی غلام حیدر صاحب بھی پڑھتے تھے ہم دونوں چھوٹے تھے، مدرسہ کی چھٹی ہوئی سارے طلباء اپنے گھروں کو جانے لگے، حضور قبلہ عالم نے ہمیں بلایا ہم دونوں بھائی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور قبلہ عالم نے فرمایا آپ بھی گھر کو جائیں گے، عرض کی حضور اجازت ہوئی ہے گھر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا ادھر سے خانواہن بہت دور ہے آپ کیسے پہنچیں گے، ایسا نہ ہو کہ آپ راستے میں بھٹک جائیں حضور قبلہ عالم نے تفصیل کے ساتھ ہمیں راستہ سمجھایا کہ سکھر اسٹیشن پر اترنے کے بعد آپ کو بس اسٹاپ پر جانا ہے وہاں سے اس طرح آپ کو گھر جانا ہے اور گھر میں آپ کو نیکی اور تقویٰ کے ساتھ رہنا ہے، چھٹیاں گزارنے کے بعد جب ہم مدرسہ میں آئے تو حضور قبلہ عالم نے فرمایا آپ کو کوئی راستے میں تکلیف تو نہیں ہوئی ہم نے عرض کیا حضور ہم آسانی کے ساتھ گھر پہنچ گئے، حضور نے فرمایا کہ جب بھی آپ گھر جائیں تو راستے میں کوئی بھی اجنبی آپ کو کھانے کے لیے چیز دے تو ان سے کوئی چیز مت لیا کریں۔

جب ہم طلباء لنگر خانہ میں روٹی کھا رہے ہوتے تو حضور قبلہ عالم گھر سے تشریف لاتے اور

ہمیں آکر فرماتے کہ روٹی کھانے کے آداب کیا ہیں بیٹھنے کا مسنون طریقہ سمجھاتے پانی پینے کے آداب سمجھاتے ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ نے طلباء کی ایک مثالی تربیت کی ہے۔

طلباء کی بود و باش اور خورد و نوش کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ طلباء کو تعلیم کے میدان میں اچھا خاصہ ماہر دیکھنا چاہتے تھے، حضور قبلہ عالم کو جب بھی معلوم ہوتا کہ فلاں مدرسہ میں پڑھانے والا استاد محترم فنون عربیہ میں سے فلاں فن پر عبور رکھتا ہے تو آپ اپنے مدرسہ سے کچھ طلباء کا انتخاب فرماتے اور انہیں وہاں جاکر اس فن کی کتابیں پڑھنے کا حکم فرماتے۔ مندرجہ ذیل مدارس ہیں جہاں آپ نے اپنے مدرسہ کے طلباء کو مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے کے لیے بھیجا۔

(۱) مدرسہ رکن السلام جامعہ مجددیہ حیدرآباد۔

(۲) دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف سرگودھا۔

(۳) جامعہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاولپور۔

(۴) دارالعلوم جامعہ نظامیہ لاہور۔

(۵) المرکز القادری کراچی۔

(۶) اسلامک سینٹر کراچی۔

اور بھی بہت سارے مدارس اہل سنت والجماعت کے ہیں جہاں حضور قبلہ عالم نے اپنے مدرسہ سے شاگردوں کو پڑھنے کے لیے بھیجا چونکہ یہ بھیجے ہوئے شاگرد حضور قبلہ عالم کے صحبت یافتہ تھے جب مدرسوں میں پڑھنے کے لیے پہنچے تو مدرسہ میں پڑھانے والے اساتذہ اور انتظامیہ طلباء سے اتنے مانوس ہوتے کہ کہنے پر مجبور ہوتے کہ ایسے باصلاحیت طلباء ہمیں کبھی نہیں ملے مدارس کے مہتمم حضرات اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اپنے مدرسے سے طلباء کو دوسرے مدرسہ میں پڑھنے کے لیے بھیجنا کتنا دشوار اور ناگوار ہوتا ہے لیکن حضور قبلہ عالم اس بات کی پرواہ کیے بغیر طلباء کو مختلف علوم و فنون میں دسترس حاصل کرنے کی غرض سے بھیجتے تھے۔

بندہ ناچیز (راقم الحروف) حضور قبلہ عالم کے حکم سے دارالعلوم جامعہ نظامیہ میں استاد المکرم مولانا عبدالحکیم صاحب کے پاس علم منطق و فلسفہ اور علم ھیئۃ کی کتابیں پڑھتا رہا، حضور قبلہ عالم کی کرم نوازی کہ آپ بندہ ناچیز کی طرف خطوط بھیجتے اور وہ خطوط ہدایتوں اور نصیحتوں بھرے ہوئے ہوتے۔ ۲ محرم ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۵ جنوری ۱۹۷۵ء کو آپ نے ایک خط بھیجا جس کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔

"آپ اپنے مقصد کے حصول کے لیے کوشاں رہیں مقررہ اسباق کے علاوہ جو فارغ وقت ملے

بالائی کتب پڑھتے رہیں تاکہ دوبارہ کہیں جانے کی ضرورت نہ رہے۔ اساتذہ کا مخلصانہ ادب کر کے ان کی شفقت و ہمدردی حاصل کریں، تاکہ وہ مزید توجہ سے آپ کو پڑھائیں۔

امید ہے کہ آپ نے تقویٰ سے رہ کر اساتذہ اور ساتھیوں کو متاثر کیا ہوگا آپ کو مدرسہ کا مدرس بننا ہے، مصلح و مدبر ہو کر رہنا ہے، ہمارے یہاں کے اساتذہ، طلبہ، خلفاء اور فقراء کی نظریں آپ کی طرف ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ آپ اپنا پورا وقت حصول مقصد میں صرف کریں گے، ہماری طرف سے حتیٰ المقدور آپ کی خدمت ہوتی رہے گی، حال احوال لکھنے میں کوتاہی نہ کریں"

مذکورہ تحریر سے یہ بات عیاں ہے کہ آپ کی طرف سے طلباء کو مدارس میں بھیجنے کا مقصد یہ بھی تھا کہ دارالعلوم جامعہ غفاریہ جو کہ جماعت کا مرکزی ادارہ ہے اس میں عربی علوم و فنون کی اعلیٰ اور انتہائی کتابیں پڑھائی جا سکیں اور وہ پڑھانے والے ہماری جماعت سے وابستہ ہوں۔

حضور قبلہ عالم کو جب معلوم ہوا کہ جامعہ اویسیہ رضویہ بہاولپور میں تفسیر القرآن کا دورہ عمدہ پڑھایا جاتا ہے تو آپ نے بندہ ناچیز اور مولانا حبیب الرحمن گبول صاحب کی قیادت میں مدرسہ کے چند ذہین طلباء کو دورۂ تفسیر پڑھنے کے لیے بھیج دیا۔ دورہ تفسیر القرآن پڑھنے کے دوران بھی آپ کے خطوط آتے رہتے جو ہمارے لیے رہبری کا ذریعہ بنتے ایک خط میں حضور قبلہ عالم نے ہمارے لیے اٹھارہ ہدایات لکھیں تھیں وہ ہدایات سندھی زبان میں تھیں، دوستوں کے پڑھنے کے لیے بندہ ناچیز ان کا اردو میں ترجمہ پیش کرتا ہے۔

(۱) اس مبارک سفر میں حصول علمی دولت اور دورۂ تفسیر کا اصل مقصد اور نیت صحیحہ محض اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہونا چاہیے۔

(۲) آپس میں شامل حضرات دورۂ تفسیر محبت اور پیار، ایثار، اتفاق، یگانگت، خیر خواہی، دکھ اور سکھ میں ہمدردی سے رہیں۔

(۳) لباس شرعیہ تقویٰ بموجب رکھنا دستار، پیراہن چھوٹا نہ ہو شلوار یا چادر ٹخنوں سے اوپر اور بدن پر سفید چادر ہو۔

(۴) نماز با جماعت تہجد، مسواک اور جتنا ہو سکے وضو کے ساتھ رہنا، بیہودہ کلام دنیاوی گفتگو قیل و قال سے پرہیز کرنا۔

(۵) رمضان المبارک میں جتنی فراغت ہو سکے ذکر مراقبہ تلاوت قرآن مجید اور نیکی کے کاموں میں مشغول رہنا شب بیداری حلقہ مراقبہ کرنا۔

(۶) استاد کا حتیٰ المقدور ادب و احترام، تعظیم اور تکریم کا لحاظ رکھنا ان کی مجلس اور صحبت میں

آداب کو ملحوظ رکھنا۔

(۷) اپنے سے بڑوں بلکہ جملہ ہم درس حضرات سے اخلاق اور احسن طریقہ پر پیش آنا۔

(۸) درسگاہ میں ہم سبق حضرات سے بیہودہ کلام بے جا بحث چھیڑ چھاڑ معاندانہ گفتگو سے بچنا، لیکن دینی معلومات کو زیادہ کرنا، مسائل علمی بحث مباحثہ سلامتی کے ساتھ تکبر اور برتری سے خالی مناسب حال میں جاری رکھنا۔

(۹) استادوں کے ساتھ ہر علمی مسائل میں پوری تحقیقات سوال جواب کی صورت مع ادب و احترام شامل رہنا۔

(۱۰) استادوں کی خصوصی تقریریں خصوصی علمی تحقیقات مسائل ضروریہ تحریر کیے جائیں ہر ایک صاحب اس طرف کماحقہ کوشاں رہے۔

(۱۱) استادوں، دوستوں احباب ہم درس حضرات میں صوفیاء کرام کے اعمال اور کردار اخلاق کی پیروی رکھی جائے۔

(۱۲) حسن پرستی، عشق مجازی، بد نظری ان جملہ اخلاق ذمیمہ سے پوری طرح پرہیز رکھنا۔

(۱۳) شہر اور بازار میں ضرورت کے سوا کوئی نہ جائے ہر ایک تماشہ کھیل لہو لعب سے دور رہے۔ اس میں غیر جماعت اور ہمدرس حضرات کی پیروی اور ان کے خیال اور کردار کا اتباع ہرگز نہ کیا جائے۔

(۱۴) مدرسہ کے ضوابط قوانین کی پابندی رکھی جائے، وقت پر حاضر رہنا۔

(۱۵) قدرے سیر چہل قدمی اگر موقعہ ملے تو شہر سے دور نکل جائیں۔

(۱۶) سلام کلام نشست و برخاست رفتار و گفتار خورد و نوش مطلب یہ کہ جملہ امور میں شریعت و اتباع سنت کا طریقہ رکھنا، ہر اک کام میں تقویٰ اختیار کرنا متواضعؔ حلیمی بردباری عادات جمیلہ اخلاق حمیدہ کا شعار رکھنا۔

(۱۷) آپس میں ضروری بات خیر خواہی ہمدردی کے باعث تنقیدی نظر رکھنا ایک دوسرے کی غلطی سستی غلط رویہ وغیرہ پر احسن طریقے سے اطلاع دینا، اس خیر خواہی کو سمجھنا اور قبول کرنا صوفیانہ طرز چال اخلاق اختیار کرنا۔

آپ غور سے دیکھیں کہ یہ مذکورہ بالا حقائق کتنی اہمیت رکھتے ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو یہ عمل ہمارے لیے آخرت میں نجات کا ذریعہ بن کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۱۴

جس پر عاشق خود ہُوا

سیدی و مرشدی حضور قبلہ عالم
حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی

دوستو! کیا میرے حالات اور اوقات اس قابل ہیں کہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی محبوب پیاری اور مقدس زندگی پر قلم اٹھاؤں؟ ہرگز نہیں۔ نہ میری ایسی حیثیت ہے اور نہ ہی حقیقت، نہ اتنا علم ہے اور نہ فہم، احباب کے اسرار پر ان کی نجی زندگی کے چند گوشے عیاں کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ محبوب کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

پَاٻُوڙو پيش ڪيو نئون نوري نيني
حاضر هُيون هَڪيون سميون سيني
نوازي نيني گاڏيءِ چاڙهي گندري

"نوری نے بادشاہ کو کنول کا پھول کچھ اس ادا سے پیش کیا کہ بادشاہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اسے انعام و اکرام سے نوازا، حالانکہ کہنے کو تو بادشاہ کے ارد گرد رانیوں اور خواتین کی کمی نہ تھی۔ لیکن نوری کی دل لبھانے والی ادا کو دیکھ کر اس نے اسے نواز دیا"۔

آپ کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی محبت، فرماں برداری اور سچے سردار سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں گذری، ہم ظاہر بینوں کے سامنے آپ کی شخصیت کا صرف یہی رخ ہے کہ آپ طالب مولیٰ اور عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ لیکن حقیقت میں آپ مطلوب و معشوق تھے جیسا کہ شاہ عبداللطیفؒ بھٹائی اس سلسلے میں فرماتے ہیں۔

عاشق سي چئجن جن تي عاشق پاڻ ٿيو
اهڙي رنگ رچن سي عاشق ني معشوق ٿيا

"عاشق وہ ہوتے ہیں جن پر معشوق بھی عاشق ہو جاتے ہیں یعنی آدمی اپنے اندر ایسا عشق اور جذبہ پیدا کرے، ایسے اوصاف اور ایسا رنگ اختیار کرے کہ جو عاشق ہے، وہ خود معشوق بن جائے"۔

واقعی اللہ تعالیٰ کے عشق کا دعویٰ ہر شخص بالواسطہ یا بلاواسطہ کرتا ہے، خواہ اس کا کسی بھی

مذہب سے تعلق ہو، لیکن ــــ سچا عشق کمانے والے، جان گنوانے والے، پروانے کی طرح فدا ہونے والے، راضی برضا رہنے والے، عاشقوں کی منزل پر پہنچنے والے معدودے چند ہی ہوتے ہیں۔ لیکن بعض اونچی شان والے جو پیدائشی طور پر کامل اور اکمل ہوتے ہیں ازل سے ہی ان کے سینوں میں راز و اسرار پنہاں و پوشیدہ ہوتے ہیں، بچپن سے ان کا کردار " فاتبعونی یحببکم اللہ " کی مثال ہوتا ہے، یہی وہ ازلی خوش قسمت اور سعید روحیں ہوتی ہیں جن کے بارے میں شاہ عبداللطیفؒ فرماتے ہیں:

آگي كيا آگهين، نـورو نـي نـور
لاخوف عليهم ولا هم يحزنون سچن كونهي سور
مولا كيو معمور، انگ ازل بر اُن جو

"وہ پیدائشی اور فطری طور پر نور علیٰ نور ہیں۔ ایسے ہی سچے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "لاخوف علیہم و لاھم یحزنون "ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ ہی غم، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ازل سے ہی نواز دیا ہے"۔

شاہ بھٹائیؒ صاحب کا یہ شعر قابل غور ہے۔

عاشق سی چئجن ــــــ آخر تک

اس شعر میں شاہ صاحبؒ نے ایک عجیب راز سے پردہ اٹھایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سچا عاشق وہی ہے جس پر معشوق بھی ایک دن عاشق ہو جائے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ محب اپنے محبوب یعنی اللہ تعالیٰ کے محبوب (سرکار مدینہ) کے رنگ ڈھنگ کو اختیار کرے، بالکل وہی ادائیں اور نازو انداز اپنائے، جس کی بدولت اس سچے عاشق پر محبوب ایک دن خود عاشق ہو جائے گا۔ اس شعر کے دوسرے مصرعے میں رنگ کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی عاشق خود کو اسی رنگ میں رنگنے کے بعد ہی معشوق اور محبوب بنتا ہے۔

دوستو! یہ رنگ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا رنگ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے " قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ " فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔ یعنی لوگو! اگر تم اپنے دعوائے محبت میں سچے ہو تو میری محبت کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کرو، یہ فریب کاری اور دھوکے کا زمانہ ہے۔ لوگوں سے انسانیت کا جوہر نکل گیا، انسان سے انس کافور ہوگیا ہے۔ آج انسان انسان کے خون کا پیاسا ہے، حیوان اپنے ہم

جنسوں کو چیر پھاڑ کر نہیں کھاتے، لیکن افسوس انسان انسان کا شکاری بن گیا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

عاشق سي چنجن جن تي عاشق پاڻ ٿيو
اهڙي رنگ رچن سي عاشق ني معشوق ٿيا

ہوس نے کر دیا ٹکرے ٹکڑے نوع انسان کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

کاش انسان انسانیت کے مقام کو پہچان کر ایک دوسرے پر ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے۔ اپنے حقوق کے ساتھ دوسرے کے حقوق کا تحفظ کریں۔ قبیلہ، قوم ذات کے فرق کے بغیر ہر انسان دوسرے انسان سے پیار کرے،

ایسے اندوہناک حالات میں کامل اولیاء کا وجود انسانیت کی بقا کی علامت اور نشان، اور عذاب الٰہی سے اس فانی دنیا میں بچنے کا باعث اور سبب ہے، سفید پوشی کا بھرم قائم کرنے سے انسان کامل نہیں بن جاتا، اس سلسلے میں محبت کے ساتھ ساتھ اطاعت خداوندی اور عشق کے ساتھ اتباع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور بغیر کسی فرق و امتیاز کے ہر انسان کے ساتھ محبت کرنا ضروری ہے۔ بیشک یہ تمام اوصاف میرے مرشد و مربی مہرباں میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ آئیے کاملوں کی پیاری زندگی پر ایک نگاہ دوڑائیں۔

دوسرے کی رائے کا احترام:- اس عاجز کی ولادت درگاہ رحمت پور شریف لاڑکانہ میں ۲۱ مارچ ۱۹۶۳ء میں ہوئی ولادت کے دن سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ خانواہن کے سفر پر تشریف لے گئے تھے۔ ولادت کی اطلاع حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچائی گئی، آپ بہت خوش و مسرور ہوئے، اپنے پاس بلوایا، کان میں اذان دی اور قرآن مجید کی آیت پڑھ کر دم فرمایا، ایسی نوازش اس سے پہلے خاندان کے بچوں کے سوا کسی اور پر نہ ہوئی تھی، جیسی مجھ خطاکار پر فرمائی، سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اگلے دن خانواہن سے دین پور شریف پہنچے۔ وہاں پر آپ کو اس بات کی اطلاع ملی۔ اسی وقت درگاہ رحمت پور شریف کے لیے روانہ ہوئے اور بارہ بجے شب رحمت پور پہنچے، اس عاجز کو دیکھ کر انتہائی مسرور ہوئے، کافی دیر تک قریب بیٹھے رہے، ساتویں دن مسنون طریقہ کے مطابق عقیقہ کیا، ایک بیل اور بکری کا بچھڑا ذبح کیا، حضور پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے گھر پر خصوصی دعوت پر مدعو فرمایا، ازراہ کرم قدم رنجہ فرما کر ہمارے گھر تشریف لائے، طعام میں قدرے دیر تھی، اس لیے حضرت سوہنا سائیںؒ کے کتب خانے میں بیٹھ کر مطالعہ فرماتے رہے، اور بعض کتابوں پر

نوٹ بھی تحریر فرمائے۔

طعام تناول فرمانے کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے میرے نام کے انتخاب کے بارے میں عرض کیا، آپ نے متعدد نام بتائے، جن میں سے کچھ یہ ہیں، محمد طیب، محمد طاہر، محمد اطہر، محمد احسن وغیرہ، سوہنا سائیںؒ نے تخلیہ میں اپنی رفیقہ حیات یعنی اس عاجز کی والدہ ماجدہ سے مشورہ فرمایا کہ کونسا نام رکھا جائے ان کا خیال تھا کہ حضور والا نے پہلے محمد طیب نام بتایا ہے، اس لیے یہی مناسب رہے گا، مگر والدہ کو محمد طاہر نام پسند آیا، قدرے اصرار کے بعد اپنی رائے کو چھوڑ دیا اور میرا نام محمد طاہر رکھا، گھر میں اگرچہ اپنی رائے کی قربانی دینے کی یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے، اس کے علاوہ بھی کتنے ایسے مواقع آئے کہ اس عاجز جیسے ناقص اور کم عقل کی رائے کو بھی اہمیت دے کر ہمت افزائی فرماتے تھے، آخر عمر تک جب کبھی اس عاجز کے نام کا تذکرہ ہوتا آپ فرماتے کہ ہمیں محمد طیب نام پسند تھا، اگر تمہاری والدہ یہ نام رکھتیں تو مرشدوں کے فرمان کی برکت کی بنا پر ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک دوسرا فرزند بھی ہمیں عطا فرماتے۔

حسن فہم:- ۱۹۷۶ء میں اس عاجز کو فرمایا کہ تم درگاہ اللہ آباد شریف میں اذان کہا کرو، چنانچہ اس عاجز کو ازروئے احادیث شریف مؤذن کے بہت سے فضائل بتائے اور ظہر کی نماز کے بعد پوری جماعت کی موجودگی میں اعلان فرمایا کہ عصر کی اذان محمد طاہر کہیں گے، یہ عاجز اس حکم کو سن کر بہت پریشان ہوا، اسپیکر تو مجھے ازلی دشمن محسوس ہوتا تھا، مائک دیکھتے ہی میری حالت غیر ہو جاتی تھی، جسم کانپنے لگتا تھا، اس دن حالت نہایت قابل رحم تھی، سوچ رہا تھا کہ آج مجھ سے بڑھ کر شاید ہی کوئی مظلوم انسان ہو، دعا مانگنا شروع کی کہ اے اللہ! اپنا فضل فرما، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آج سورج کو روک دے تاکہ عصر کا وقت اس وقت تک نہ ہو جب تک کسی دوسرے مؤذن کو اذان دینے کا حکم نہ ہو، لیکن جناب کوئی فائدہ نہ ہوا، بلکہ سورج بڑی تیزی کے ساتھ گھنٹوں کا سفر منٹوں میں طے کرنے لگا، اذان کا وقت ہو گیا، میں نے جاکر گھر کا کونا بسایا، فقراء حضرات نے بھی کوئی کسر نہ چھوڑی، اسپیکر چالو کر کے اذان کہنے کے بجائے بلند آواز کے ساتھ مجھے پکارنے لگے کہ آکر اذان کہو۔ بالآخر گھر والوں نے کھینچ تان کر حضور کے سامنے پیش کیا، آپ نے حکم فرمایا، تو دوسری قسط شروع ہوئی۔ یعنی آپ سے لے کر دروازے تک دھکیلنے کی کاروائی کا عمل شروع ہوا، عاجزی اور منہ ڈھیلا کر کے بہت ہی منت سماجت کی، صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانے میں، آخر کار بھائیوں کی مہربانی سے، دروازے تک پہنچا اور دہلیز پر ڈھیٹ بن کر کھڑا ہو گیا، درگاہ شریف پر عصر کی اذان یوں بھی قدرے تاخیر سے آتی ہے، اب تو انتہائی دیر ہو چکی تھی۔ آخر

تنگ آکر فقراء نے اذان دے ہی دی۔

سوہنا سائیںؒ بڑے مشفق و مہربان تھے، اس عاجز گنہگار پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے، اس عاجز پر ناراضگی کا بالکل اظہار نہیں فرمایا، بلکہ میری حالت غیر کو دیکھ کر مسکراتے رہے، بعد میں حضور کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرنے اور حکم کی تعمیل میں سستی کرنے پر اس عاجز کو انتہائی ندامت ہوئی، اپنی سستی پر تنہائی میں رو دیا، آپ کی نرم روی اور خندہ روئی کا بہت اچھا نتیجہ بر آمد ہوا، چند سالوں کے بعد جب اس عاجز کو درگاہ اللہ آباد شریف میں نماز پڑھانے کا امر فرمایا تو اس عاجز کو کاہلی کرنے کی طاقت نہ ہوئی، فوراً آپ کی رضاجوئی کی خاطر اس نیک کام کے لیے تیار ہوگیا۔

بقیہ حضرت سوہنا سائیںؒ اور جمعیۃ علماء روحانیہ

حضور قبلہ عالم کی یہ قائم کردہ تنظیمیں اور تعلیمی ادارے آپ کے صاحبزادہ خلف رشید میرے مرشد و مربی حضرت محبن سائیں مدظلہ العالی کی زیر قیادت سرگرم عمل ہیں، خدائے ذوالجلال کے دربار ایزدی میں ہم دعاگو ہیں کہ میرے مولا میرے مرشد محبن سائیں مدظلہ العالی کو خضری حیاتی عطا کر کہ یہ مدارس اور تبلیغی مراکز ان کے زیر سایہ ترقی کی منزلیں طے کرتے رہیں، آمین

دل و جان تجھ پر فدا میرے محبن
تو آقا میں خادم ترا میرے محبن

نگاہ کرم ہو نگاہ کرم ہو
ادھر بھی برائے خدا میرے محبن

وہ خاطر میں لاتا نہیں تخت شاہی
جو ہے تیرے در کا گدا میرے محبن

تقویٰ

حضور سوہنا سائیںؒ اکثر فرماتے تھے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوفہ شہر سے ایک مرتبہ بکری چوری ہونے کے بعد کوفہ شہر کا گوشت کھانا ترک کر دیا کہ کہیں اس چوری کی بکری کا گوشت نہ ہو۔

میں فیض و کرامت دیکھ کر بیعت ہوا!

مولانا الحاج عبدالغفور مری

الحاج مولانا عبدالغفور مری صاحب مدظلہ العالی(موسیٰ گوٹھ کراچی)کی زندگی دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف ہے ،ان کے والد گرامی حاجی محمد عمر مری نقشبندی چشتی رحمۃ اللہ علیہ ٹھوڑو ضلع سانگھڑ کے باسی اور عالم باعمل تھے ،لیکن انہوں نے اپنے بیٹے مولانا عبدالغفور)کو فقط انگریزی تعلیم دلائی ، بالآخر وہ یونین کونسل کے سیکریٹری بنے ،اور فطری دین سے لگاؤ کی بناء پر کسی کے کہنے پر رائیونڈ پہنچے اور جلد ہی ایک تبلیغی وفد کے امیر مقرر ہوگئے ،حسن اتفاق سے انہی دنوں حضرت پیر سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا فضل محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغی سلسلہ میں کھپرو پہنچے ،مزید حالات مولانا کی زبانی۔ ادارہ

عاجز فقیر عبدالغفور ولد حاجی محمد عمر شہر کھائی میں تعلیم حاصل کر کے میٹرک کے بعد کھپرو شہر میں رہتا تھا جامع مسجد قدیمی میں نماز کے لیے حاضر ہوا جہاں پر خلیفہ حضرت مولانا فضل محمد بروہی صاحب کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا کہ میں حضرت قبلہ عالم سلطان الاولیاء حضرت الحاج اللہ بخش قریشی نقشبندی کا خلیفہ ہوں آپ کے فرمان سے طریقۂ عالیہ نقشبندیہ کی اشاعت کے لیے اس علاقے میں آیا ہوں حضرت قبلہ عالم کا مرکز فقیر پور شریف اسٹیشن رادھن ضلع دادو میں ہے آپ کی مثالی بستی ہے جس میں سب مرد و عورتیں نمازی تہجد گزار ہیں اور وہاں پر نظام شریعت نافذ ہے۔ حضرت پیر سوہناسائیں بہت بڑے پائے کے ولی ہیں میں نے حضرت صاحب کی تعریف سنی تو مجھے زیارت کا شوق ہوا۔ پھر میں نے ان سے قلبی ذکر کا وظیفہ سیکھا، تبلیغ سے لگاؤ تو پہلے بھی تھا اس لیے تبلیغی سفر میں بھی ان کے ساتھ شامل ہوگیا، دوران تبلیغ ایک گاؤں میں عشاء کے وقت مسجد میں پہنچے، مسجد میں لالٹین تو تھی لیکن مٹی کا تیل نہ تھا ہم اسی شش و پنج میں تھے کہ خلیفہ صاحب نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی دیتے ہوئے فرمایا لو یہ پانی لالٹین میں ڈال دو بتی جل جائے گی، چنانچہ میں نے خالی لالٹین میں پانی ڈالا ساری رات بتی جلتی رہی میں نے خلیفہ صاحب کے ساتھ رہ کر ایک اور بھی کرامت دیکھی۔

میری قوم کے اکثر لوگ ڈاکو تھے ،ان کے سردار نے کہا اگر تمہارا پیر سچا ہے تو مجھے نیک صالح بنادے (اس کی نظر میں یہ بات ان ہونی تھی) الحمد للہ ! اس شخص نے ذکر قلبی حاصل کیا اور گناہوں سے تائب ہوا ، ناصرف وہ نیک بنا بلکہ پورے گاؤں کے لوگ نیک صالح بن گئے۔

پہلی صحبت:۔ تقریباً ۱۹۶۴ء میں حضرت قبلہ خلیفہ صاحب کی قیادت میں ایک کثیر جماعت کے ساتھ حضور سوہنا سائیںؒ کے دربار پر حاضر ہوئے رات کا وقت تھا ، نماز فجر کے لیے اذان ہوئی اس کے بعد تلاوت ، نعت خوانی اور منقبتیں پڑھی گئیں۔ جب حضرت صاحب کے باہر آنے کا وقت ہوا فقیر دروازے پر اللہ ، اللہ کرنے لگے اتنے میں حضور تشریف فرما ہوئے ، نماز کی امامت فرمائی یہ میری زندگی میں پہلی ایسی نماز تھی جس میں روتا رہا پوری جماعت پر گریہ طاری تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو ذکر کے لیے حلقہ بنایا گیا نئے آدمی آپ کے سامنے بیٹھے آپ نے ایمان کی دعائیں پڑھا کر سب کو بیعت کیا اور ذکر کی تلقین کے بعد سب حلقہ میں بیٹھے اور آپ نے مراقبہ کرایا عجیب کیفیت تھی ساری جماعت پر جذبہ تھا اللہ اللہ کی ضربیں لگ رہیں تھیں اور سب لوگ رو رہے تھے۔ پہلی بار تین دن قیام رہا آخر میں جب اجازت چاہی تو ایسی نظر کرم فرمائی کہ بال بال سے ذکر شروع ہو گیا وجود سے بے خبر ہو گیا اپنے کو گم پاتا تھا ایسے محسوس ہوتا تھا کہ حضور قبلہ عالم خود چل رہے ہیں یہ کیفیت چھ ماہ تک رہی اور وہ مزا ، لطف اور سرور قلب میں پیدا ہوا کہ آج ۳۵ سال گزر چکے ہیں محسوس کر رہا ہوں یہ ہے کامل ولی کی نظر۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا نگاہ مرد مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس ایک ہی صحبت سے زندگی میں انقلاب آگیا دنیا سے نفرت ہو گئی شریعت پاک سے محبت ہو گئی تبلیغ کا شوق پیدا ہو گیا ، یہ کتابوں میں پڑھا تھا اور علماء سے سنا تھا کہ اللہ والے ایک نظر سے دل کو زندہ کرتے ہیں اس کی حقیقت حضرت صاحب کی زیارت سے کھل گئی۔

دوسری بار حاضری پر حضور قبلہ عالم نور اللہ مرقدہ نے ذرہ نوازی فرما کر خلافت سے سرفراز کیا اور میرا پرانا نام شیق سے بدل کر عبدالغفور رکھا ، تبلیغ دین کی تاکید کی اور آپ ہی کے حکم سے روحانی طلبہ جماعت پاکستان کی بنیاد رکھی ، الحمد للہ آج روحانی طلبہ جماعت ایک عالمگیر تنظیم ہے ، سہ ماہی الطاہر بھی اسی کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

کرامات

★ فقیر علی حسن نے بتایا کہ ایک دفعہ میں جیسے ہی گھر پہنچا دیکھا کہ خواتین رو رہی ہیں ، کہنے لگیں

فلاں بچی گم ہو گئی ہے، بچی تالاب میں گر گئی تھی۔ ہم تالاب پر پہنچے دیکھا کہ بچی مکمل طور پر پانی میں ہے اوپر صرف بال تیر رہے تھے، فوراً بچی کو پانی سے نکالا اور حق سجن سائیں کہتے ہوئے بچی کو زمین پر لٹا دیا تو اس کے منہ اور ناک سے پانی بہنے لگا تقریباً آدھا گھنٹے بعد بچی رونے لگی اور پھر اٹھ کر بیٹھ گئی، الحمد للہ تاحال وہ بچی زندہ ہے، اور عینی گواہ بھی موجود ہیں۔

★ جس طرح حضرت پیر سوہنا سائیںؒ صاحب شریعت تھے اس طرح آپ کو کشف بھی بہت ہوتا تھا، ایک دفعہ اس عاجز کو مدرسے کے لیے عالم کی ضرورت تھی میں نے ایک عالم کا نام دل میں تجویز کیا تھا میں نے ابھی حضرت صاحب سے عرض بھی نہیں کیا آپ نے فرمایا کہ مدرسے کے لیے عالم چاہئیے میں نے عرض کیا جی ہاں پھر فرمایا کہ جو عالم (ان کا نام لے کر) تم لے جانا چاہتے ہو اس سے بہتر ہے کہ فلاں مولوی صاحب کو لے جاؤ اور ساری دل کی بات آپ نے بیان کر دی۔

★ حیدرآباد سے میرے ساتھ ایک بڑے عالم دین دربار پر حاضر ہوئے انہوں نے راستے میں مجھ سے کہا کہ میں چند سوال حضرت صاحب سے پوچھوں گا۔ جس وقت ہم دربار پر پہنچے تو حضرت صاحب تقریر فرما رہے تھے تقریر کے بعد جب حضرت صاحب فارغ ہو گئے تو میں نے اس مولوی صاحب سے کہا کہ چلو حضور قبلہ عالم سے ملیں اور اپنے سوال کرو مولوی صاحب فرمانے لگے کہ حضور قبلہ عالم نے تقریر کے دوران میرے سب سوالوں کے جواب دے دیے ہیں۔

★ ایک بار سالانہ عرس مبارک پر حضور پیر مٹھا سائیںؒ کے تبرکات کی زیارت کرائی گئی اس میں آپ کا لباس مبارک بہت اعلیٰ تھا دوسری رات میں نے دل میں سوچا کہ ایسا اعلیٰ لباس پہن کر تبلیغ کرنے جائیں گے جب صبح کا حلقہ مراقبہ ہوا اس کے بعد آپ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ ایسا لباس تو آدمی پہن لے گا لیکن ایسی ہستی بننا بہت مشکل ہے۔

★ ایک فقیر نے بیان کیا کہ میں نے جب حضور قبلہ عالم کی زیارت کی تو مجھے دل میں وسوسہ ہوا کہ بزرگ اتنے جسیم نہیں ہو سکتے رات کو تقریر کے دوران مجھ پر غنودگی تاری ہوئی کیا دیکھتا ہوں میرے سامنے ایک بڑا درخت ہے اتنے میں حضور قبلہ عالم کو دیکھا ایک آری ہاتھ میں لیے تشریف لائے اور اس درخت کو جڑ سے کاٹنے لگے اور ایک منٹ میں وہ درخت کٹ کر زمین پر گر گیا میری آنکھ کھلی حضرت صاحب فرما رہے ہیں اللہ والوں نے اپنی ہستی کو مٹا دیا ہے ظاہر میں جسامت ہے لیکن اندر میں ذکر ہے آپ کے فرمانے سے میرے دل میں وہ وسوسہ ختم ہو گیا۔

★ ایک دفعہ عرس مبارک پر تقریر فرماتے ہوئے آپ کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر صلاۃ و سلام پڑھنے لگے جماعت پر بھی بہت جوش اور جذبہ پیدا ہوا اور پوری جماعت پر گریہ

طاری تھا اور بڑی دیر تک یہ کیفیت رہی بہت سے صاحب نظر فقرا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

★ کچھ عرصہ کے بعد حضور قبلہ عالم کی ہمارے علاقے میں دعوتیں ہوئیں، سینکڑوں آدمی ذکر میں داخل ہوئے، آخری دعوت خواجہ مخدوم گرھوڑی صاحب کے دربار کے قریب تھی عاجز نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کالی کملی اوڑھے ہوئے ہے اور ہاتھ میں لاٹھی ہے حضور قبلہ عالم کی چارپائی کے سرہانے کھڑے ہیں میں نے پوچھا یا حضرت آپ کون ہیں آپ نے فرمایا میں شہید عبدالرحیم گرھوڑی ہوں حضرت صاحب کی چوکیداری کر رہا ہوں۔

★ ایک مرتبہ حاجی محمد سلام صاحب کے گاؤں میں لوگوں نے برسات کے لیے دعا کرائی دعا کے ایک گھنٹہ بعد بارش ہوئی اور اولے پڑے سارا علاقہ برسات سے سیراب ہو گیا

★ ایک دفعہ بلوچستان لسبیلہ کی طرف دعوت ہوئی وہاں کے لوگوں نے عرض کیا یہاں کافی عرصہ سے بارش نہیں ہوئی دعا فرمائیں حضور قبلہ عالم نے دعا فرمائی اس وقت بارش شروع ہوئی اور مسلسل ایک ماہ تک بارش ہوتی رہی اور سارا علاقہ سرسبز ہو گیا۔

بشارات

★ ایک فقیر کو دربار پر خواب کی کیفیت میں نظر آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے ہاتھ میں گلاب کے پھولوں کے ہار ہیں اتنے میں حضرت سوہنا سائیں گھر سے باہر تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ ہار حضرت صاحب کے گلے میں ڈالدیئے گویا ولایت کی سند عطا کر دی۔

★ مدینے عالیہ میں ایک فقیر کو مراقبے کی حالت میں نظر آیا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بزرگ کے انتظار میں کھڑے ہیں اور خادمین رستہ بنا رہے ہیں اتنے میں فقیر نے دیکھا کہ دور سے ایک بزرگ آرہے ہیں جب قریب پہنچے تو دیکھا حضرت سوہنا سائیں علیہ رحمت ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے معانقہ فرمایا (یعنی گلے ملے) اور ارشاد فرمایا کہ میں آپ سے اور آپ کی جماعت سے بہت خوش ہوں۔

★ اس عاجز فقیر کی طبیعت جامشورو اسپتال میں اچانک خراب ہو گئی اور ایسا محسوس ہوا کہ فرشتے کہتے ہیں یہ آدمی مرجائے گا مگر دوسرے فرشتوں نے کہا ان کے پیرو مرشد تشریف لا رہے ہیں یہ بچ جائے گا اتنے میں حضور قبلہ عالم تشریف فرما ہوئے پھر فرشتوں نے فرمایا کہ نہیں یہ مرجائے گا

پھر دوسرے فرشتوں نے کہا کہ یہ بچ جائے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ تشریف لارہے ہیں تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا تیری زندگی ختم تھی مگر سوہنا سائیں نے دعا مانگی ہے ہم نے آپ کو اللہ تبارک و تعالیٰ سے نئی زندگی لے کر دی ہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا جس نے حضور سوہنا سائیں سے ذکر پوچھا یا آپ کے خلیفہ سے پوچھا اللہ پاک اس کو بخش گا۔

★ بہاول نگر کے سفر میں حضرت مولانا حاجی نظر محمد صاحب وٹو کی دعوت پر فیض کی بہت بارانی ہوئی وہاں پر سید جَمیل شاہ صاحب کو ایک خواب نظر آیا جس میں آپ نے دیکھا کہ جنت میں حاضر ہیں وہاں عالی شان محل بنے ہوئے ہیں فرشتوں نے بتایا جنت کے محل حضرت صاحب کے ساتھ ہم سفر ساتھیوں کے ہیں خواب کا بیان سنتے ہی ساری جماعت پر جذبہ اور گریہ طاری ہو گیا تقریباً آدھا گھنٹہ جذبہ رہا۔

★ حضور قبلہ عالم ایک بار بڑی جماعت کے ساتھ حضرت مولانا حاجی عبدالسلام صاحب کی دعوت پر صوبہ سرحد تشریف لے گئے شہر بنوں کے قریب پہلی دعوت تھی اس کے بعد دوسری دعوت بنوں میں ہوئی جہاں ایک فقیر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا سارے سفر میں ہم سوہنا سائیںؒ کے ساتھ ہیں اور جو ساتھی آپ کے ساتھ ہیں ان سب کو اللہ نے بخش دیا ہے۔

نوجوانوں پر مہربانی:- آپ کا فیض پورے عالم کے لیے تھا۔ آپ وقت کے مجدد تھے، ترویج اسلام کی آپ کو بہت فکر تھی، آپ مسلمانوں کے ہر طبقہ کی اصلاح چاہتے تھے، عوام خواہ خواص، امیر خواہ غریب، تاجر خواہ مزدور، علماء خواہ طلبہ غرض سب کی بہتری کے لیے سوچتے تھے کہ کسی طرح لوگ راہ راست پر آئیں اور شریعت پاک کے عامل بنیں آپ کو اسکولوں اور کالجوں کی اصلاح کی بہت فکر تھی، آپ فرماتے تھے کہ "طلبہ قوم کا عظیم سرمایہ ہیں، یہ آگے چل کر ملک اور قوم کی باگ ڈور سنبھالیں گے، اگر ان کی اصلاح ہوگی تو ملک اور قوم ترقی کر سکے گی اور نظریۂ اسلام پر قائم رہے گی، اگر ان کی صحیح رہبری نہ ہوئی تو یہ باطل نظریات کے شکار ہو جائیں گے، اور دین سے دور ہو کر خود بھی گمراہ ہوں گے، اور پوری قوم کو گمراہ کریں گے"

اس سلسلے میں بار بار آپ خلفاء کرام سے مشورہ فرماتے اور ہدایات دیتے، ایک دفعہ اس عاجز سے فرمایا کہ "آپ حیدر آباد میں رہتے ہو، شہروں میں طلبہ تنظیمیں کام کرتی ہیں، آپ اس بارے میں سوچیں اور ایک عالمگیر طلبہ تنظیم کی بنیاد ڈالیں" عاجز اس سلسلے میں سوچتا رہا آخر کار "

روحانی طلبہ جماعت" کے نام سے کام شروع کیا حضور کی خدمت میں تجویز کردہ نام پیش کیا، حضور قبلہ عالم بہت خوش ہوئے ،اور دعائیں دیں، آپ کی نظر کرم سے کام شروع کردیا گیا ابتدائی دوستوں جناب خالد مغل صاحب، جناب اسرار احمد کھوڑو صاحب، جناب ڈاکٹر جاوید صاحب، جناب احسان اللہ صدیقی صاحب اور دیگر ساتھیوں کے تعاون سے اور اشتراک سے ہفتہ وار جلسے کا آغاز ہوا، دوسروں کو ضروری مسائل تقریریں سکھانی شروع کیں، ہر ماہ حضرت صاحب کی صحبت میں دوست جاتے اور فیض حاصل کرتے ہدایات حاصل کرتے،نئے جوش و جذبہ سے کام کو آگے چلاتے ،اگر دوستوں میں سستی پیدا ہو جاتی تو حضرت صاحب شفقت فرماکر محبت سے نصیحت فرماکر سستی دور فرماتے ،اس طرح دوست پھر چست ہو جاتے، آپ وقتاً فوقتاً دوستوں کو تحفہ دیتے اور گھر بلاکر کھانا کھلاتے اور تسلی دیتے اور ہمت بڑھاتے ،اس سلسلے میں اصلاح المسلمین کے پروگرام بھی مقرر فرماتے اور انہیں تقریر کا موقع دیتے، خصوصی تقریری مقابلے کراتے اور کامیاب طلبہ کو اپنے مبارک ہاتھوں سے انعام عطافرماتے۔

آپ جماعت اہل ذکر کے طالب علم بچوں کو جمع کراکر روحانی طلبہ جماعت کا تعارف کراتے اور انہیں روحانی طلبہ جماعت میں شامل ہونے کی ہدایت فرماتے۔

عظیم الشان کارنامہ:- آپ نے دینی علم کو پھیلانے کے لیے مدرسہ جامعہ غفاریہ قائم کیا، الحمد للہ آپ کی زندگی مبارک میں کافی طلبہ دستار بند ہوئے اور اس سلسلہ کو حضور قبلہ عالم محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی نے ایک عظیم دارالعلوم کی شکل دے دی ہے جس میں پاکستان کے چاروں صوبوں کے طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔

آپ کی شخصیت:- آپ ایک عالمگیر اسلامی انقلابی شخصیت تھے، آپ کی تبلیغ صرف پیری مریدی تک محدود نہ تھی بلکہ آپ پوری دنیامیں شریعت اسلامی کو رواج دینا چاہتے تھے۔ آپ کی اس فکر کا یہ نتیجہ ہے کہ آپ کا مشن پوری تندہی سے ترقی پذیر ہے۔آپ کے جانشیں آپ کے خلفاء کرام اور آپ کے مریدین، علماء کرام اور روحانی طلبہ جماعت کے ساتھ تبلیغ کے کام میں سرگرم ہیں۔

اتباع سنت:- آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری و باطن میں حقیقی نائب تھے آپ نے شریعت مصطفیٰ کو زندہ کر دیا آپ یہ شعر پڑھتے تھے۔

- بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم   بر سرے ممبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم

آپ کے اس شعر مبارک کے تحت پوری جماعت آپ کے مشن کو بڑھا رہی ہے۔

تقویٰ :- حضور قبلہ عالم کے ساتھ اس عاجز نے کافی سفر کیے آپ تقویٰ فرماتے تھے شہر کا گوشت استعمال نہ کرتے تھے فروٹ وغیرہ دھوکر استعمال فرماتے ۔ سفر میں ضروری سامان گھی وغیرہ ساتھ رکھتے کسی قسم کا سوال چندہ نہیں فرماتے تھے ۔

ذکر اللہ :- حضور قبلہ عالم ہروقت ذکر قلبی میں مصروف رہتے اور اپنی کیفیتوں کا اظہار مراقبہ اور تقریر میں فرماتے ۔

نہ غرض کسی سے واسطہ مجھے کام اپنے کام سے
تیرے ذکر سے تیرے فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

کبھی فرماتے :-

میں ذاکر ہوں خدا کے نام پر گردن کٹا دوں گا
خدا کے نام کا ڈنکا جہاں بھر میں بجا دوں گا

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
بر سر ممبر سنائیں گے تیرا افسانہ ہم

فناضی الشیخ :- آپ پیر کی محبت میں بھی ہروقت سرشار رہتے ۔ فرماتے :-

اللہ اللہ کا مزا مرشد کے میخانہ میں ہے — دو جہانوں کی حقیقت ان کے پیمانہ میں ہے
جس دیاں دربار مرشد وچ رسائیاں ہوگیاں — باب رحمت دا کھلا مشکل کشائیاں ہوگیاں
دل اندھیری کوٹھری وچ روشنائیاں ہوگیاں — ھک نظر پیر وچ بلکل صفائیاں ہوگیاں

فناضی الرسول :- آپ عاشق رسول تھے اور جب محبت رسول میں یہ اشعار پڑھتے تو خود بھی گریہ فرماتے اور ساری محفل کو رلاتے ۔ آپ فرماتے

نہیں واقف کسی کا میں ہوں بس شیدا محمدؐ کا — سمایا ہے ازل سے آنکھ میں نقشہ محمدؐ کا
نہیں دیر و حرم سے واسطہ دنیا کے جھگڑوں سے — میں دیوانہ ہوں دیوانہ ہوں دیوانہ محمدؐ کا
تجھے مجنوں بلالؓ عاشق صادق سے کیا نسبت — تو دیوانہ ہے لیلیٰ کا وہ دیوانہ محمدؐ کا
یہی حسرت یہی ارماں یہی ہے آرزو دل میں — کہے دنیا یہ مستانہ ہے مستانہ محمدؐ کا

اور تقریر کے دوران باد صبا سے یہ پیغام بھیجتے ۔

نسیما جانب بطحا گزر کن — ز احوالم محمدؐ را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمدؐ — ز روئے لطف سوئے من نظر کن

کبھی فرماتے ۔

یا رب یہ جان میری جب میرے بدن سے نکلے — صلی علیٰ کا کلمہ میرے دہن سے نکلے

اللہ یا محمدؐ ہووے زباں پہ جاری جب یہ روح میری چرخ کہن سے نکلے

اور عشق محمدی میں مستی کے عالم میں پڑھتے

کان عرب سے لعل نکل کر سلطان بنا سرداروں کا نام محمدؐ اپنا رکھا دلدار بنا دلداروں کا

سر پر باندھ کے سبز عمامہ کاندھے رکھ کر کالی کملی ساری دنیا اپنی کر لی مختار بنا مختاروں کا

دین کا درد:۔ حضرت قبلہ عالم کو دین کا بہت درد تھا ہر وقت دین کی سربلندی کے لیے کوشاں رہتے اور خلفاء کرام اور فقراء کو بھی تاکید فرماتے۔ آپ یہ اشعار پڑھتے۔

تن بے جان ملت میں خدایا جان پیدا کر مسلمانوں میں مذہب کی وہ اصلی شان پیدا کر

بھلایا قوم نے اپنے سلف کے کارناموں کو کوئی حیدرؓ کوئی خالدؓ کوئی عثمانؓ پیدا کر

اور کبھی فرماتے۔

اے خاصہ خاصان رسل اب وقت دعا ہے امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

فریاد ہے اے کشتیء اُمت کے نگہباں بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

آپ اکثر تبلیغ دین میں رہتے اور لوگوں کی اصلاح کرتے دعوتوں میں تشریف لے جاتے کچھ مبلغ نعت خوان ساتھ رکھتے تاکہ آئے ہوئے لوگوں کو دین سکھائیں اور محبت رسول ان میں پیدا کریں۔ اور اللہ والوں کی محبت پیدا کریں، آپ فرماتے لوگوں پر اتنی محنت کرو کہ سب فیضیاب ہو جائیں کوئی خالی نہ لوٹے۔

تبلیغ اسلام:۔ آپ کو تبلیغ کا بہت حرص تھا آپ فرماتے کاش ہمارے پاس ایسی مشین ہوتی ایک طرف سے آدمی کو داخل کرتے دوسری طرف سے ولی بن کر نکلتا، آپ فقراء کے تربیتی پروگرام منعقد کرتے مجھے حکم فرماتے ان کو تقریر سکھاؤ عاجز، نماز، ذکر اللہ، صحبت صالحین، اتباع سنت کے موضوعات پر تقریر سکھاتا آپ فقیروں سے فرماتے مسجد کے ہر کونے پر کھڑے ہو کر تقریر کرو جو فقیر زیادہ صحبت میں فیض یاب ہوتا اس کو خلافت عطا فرما کر تبلیغ کا حکم کرتے، فرماتے جا کر دین کی خدمت کرو۔ آپ محبت کو دیکھتے اور ضروری علم سے مبلغ کو مضبوط فرما کر تبلیغ پر بھیجتے۔

بے طمعی:۔ آپ کسی قسم کا لالچ فقیروں میں نہیں رکھتے تھے اور مبلغین اور خلفاء کرام کو ہدایت فرماتے چندہ سوال نہ کرو، کسی سے لالچ نہ رکھو، مقصود ما توئی، رضائے تو محبت و معرفت خود مارا بدہ۔ اس دعا کو یاد کراتے اور فرماتے اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھو کام کرو خدا کی رضا کے لیے۔

ادب:۔ آپ آداب پر بہت زور دیتے فرماتے فقیرو ادب کا زیادہ خیال رکھو۔ اس لیے آداب کی

کتاب فیض الکریم کا درس ہوتا، اس میں آداب مرشد سکھائے آپ فرماتے جو ادب سے حاصل ہوتا ہے وہ عبادت سے حاصل نہیں ہوتا، آپ فرماتے، باادب بانصیب باادب رہو، ادب کرو کیوں کہ بے ادب اللہ کی رحمت سے محروم ہے۔ بے ادب صرف خود کو برباد نہیں کرتا بلکہ پورے جہاں کو بے ادبی سے جلا دیتا ہے۔

آپ بزرگوں کا بہت ادب کرتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد کی اولاد کا بہت ادب فرماتے استادوں کا ادب فرماتے قرآن مجید کا ادب فرماتے، حضور صلی اللہ ولیہ وسلم کا نام مبارک بڑی تعظیم سے لیتے اور حضرات خلفاء کرام اور سادات کرام سے بڑی محبت کرتے اور سادات کا ادب فرماتے۔ ادب کی وجہ سے مرشد کے دربار پر جوتی مبارک نہ پہنتے۔ جب مدینہ کا سفر ہوا تو استنجے کے لیے مٹی کے ڈھیلے پاکستان سے لے کر گئے کہ اس مقدس شہر کی مٹی ناپاک نہ ہو۔ ہر حال میں ادب فرماتے کتابوں کا ادب فرماتے مہمانوں کا ادب فرماتے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کا حکم فرماتے۔

خدمت:۔ آپ کو خدمت کا بہت شوق تھا کمزوروں کی خدمت کا حکم فرماتے کے ان کے مٹھی چاپی کریں بوڑھوں کو وضو کا لوٹا بھر کر دینے کا حکم فرماتے پنکھا، بجلی وغیرہ نہ ہوتی فرماتے فقراء کو کپڑے سے ہوا لگائیں۔ فرماتے پیر قریشی علیہ الرحمۃ فقراء میں ہوتے تو آپ ان کو جھلی سے ہوا کرتے لنگر کی خدمت کو سعادت سمجھتے اور خود لنگر کا کام کرتے اور فقرا کو لنگر کے کام کا حکم فرماتے۔

تبلیغی سفر:۔ حضور قبلہ عالم کے تبلیغی سفر میں بڑے قافلے (پچاس، ساٹھ آدمی) ہوتے سفر کا خرچہ سب اپنا کرتے پنجاب کے سفروں میں جب حضور قبلہ عالم کسی اسٹیشن پر اترتے اور آپ کے ساتھ نورانی جماعت ہوتی جسے دیکھ کر سینکڑوں لوگ زیارت کے لیے جمع ہو جاتے اور آپ سے ذکر قلبی حاصل کرتے۔

لاہور میں حضرت مولانا سردار احمد صاحب کی دعوت ہوتی تھی۔ فقرا لاہور میں حضور قبلہ عالم کی اجازت سے داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار کی زیارت اور تبرکات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے شاہی مسجد میں جانے کی اجازت فرماتے اور خود چند ساتھیوں کے ساتھ زیارت کے لیے تشریف لے جاتے ایک دفعہ داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک فقیر کو زیارت ہوئی فرمایا کہ سوہنا سائیںؒ کو میرا سلام کہنا اور انہیں عرض کرو کہ لاہور میں ایک مرکز قائم فرمائیں اس پیغام کے بعد حضور قبلہ عالم نے مجھے ڈاکٹر نذیر احمد کے پاس بھیجا، ڈاکٹر صاحب کی کوششوں سے ڈی، ایس، پی جناب شریف صاحب نے زمین دی اس عاجز نے سنگ بنیاد رکھا، حضرت مولانا انوار المصطفیٰ صاحب اور ڈاکٹر نذیر احمد صاحب، اور جناب شریف صاحب کی کوششوں سے مرکز

بقیہ صفحہ نمبر ۲۶۶

نتیجۂ فکر

پروفیسر محمد میاں سحر آفریدی سابق پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج سکرنڈ نوابشاہ

قطعہ

شخصیت اسم با مسمیٰ ہے نام سے وصف ان کے تم جانو
رب نے بخشا ہے اے سحران کو مرشد اللہ بخشؒ تم جانو

منقبت

یہ اسم پاک حضرت خواجہ اللہ بخش ہے ان کا ہمارے راہبر تھے رہنما پیر طریقت تھے
محبت سے انہیں سب لوگ سوہنا سائیں کہتے کہ گمراہوں کو راہ حق نما پیر طریقت تھے
ہیں محمد مٹھل ان کے والد ماجد کا نام اچھا یہ سچ ہے صاحب لطف وعطا پیر طریقت تھے
ملی ہیں پیر عفاریؒ سے فیض و برکتیں ان کو طریقہ نقشبندی برملا پیر طریقت تھے
شریعت کا طریقت کا حقیقت معرفت کا بھی سمجھ لیجئے مُصفا آئینہ پیر طریقت تھے
ہر اک قول اور فعل ان کا شریعت کے مطابق یکے از عاشقان مصطفیٰ پیر طریقت تھے
تھا نہ تھا دنیا کا لالچ اور نہ شہرت کی تمنا تھی یقیناً دین حق سے آشنا پیر طریقت تھے
تصنع سے بہت دور ان کی ذات اقدس تھی بلاشک ایک صوفی باصفا پیر طریقت تھے
نصیحت تھی کرو ذکر خدا ذکر نبیؐ ہر دم کہ دین مصطفےٰ کی ایک ضیاء پیر طریقت تھے
بُرے سے بھی بُرا گر ہو گیا دامن سے وابستہ بنایا نیک اس کو باخدا پیر طریقت تھے
ولی اک ہادی بر حق ہمارے مرشد کامل عقیدت مندوں نے مل کر کہا پیر طریقت تھے
خدا ان کے مدارج اور بھی کر ارفع و اعلیٰ ہماری ہے یہی دل سے دعا پیر طریقت تھے

سحر اوصاف سب ان کے بیاں تو کر نہیں سکتا
یقیناً ایک مرد باخدا پیر طریقت تھے

سوہنا سائیں رحمت اللہ علیہ
اور
روحانی طلبہ جماعت پاکستان

محمود نظیر

یہ اکتوبر ۱۹۷۵ء کی بات ہے، جب سیاسی طلبہ تنظیموں کا پاکستان کے تعلیمی اداروں میں طوطی بولتا تھا، معصوم سادہ لوح طلبہ کو سیاسی تنظیموں میں بڑی کشش محسوس ہوتی تھی۔ اسلحہ ہاتھ میں لے کر وہ خود کو زیادہ مکمل اور دلیر سمجھتے تھے۔ مخالف گروہوں میں مسلح تصادم عام تھے۔ ایسے حالات میں جب روحانی طلبہ جماعت بنی تو لوگ حیران ہوئے کہ یہ کیسی طلبہ تنظیم ہے۔ جس کے پاس نہ اسلحہ ہے، نہ کوئی سیاسی نظریہ، نہ کسی طلبہ تنظیم سے دشمنی۔ بڑی عجیب بات معلوم ہوتی تھی، لیکن آہستہ آہستہ سیاسی طلبہ تنظیموں کا جن بوتل سے باہر آگیا، اب بظاہر سیاسی طلبہ تنظیمیں بھی NGO,S میں تبدیل ہو رہی ہیں۔ آر۔ٹی۔جے کے وہ ساتھی جو باشرع تھے، نمازی تھے، مبلغ تھے، کبائر سے دور تھے، اسلحہ اور منشیات سے دور تھے، جن کا تعلیمی اداروں کی انتظامیہ میں کوئی زور نہ تھا، بہت غیر اہم معلوم ہوتے تھے، لیکن آہستہ آہستہ سب نے یہ محسوس کرنا شروع کر دیا کہ خارجی دنیا کو تبدیل کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ پہلے داخلی دنیا کو تبدیل کیا جائے۔ انقلاب کبھی بھی معاشرے یا قوم میں نہیں آتا بلکہ نفس میں آتا ہے، احتجاج یا نیا نظریہ پیش کرنا بڑا کام نہیں ہے بلکہ اصلاح نفس بنیادی کام ہے، یہ بنیادی نقطہ ابھی بھی طلبہ برادری کو مکمل طور سے سمجھ نہیں آیا ہے، لیکن اب ان کی شاکلہ ٹوٹ رہی ہے، سوچ کے زاویے تبدیل ہو رہے ہیں، اندر کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا ہے، فطرت کے تقاضے منہ زور ہو رہے ہیں، اک خلش، اک خلا، اک بے چینی جس کو کوئی نام دینا یا ان شدید مگر ناقابل بیان (Beyond Desciption) کیفیات کو لفظوں میں بیان کرنا محال ہے، بڑھتی جا رہی ہیں، اور ایسے نتائج (Conseqwentes) سامنے آ رہے ہیں کہ طلبہ اصلاح اور دین کی طرف بغیر کسی سیاسی مقصد کے کھنچے چلے جا رہے ہیں۔

دراصل سب سیاسی نظریے اور تنظیمی قواعد و ضوابط جھوٹے ہیں، حقیقت صرف ایک ہے اللہ

کی محبت اور آخرت جب تک ہمارا نظریہ یہ نہیں بنے گا کہ ہم اللہ کے بندے ہیں ،اس کی بندگی کے لیے اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں ،یہ دنیا دار العمل ہے۔ آزمائش اور ابتلاء کی جگہ ہے ،آخرت میں ہم نے اپنے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے ،دنیا کی زندگی کا حساب دینا ہے ،آقائے نامدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پہ عمل کرنا ہے ،شریعت کو اپنے ملک معاشرے یا محلے میں ہی نہیں بلکہ ڈرائنگ روم ،کچن ،اور آنگن میں بھی زندہ کرنا ہے ،ہم ایک مبلغ اُمت ہیں ہم نے اللہ کا ذکر کرنا ہے ،اللہ والوں کی صحبت اختیار کرنی ہے ،اس وقت تک ہمارے اندر کی خلش ،خلا اور بے چینی ختم نہیں ہو سکتی ،سیاسی طلبہ تنظیمیں ،مسلح جدوجہد یہ سب نفس اور شیطان کے مکر و فریب ہیں ،یہی وہ پس منظر ہے کہ جس کی روشنی میں سوہنا سائیںؒ نے اک غیر سیاسی طلبہ تنظیم کی بنیاد رکھی ،یہ ایک انتہائی کٹھن ،بلکہ قریب قریب ناممکن کام تھا۔غیر سیاسی طلبہ تنظیم کی داغ بیل ڈالنے کی نسبت یہ بہت ہی آسان تھا کہ ایک سیاسی طلبہ تنظیم کی بنیاد ڈال دی جاتی۔ انہیں کوئی نیا سیاسی فکر دیا جاتا یا پھر یہ کہ دینی جماعت ہونے کے ناطے شخصیت پرستی ،فرقہ واریت یا مسلک کی جنگ کو ہوا دی جاتی ،لیکن ہمارے مرشد مربی قبلہ سوہنا سائیںؒ نے ایسا نہیں کیا ،بلکہ طلبہ کو اللہ کی محبت کی دعوت دی ،اللہ کے ذکر کی دعوت دی ،عشق مصطفیٰ میں اپنی زندگی کو تبدیل کرنے کی دعوت دی ،اللہ والوں کی روحانی و نورانی صحبت اختیار کرنے کی دعوت دی ،نفس کی اصلاح کی دعوت دی ،موت قبر اور آخرت کے لیے زاد راہ اکٹھا کرنے کی دعوت دی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کی۔

طلبہ کو بتایا یہ اسلحہ یہ عہدہ ،یہ گاڑی یہ شہرت یہ سیاسی چپقلش ،یہ معاشرے میں انقلاب کی بدگمانیاں اور خوش فہمیاں کچھ بھی نہیں ہیں ،یہ سب کچھ چند روزہ ہے ،مسلمان طلبہ نفرت پھیلانے والے ،گولی چلانے والے ،مظاہرے کرنے والے ،اور جلاؤ گھیراؤ کرنے والے نہیں ہوتے ،بلکہ یہ ان کے شایان شان ہی نہیں ہے ،انہیں جس کام کے لیے سب سے زیادہ محنت کرنی چاہیے وہ تعلیم ہے اور اپنی زندگیوں میں وہ تبدیلیاں لانی چاہئیں جو ہمارے پیارے دین کا تقاضہ ہیں ،جو خود جاہل ہو وہ کسی دوسرے کو کیا تعلیم دے سکتا ہے ،جو خود ظالم ہو وہ کسی مظلوم کی کیا مدد کر سکتا ہے ،جس کی آخرت غیر محفوظ ہو وہ کس طرح اپنی قوم کے لیے روشن مستقبل کے خواب دیکھ سکتا ہے ،جو انقلاب خارجی ہوتے ہیں وہ دراصل جزئیات کا اک سمندر ہوتا ہے ،وہ ہمیشہ نہیں رہتا ،جو مستقل نہیں ہوتا قوموں اور معاشروں میں برپا ہونے والے انقلاب کبھی دائمی نہیں ہوتے ،وہ تو بس اک طوفان ہوتے ہیں ان کی اک مختصر سی عمر ہوتی ہے اور پھر وہ اپنی موت خود مر جاتے ہیں ،انقلاب فرانس ،انقلاب روس اور انقلاب ایران ہمارے سامنے ہیں ،برصغیر کی تاریخ کا جوار بھاٹا

بھی ہمارے سامنے ہے، دراصل انقلاب خارج میں کہیں ہوتا ہی نہیں ہے، یہ اک داخلی نفسی کیفیت کا نام ہے، جو کسی ولی اللہ کی صحبت اور اللہ کے ذکر سے انسان کے باطن میں برپا ہوتا ہے، روس کو کسی ایسے لینن کی ضرورت نہیں تھی جس نے مارکس کے کمیونزم کو مکمل طور پر سمجھ لیا تھا، جس میں قائدانہ صلاحیتیں تھیں، جو روس میں کمیونسٹ انقلاب برپا کر سکتا تھا۔ بلکہ روس کو لینن کی کوئی ضروت تھی ہی نہیں۔ لینن کو بذات خود اپنی ضرورت تھی۔ لینن، روس کی فطرت کی آواز نہیں تھی اور نہ ہی کمیونزم لینن کی فطرت کی آواز تھی، لینن اپنی تمام تر شخصیت کے ساتھ سب سے پہلے ایک انسان تھا، اک عام انسان، اس کی بھی فطرت کی آواز اللہ کا عرفان تھا، دین اسلام دنیا کے سب انسانوں کے لیے ہے۔ لینن کی فطرت کا مذہب بھی اسلام ہی تھا۔ لیکن افسوس کہ اسے کسی مرد کامل کی صحبت نصیب نہ ہو سکی اس نے کسی عالم ربانی کا پر نور چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ نام نہاد خارجی انقلاب کا شاخسانہ اس کے ذہن میں پیدا ہی نہ ہوتا، اس پہ کسی بزرگ کی نظر ہو جاتی تو وہ اپنی آخرت کو بہتر بنانے کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے جان دیتا۔ دنیا کی ساری سیاسی انقلابی شخصیات درحقیقت کچھ بھی نہیں ہیں، اور ان کا برپا کیا ہوا انقلاب بھی کچھ نہیں تھا، کیونکہ ان کے باطن میں کوئی انقلاب نہیں آیا اپنے باطن کے اندھیروں میں روشنی کے دیپ جلانا ہی انسان کی فطرت کی آواز ہے، اور یہی وہ پیغام ہے، جو سوہنا سائیںؒ نے ۱۹۷۵ء میں پہلی دفعہ نوجوانوں کو دیا، ہمارے ساتھی سالہا سال کسی نام نہاد نظریاتی لٹریچر کے بغیر کام کرتے رہے اور بفضلہ تعالیٰ کامیاب بھی ہوئے، کسی سیاسی نظریے کے بغیر ترقی کرنا اور فروغ پانا بذات خود اس بات کی دلیل ہے کہ طلبہ تنظیم کا سیاسی ہونا یا سیاسی نظریاتی لٹریچر کا ہونا ضروری نہیں ہے، دل میں تڑپ ہو تو اللہ کے اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے ضابطے کی کاروائیوں (RedTapism) کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح رونے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، سانس لینے کا کوئی تحریری ضابطہ اخلاق نہیں ہے، بالکل اسی طرح اسلام کی تبلیغ کے لیے بھی کسی لائحہ عمل یا ضابطے کی کاروائی کی ضرورت نہیں ہے، آئین، طریقہ کار اور لائحہ عمل مبلغ کے دل پہ لکھا ہوتا ہے، اصل چیز درد دل ہے اور درد دل اولیاء اللہ کی صحبت اور محبت سے نصیب ہوتا ہے، آر۔ٹی۔جے کا پیغام علاقائی نہیں ہے، جغرافیائی حدود میں محدود نہیں ہے، بلکہ آفاقی ہے، ساری دنیا کے اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے طلبہ کے لیے ہے۔ اگر میرے مرشد مربی سوہنا سائیںؒ آر۔ٹی۔جے کو سیاسی طلبہ تنظیم بنادیتے تو ہمارا فکر اور پیغام جغرافیائی حدود میں محدود ہو کر رہ جاتا۔ کیوں کہ سیاسی فکر اور سیاسی پلیٹ فارم علاقائی اور جغرافیائی حدود کے پابند ہوتے ہیں، اور کسی فکر اور دعوت کے آفاقی ہونے کے لیے یہ از حد ضروری ہے کہ

وہ غیر علاقائی اور غیر جغرافیائی ہو، چنانچہ آر۔ٹی۔جے کا غیر سیاسی تنظیم ہونا اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

آر۔ٹی۔جے کاغذی کاروائیوں میں قید کوئی تنظیم نہیں، میڈیائی تشہیر نہ ہونے کی بنا پر بظاہر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا کام سست ہے، یا روبہ زوال ہے، جب کہ حقیقت اس کے بالکل الٹ ہے، آر۔ٹی۔جے ترقی کر رہی ہے اور پھیلتی ہی چلی جا رہی ہے، اصل میں ہمارا ترقی اور زوال کو پرکھنے کا معیار غلط ہے، ہم یہ سمجھتے ہیں، جو طلبہ تنظیم پریس کانفرنسیں کرے، مظاہرے کرے، اس کا لٹریچر زیادہ ہو، جسے میڈیا کوریج دے، صوبائی اور مرکزی بڑے بڑے جلسے ہوں جس کے پاس بہت زیادہ دولت ہو۔ وہ طلبہ تنظیم ترقی کر رہی ہے، حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ ہم سب میڈیا زدہ ہیں، ذرائع ابلاغ نے ہماری سوچ کے سوتے خشک کر دیے ہیں ہم وہی کچھ سوچتے ہیں جو میڈیا چاہتا ہے اور وہی کچھ دیکھتے ہیں جو ہمیں میڈیا دکھاتا ہے، حقیقت یہ نہیں ہے، ہمارے نزدیک پریس کانفرنسیں، مظاہرے، سیاسی بیان بازی، میڈیا کوریج، یہ سب غیر اہم ہیں، یہ سب دراصل پاور پالیٹکس (PowerPolitics) ہیں جس میں سامنے والے کو مرعوب کیا جاتا ہے، طاقت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، ہمیں ان سب بیساکھیوں کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی یہ سب ہمارا مطمع نظر ہے، عام طور پر ساری کی ساری نمود و نمائش اور شہرت حاصل کرنے اور اپنے اندر کے بتوں کو پوجنے کے مختلف طریقے ہیں، ہمارا مطمع نظر نیک، باشرع، اور صالح نوجوان پیدا کرنا ہے، جو ڈاکٹر بھی ہو، انجینئر بھی ہو، آرکٹیک بھی ہو، وکیل بھی ہو، جرنلسٹ بھی ہو، پائلٹ بھی، مزدور بھی ہو، آجر (Endriprimeuh) بھی ہو، سائنٹسٹ بھی ہو، لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ صوفی بھی ہو، مبلغ بھی ہو، جسے دیکھنے سے اللہ یاد آجائے، جو سنت شریعت پہ عمل کرنے والا ہو، جو خض بصر پر عمل کرنے والا ہو، جس کا نفس، نفس مطمئنہ ہو، جس کو دیکھ کر پندرہ سو سال والا پرانا صحابہ کرام کا زمانہ یاد آئے، آج کونسی ایسی طلبہ تنظیم ہے جو اس سطح کے نوجوان تیار کر سکی ہو۔

انہوں نے تو اپنی افرادی قوت اور صلاحیتیں پریس کانفرنسوں، مظاہروں، مسلح تصادم، جلسے اور سیاسی بیان بازیوں میں کھپا دی ہیں لیکن ہمارے پاس ایسے سینکڑوں طلبہ ہیں جو شریعت کے پابند ہیں، اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہیں، دین کا درد رکھنے والے ہیں، قوم، نسل زبان، امیر، غریب، گورے، کالے ان سب دائروں سے آزاد ہیں، جو سرکش نہیں ہیں مسلح نہیں ہیں، لیکن ان کو دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے، ان کی زبان میں اثر ہے، جو تزکیہ یافتہ ہیں، انہوں نے معاشرے میں بظاہر کوئی انقلاب برپا نہیں کیا ہے لیکن ان کے نفس میں انقلاب ضرور برپا ہو گیا ہے،

دو عظیم مُصلح

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ
اور حضرت سائیں رحمۃ اللہ علیہ

مولوی غلام رسول نقشبندی مجددی طاہری ایم اے۔ ایم او ایل عربی لاہور

برصغیر میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے دو عظیم المرتبت قطب الارشاد مصلح و مجدد جنہوں نے اصلاح اُمّت مسلمہ کے لیے شاندار تجدیدی و اصلاحی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ اول الذکر نے فرنگی سامراج کے بڑھتے ہوئے تسلط و تغلّب کو روکنے اور روبہ تنزل سلطنت مغلیہ کے حکمرانوں کی اصلاح کے لیے سرتوڑ کوشش کی مگر فرنگی سامراج کا سیلاب اور مغلیہ سلطنت کا ادبار و زوال دونوں نہ رک سکے لیکن اس کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تحریک انقلاب کا تسلسل جاری رہا جو کہ بالآخر برصغیر کی فرنگی سامراج کے پنجۂ استبداد سے آزادی پر منتج ہوا۔ اور مؤخر الذکر نے فرنگی سامراج کی تقریباً دو صدیوں کی طویل غلامی سے اُمّت مسلمہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں اور برائیوں کی اصلاح کے لیے جو تصفیۂ قلوب و تزکیۂ نفوس کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا یہ بھی اول الذکر ہی کی تحریک کا تسلسل ہے۔ اس لیے ان دونوں مصلحین اُمّت کا تاریخی تناظر میں مطالعہ و تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔ اگرچہ ناظرین کرام اس تجزیہ کو مضمون سے غیر متعلقہ محسوس کریں گے مگر ہمیں اپنے ممدوح و مخدوم دیدہ ور مصلح اعظم حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کے موجودہ ناگفتہ بہ حالات میں تجدیدی و اصلاحی کام کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے ماضی کے مصلحین اُمّت کے کارناموں کے ساتھ بالمقابل دیکھنا پڑیگا تاکہ برصغیر کے مشاہیر اُمّت اور اکابرین ملت کے تذکروں کے ساتھ آپ کا تذکرہ بھی جریدۂ عالم کے صفحات پر ثبت ہو جائے۔

تاریخی تناظر:۔ غیر منقسم ہندوستان جب کہ سولہویں اور سترھویں صدی عیسوی میں آسمان سیاست پر آفتاب درخشاں بن کر چمک رہا تھا اسی زمانہ میں سامان کسوف بن کر منحوس یورپین قومیں پہلے پرتگیز پھران کی دیکھا دیکھی انگریز، فرنچ، ڈچ، جرمن وغیرہ ہندوستان آئیں۔ یہاں کے بادشاہوں اور حکام نے مہمان نوازی کے فرائض حسب عادت سلاطین ہند انجام دئے۔ ان کو نہ صرف داخلہ کی اجازت دی بلکہ سکونت، تجارت، حقوق شہریت وغیرہ بلا رکاوٹ دیے گئے۔ انگریز بھی مثل دیگر اقوام اس خوان نعمت سے فیض یاب ہوئے اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سے انگریز تاجر اطراف و جوانب ہند میں پھیل گئے۔ ان کو اپنے یورپین ہم وطن اقوام سے رقیبانہ کش

کشمکشیں بھی پیش آئیں۔ بالآخر ۱۶۰۰ء میں ان کی تقریباً ایک سو تاجروں کی منظم جماعت بنام "ایسٹ انڈیا کمپنی" بن گئی جس نے تجارتی کاروبار اجتماعی قوت سے جاری کیا اور غدارانہ بلکہ ظالمانہ طریقہ سے بہت زیادہ نمایاں۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ان کی نیتیں فاسد اور ارادے نہایت خباثت آمیز ہوتے گئے یہاں تک کہ انہوں نے ۱۷۵۷ء میں نواب سراج الدولہ آف بنگال پر حملہ کر دیا اور اس کے اراکین دولت میں سے میر جعفر اور ایسے چند دو وزیروں کو توڑ لینے میں کامیاب ہو کر ملک گیری اور حکومت شروع کر دی۔ یہ چسکا ان کو ایسا لگا کہ ہر وقت اور ہر آن یہی دھن لگی رہتی تھی بلاآخر ۱۸۰۳ء تک تقریباً اکثر ہندوستان میں ان کا مکمل اثر اور پورا اقتدار قائم ہو گیا اور اس قدر جرائت ہو گئی کہ بادشاہ دہلی سے جبراً اپنی حکومت پر دستخط کرا کر ملک میں اعلان کرا دیا کہ

"خلقت خدا کی، ملک بادشاہ کا، حکومت کمپنی بہادر کی"

ان حالات کو علمائے اسلام دیکھتے تھے اور دل ہی دل میں کڑھتے رہتے تھے آخر کار حکام سلطنت کی غفلت، بے پرواہی، بے وفائی، بزدلی، عیاشی اور ارباب اقتدار کے آس پاس کے نفاق کے مظاہروں وغیرہ نے مجبور کیا کہ عام مسلمانوں کو متنبہ کیا جائے۔ اس سے قبل حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اپنے مخصوص انداز میں خطوط اور کتابی صورت میں تحریروں کے ذریعہ حکام و ارباب اقتدار کو طرح طرح سے انتباہ کر چکے تھے لیکن یہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۔ اٹھارھویں صدی عیسوی کا آغاز تھا کہ اس جلیل القدر فاضل، آزاد خیال مفکر اور انقلاب آفریں مصلح کی کتاب زندگی کا افتتاح ہوا۔ شاہ ولی اللہؒ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کی وفات کے ۸۰ سال بعد اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کی وفات سے چار سال قبل نواح دہلی میں ۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ پندرہ سال کی عمر میں ۱۱۲۹ھ/۱۷۱۶ء میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم (متوفی ۱۱۳۱ھ/۱۷۱۸ء) کے ہاتھ پر سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ اور ساتویں دہائی کے پورے دو سال بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء میں اس نے صحیفۂ حیات کا ورق پلٹ دیا۔

اٹھارھویں صدی انقلاب آفریں اور ہنگامہ خیز صدی تھی جس میں ایک شہنشاہیت کا آفتاب ڈھلتے ڈھلتے غروب کے قریب پہنچ رہا تھا اور ایک دوسری شہنشاہیت کی صبح کاذب ہندوستان کے مشرق میں صبح صادق بنتی جا رہی تھی۔ اس صدی کا آغاز ہوا تو قندھار سے آسام تک نیپال اور تبت سے مالابار و کھمبات تک پورے ہندوستان کا سیاسی مرکز ایک تھا مگر ابھی پہلی دہائی ختم نہیں ہوئی تھی کہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ/۱۹ فروری ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد وہ قیامت برپا

ہوئی کہ شیرازۂ ملک کا ایک ایک ورق جدا ہو گیا۔ اور یورپ کی وہی سفید فام طاقتیں جن پر عالمگیر کے دادا جہانگیر اور پردادا اکبر نے مہربانیوں شاہانہ عنایات کی بارش کی تھی، جن کو عالمگیر کے باپ شاہ جہاں نے شکنجۂ تادیب میں کسا تھا جن کو عالمگیر نے پہلے ملک بدر کیا تھا پھر معاف کر کے تجارت کی اجازت دی تھی ابھی سو سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ عالمگیر کی راجدھانی پر ان کا تسلط تھا اور عالمگیر کا پوتا شاہ عالم ثانی ان کا وظیفہ خوار تھا۔

دوسرے لفظوں میں اس صدی کے مد و جزر کا خلاصہ یہ ہے کہ اورنگ زیب عالمگیر کی شہنشاہانہ عظمت سے اس کا آغاز ہوا اور خاتمہ اس فداء ملک کی شہادت پر ہوا جس کو دنیا ٹیپو سلطان کے نام سے پہچانتی ہے۔ جس کے خون شہادت میں لتھڑے ہوئے جنازہ کو دیکھ کر انگریز فاتح کی زبان بے ساختہ پکار اٹھی تھی۔ "آج ہندوستان ہمارا ہے"

قارئین کرام یہ بات بھی مدنظر رہے کہ اورنگ زیب عالمگیر نقشبندی مجددی رنگ میں رنگین تھا وہ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصومؒ سے بیعت تھا اور آپ ہی سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ مکتوبات معصومی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد معصومؒ کی نسبت و توجہ اور آپ کے صاحبزادے خواجہ سیف الدین کی تربیت و صحبت کے طفیل اورنگ زیب نے وہ بلند مقامات حاصل کر لیے تھے جو شاہوں کو نصیب نہیں۔ خواجہ سیف الدینؒ قلعۂ معلیٰ میں اورنگ زیب کی روحانی تربیت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔

اورنگ زیب کی سلطنت و حکومت تعلیمات مجددیہ کا نقطۂ عروج تھا اس نے اپنے پورے دور حکومت (تقریباً نصف صدی) میں یہ کوشش کی کہ اس طرح شریعت اسلامی کے مطابق نظام حکومت ڈھالے جس طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اس کی تشریح کی ہے اور ہر مسلمان کی زندگی بھی شریعت کے مطابق ہو۔ علامہ اقبالؒ نے حضرت مجدد صاحب کی تعلیمات و مساعی کے نقطۂ عروج یعنی اورنگ زیب عالمگیر کو ملت اسلامیہ کے لیے مثالی قرار دیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ "میری رائے میں قومی سیرت کا وہ اسلوب جس کا سایہ عالمگیر کی ذات نے ڈالا ہے ٹھیٹھ اسلامی سیرت کا نمونہ ہے اور ہماری تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اس نمونے کو ترقی دی جائے اور مسلمان ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں" (ڈاکٹر اقبال، ملت بیضاء پر ایک عمرانی نظر، ۱۹۱۰ء بحوالہ عبدالواحد عینی: مقالات اقبال، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳ء صفحہ ۱۲۸)

الغرض مغل فرمانرواؤں کے زوال کے ساتھ جب ہندوستان کے تخت پر فرنگی عروج انگڑائیاں لینے لگا اور آہستہ آہستہ یہ سورج وقت کے تمام ستاروں کو مات دے کر اپنی چمک کے سنگھار سن میں

آ بیٹھا تو شیخ و برہمن کی تسبیح کے تمام دانے ٹوٹ کر اس کے قدموں میں آن گرے۔ ہندوستان کا تخت طاؤس اور کوہ نور ہیرے کی چمک دونوں غلامی کی زنجیر میں جکڑے گئے۔ یونین جیک کی اڑانیں لال قلعے کی چھت پر چڑھ کر گنگا و جمنا کے پوتر پانیوں میں زہر گھولنے لگیں۔ مسجد کی اذانیں کلیساؤں کی آواز میں دب کر رہ گئیں۔ ایوان فرنگی کا ایک ایک قانون حجازی قافلے کے نقش پا پر اپنی نئی عمارت استوار کرنے لگا تو ایمان کی ایک نگاہ اٹھی جس نے خون جگر کی آمیزش سے اس قدر آنسو بہائے کہ سارا ہندوستان رو پڑا "یہ آنسو حضرت شاہ ولی اللہؒ کے آنسو تھے"

قارئین کرام! قوموں کے سیاسی زوال اور فکری عروج کے مابین کوئی سمبند ضرور موجود ہے اگرچہ اسے ایک باقاعدہ تجربی تعمیم کی صورت دینا از حد دشوار ہے پھر بھی اقوام عالم کے عروج و زوال کی داستانیں اس کی موجودگی کی نشاندہی کرتی ہیں۔ برصغیر میں مسلمانوں کے سیاسی زوال کے عہد میں ظہور پذیر ہونے والے شاہ ولی اللہؒ کی بزرگ شخصیت کو اس کی روشن مثال تصور کیا جانا چاہیے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ مغل سلطنت کے عہد زوال اور برصغیر میں مغرب کے معاشی، تہذیبی، نفسیاتی اور سیاسی غلبہ کے درمیانی عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کی حیثیت برصغیر میں مسلمانوں کے قدیم اور جدید ادوار کے درمیان ایک پل جیسی ہے۔ انہوں نے اپنی گہری بصیرت، وسیع علم اور بے مثال جرات سے مسلمانوں کے عہد تاریک میں انہیں اپنی کھوئی ہوئی عظمتوں کو از سر نو حاصل کرنے کی راہ دکھائی۔ ایک طرف ان کے زمانے اور ماحول کو اور دوسری طرف ان کے کام کو جب آدمی بالمقابل رکھ کر دیکھتا ہے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اس دور میں اس نظر، ان خیالات، اس ذہنیت کا آدمی کیسے پیدا ہو گیا۔ فرخ سیر، محمد شاہ رنگیلا اور شاہ عالم کے ہندوستان کو کون نہیں جانتا۔ اس تاریک زمانے میں نشو و نما پا کر ایسا آزاد خیال مفکر و مبصر منظر عام پر آتا ہے۔ جو ماحول اور زمانہ کی ساری بندشوں سے آزاد ہو کر سوچتا ہے۔ تقلیدی علم اور صدیوں کے جمے تعصبات کے بند توڑ کر ہر مسئلہ زندگی پر محققانہ و مجتہدانہ نگاہ ڈالتا ہے اور ایسا لٹریچر چھوڑ جاتا ہے جس کی زبان، اور انداز بیان، خیالات، نظریات، مواد تحقیق اور نتائج مستخرجہ کسی چیز پر بھی ماحول کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا حتیٰ کہ اس کے اوراق کی سیر کرتے ہوئے یہ گمان تک نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں اس جگہ لکھی گئی تھیں جس کے گرد و پیش عیاشی، نفس پرستی، قتل و غارت، جبر و ظلم اور بدامنی و طوائف الملوکی کا طوفان برپا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں بارھویں صدی ہجری کے دیگر مسلمان علماء و مفکرین سے

شاہ ولی اللہؒ کا موازنہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "...... پھر بارھویں صدی ہجری کا ایک عظیم ترین ظہور علوم و معارف دیکھو، زمین بنجر ہو چکی تھی پھر بھی کھیتوں کی سرسبزی اور چمنوں کی لالی سے کوئی گوشہ بالکل خالی نہ تھا۔ تیرھویں صدی کے تمام کاروبار علم و طریقت کے اکابر اساتذہ اس صدی (یعنی بارھویں صدی) میں سربر آوردہ ہوئے بعض بڑے بڑے سلاسل درس و تدریس کی بنیادیں اس میں استوار ہوئیں ..... اس کے بعد مولانا چند مشاہیر عالم کا ذکر کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ..... بااین ہمہ معلوم ہے کہ وہ جو دورۂ آخر کے فاتح اور سلطان عصر ہونے کا مقام تھا اور قطبیّت وقت کا وہ صرف حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہؒ ہی کے لیے تھا۔ اور لوگ بھی بیکار نہ رہے کام کرتے رہے مگر جو کام یہاں انجام پایا وہ صرف یہیں کے لیے تھا۔"

حضرت شاہ ولی اللہؒ کے ایک معاصر مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قول منسوب کیا جاتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے روئے زمین کی ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح سیر کرائی میں نے اپنے دور میں شاہ ولی اللہؒ جیسا کسی کو نہیں پایا۔" I. M. S. BAJON "انہیں ہندوستان کا غزالی قرار دیتا ہے" (MODERN MUSLIM KORAN INTERPRETETION P. 2)

اس عظیم المرتبت شخصیت پر مولانا شبلی نعمانی اپنی معروف تصنیف علم کلام میں یوں تبصرہ کرتے ہیں کہ "ابن تیمیہ اور ابن رُشد کے بعد بلکہ انہی کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا اس لحاظ سے یہ امید نہیں رہی تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشہ دکھانا تھا کہ آخیر زمانے میں جب کہ اسلام کا نفس بازپسیں تھا شاہ ولی اللہؒ جیسا شخص پیدا ہوا"۔ (شبلی نعمانی: علم کلام، جلد ا، صفحہ ۸۷)

مفتی عنایت احمد کاکوروی نے یوں خراج تحسین پیش کیا ہے کہ "..... شاہ ولی اللہؒ ایک ایسا شجر طوبیٰ ہیں جس کی جڑیں تو اپنی جگہ قائم ہیں اور اس کی شاخیں تمام مسلمانوں کے گھروں تک پھیلی ہوئی ہیں۔ مسلمانوں کا کوئی ٹھکانا ایسا نہیں جہاں اس درخت کی شاخیں سایہ فگن نہ ہوں اس کے باوجود اکثر لوگ بے خبر ہیں کہ اس درخت کی جڑ کہاں ہے ....."

(بحوالہ حکیم محمد عبدالحئی: نزہۃ الخواطر، جلد ۲، صفحہ ۴۰۶)

اسلامی الٰہیات کی نئی تشکیل کے سلسلے میں شاہ ولی اللہؒ کی اولیت کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا ہے "ہم مسلمانوں کو ایک بہت بڑا کام درپیش ہے ہمارا فرض ہے کہ ماضی سے اپنا رشتہ منقطع کیے بغیر اسلام پر بہ حیثیت ایک نظام فکر ازسرنو غور کریں۔ یہ غالباً شاہ ولی اللہؒ دہلوی تھے جنھوں نے سب سے پہلے ایک نئی روح کی بیداری محسوس کی۔"

(علامہ ڈاکٹر محمد اقبال: تشکیل جدید الہیات، صفحہ ۱۴۵)

برصغیر کا بدترین زوال زدہ دور وہی دور غلامی کہلاتا ہے جس کو روکنے کے لیے شاہ ولی اللہؒ نے آنسو بہائے۔ تحریک آزادی کے بانی اول شہید خونی کفن سراج الدولہ نے جان کا نذرانہ پیش کیا اور ترکش اسلام کے خدنگ آخریں پیکر غیرت سلطان ٹیپو نے جس کے لیے جام شہادت نوش کیا۔ ۱۸۵۷ء میں آخری طور پر جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کرنے والے مظلوموں کی یکے بعد دیگرے شہادت اور شکست کے بعد برصغیر پر فرنگی سامراج کا غاصبانہ قبضہ مکمل ہو گیا اور سلطنت مغلیہ کے عیاش، نااہل و ناخلف حکمرانوں کے اقتدار کا سورج ہمیشہ ہمیشہ کے لیے برصغیر سے غروب ہو گیا۔

اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن فرنگی نے برصغیر کے باسیوں کو غلامی کے طوق و سلاسل میں جکڑ کر بے بس و بے کس کر دیا نہ صرف بے شمار مجاہدین آزادی کو تانبے کی سلاخوں سے داغ دے کر المناک موت مارا، چونے کی بھٹیوں میں جلا کر بھسم کر دیا، پختہ دیواروں میں چُن کر زندہ درگور کیا، سُؤروں کی کھالوں میں سی کر دھوپ میں پھینک کر دردناک طریقہ سے ختم کیا، بر سر بازار پھانسیاں دے کر جسمانی طور پر شہید کیا بلکہ مختلف ہتھکنڈوں سے پوری قوم کی روحیں اور ضمیر قتل کر دئیے۔ علامہ اقبال نے اسی المیے کا مرثیہ ان الفاظ میں لکھا ہے۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

مگر یہ بھی عجیب نظام قدرت ہے کہ فرنگی کی غلامی ظلم و تشدد کے زمانہ میں ایسی ایسی شاہکار ہستیاں برصغیر میں پیدا ہوئیں کہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین یا اس کے بعد کی بعض ہستیوں کو چھوڑ کر اگر ان کے کارناموں کو دیکھا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

پھر اس دور میں جو ہستیاں غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے اور مسلمانوں کے نکبت و ادبار کے خاتمہ اور اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لیے سامنے آئیں ان میں بھی

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کے مصداق ہر شخصیت کی نوعیت اور افادیت مختلف تھی۔ جب ہم اپنی گزشتہ صدی کے نصف آخر اور موجودہ صدی کے نصف اول پر نظر ڈالتے ہیں تو نظام قدرت کے عجیب ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کیونکہ یہ زمانہ عظیم ترین ہستیوں سے پُر نظر آتا ہے۔ اتنی عظیم ہستیوں کا ایک ہی زمانے میں ایک ہی خطے میں پیدا ہونا جہاں قحط الرجال کی نفی کرتا ہے وہاں اس سے عجیب تر بات یہ

ہے کہ اس وقت جس نوع کی شخصیتوں کی ملک و ملت کو ضرورت تھی قدرت نے انہی کمالات سے بھرپور شخصیتیں قوم میں پیدا کیں جو بالآخر اپنی گوناگوں صفات و خدمات سے اپنی منزل یعنی آزادی برصغیر تک پہنچیں اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں آزادی کی منزل سے ہمکنار کیا۔ مگر طویل دور غلامی نے ملت اسلامیہ کے اخلاق و کردار، افعال و اعمال، افکار و نظریات اذہان و زبان، تہذیب و تمدن، عادات و خصائل کو اس قدر مسموم کیا کہ وہ اسلامی اقدار کی حقیقی روح سے نا آشنا و بیگانہ ہو گئے۔ نسلوں کی نسلیں بگڑ گئیں۔ اُمت مسلمہ کے اسلامی مزاج کو تبدیل کر کے انگریزی مزاج کے رنگ میں رنگین کیا جا رہا ہے۔ آج اس دور غلامی کا نتیجہ اظہر من الشمس ہے کہ نسل نو اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ مادیت پرستی کو روحانی اقدار پر ترجیح و برتری دے رہا ہے۔ اسلامی عقائد و نظریات، عبادات و معاملات و اخلاقیات، اقدار و شعائر شکل و صورت، ڈاڑھی عمامہ لباس کو دقیانوسی اور مدارس دینیہ میں مروجہ درس نظامی کے نصاب کو رجعت پسندانہ اور غیر معقول قرار دیا جا رہا ہے۔ نماز روزہ زکوٰۃ قربانی اور حج وغیرہ کو تضیع اوقات اور دولت کا بے جا مصرف کہا جا رہا ہے۔ مغرب کی ننگ انسانیت مادر پدر آزاد عریاں اور اخلاق باختہ تہذیب کو مہذب معاشرہ اور ترقی یافتہ قوم کی اعلیٰ اقدار سمجھا جاتا ہے۔ ذرائع نشر و ابلاغ، اخبارات، جرائد و رسائل ڈائجسٹ اور دیگر سیکسی و فلمی مجلے، الیکٹرانک میڈیا ٹی وی ڈش انٹینا وغیرہ سب کے سب عریانی و فحاشی بے حیائی و بے پردگی اور آوارگی کو گھر گھر پہنچانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں دن رات سرگرداں ہیں۔ انڈین اور انگریزی فلموں نے شرم و حیا کی تمام حدود و قیود کو پامال کر دیا ہے اور پاکستانی فلمیں بھی ان کے تتبع میں شرافت کے دائرہ سے متجاوز ہو رہی ہیں۔ یہ سب کچھ عوام کو سستی تفریح میسر کرنے کی آڑ میں گل کھلائے جا رہے ہیں۔ مگر یہ تفریح نوجوانان ملت اسلامیہ اور نونہالان چمن اسلام کے لیے سم قاتل ہے۔

حقیقت الامر بات یہ ہے کہ پوری اُمت مسلمہ کی غیرت ایمانی، دینی و ملی تشخص پر ضرب کاری لگانے کے لیے یہودی لابی ہنود اور دیگر اقوام مغرب اپنے تمام وسائل و ذرائع کو عمل میں لا رہے ہیں۔ بین الاقوامی مالیاتی ادارے پسماندہ اقوام اور بالخصوص مسلم ممالک کو مقروض کر کے اپنے شکنجے میں جکڑ چکے ہیں۔ یہ ادارے پسماندہ و مقروض قوموں کی آزادی و خود مختاری کو سلب کر کے انہیں نیو ورلڈ آرڈر کو تسلیم کرنے اور اپنے اپنے ممالک میں اس کے نفاذ کے لیے ان کو مجبور کر رہے ہیں۔ بد قسمتی سے فرنگی سامراج کے تسلط سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد اُمت مسلمہ بھی ان اداروں کے مالی پنجۂ استبداد کا شکار ہو چکی ہے۔ اور اب یہ ادارے اپنی شرائط پر قرض دیتے ہیں۔

ان شرائط میں سے ایک شرط نیو ورلڈ آرڈر کو بھی عملاً اپنے ممالک میں نافذ کرنا شامل ہے۔ چنانچہ ماضی قریب میں عورتوں کے حقوق کے تحفظ کے نام پر مصر و بیجنگ (چین) میں مستورات کی بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ جس میں ممالک اسلامیہ کی عورتوں نے بھی شرکت کی۔ نیو ورلڈ آرڈر کی شقوں میں سے بعض یہ ہیں کہ آزادی نسواں اور عورتوں کے حقوق کے نام پر اُمّت مسلمہ کی غیور و مستور مستورات کو بے پردگی کا عادی و شیدائی بنایا جائے انہیں تہذیب مغرب کی اس ننگ انسانیت عریاں تہذیب کے رنگ میں رنگین کیا جائے جس تہذیب میں بن بیاہی ماؤں پر فخر کیا جاتا ہے اور ان کی ناجائز اولاد کو پورے تحفظات و وظائف سے نوازا جاتا ہے۔ نکاح و شادی کے بندھن سے آزاد ہو کر مرد و زن کے باہمی اختلاط اور جنسی تعلقات کو فخریہ اپنایا جا رہا ہے۔ ہم جنسی جیسے افعالِ قبیحہ و شنیعہ کو قانوناً جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ اب نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے پرائمری سطح پر جنسی تعلیم اور اسقاط حمل کو جائز قرار دیئے جانے پر زور دیا جا رہا ہے۔ خاندانی منصوبہ بندی پر پانی کی طرح روپیہ بہایا جا رہا ہے۔ ہمارے تعلیمی ادارے کالجز اور یونیورسٹیاں جو علم کا گہوارہ تھے اب وہ اسلحہ کے ڈپو بن چکے ہیں۔ ان تعلیمی اداروں میں تعلیم کی زبوں حالی اور اخلاق باختگی کو دیکھ کر دل خون کے آنسو بہاتا ہے اور پھر مخلوط نظام تعلیم نے شرم و حیاء کی تمام حدود و قیود کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔

مصلح اعظم کا عظیم الشان تجدیدی و اصلاحی کارنامہ

فرنگی سامراج کی طویل غلامی کے بعد ملت اسلامیہ جس تنزل کا شکار ہوئی اور جو جو اخلاقی برائیاں اس معاشرہ میں در آئیں۔ معاشرہ کو اس دلدل سے نکالنا بڑا جان جوکھوں کا کام تھا آپ اس معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھا رہے تھے جو تقریباً دو صدیوں کی غلامی میں اپنا اسلامی تشخص کھو چکا تھا۔ دینی و ملی غیرت کا جنازہ اٹھ چکا تھا۔ اسلامی اقدار و روایات تہذیب و تمدن، عقائد و نظریات پر پانی پھر چکا تھا۔ اس معاشرہ کا دماغ اسلامی مگر سوچ فرنگی، دل مسلمان مگر اس کی دھڑکن انگریزی، آنکھ اسلامی مگر دید مغربی، کان مسلمان مگر سماعت شیطانی موسیقی اور زبان کلمہ گو مگر تکلم فرنگی تھا۔ گویا کہ یہ معاشرہ سراپا انگریز آقا کے رنگ میں رنگین ہو چکا تھا۔ سفید چمڑی والا انگریز تو برصغیر کو خیر باد کہہ گیا تھا مگر کالا انگریز باقی رہ گیا جس کو اسلام کے روحانی و باطنی اور ظاہری نظام حیات سے چڑ تھی۔ عریاں تہذیب مغرب کی روشنیوں نے اس کی آنکھوں کو چندھیا دیا تھا اس لیے وہ بصیرت سے محروم ہو گیا۔ اس کے کان تھے مگر حق بات سننے سے عاری تھے آنکھیں تھیں مگر تہذیب عریاں

کے نظارہ کی شیدائی ہو چکی تھیں دل تھا مگر اس میں مغرب کی اخلاق باختہ تہذیب کا بسیرا تھا۔ خدا پرستی کی بجائے مادہ پرستی، حسن پرستی، عریاں پرستی اسکا شیوہ بن چکا تھا۔ ایسے بگڑے ہوئے معاشرے اور ایسے گم گشتہ راہ قافلہ کو پھر سوئے حرم بلانا بہت مشکل کام تھا۔ ایسے معاشرہ کو ضلالت و گمراہی کی دلدل سے نکال کر اتباع سنت کی شاہراہ پر چلا دینا کوئی معمولی کام نہ تھا یقیناً یہ جوئے شیر لانے کے مترادف تھا چنانچہ ایک مسیحا نفس مجدد و مصلح روحانی تصرفات کی طاقت و قوت سے تیشۂ فرہاد کی بجائے تیشۂ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں لے کر اٹھا اور تہذیب مغرب کے کوہ ہمالیہ کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

امر واقعہ بھی یہی ہے کہ ان حالات میں ایک ایسے مسیحا نفس دیدہ ور مصلح و مزکی کی ضرورت تھی جو اپنی قوت قدسیہ اور روحانی تصرفات سے بے دینی و بے حیائی کے سیلاب کو روکنے اور مسخ شدہ روحانی اقدار کو از سر نو اصلی حالت میں لا کر ملت اسلامیہ کو شریعت مطہرہ کے سانچے میں ڈھالے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قطب الارشاد حضرت شاہ ولی اللہؒ کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کو قطب الارشاد بنا کر گلشن اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کا گل سرسبد اور گلستان ملت اسلامیہ کی بلبل رنگیں نواز بنا دیا۔ لہٰذا ہمارے ممدوح دیدہ ور مصلح اعظم نے نصف صدی تک مجددانہ انداز میں اپنی خوابیدہ اور گم گشتہ راہ قوم کے مردہ دلوں کو زندہ و بیدار کرنے کے لیے شہر شہر قریہ قریہ بستی بستی اپنے سحر طراز نغمے بکھیرے ان کی روحانی تبلیغ جس سے غار حرا کی بازگشت کی یاد تازہ ہوتی ہے ایک مردہ قوم کو زندہ کرنے کے لیے مسیحائی کرتی رہی۔ ہمارے ممدوح حضرت سوہنا سائیںؒ انہیں گراں مایہ ہستیوں میں سے تھے جنہوں نے تصفیۂ قلوب اور تزکیۂ نفوس میں بے مثل کردار ادا کیا۔ بلاشبہ ایسے مصلح صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

نہ غرض کسی سے واسطہ مجھے کام اپنے کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے

ضربیں کسی کے نام کی دل پہ یونہی لگائے جا
گو نہ ملے جواب کچھ، در یونہی کھٹکھٹائے جا

قافلہ جو عزم و یقین سے نکلے گا
جہاں سے چاہے گا رستہ وہیں سے نکلے گا

وطن کی مٹی ایڑیاں رگڑنے دو
مجھے یقین ہے کہ پانی یہیں سے نکلے گا

کلام ولی میں شاعرانہ خوبیاں علمِ بیاں کا استعمال

حاکم دین جوکھیو ٹھٹھہ

ادب کی ایک مضبوط اور قدیم ترین صنف شعر و شاعری ہے۔ اس میں شاعر اپنے خیالات کا اظہار احسن طریقہ سے کرتا ہے۔ دُنیا کے ہر مذہب کی طرح اکابرین اسلام نے بھی شاعری کو اپنایا ہے۔ جس کے ثبوت تواریخِ اسلام میں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اکابرین یا اہل اللہ کے کلام میں انسان کی اصلاح ہی مقصود ہوتی ہے۔ اس لیے جس طرح کتاب ہدایت یعنی کلام اللہ میں غور و فکر ضروری سمجھا جاتا ہے، بالکل اسی طرح کلام اولیاء اللہ میں بھی غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس میں بھی کلام اللہ کی طرح روحانیت کے رموز و اسرار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

سوہنے سُہا نے اشعار کا مجموعہ بنام "کلام ولی" (جو قطب الارشاد خواجۂ خواجگان ولی کامل حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے منظوم کلام کا مجموعہ ہے) کو بغور مطالعہ کرنے سے سالکانِ طریقت کو ایک راہ راست مِل جاتی ہے، کیونکہ مذکورہ کتاب میں اکثر و بیشتر، پیر و مرشد، ہادی و رہبر کی محبت و فنائیت میں لکھی ہوئی منقبتیں ہیں، جو حضور سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ نے اپنے پیر کامل حضور پیر مٹھار رحمتہ اللہ علیہ کی شان میں حال وجد و استغراق کے عالم میں کہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عاشقانِ شیخ کامل و فدائیان پیر میں یہی منقبتیں پڑھنے سے وجدانی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

کتاب اور صاحبِ کتاب قدس سرہ السامی کی حقانیت، روحانیت، نورانیت اور مرتبۂ ولایت کے متعلق اس رسالہ میں پیر کامل، سیدی و مرشدی حضرت محبوبِ سجن سائیں دامت برکاتہ اور فخر علماء و نورِ طلباء حضرت علامہ حبیب الرحمن گبول طاہری مدظلہ کے مفصل مضامین ہیں۔ مضمونِ ہذا بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ راقم الحروف اس قابل تو نہیں کہ اتنے عظیم المرتبت اولی العزم ولی اللہ کے پاک کلام پر کچھ تحریر کرے مگر چونکہ یہ ایک عظیم سعادت ہے۔ اس لئے چند کلمات حاضر خدمت ہیں۔

خوبیاں: دوسری خوبیوں کے علاوہ مذکورہ کلام کی ایک بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ پُورا

کلام علم بیاں اور علم بدیع کے اصول و قوانین کے تحت قلمبند ہے، پس یہ حضرت نوراللہ مرقدہ کی علمی اور ادبی مہارت کی روشن دلیل ہے۔ بلادلیل میں نہیں کہتا بلکہ آپ نے واقعتاً ان علوم کے تحت شعر بنائے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اولیاءاللہ کے کلام میں اللہ کے فضل سے بہت سارے علوم کے ذخائر موجود ہوتے ہیں، کیونکہ وہ اللہ رب العزت کے یہاں سے سارے علوم، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی حاصل کرتے ہیں۔ جس طرح سید الاصفیاء والاتقیاء، تاج الشعراء، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے متعلق نقادین حضرات مختلف نوعیت کے نظریے پیش کرتے رہتے ہیں کہ آپ کے کلام میں فلاں فلاں خوبیاں ہیں، مگر آپ نے تو اپنے مالک و خالق حقیقی کی محبت میں فی البدیہہ یہ عمل کیا تھا نہ کہ آپ نے ایک جگہ بیٹھ کر شاعری کے علوم کے تحت، اس کے قوانین وضوابط یا عروض کے چیدہ چیدہ اصولوں کے مطابق انہیں قلمبند کیا، جس طرح دور حاضر کے بہت سے شاعر حضرات کرتے ہیں تو پھر آپ کے کلام میں یہ خوبیاں کہاں سے پیدا ہوئی ہیں؟ ہاں اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے محبوب بندوں کے کلام کو ان خوبیوں سے مزین فرماتا ہے۔ اس لحاظ سے حضور سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کے کلام میں بھی ایسی بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

علم بیان اسے کہتے ہیں جس میں تشبیہات اور استعاروں کا استعمال ہو، دو لفظوں کے درمیان کسی خاص بات یا خوبی کی مشابہت کو "تشبیہ" کہتے ہیں، جس طرح حضور سوہنا سائیں نے تشبیہ دی ہے۔

(1) بڻ مانجهي مرد مستانو، جيئن شمع تي پروانو

(منقبت نمبر16، مصرع6)

(2) ڏسي حسن جمال دلبر ٿيو هرڪو مستانو
وبو عيش پلي پوء سارو زرمال ۽ زمانو
لڳي آگ اندر ۾ جيئن شمع تي پروانو
پتنگن جان پڇي هزارن پنهنجي جان جلائي

(منقبت نمبر55، مصرع 1)

ان دونوں اشعار میں عاشق مستانہ کو شمع اور پروانے سے تشبیہ دی گئی۔ علم بیان کے مطابق عاشق مشبہ اور پروانہ مشبہ بہ ہے اور "جیئن یا جاں" کو حرف تشبیہ کہتے ہیں۔

اس کے علاوہ جب کسی شخص یا کسی شئے کے لئے بجائے اُس کے کوئی دوسرا لفظ استعمال کیا جائے جو کسی دوسری چیز یا کسی دوسرے شخص کا نام ہو جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دوسری شئے کی خصوصیت وہ اصل شئے میں نمایاں پاتا ہے جس طرح کسی بہادر آدمی کو دیکھ کر ہم کہتے ہیں کہ "شیر آرہا ہے" یعنی شیر کی جو خصوصیت بہادری کی ہے وہ اس شخص میں بھی ہے۔ الفاظ کے اس طرح استعمال کو "استعارہ" کہتے ہیں۔ اس میں "حرف تشبیہ" نہیں ہوتا ہے، جس طرح حضور سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہم نے اپنے پیر کامل کو سورج سمجھ کر اسے سُورج ہی کہا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

جڳ ۾ هئي اونده انڌوڪار چوڌاري

ايريو روشن سج سو تابان اچي ويو

(مقبت عـ1، مصرع عـ4)

اپنے پیر کامل کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دے کر آپ نے کہا:

تون دلبر دل جو جاني، سهڻو ماه ڪنعاني

تنهنجي مٽ نه ٿيو ڪوثاني، عرب عجم ملڪ سارا

حضرت پیر مٹھا کو "ابر باراں" ہی سمجھا، ملاحظہ فرمائیے

ڏک دور ٿيا سُک آيا ٿي، هر جاءِ بهاري ٿي

آيو ابرباران جو ويران وسي ، ويو

مرشدِ کامل کو مرید صادق نے بالکل مور ہی سمجھا

چيم مور سُهڻا تنهنجي نُور آهي

چيائين لُٽڻ دل جا هي رنگ آهن

آپ نے رہبر کامل کے چہرہ انور کے لئے نگاہ کے لئے اور زلفوں کے لئے عجیب وغریب استعارے استعمال کیے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

چهرو گهوٽ سندو آه شمس الضحي - نيڻ نرگس زلف وليل سجيءِ

لعلي لبن جي موهيو جڳ کي ادا - حسن يار جي هر جاءِ منادي ٿي

گـل برگ نازڪ پر نازبدن - ڏسي ڏند ڪري ريس درعدن

لب لعل ياقوت سيمي ذقن - پسي عشاقن ۾ شور بيتابي ٿي

اسی طرح آپ کے کلام مبارک میں اور بھی بہت استعارے ہیں جو طوالت کے سبب یہاں لکھنے سے قاصر ہوں۔

علم بدیع یا صنایع بدایع وہ علم ہے، جس میں فصیح اور بلیغ کلام کے لفظی اور معنوی خوبیوں سے بحث ہوتی ہے۔ اس علم کے جاننے والے کو کلام کی تمام خوبیاں اور صنعتیں معلوم ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ عمدہ، بختہ اور اچھا کلام لکھ سکتا ہے۔ عربی میں سب سے پہلے ابو تمام نے صنعتیں استعمال کیں، اُس کے بعد دوسرے شعراء و ادباء نے جُدا جُدا صنعات ایجاد کیں۔ پہلے یہ علم اہل ایران کو نیا لگا، اس لئے وہ اسے "علم بدیع" اور اس کی صنعتوں کو صنایع بدایع کہنے لگے۔

صنعت کے معنیٰ کاریگری اور مہارت کے ہیں، جو کاریگری لفظوں میں ہو، اسے صنعت لفظی اور جو معنیٰ میں ہو اسے صنعت معنوی کہتے ہیں۔

حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے کلام میں بھی صنعتوں کا استعمال پایا جاتا ہے، مگر سوائے صنعت تلمیح کے باقی بہت کم صنعتیں ملتی ہیں، وہ بھی کسی دو تین مصرعوں میں یا اس سے بھی کم، جس طرح مندرجہ ذیل شعر میں صنعت ترجیع کا استعمال ملاحظہ کیجئے:

محبوب تون، مرغوب، تون، مطلوب مدنيءِ ميرحو
منٺار تون، دلدار تون، داور ڏنو توکي دان آ

(منقبت ع۔9)

اس طرح اور بھی کچھ اشعار ہیں، جس میں صنعت ہذا ملتی ہے۔ (جس شعر میں الفاظ کو خانہ بخانہ، ہم وزن استعمال کیا گیا ہو اسے صنعت ترجیع کہتے ہیں)

(۲) صنعت مراعات النظیر:

ماہرین صنعت کتابوں میں لکھتے ہیں کہ شاعر شعر میں ایک شئے یا کسی شخص کا نام لے کر اس سے نسبت رکھنے والی بہت سی اشیاء کا تذکرہ کرے تو یہ صنعت مراعات النظیر کہلاتی ہے۔ جس طرح سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنی ہر شئے حتیٰ کہ گوشت پوست، خوراک، لباس، جگر، خون، وغیرہ کی کامل نسبت اپنے شیخِ کامل حضور پیر مٹھا رحمتہ اللہ علیہ کی ذات سے کرلی تھی، ملاحظہ فرمائیے:

گوشت پر تنهنجي، پوست پر تنهنجي، هوش پر تنهنجي محبت مون
خوراڪ منهنجي، پوشاڪ منهنجي، پڻ موت حياتي سهڻا يار
پير پيارا اندر جا ٺارا.....

کلڻ تنهنجو ڏسڻ تنهنجو، گهمڻ ۽ گفتگو سارو تو،
غذا روح سندي، دل مجروح سندي ملم نہ اهڙي ہي کا يار
پیر پیارا اندر جا ٺارا.....

(۳) صنعت تلمیح:

شعر میں کوئی قصہ یا قرآن مجید کی آیت یا نبی علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی حدیث یا اس طرف کوئی اشارہ ہو تو ایسی کاریگری کو صنعت تلمیح کہتے ہیں۔

حضرت نور اللہ مرقدہ کے کلام میں اس صنعت کا بہت زیادہ استعمال ہے۔ اہل علم صاحب قرآن و حدیث کے جاننے والوں کو بعد از مطالعہ ایسے بہت اشعار ملیں گے۔ جن میں قرآن و حدیث کا بعینہ استعمال، کہیں صریحاً اور کہیں اشارتاً کیا گیا ہے۔ جس طرح ایک شعر میں آپ نے "اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ" کا استعمال کیا ہے۔

رک هوش ادا، ولين جو شان تہ ڏس تون
لن اولياء الله، کولي قرآن تہ ڏس تون
لا خوف عليهم، سڻ ارشاد تون باري

اور ایک جگہ "فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ" (بقرہ) کا استعمال ملاحظہ کیجئے:

ذکر کان نہ ٿي دم تون غافل ادا
امر "فَاذْكُرُوْنِيْ" آهي ثابت ادا

حدیث قدسی: لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولاکن یسعنی قلب عبد مومن، کا استعمال اس طرح کیا:

چيو شان دل جي ۾ خدا - لايسعني ارضي وسما
منجهہ قلب مومن منهنجي جا - دل جاء ٿي سوڙهي فراخ

حدیث نبوی ﷺ: "فطوبیٰ للفقراء وضعفاء من امتی" کا استعمال درج ذیل شعر میں ملاحظہ فرمائیے:

سندس مجلس آهي غريبن جي - آهي سنگت جماعت غريبن جي
نبوي خاص بشارت غريبن جي - فطوبيٰ للغرباء آ حديث سچي

"الحب من الایمان" محبت جزوایمان ہے، کا استعمال:

صدحيف تن جي حال تي جن ملڪ پنهنجو وساريو
سمجهه معنيٰ "من الايمان" جن ڪي آ حب وطن

آپ کا کلام مبارک ویسے بھی قرآن و حدیث سے دور نہیں، اول تا آخر قرآن و حدیث کا مظہر ہے، آپ نے بہت سے مقامات پر قرآن و حدیث کا بالکل منظوم ترجمہ کیا ہے، جس طرح تاج الشعراء سیدنا بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہی کلام کو یہی شرف دیا ہے کہ:

جي تو بيت ڀانئيا، سي آيتون آهين
نيومن لائين، پريان سندي پار ڏي

پس یہی حقیقت حضور سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کے کلام کی بھی ہے، لہٰذا قارئین کرام آپ کے اشعار میں سے چند اشعار مع قرآن و حدیث ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آیت ۱۹۱)

ترجمہ: (پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔

(1) ڇڏڪار بندا ڪر تون يادالله
اٿي ويٺي ستي ڪر تون ذڪر الله

(۲) سُتے کھڑے کر توں ذکر
بیٹھے ٹریئے کر توں ذکر
تنہا جمع کر توں ذکر

(3) تون اٿي ويٺي سُتي ڪر ياد رب
شوق رک پنهنجي ڏٿيءَ سان روز شب

(۲) وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (شوریٰ آیت ۳۶)

ترجمہ: جو شخص رحمٰن کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، وہ اس کا ساتھی ہے۔

ذكر كان گھڙي جي تون غافل رهين

ٽيندين سنگتي شيطان جو يار تون

(۳) وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (عنكبوت)

ترجمہ: اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

ذكر آهي رب جو اعليٰ أتم

پڙهي ڏس قرآن ۾ يار تون

(۴) وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (طٰهٰ آيت۱۲۴)

ترجمہ: اور جو شخص میری (اس) نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا (کر کے قبر سے) اٹھائیں گے۔

(1) جيڪي ذڪر کان منهن موڙيندا - ڏاڍو تنگ دنيا ۾ گذاريندا

ڪري انڌو تن کي اٿاريندا - پوءِ ته روئندا زار و زار ادا

(2) دنيا ۾ ذكر كان جي منهن تا موڙن

انڌا ٿين حشر ۾ ٿي هوشيار تون

(۵) وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذريات آيت)

ترجمہ: اور نہیں تخلیق کیا ہم نے جن اور انس کو مگر اس لئے کہ میری عبادت کریں۔

(٦) وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (هود-پ۱۲)

ترجمہ: اور کوئی (رزق کھانے والا) جانور روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے نہ ہو۔

لئي معرفت حاصل ڪرڻ، پرور توکي پيدا ڪيو

رزق روزيءَ جو ذمو سارو آهي پاڻ تي ڪنيو

قرآن ۾ سو صاف ظاهر، رب آ وعدو ڪيو

(۷) اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد)

ترجمہ: خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

(۸) الشيطان جاثم علىٰ قلب ابن آدم فاذا ذكر الله خنس و اذا غفل وسوس (رواه البخاري)

ترجمہ: شیطان آدمی (انسان) کے دل پر جما ہوا بیٹھا ہے، جب آدمی اللہ کو یاد کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہو تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

ذکر کان اچي تو قلب کي قرار
ذکر نفس مارڻ جي لاءِ آ ترار
ذکر کان پڇي ٿئي تو شيطان بيزار

(۹) من عادیٰ لی ولیا فقد اُذنته بالحرب (حدیث قدسی)

ترجمہ: جس نے عداوت کی میرے ولی سے، اس سے میرا اعلانِ جنگ ہے۔

ولين سان عداوت جو کر غور مسلمان
تنهن سان جنگ سندو رب جو سڻ اعلان

(۱۰) لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبد مؤمن (حدیث قدسی)

ترجمہ: میں زمین اور آسمان میں نہیں سما سکتا، مگر مومن بندے کے قلب میں سما سکتا ہوں۔

زمين آسمانن ۾ مان نه سمايان
منجهه قلب مومن جي ادا ديرو ڪيو

(۱۱) عن ابی موسیٰؓ قال قال النّبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربه و الذی لا یذکر ربه مثل الحی و المیت (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا ہے ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

تو ذکر ڪمايو نه ذاتي آ تواجائي وڃائي حياتي آ
اهو جيئرو ناهي مماتي آ - حڪم منجهه حديث نروار ادا

(۱۲) الا انبئکم بخیر اعمالکم و ازکها عنه ملیککم و ارفعها فی درجاتکم و خیر لکم من انفاق الذهب و الورق و خیر لکم من ان تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقهم و یضربوا اعناقکم قالوا بلیٰ قال ذکر اللّٰہ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمام میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو راہ اللہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں، اس سے بھی بڑھ کر ہے، صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

سیم وزر صدقات سے - نیکی جنگ جہاد سے
ہر عمل خواہ خیرات سے - اعلیٰ ذکر اللہ دا

(۱۳) لکل شئ صقالة و صقالة القلوب ذکر اللّٰه (مشکوٰۃ) (عن عبداللّٰه بن عمرؓ)

ترجمہ: ہر چیز کا صیقل (صفائی کرنے کی چیز) ہے اور دلوں کا صیقل (صفائی کی چیز) ذکر الٰہی ہے۔

1- ذکر کان ٿئي صحن دل جو صفا، ذکرکر ذکر کر
2- قلب تنھنجي کي ولي ويو مرض آ
مرض جي دوا ڪرڻ پي فرض آ
ذکر ذاتي آ لن لاء دوا
ٿو ٿئي جنھن کان صحن دل جو صفا

(۱۴) کن فی الدنیا کانک غریب او عابری سبیل (الحدیث)

ترجمہ: دنیا میں ایسے ہو جاؤ گویا کہ تم چلتے راہ یا مسافر ہو۔ (تھوڑی دیر رکنے والے) ہو۔

دنيا ۾ مسافر تنھنجي جاء اڳتي
اڏاء ڪين ماڙيون، دُنيا ڪيل فاني

(۱۵) قلب المؤمن عرش معلیٰ - قلب المؤمن بیت معلیٰ

ترجمہ: مومن کا دل اللہ کا عرش ہے، مومن کا دل اللہ کا بیت (گھر) ہے۔

توتي رب جي سدا نگاه آ - توکي شرف بيت الله آ
دل رب جو عرش عظيم آ - جنھن ۾ ٽڪندو پاڻ قديم آ

(۱۶) عن ابن عباسؓ قال قال رجل یا رسول اللّٰه من اولیاء اللّٰه قال الذین اذا رؤوا ذکر اللّٰه (حلیة الاولیاء)

ترجمہ: ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اولیاء اللہ کو ن ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔

جنھن جي ڏسڻ سان ادا - اچي ياد تو رب العليٰ

ان طرح چيو خير الوري - سو پير وٽ تون پير وٺ

(۱۷) ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی راس کل ماۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال کے سرے پر ایسے بندے پیدا کریگا جو اس امت کے لئے اس کے دین کو نیا اور تازہ کرتے رہیں گے۔

اهو خيرالوري جو فرمان آهي - ٿيندو مجدد صديءَ ۾ هڪ جوان آهي

ڪڍي ٻي ديني ڏيندو ايمان آهي - آهي رحمت رب جي ساري ٿي

(۱۸) دنیا گندگی کی مثل ہے اور اس کے طالب کتے ہیں (الحدیث)

دنيا ڪي چيو ڊونڊ سرور سچي آ - ڪُتا ان جا طالب اها قدرداني

اس کے علاوہ کچھ اشعار ایسے بھی ہیں جو قرآنی قصوں کی طرف اشارے دیتے ہیں۔ مثلاً:

1- فرعون، هامان، قارون، نمرود

دنيا سبب تڙايا نه ڪم آئي خاني.

2- ڏسي تجلي موسي هڪ مست ٿيو

تنهنجي ڇهري جڳ ڪي آ مست ڪيو

بعض مقامات پر آپ نے استعارے کے طور پر مشہور لوک داستان لیلیٰ مجنون، سسی پنوں اور عمر ماروی کا بھی استعمال کیا علاوہ ازیں آپ نے طریقت اور تصوف کی بہت سی باتوں کا تذکرہ اور سالک کی منازل اور لطائف وغیرہ کا بھی بیان اپنے کلام میں کیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ ساری باتیں شعر کی ایک خاص خوبی اور صنعت میں شامل ہیں جسے علم بدیع میں تلمیح کہتے ہیں۔

تجنیس حرفی:

الفاظ کو ایک ہی حرف سے شروع کرنے والی صنعت کو تجنیس حرفی کہتے ہیں، کچھ

شعراء حضرات تجنیس حرفی پر زیادہ زور دیتے ہیں مگر یہ اتنی اہم نہیں، اصل بات شعر کا مقصد اور غرض ہے، تاہم یہ باتیں بھی شعر کو چار چاند لگا دیتی ہیں جس سے شعر کا حسن دوبالا ہوجاتا ہے۔ حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے کچھ اشعار میں تجنیس حرفی پائی جاتی ہے۔

1- محبوب تون مرغوب تون مطلوب مدنيءَ ميرجو
مننار تون دلدار تون، داور ڏنو توکي دان آ

2- سرتاج سخي سرور سلطان اچي ويو
محبوب مدنيءَ مير جو دل جان اچي ويو

3- مڃ محبت جو واه مچايو آ
وٺي منصور واري آه مام کلي

اصطلاحات:

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ زبان کو اصطلاحات کے استعمال سے مضبوط اور مؤثر بنایا جاسکتا ہے۔ دنیا کی ہر زبان کی اپنی اصطلاحات ہیں جن کی لفظی معنیٰ اور ہوتے ہیں اور اصطلاحی معنیٰ اور ہوتے ہیں، مصنفیں اپنی تصانیف کو زیادہ پختہ کرنے کے لئے اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ مقررین اپنی تقاریر کو زیادہ مؤثر بنانے کے لئے، مدرسین اپنے مضامین کو زیادہ آسان اور عام فہم بنانے کے لئے اور شعراء اپنے اشعار کو زیادہ شستہ اور فصیح و بلیغ بنانے کے لئے تمثیلات اور اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں۔ سید الشعراء حضرت شاہ عبد اللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شعروں میں بہت سی اصطلاحات استعمال کی ہیں حتیٰ کہ جو سندھ کے دیہاتی علاقوں کی اپنی اصطلاحات ہیں ان کو بھی اپنے عظیم اشعار میں جگہ دی۔ کیوں کہ دیہاتی اصطلاحات کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کے استعمال سے زبان کو زیادہ شستگی اور سادگی ملتی ہے۔ عظیم مصلح اور ترجمانِ مسلمین حضور سوہنا سائیں قدس سرہ نے بھی اپنے کلام کو اصطلاحوں کے استعمال سے شستہ بنایا ہے۔ کچھ تو بالکل دیہاتی علاقوں میں مروجہ اصطلاحات پائی جاتی ہیں۔ جیسے ملاحظہ کیجئے:

1- جت شيطان هنا ديرا کيا - لڳي اسلام جا اڄ نعرا ويا
کڻي ٽپر منهن ڪارا ڀڳا - ڪني خبرداري پير منهنجي پير آ

2- سهڻل جان ڏسي تو - دلين کي لٽي تو
عقل مت کسي تو - سمجهي ديد بدلايو

3- دل ناز دلبر جي گهائي هني - سڪ سوز ٻجهڻ جي سڪائي هني
دردن دونهن دل ۾ دکائي هني - ڏني باد صبا هي خبر ڪلي
دلبر دير الائي چو لاهي هني - دلڙي طعنن ڏاڍي تپائي هني
اڄ يار وصل جي آوائي ٿي - ٻڌي حاسد جا ويا هن جيرا جلي
ٿيو بخت منهنجو اڄ سوايو آ - ڪامل قربئون قدم گهمايو آ
ٿيو خاص رحمت جواڄ سايو آ - دري بهشت سندي اڄ آهي ڪلي
آيا اڱڻ منهنجي آهن دوست دلي - سڪن ڏسڻ جنهن جي لاءِ ٿا ڪل ولي

(منقبت نمبر17)

آپ کا پورا کلام عجیب وغریب اصطلاحوں سے بھرا ہوا ہے شاید کوئی ایک بھی منقبت ایسی نہ ہو جو مطلع سے مقطع تک اصطلاح سے خالی ہو آپ نے جتنی بھی اصطلاحات استعمال کی ہیں ان میں کچھ ملاحظہ فرمائیں:

مچ مچائڻ، رنگ لائڻ، محبت جا مينهن وسڻ، سرساه گهورڻ، پيرن پني ٿيڻ، قرب جا قدم کڻڻ، قدمن تان قربان ٿيڻ، دل لٽڻ، نيڻ ترڻ، فيض سخاجي بازار کلڻ، هو کو هلڻ، ڏومر مچڻ، هوش رلڻ، ڪپڙن ۾ نہ ماپجڻ، قدم گهمائڻ، ملڪان ملڪ مشهور ٿيڻ، چوڏاري چرچا ٿيڻ، قربن ڪسجڻ، دل ڪسڻ، سچ چنڊ جو شرمائڻ، عيدون ٿيڻ، ڪانگ اڏائڻ، گهور ڪرڻ، مفت مارڻ، سار لهڻ، شيطاني راند ڪيڏڻ، آبياري ڪرڻ، واڄٽ وڄڻ، وصل جي وائي ورڻ، جيرا جلڻ، بهشت جي دري کولڻ، دل اڙائڻ، دل جا ڳائڻ متبهٽڻ، پانڌ ڳچي پائڻ، عرض اگهائڻ، منهن موڙڻ، پيچ پائڻ، نينهن لائڻ، پيرن جي خاڪ ٿيڻ، مجنون ٿيڻ، سورن سازي چڙڻ، دامن جهلڻ، قربن قيد ٿيڻ، جان ڳارڻ، گوندر ۾ گهارڻ، دل ۾ ديرو ڪرڻ، وغيره.

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ ایک تحریک

ڈاکٹر غلام یاسین سیال

ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی خوبی رکھی ہوتی ہے کوئی اچھا مقرر ہوتا ہے کوئی اچھا مصنف، کسی کی آواز اچھی ہوتی ہے کسی کی صورت، کوئی اچھا صائب رائے ہے اور اس میں لوگوں کی رہبری (leadership) کی صلاحیت ہے۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو محروم نہیں کیا یہ اس کے کارخانۂ قدرت کا نظام ہے۔ لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مجموعۂ خواص بنایا ہوتا ہے۔ ایسی ہستیاں زمین کے اوپر اللہ کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ انبیاء کرام اسی طرح کی شخصیات ہوا کرتی تھیں، سلسلہ انبیاء بند ہونے کے بعد کامل متبعین انبیاء انہیں خصوصیات اور ذمہ داریوں کے ساتھ دنیا میں آتے رہیں گے قرآن کریم میں کہیں ان کو اولیاء اللہ کہا گیا، کہیں صادقین ،کہیں متقین۔ ان کی حیثیت حدیث پاک کی رو سے وارث انبیاء کی ہوتی ہے، انبیاء کا ورثہ علم ہوتا ہے اور علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک علم زبان دوسرا علم دل نائب نبی دونوں علوم سے بہرہ مند ہوتا ہے، اس کے پاس ضروریات دین کا علم بھی ہوتا ہے اور اس پر وہ عامل بھی ہوتا ہے۔ یہ عمل وہ خاص رضائے الٰہی کے لیے کرتا ہے کسی کو دکھانے کے لیے نہیں کیونکہ اس کا دل دنیا سے فارغ ہوتا ہے، اس کے پاس کروڑوں روپے ہوں یا کچھ بھی نہ ہو اس کی توجہ اپنے رزاق کی طرف ہی رہتی ہے۔

ان اولیاء کرام میں پھر درجات ہوتے ہیں، جو ان میں سب سے زیادہ کامل ہوتا ہے اس کے ذمہ ہی بالاصل دعوت و ارشاد کا کام ہوتا ہے، باقی حضرات بھی اپنی حیثیت کے مطابق یہ کام کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ اکثر لوگوں کے ذہنوں میں یہ نظریہ ہوتا ہے کہ بڑا بزرگ وہ ہوتا ہے کہ جو مختلف قسم کے شعبدے دکھائے یا عجیب و غریب قسم کی باتیں کرے، حالانکہ یہ بات درست نہیں، یہ چیز ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو علم لدنی عطا فرماتا ہے ان سے کرامات صادر ہوتی ہیں، لیکن یہ ان کی ولایت کی شرط نہیں کہ وہ کرامات دکھائیں انبیاء و اولیاء کرام روز مرہ زندگی میں عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ اسی لیے کفار مکہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام کے بارے میں کہتے تھے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو بازاروں میں چلتے ہیں عام انسانوں کی طرح کھانا کھاتے اور شادیاں کرتے ہیں۔

اسی طرح اولیاء کاملین دیکھنے میں، گفتگو، نشست و برخاست میں عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں ،لیکن ان کی زیارت دلوں کو سکون بخشنے والی ،ان کا اخلاق ،اخلاق نبوی ،ان کے اعمال شریعت مطہرہ کے مطابق ہوتے ہیں ،ان کی صحبت سے دلوں کا زنگ اترتا ہے ،دنیا کی محبت کم ہوتی ہے ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اضافہ اور اعمال میں بہتری ہوتی ہے ، یہی اصل میں اولیاء کرام کی نشانیاں ہوتی ہیں۔

سلطان الاولیاء غوث زمان حضرت قبلہ سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ بھی ان ہستیوں میں ایک روشن مینارہ تھے جن کو اپنی ذات میں انجمن کہیں تو ہرگز بیجا نہ ہوگا۔ کہنے کو ایک ذات ،ور حقیقت ایک مکمل تحریک تھے۔ سلسلہ روحانیت کے پیشواؤں کے سالار ہونے کے علاوہ اللہ نے آپ کو بے شمار ظاہری خوبیوں اور صلاحیتوں سے بھی نوازا تھا، آپ نے ہر طرح اور ہر جہت سے مخلوق خدا کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور انہیں اللہ سے ملایا۔ تحریک اصل میں محرک سے بنتی اور پروان چڑھتی ہے ،اسی کا عطا کردہ جذبہ ہوتا ہے جو تحریک کے کارکنوں کے رگ و ریشہ میں سرائیت کر کے ان سے کام کرواتا ہے۔ تحریک کی کامیابی کے لیے ضروری چیزیں محرک اور کارکنان تحریک کی حصول مقصد سے سچی لگن اور ان کی آپس میں دلی وابستگی اور تعلق ہوتی ہیں۔ جب ہم حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارکہ اور آپ کے غلاموں کی اس تحریک کے لیے کوششوں جو کہ احیاء دین اور مخلوق خدا کے لیے تھیں، کو دیکھتے ہیں تو یہ چیز واضح طور پر نظر آتی ہے کہ جہاں حضور سوہنا سائیںؒ اپنے غلاموں سے بے پناہ محبت فرماتے تھے ،وہاں آپ کے خدام بھی ہمیشہ آپ پر جان چھڑکنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

ترویج دین اور لوگوں کی اصلاح کے لیے آپ نے ہر عمر اور ہر طبقۂ فکر کے لیے مختلف تنظیمیں بنائیں۔ جماعت اصلاح المسلمین ، جمیعت علماء روحانیہ ، روحانی طلبہ جماعت ان ہی تنظیموں میں سے ہیں۔ آپ کی تربیت ،جذبہ ،فکر اور درد دین کا اثر تھا کہ ان تنظیموں نے دین متین کی قابل مثال خدمت کر دکھائی۔ روحانی طلبہ جماعت کے نوجوان اسکول اور کالجوں میں شریعت پر عمل ،بہترین اخلاق و کردار کی وجہ سے ممتاز نظر آتے تھے ،اساتذہ کے ادب اور پڑھائی میں محنت کی وجہ سے ہمیشہ تعریف کے مستحق ٹھہرتے تھے۔ یہ وہی بگڑے ہوئے نوجوان تھے جو والدین اور اساتذہ کے لیے باعث پریشانی ہونے کے علاوہ تعلیمی میدان میں بھی پیچھے تھے۔ اس بگڑی قوم کو سنوار کر دوسروں کے لیے بھی قابل تقلید بنانا یہ میرے سوہنا سائیںؒ کا ہی کمال تھا۔

تنظیم کے کارکنوں پر آپ کی شفقتیں اور مہربانیاں بے پایاں تھیں اکثر عہدیداروں کو

بقیہ صفحہ نمبر

سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ اور میرا بچپن

محمد عثمان بوز دار

اس دنیا آب و گل میں چند ایسی بزرگ ہستیاں ہو کر گذری ہیں کہ اگر ان کو بھلانا چاہیں تب بھی بھولتی نہیں ہیں یہ عمل انسان کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ قدرتی عمل ہے، میرے سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت بھی ایسی ہے انسان کا ذھن کمپیوٹر سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ خصوصی طور پر بچے، بچپن کی دیکھی ہوئی یا یاد کی ہوئی باتوں کو عرصہ تک یاد رکھتے ہیں۔ بچپن میں میرے ساتھ بھی کچھ واقعات و حالات پیش آئے جن کو آپ کی نظر کر رہا ہوں۔

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے ہر ایک محبت رکھتا تھا اور رکھتا ہے اور ایسی شخصیت سے محبت رکھنی بھی چاہیئے شاید اسی بنا پر میں بھی، بچپن سے آپؒ سے محبت رکھتا ہوں، حضرت صاحب موسم گرما میں ہر سال تین ماہ کے لیے دربار طاہر آباد شریف پر تشریف لاتے تھے۔ ہم دن میں اسکول جاتے تھے اور شام کو مصروفیات سے فارغ ہو کر عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں اپنے گاؤں سے آکر طاہر آباد شریف میں حضرت صاحب کے ساتھ پڑھتے تھے اور ان نمازوں میں سکون و اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ شدید گرمی کے باوجود ہم (بچے) فقراء کے ساتھ ننگے پاؤں حضرت صاحب کے انتظار میں حویلی کے دروازہ پر کھڑے رہتے تھے جب حضرت صاحب نماز کے لئے مسجد شریف میں تشریف لاتے تو سارے فقراء چھوٹے بڑے ہر ایک کی زبان و دل سے بے اختیار اللہ، اللہ کی ضربیں جاری ہوجاتی تھیں، یہی اللہ والوں کی نشانی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ "اذا روا ذکر اللہ" جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے، چونکہ ان دونوں ہم بچے ہوتے تھے اور صحیح تلفظ وغیرہ نہیں نکالتے تھے تو میں نے ایک دفعہ جب اللہ، اللہ کا ذکر کیا تو ایلہ، ایلہ کہنے لگا کچھ فقراء اب بھی ایسا بولتے ہیں ان کو اپنی اصلاح کرنی چاہیئے، حضرت صاحب نے مجھے شفقت سے نزدیک بلایا اور شفقت بھرا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر فرمایا کہ ایلہ نہیں بلکہ اللہ، اللہ کہا کرو، یہ سب کچھ آپ کی شفقت و پیار تھا کہ ہر ایک سے پیار سے ملتے اور پیار سے سمجھاتے تھے یہاں تک کہ بچوں کو بھی پیار سے نوازتے تھے، حضرت صاحب شدید بیماری اور شرعی عذر کے باوجود نماز با جماعت پڑھنے کے لئے مسجد میں تشریف لاتے تھے آخری دنوں میں آپریشن کے بعد وہیل چیر پر تشریف لاتے تھے دروازہ سے چاچا لانگری اس چیر کو لے کر مسجد کی طرف چلتے ایک دفعہ جیسے ہی

آپؒ وہیل چیئر پر بیٹھے تو میں نے سعادت سمجھتے ہوئے پاؤں رکھنے والی سیٹ کو نیچے کیا جلدی کرنے کی بناء پر وہ سیٹ حضرت صاحب کے پاؤں پر زور سے لگی میں نے خود اس کی خراش جسم اطہر پر دیکھی لیکن حضرت صاحب نے مجھ سے کچھ بھی نہ فرمایا بلکہ مسکراتے رہے، اس قسم کے کئی واقعات ہیں میں نے اپنے والدین سے سنا ہے کہ حضرت صاحب کے خادم خاص خلیفہ حضرت عبدالخالق شاہؒ تھے اور ان کی کوئی اپنی اولاد نہ تھی ایک مرتبہ دربار طاہر آباد شریف پر جب حضرت صاحب تشریف لائے تو شاہ صاحب نے ایک بچہ گود لینے کی خواہش ظاہر کی۔ گاؤں والوں کی ان سے بے انتہا محبت ہوتی تھی ہر ایک اپنا بچہ دینے کے لیے تیار ہوگیا۔ لیکن زہے مقدر کہ یہ قرعہ بھی میرے نام نکلا۔ شاہ صاحب اور حضرت صاحب نے مجھے دیکھا گود میں بٹھایا پیار کیا چند دن خلیفہ صاحب کے اہل خانہ کی صحبت میں بھی رہا، جب حضرت صاحب طاہر آباد سے واپس اللہ آباد آرہے تھے تو اس دن گھر والوں کے سامنے عجیب منظر تھا کہ ان کا اپنا لخت جگر سفر میں اپنے گھر والوں سے دور جارہا تھا، یہ منظر درحقیقت وہ انسان صحیح محسوس کرسکتا ہے جس پر ایسی گذری ہو گھر والے خوش بھی ہو رہے تھے کہ ہماری قربانی قبول ہر رہی ہے اور اس خوشی میں خوشی کے آنسوں بھی نکل رہے تھے، میری بڑی بہن جو کہ بڑی محبت والی فقیرانی ہے اس سے رہا نہ گیا زار و قطار رونے لگی اور عرض کرنے لگی کہ حضرت میرے بھائی کو نہ لے جائیں میں مرجاؤں گی تو حضرت صاحب کو ترس آگیا اور شفقت فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا ہے لیکن ہم تم کو امانت دے کے جارہے ہیں شاید یہ الفاظ قبول ہو چکے تھے کہ چند سالوں کے بعد اللہ والوں کے دھن اطہر سے نکلے ہوئے الفاظ سچ ثابت ہوئے کہ حضرت صاحب کے وصال کے بعد عاجز نے مدرسہ عربیہ بخشیہ اللہ آباد میں درس نظامی پڑھنے کی خاطر داخلہ لے لیا، ان دنوں شاہ صاحبؒ حیات تھے اور میرا ہر طرح کا خیال رکھتے تھے بار بار طبع پرسی فرماتے کبھی کبھار گھر بلواتے اور کھانا وغیرہ کھلاتے تھے۔

کبھی کبھی اس منظر کو اور آج کے منظر کو دیکھتا ہوں تو دل گواہی دیتا ہے کہ واقعی اللہ والوں کی میرے اوپر کتنی نوازش ہے اور یہ نوازش شاید اب اور زیادہ حضرت محسن سائیں مدظلہ العالی مجھ پر فرمارہے ہیں۔

وصال:۔ جب میں ساتویں کلاس میں پڑھتا تھا ہمارے اسکول کا ایک نائب قاصد معشوق علی نامی تھا جو کہ ہمارے برابر والے گاؤں مسو بوزدار کا رہائش پذیر تھا وہ بھی حضرت صاحب کا عقیدت مند تھا جس کا مجھے صحیح علم اس وقت ہوا جب حضرت صاحب کا وصال ہوا تھا یہ اطلاع ہمارے گاؤں میں رات کو ٹیلفون کے توسط سے پہنچ چکی تھی اور صبح کو پورے گاؤں میں آگ کی

طرح پھیل گئی۔اس وقت گاؤں سے ایک قافلہ حضرت صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کی غرض سے اللہ آباد شریف آیا تھا چونکہ ہم بچے تھے اور اتنا خرچہ وغیرہ بھی نہ تھا ورنہ ہم نے اللہ آباد چلنے کی خواہش ظاہر کی تھی، جب اس دن عاجز اسکول پہنچا تو دوسرے پیریڈ میں جیسے ہی میری نظر اس نائب قاصد معشوق علی پر پڑی تو میں نے اکیلے میں اس کو بلایا اور حضرت صاحب کے وصال کی اطلاع دی،اس کو جیسے ہی میں نے بتایا وہ بے چارہ زار و قطار رونے لگا اور اسکول کے کام وغیرہ چھوڑ دیئے اور پارک میں جاکر بیٹھ گیا اور روتا رہا اسکول کا ہیڈ ماسٹر چونکہ غیر مسلم تھا،اور دیگر عملہ پریشان ہوگیا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے ہر کوئی اس سے پوچھ رہا تھا لیکن وہ صرف رو رہا تھا اور کسی سے بات بھی نہیں کر رہا بالآخر ہیڈ ماسٹر سے کسی نے کہہ دیا کہ ساتویں کلاس کے عثمان نامی لڑکے نے صبح اس سے کوئی بات چیت کی تھی اس کے بعد اس نے رونا شروع کر دیا ہے اسی اثناء میں اس کو روتا دیکھ کر میں بھی رونے لگا تھا تو ماسٹروں نے دیکھا کہ ایک طرف نائب قاصد رو رہا ہے اور دوسری طرف کلاس میں بچہ بھی رو رہا ہے ضرور کوئی خاص وجہ ہوگی۔

ہیڈ ماسٹر نے مجھے بلوایا اور دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے؟ مجھ میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ کچھ بول سکتا بالآخر سسکیاں لیتے ہوئے پورا ماجرا سنادیا چونکہ ہیڈ ماسٹر بھی حضرت سے متعارف تھا تو وہ بھی اندر ہی اندر رونے لگا اور مجھے دلاسا دیتا رہا اور کہا کہ تم آج کلاس سے چھٹی کرلو اور معشوق کو بھی چھٹی دے دی، طالب علم کو اگر کلاس سے چھٹی مل جائے تو اس زیادہ اس کو خوشی نہیں ہوتی، لیکن میں روتا ہوا بس میں گاؤں کے لئے سوار ہوا اور بس میں روتا رہا جب گھر کی طرف آرہا تھا تو راستہ میں ایک بڑھیا عورت نے مجھے روتا دیکھ کر مذاق کرنے لگی کہ آج تجھے ماسٹر نے مارا ہے،میں نے کہا نہیں بلکہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا ہے،اس لئے رو رہا ہوں میرا یہ کہنا تھا اور وہ بے چاری بھی رونے لگی اس کے بعد محبت میں اور اضافہ ہوتا گیا،یہ سب کچھ حضرت صاحب کی شخصیت تھی جس کے بھی کان تک حضرت صاحب کے وصال کی خبر پہنچی وہ جنازہ میں شرکت کے لئے دور دراز علاقے سے سفر کرکے دربار پر حاضر ہوا۔اگر سفر کی قوت نہ تھی تو ضرور اشک محبت بہادیئے حضرت صاحب کی شخصیت ایسی تھی کہ ہر فقیر سمجھتا تھا کہ جتنی محبت حضرت کی میرے ساتھ ہے کسی اور سے نہیں ہے۔

کرامت:۔ جب میں دربار عالیہ پر درس نظامی پڑھنے گیا اور پہلی دفعہ چھٹی پر گھر آیا تو والدہ کی بکری کو پیٹ میں شدید درد ہوا وہ درد سے چیخ رہی تھی اور والدہ بھی رونے لگی اور مجھے فرمایا کہ مدرسہ میں پڑھتے ہو کوئی تعویذ بنا کر دے دو مجھے تو کچھ بھی نہیں آتا تھا والدہ کا حکم مانتے ہوئے کاغذ و

قلم اٹھایا اور تین دفعہ حق سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر امی کو دیا اور کہا کہ اس کو پانی میں بھگو کر پانی بکری کو پلادو بکری تندرست ہو جائے گی اور ہوا بھی ایسا ہی کہ پانی پینے کے بعد بکری تندرست ہوگئی یہ میرے مرشد کے نام کی برکت ہے۔

آج بھی حضرت صاحب کو میں اپنے سامنے موجود پاتا ہوں مزار پر حاضری کے وقت آنکھوں میں اشک ضرور آتے ہیں لیکن دل کی آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ حضرت صاحب مجھ کو دیکھ کر مسکرا رہے ہیں اور قیامت تک مسکراتے رہیں گے۔

بقیہ سوہنا سائیںؒ ایک تحریک

بلاتے، تنہائی میں بھی ان کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ تنظیمی سرگرمیوں کے متعلق معلومات مہیا فرما کر ہدایات جاری فرماتے، مزید کوشش کے لیے تحریص دلاتے، اجتماعات اور تبلیغی دوروں میں ان کو کھڑا کر کے سامعین کو تعارف کرواتے اور بسااوقات ان کو تقریر کے لیے فرماتے۔ ان کے لیے انفرادی اور اجتماعی دعائیں فرماتے، ایک مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں یہ عاجز نواب ساہ سے بذریعہ ٹرین طاہر آباد شریف ٹنڈو الہیار گیا، کچھ دوسرے دوست بھی ہمراہ تھے، آپ ہی کے حکم کے مطابق ٹرین کی مختلف بوگیوں اور اسٹیشن پر لوگوں کو جمع کر کے رمضان المبارک کے فضائل بتائے بعد نماز ظہر حضور قبلہ عالم کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور جو دوستوں نے سفر کے دوران رمضان المبارک کے سلسلہ میں تبلیغ کی تھی مختصر عرض کی، حضور کا گلاب سا چہرہ مبارک کھل اٹھا اور نہایت ہی پر مسرت انداز میں جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہماری رگ رگ سے ان کے لیے دعائیں نکلتی ہیں ان کے لیے دعا کرو کہ اللہ ان کو اور ترقی دے" پھر پوری جماعت کے ساتھ مل کر ہمارے لیے دعا فرمائی۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ سخت گرمیوں میں روزے کی حالت میں اس سفر کی تکان کہاں رہی ہوگی، آپ کی ان دعاؤں اور محبتوں کا ہی اثر تھا کہ ان تنظیموں نے اتنی ترقی کی اور اتنی قلیل مدت میں اتنے باعمل کارکن پیدا کر دکھائے کہ بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اتنے باعمل، باکردار اور مخلص کارکن کسی بھی تنظیم میں دکھانا بہت مشکل ہے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ آپ کی یہ تحریک آپ کے سچے جانشین حضور قبلہ عالم محبن سائیں مدظلہ العالی کی قیادت میں جس تیزی کے ساتھ ترقی کر رہی ہے اور جس رفتار سے اس کی شاخیں بیرون ممالک بھی پھیل رہی ہیں، یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مستقبل قریب میں آپ کی یہ تحریک انشاء اللہ پوری دنیا میں پھیل جائیگی۔

منقبت شریف

آ دیکھ میرا پیر جو محبوب خدا ہے
جن انس و ملک حور بھی قدموں پہ فدا ہے
دیدار سخی یار کا مرضوں کی شفا ہے بیمار و لاچار کے دردوں کی دوا ہے
حیران و پریشان کو آرام ہوتا ہے
آ دیکھ میرا پیر جو محبوب خدا ہے
نورانی چہرہ میں چھپا ہے راز خدائی اک بار جو دیکھے پائے جہنم سے رہائی
دل برباد ہو آباد خدا یاد دلائے
آ دیکھ میرا پیر جو محبوب خدا ہے
برکات فیوضات میں ایسا تو اثر ہے گنہگار بنے ابرار پڑی جس پر نظر ہے
بے دین بھی دین کا مشتاق بنا ہے
آ دیکھ میرا پیر جو محبوب خدا ہے
اک بار جو دربار پہ آئے سوالی بھرپور ہو مسرور ہو کبھی جائے نہ خالی
بڑی مشکل بھی ہو آسان اگر ہاتھ اٹھائے
آ دیکھ میرا پیر جو محبوب خدا ہے
درکار ہے سرکار تجھے تیری رضا بس دین و دنیا و عقبیٰ میں مجھے تیری رضا بس
دربان تیرے در کا یہ ناچیز گدا ہے
آ دیکھ میرا پیر جو محبوب خدا ہے

(مولانا جان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

حضور سوہنا سائیںؒ کی تبلیغی حکمت عملی

محمود نظیر

یہ بات حقیقت ہے کہ تصوف کے ادارے نے جتنی مکمل شخصیات دنیا میں متعارف کروائی ہیں' دوسرے کسی ادارے نے نہیں کروائیں حضور سوہنا سائیں بھی ان صوفیائے کرام میں سے ایک تھے جن کے سینے میں دین کا درد بدرجہ اتم موجود تھا اور ان کے ذاتی عمل سے ان کے درد دین سے شغف کا اظہار ہوتا تھا۔

یہ صدی تحریکوں کی صدی ہے انسان نے انسان کی فلاح کے لئے بہت سے نظریات پیش کئے ہیں کہیں تو اس نے سائنس کو مذہب بنایا تو کہیں کیمونزم اور کئی ایک تحریکیں رد عمل کی وجہ سے وجود میں آئیں جس شخص نے جو محسوس کیا اس کو ایک خاص انداز میں دنیا کے سامنے پیش کردیا۔ ڈارون نے انسان کو اس کے اعلیٰ مقام سے اٹھا کر جہالت کی تھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔

"انسان کی ابتداء ایک جرثومے سے ہوئی ہے": اس دعوے کے لئے اس نے دلائل و براہین کے انبار لگادیئے اس صدی کے تمام مغربی مفکرین اس کی سوچ اور نظریات سے متاثر ہوئے گو حال کے کافی سائنسدان اسے رد کرچکے ہیں۔ ڈارون کے نظریات بنیادی طور پر مذہب دشمنی پر مبنی تھے بذات خود وہ سائنسدان تھا چنانچہ اس نے سائنسی انداز میں اپنے نظریات کو منوانے کے لئے کتابیں لکھیں مذہب کے ابطال کے لئے اس نے نظریہ ارتقاء کو بنیاد بنایا۔ اور مغربی اقوام کو ایک لائحہ عمل اور فکر دیا۔ اسی طرح فرائڈ نے عیسائیت اور اسلام دشمنی کے جذبے کو دوسروں تک منتقل کرنے اور ان کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے جنسی نظریات کو متعارف کروایا OEDIPIOUS COMPLEX اور ELECTRA COMPLEX کی اصطلاحات وضع کیں فرائڈ بذات خود یہودی تھا اور یہودیوں کو چونکہ اس کے دور میں بڑی حقارت سے دیکھا جاتا تھا چنانچہ اس نے اپنی قوم کی اس ذلت کا بدلہ لینے کے لئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہودی ہی صرف مفاد پرست 'کینہ پرور' انسان دشمن حاسد اور بداخلاق نہیں ہوتے بلکہ ساری دنیا انہی خصوصیات کی حامل ہے غیر یہودیوں سے اس عناد

اور بغض پر مبنی نظریات کو متعارف کرانے کے لئے نفسیات کا سہارا لیا' اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اخلاق' ضابطہ اور مذہب کچھ نہیں یہی حال کارل مارکس کا ہے مارکس کا تعلق ایک انتہائی غریب گھرانے سے تھا یہ بھی یہودی تھا معاشی مسئلہ اس کے لئے سنگین اور بنیادی تھا ساری عمر اس نے قرضے لے لے کر گذارہ کیا اس معاشی غیر آسودگی نے مارکس کے ذہن' سوچ' عمل' طرز فکر' ہر شے کو متاثر کیا اور اس کا رخ موڑ دیا وہ پکار اٹھا کہ انسان کی بنیادی ضروریات روٹی کپڑا اور مکان ہیں مذہب انسان کی زندگی میں ثانوی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

خدا نے انسان کو نہیں بلکہ انسان نے خدا کو تخلیق کیا ہے اپنی ساری سوچ اور نظریئے کو دنیا میں متعارف کروانے کے لئے اس نے کثیر مطالعہ کیا اور انسانی تاریخ کی مادی تعبیر پیش کی اس طرح اس نے اپنے نظریات کو متعارف کروانے کے لئے باقاعدہ ایک حکمت عملی ترتیب دی۔

کسی بھی نظریہ یا مذہب کو لوگوں سے متعارف کروانے اور ان سے منوانے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی اور حکمت عملی اختیار کرنا ایک فطری تقاضا ہے چنانچہ اس صدی میں جتنی بھی اسلامی تحریکیں دنیا میں ابھریں چاہے وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتی ہوں۔ وہ اکثر و بیشتر رد عمل کی تحریکیں تھیں اسلام کو متعارف کرانے اور اس کے نفوذ کے لئے انھوں نے باقاعدہ ایک حکمت عملی ترتیب دی کسی نے دعوتی کام کو بنیاد بنایا تو کسی نے صرف لٹریچر کو ہی اسلام کی بقاء اور فروغ کے لئے کافی سمجھا کسی نے سیاست میں حصہ لے کر اسلام کی خدمت کرنی چاہی تو کسی نے جدید مذہب دشمن نظریات کی بیخ کنی کیلئے قدم اٹھایا اور مذہب دشمنی کے اس عظیم چیلنج کے لئے سفید صفحات پر کالے لفظ لکھنے ہی کو اصل کام سمجھا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تبلیغی حکمت عملی کو مکمل طور پر کسی نے نہیں اپنایا لیکن اسلام کے فروغ کے لئے وجود میں آنے والی تحریکوں میں ایسی شخصیات عنقا ہیں جنھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی حکمت عملی کو مکمل طور پر اختیار کرنے کیلئے تفکر کیا۔

حضور سوہنا سائیں کی شخصیت اور اسلامی خدمات کے متعلق اب تک کافی کچھ لکھا گیا ہے حضور کی تبلیغی حکمت عملی اتنی پر کشش اثر انگیز اور پر معنی تھی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ حکمت عملی باقاعدہ کسی ادارے نے شبانہ روز کی تحقیق کے بعد ترتیب دی تھی اور اس ادارے کے لوگ عالم دین ہی نہ تھے مورخ بھی تھے ماہر نفسیات بھی تھے ماہر سیاسیات بھی تھے اور فلسفی

بھی تھے اس صدی میں ابھر کر سامنے آنے والی تمام اسلامی اور غیر اسلامی تحریکوں کی خامیوں سے مکمل طور پر آگاہ تھے. آپ کی تبلیغی حکمت عملی کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ بعینہ وہی تبلیغی حکمت ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی اشاعت کے لیے آج سے چودہ سو سال پہلے اختیار کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ بعینہ وہی تبلیغی حکمت کی تھی۔ حضور سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی تبلیغی حکمت عملی کے اہم پہلو درج ذیل ہے۔

تزکیہ نفس کا پہلو:۔ انسان کی فطرت میں یہ عجیب جذبہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دوسرا آدمی صحیح ہو جائے۔ تمام اخلاق حمیدہ دیگر افراد میں بدرجہ اتم پیدا ہو جائیں۔ سب نیک ہو جائیں۔ لیکن بذات خود اپنی ذات کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ بے شمار اسلام کے بارے میں لکھنے والے ایسے لوگ ہیں جو اسلام کی حقانیت سے متعلق ایسی ٹھوس دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ قاری تسلیم و رضا کا پیکر بن جاتا ہے۔ انسان کی عملی زندگی میں اخلاق حمیدہ، صبر، تقوی انسان دوستی کے پہلو کو اس قدر اجاگر کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن یہی صفحات سیاہ کرنے والے اپنی عملی زندگی میں اسلام کو معمولی حیثیت بھی نہیں دیتے جو شخص ان کے قریب رہتا ہے وہ جانتا ہے کہ اسلام کے سنہرے اصولوں سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ لوگ بد اخلاق ہیں، حاسد ہیں، لالچی ہیں، نفسیاتی خواہشات کے سامنے ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ حضور سوہنا سائیں کی تبلیغی حکمت عملی میں تزکیہ نفس کو بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ آپ کی صحبت بابرکت جن لوگوں نے اختیار کی ان میں اخلاق حمیدہ، صبر، ورع، خوف خدا، حسن خلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بدرجہ اتم موجود ہے، کینہ، حسد، بغض، شہوات، لذات، دنیا کی محبت، حرص، غیر اللہ کی محبت، ان کے نفوس میں مفقود ہے، بلکہ ان کے اخلاق طور طریقے، بعینہ اسلامی ہیں وہ حسن اخلاق کا مرقع ہیں، ان کے نفوس اخلاق رزیلہ سے پاک ہیں. آج اگر دنیا کا بہ نظر عمیق جائزہ لیا جائے تو چار ارب انسانوں کے معاشرتی، معاشی اور ثقافتی مسائل بنیادی طور پر ان کے نفسیاتی مسائل ہیں جو ان کے نفوس کے غیر تزکیہ یافتہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ انسان کا نفس کبھی مرتا نہیں ہے بلکہ اس کے اوصاف تبدیل ہو جاتے ہیں۔ حضور سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی صحبت اختیار کرنے سے لوگوں کے نفوس میں اعلی صفات پیدا ہو جایا کرتی تھیں۔

سنت کا اتباع:۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے تو آپ نے اس حقیقت کو ہر خاص و عام پر آشکارہ کردیا کہ جب تم قرآن اور میری سنت پر عمل کرو گے کامیاب و کامران رہو گے۔ بصورت دیگر مغلوبین میں تمہارا بھی شمار ہوگا۔ آج انسان نے اگر کسی شے سے ڈنکے کی چوٹ پر انکار کیا ہے تو وہ یہی دو حقیقتیں ہیں۔ آج کا مسلمان یہ تصور کرتا ہے کہ کلمہ پڑھ کر، نماز ادا کرکے وہ پکا سچا مسلمان بن جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیم وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا بہت زیادہ ضروری نہیں جب کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من ترک بسنتی فلیس منی یعنی "جس نے میری سنت کو ترک کیا وہ مجھ سے نہیں ہے" اس حدیث مبارکہ سے سنت کے اتباع کی عملی اہمیت کا اندازہ ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر ایک دور ایسا بھی آئے گا جب میری سنت پر عمل کرنا دشوار ہو جائے گا جیسے ہتھیلی پر جلتا ہوا انگارہ اٹھانا ایسے دور میں جو شخص میری سنت کو زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہوگا۔ اور ایک شہید کا ثواب یہ ہے کہ جب وہ گھائل ہوتا ہے تو اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر نہیں گرتا کہ اس کو اس سے قبل اللہ پاک کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے اور وہ جنت میں اپنا گھر دیکھ لیتا ہے اور اس کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں لیکن آج کا مسلمان سنت سے بہت دور ہے موجودہ دور کی اسلامی تحریکوں میں صرف کتابوں میں لکھے ہوئے الفاظ تک سنت کے اتباع کی اہمیت ہے۔ عملی زندگی میں اس کا اطلاق ضروری نہیں۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہماری دوری گزشتہ صدی میں (برصغیر کے مسلمانوں کی) انگریزوں کے ہم پر تسلط کی وجہ سے وجود میں آئی ہے مغربی افراد و افکار نے ہم مسلمانوں کے عقائد و نظریات کو بہت متاثر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ انکار حدیث کی فکر کا آغاز بھی برصغیر میں ہی ہوا ہے سنت کے کامل اتباع کے بغیر نہ تو مسلمان کامل مسلمان بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کا کردار و سیرت مکمل طور پر اسلامی ہو سکتا ہے حضور سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کی جاری کی ہوئی اس عین اسلامی تحریک میں سنت کا اتباع بدرجہ اتم موجود ہے آپ کی تبلیغی حکمت عملی میں سنت کا اتباع بنیادی حیثیت رکھتا ہے آپ کی اپنی ساری زندگی مکمل طور پر سنت کے عین مطابق تھی حضور محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کو اس عاجز نے ایک مجلس میں ارشاد فرماتے سنا۔ حضور سوہنا سائیں کی زندگی کا کوئی بھی عمل سنت رسول کے خلاف نہیں تھا۔

حضور سوہنا سائیں نے اپنے فقرا اور خلفائے کرام کو جو تبلیغی نوعیت کے مکتوبات شریف تحریر فرمائے ہیں ان میں جہاں تبلیغ کو بہت زیادہ عام کرنے پر زور دیا گیا ہے وہاں مبلغ حضرات کو اس بات کی بھی تاکید بڑی شدومد کے ساتھ کی گئی ہے کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا گفتار کردار سب کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے عین مطابق ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی صحبت اختیار کرنے کے بعد بے شمار نشے کے عادی ڈاکو' چور زانی تمام برائیاں چھوڑ کر مکمل طور پر شریعت اور سنت کے پابند ہوگئے اور آپ کے مرید بن کر سنت رسول کے پابند ہوگئے ہیں ان کے چہروں پر داڑھی مبارک' سروں پر دستار ہے نشست برخاست چلنا پھرنا گفتار و معاملات سب سنت کے عین مطابق ہیں آپ کی تبلیغی حکمت عملی کا یہ ایک عظیم ثمر ہے۔

دعوتی کام کو بنیادی اہمیت حاصل ہے:۔ عالم اسلام کی تاریخ بالعموم اور برصغیر کی تاریخ بالخصوص صوفیائے کرام کی جدوجہد سے پُر ہے دعوتی کام کے فروغ میں صوفیائے کرام نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے جب کبھی بھی اسلام کی نظریاتی سرحدوں پر کفار کی طرف سے حملے کئے گئے یا قوت کے ذریعے اسلام کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ایسے کٹھن حالات میں اسلام کے فروغ اور شریعت کے رواج کے لئے صوفیائے کرام نے جو کردار ادا کیا اور خدمات پیش کیں وہ ناقابل فراموش ہیں اسلام کی تبلیغ میں سوہنا سائیں نے دعوتی کام کو بہت فروغ دیا آپ کے بصیرت افروز فرمودات سے سامعین میں عمل کی قوت پیدا ہو جایا کرتی تھی ان کے دل دین کے درد سے لبریز اور ذہن متفکر ہو جایا کرتے تھے آپ نے دعوتی کام کے فروغ کے لئے لاتعداد تبلیغی سفر کئے آپ کو دعوتی کام کے فروغ کا بہت ہی زیادہ حرص تھا آپ نے ایسے ناسازگار حالات میں بھی تبلیغی سفر کئے جب آپ سخت بیمار ہوا کرتے تھے لیکن آپ کا ایک اہم ترین سفر بلوچستان کا سفر ہے جو کہ آپ نے سخت بیماری کے عالم میں کیا۔ آپ اتنے سخت بیمار تھے کہ بالکل چل نہیں سکتے تھے چنانچہ آپ نے چارپائی پر بیٹھ کر سفر کیا -اور فقراء اس چارپائی کو اٹھا کر چلتے تھے حضور کے محترم خلیفہ جناب مولانا رحمت اللہ صاحب نے اس عاجز کو بتایا کہ ایک مرتبہ حضور حیدر آباد علاج کے سلسلے میں قیام پذیر تھے آپ مسلسل علاج سے تقریباً صحت یاب ہوگئے چنانچہ حیدر آباد کے مضافات میں فقراء نے جلسے کا انتظام کیا غالباً "ٹنڈوالہ یار میں جلسہ مقرر کیا گیا تھا جس روز جلسہ تھا آپ کی طبیعت مبارک اچانک ناساز ہوگئی اور بیٹھ کر سفر کرنے کے قابل نہ رہے لیکن اس کے

باوجود آپ نے حیدر آباد سے ٹنڈوالہ یار کا سفر کار کی پچھلی سیٹ پر لیٹ کر کیا اور نماز مغرب پر جلسہ گاہ میں اس حالت میں پہنچے کہ سائیں رحمت اللہ صاحب اور دیگر افراد اپنے ہاتھوں سے آپ کو سہارا دیکر مسجد میں لے کر آئے اور اسطرح آپ نے جلسے میں شرکت کی

چنانچہ تبلیغ کے اس حرص کی وجہ سے آپ کا یہ آفاقی پیغام پاکستان کے دور دراز کے علاقوں تک بڑی سرعت سے پہنچا آپ کے دعوتی کام کے فروغ کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ آپ عوام الناس کو اسلام کی جن تعلیمات پر عمل کرنے کی دعوت دیتے خود بھی اس پر سختی سے کار بند تھے اور اس لائحہ عمل کو آپ کے فقراء اور خلفاء کرام بھی اولین اہمیت دیتے ہیں دین کی تبلیغ کے لئے آپ نے شہری علاقوں کے علاوہ دیہاتوں میں زیادہ توجہ دی وہ لوگ جو اسلام کی تعلیمات سے بالکل نا آشنا تھے ان کو اسلام کا پیغام آپ نے سنایا آپ کی صحبت اختیار کرنے اور پر اثر فرموادات سننے کیوجہ سے بے شمار سادہ لوح دیہاتی اور ڈاکو چور، زانی فاسق، فاجر شریعت کے پابند ہوگئے اس طرح آپ نے ان لوگوں کو اولین اہمیت دی جو کہ علم کی روشنی اور اسلام کی حقیقت سے نا آشنا تھے

روحانی طلبہ جماعت کا قیام:۔ ہمارے ملک کا نظام تعلیم نہ تو اسلامی نظریہ حیات کے مطابق ہے اور نہ ہی ہماری قومی امنگوں کی عکاسی کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں پڑھنے والے طالب علم مذہب سے بیزار ہیں اسلام پر اعتراضات اور رقیق حملے کرتے ہیں آج ان کے ہاتھوں میں کتابوں کی بجائے کلاشنکوف ہے اس طرح جان ڈیوی اور لارڈ میکالے کی محنت رنگ لائی ہے اسلام دشمن تحریکوں نے اپنے باطل نظریات بڑی جانفشانی سے ہمارے طالب علم طبقے کو ہضم کرائے ہیں ہمارے ناقص نظام تعلیم کی وجہ سے آج دہریت فروغ پا رہی ہے نوجوان اسلام دشمن اور قوم پرست تنظیموں کو منظم کر رہے ہیں ہمارے ناقص نظام تعلیم کی وجہ سے آج ہمارا نوجوان مغرب زدہ ہے اور West is Best کا نعرہ لگاتا ہے۔

نوجوان کسی بھی قوم کی شناخت ہوتا ہے اس کا مستقبل ہوتا ہے اور ملک کی ترقی اور تعمیر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے آج ہر کوئی نوجوانوں کو آلہ کار کے طور پر استعمال کر رہا ہے آج نوجوان قوم پرست تنظیموں مفاد پرست سیاست دانوں اور اسلام دشمن تحریکوں کے ہاتھوں کھلونا بنا ہوا ہے اس کی حیثیت شطرنج کے اک مہرے سے زیادہ نہیں ہے الغرض ہر لحاظ سے نوجوان کا استحصال کیا گیا ہے

حضرت سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جہاں اساتذہ کی الگ تنظیم

بنائی علمائے کرام کو ایک الگ پلیٹ فارم دیا کم سن نونہالوں کو جہاں ایک مرکز دیا وہاں ایک طلبہ تنظیم بھی قائم کی اور یہ وقت کا ایک عظیم تقاضا تھا طالب علموں کے باطن میں وہ تبدیلی جو کہ ہمارا ناقص نظام تعلیم پیدا نہیں کر سکا وہ آپ کی صحبت بابرکت کی وجہ سے رونما ہو گئی آج طلبہ کی ایک اچھی خاصی تعداد صورت و سیرت کے لحاظ سے محمدی ہے وہ لڑکے جو پہلے ہنگامے کرتے تھے دہریئے تھے اسلام دشمن تھے مادہ پرست تھے آج پر امن شہری ہیں آج وہ اپنی زندگی اسلام کے بتائے ہوئے طریقے کے عین مطابق گزار رہے ہیں آج ان کے چہرے پر باغ محمدی ہے سر پر عرب کا تاج ہے تعلیمی میدان میں بھی وہ کسی سے پیچھے نہیں ہیں آپ کی تبلیغی حکمت عملی کا یہ ایک اہم پہلو ہے کہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہمیں آنے والی دہائیوں میں بخوبی ہو جائے گا تصوف کے ادارے میں کسی Student Federation کا قیام میرے نزدیک اس صدی کا معجزہ ہے

تعلق باللہ:۔ نظریاتی سطح پر عالم اسلام میں بے شمار مفکرین نے اسلام کے متعلق لکھا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام ہی حقیقتاً ایک مکمل ضابطہ حیات ہے یورپ نے ہی یہ دعوی کیا تھا کہ مادہ ہی اس عظیم کائنات کی بنیاد ہے اور شعور اس کے نتیجے میں ظاہر ہوتا ہے اس فلسفے کا بڑی شدومد کے ساتھ مشرق و مغرب میں پرچار کیا گیا لیکن اب وہی یورپی مفکرین یہ بات کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ اصل حقیقت نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت شعور ہے اور مادہ اس کا نتیجہ ہے اسی طرح آج جیمز، جینز جارج برکلے جوڈ اور ڈاکٹر ہیری شمٹ جیسے اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں

موجودہ صدی کے مسلمان مفکرین نے دور حاضر میں اسلام کے متعلق یا تو تعارفی لٹریچر لکھا ہے یا اسلام کے متعلق دلائل پر مبنی کتب گو نظریاتی اور تعارفی کتب کی اہمیت سے انکار نہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان مفکرین نے قرآن و حدیث کے معنی اور اسلام کی بنیاد یعنی تعلق باللہ اور معرفت خداوندی کو نظر انداز کر دیا ہے حضور سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ اپنے دلنشیں روح پرور خطبات اور ذاتی کردار سے اور اپنی تحریروں سے ہمیشہ تعلق باللہ اور معرفت خداوندی کا درس دیتے رہے دنیا شاہد ہے کہ ہزاروں اور لاکھوں لوگ جو دنیا کے دیوانے تھے اور ان کی تمام تر توانائیاں لایعنی مقاصد کے حصول میں صرف ہوتی تھیں اس ولی کامل کی صحبت بابرکت سے اس عظیم ذریعے کی جانب راغب ہو گئے اور راہ سلوک میں منازل طے کیں لیکن چنداں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے عملاً ترک دنیا کا درس دیا آپ نے مشاغل دنیا میں شامل رہتے ہوئے ضروریات زندگی پوری کرتے ہوئے خدا سے لو لگانے کی تعلیم دی اور خود اس پر عمل کر دکھایا در حقیقت یہی تعلیم

نبوی ہے۔

علم دین کا فروغ:۔ کوئی بھی تحریک اس وقت تک مکمل طور پر کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک وہ خالصتاً علمی بنیادوں پر استوار نہ کی گئی ہو آپ نے باقاعدہ اس کے لئے کام کیا اور مختلف علاقوں میں دینی مدارس قائم کئے جس سے کافی تعداد میں علماء علم دین سے آراستہ ہو کر ملک کے مختلف گوشوں میں دین متین کی تبلیغ کر رہے ہیں جن کا سیرت و کردار آپ کے صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے عین اسلامی ہے دینی تعلیم کے فروغ کی وجہ سے آپ نے اپنی تحریک کی جڑوں کو انتہائی مضبوط کر دیا ہے اور اس تحریک کے اثرات بہت زیادہ غیر معمولی ہو گئے ہیں اس عاجز کا مشاہدہ ہے کہ وہ تحریکیں جو کہ علمی اعتبار سے کمزور ہوتی ہیں دیرپا نہیں ہوتیں اور ان کا نفوذ عوام الناس کی عملی زندگی میں نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے وہ **خود** اپنا وجود بھی برقرار نہیں رکھتیں۔

اصل تصوف کا تعارف:۔ پنجاب کی طرح سندھ بھی ایسا صوبہ ہے جو کہ جعلی صوفیا اور نام نہاد اہل تصوف سے بھرا پڑا ہے یہاں بھی ایسے صوفیاء کی کثرت ہے جو نماز تو مدینے جا کر پڑھتے ہیں اور کھانا کھانے پھر پاکستان آجاتے ہیں ان ہی نام نہاد صوفیوں اور پیروں کے غیر شرعی نظریات اور افعال و کردار کی وجہ سے لوگ تصوف کو ہی غلط سمجھنے لگ گئے ہیں۔ آپ نے عوام الناس کو تصوف کی حقیقت سے آگاہ کیا اور لوگوں کو بتایا کہ طریقت شریعت کی تابع ہے حسن خلق کے مجموعے کا نام تصوف ہے آپ نے حقیقی تصوف کا اس تسلسل سے پرچار کیا کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد حقیقی تصوف سے متعارف ہوئی اور اسکی قائل ہو گئی آپ نے تصوف کو غیر اسلامی نظریات سے پاک کیا تصوف کی حقیقت سے آگاہی اور اسکے فروغ کے لیے آپ کی خدمات غیر معمولی ہیں۔

بقیہ میں فیض و کرامت دیکھ کر بیعت ہوا

روح الاسلام قائم ہوا۔ جہاں حضور قبلہ عالم محبوب سجن سائیں کی زیر سرپرستی سلسلہ عالیہ کی اشاعت ہو رہی ہے۔

الحمد للہ حضرت صاحبزادہ سجن سائیں دامت برکاتہ بھی اپنے جسمانی و روحانی والد گرامی حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کی طرح صاحب فیض و صاحب کرامت ہیں، چنانچہ ایک دفعہ کھنڈو گوٹھ میں رات کو سو رہا تھا کہ خواب میں حضرت سجن سائیں مدظلہ تشریف لائے اور فرمایا جلدی اٹھو اور تہجد پڑھو، میں فوراً اٹھا اور وضو بنانے لگا کہ اتنے میں میری چارپائی کے سرہانے والا چھت کا پنکھا گر گیا، خدا نخواستہ میں سو رہا ہوتا تو کم از کم غیر معمولی طور پر زخمی تو ہو ہی جاتا آپ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے یوں حفاظت فرمائی بلکہ نئی زندگی بخشی۔

رحمتہ اللہ علیہ

قراۃ العینی یا سوہنا سائیں

ڈاکٹر شاہد انصاری

وقت گزرتا جاتا ہے، حال کو ماضی کا لبادہ پہنا دیتا ہے اور اسی لبادے میں ملفوف نقوش آنے والے مستقبل میں فروزاں سے فروزاں تر ہوتے جاتے ہیں یہ وہ انمٹ نقوش ہیں جو زمانہ کی روانی میں اس طرح ایستادہ ہوتے ہیں کہ آنے والے مستقبل کے لیے سنگ میل ثابت ہوتے ہیں جہاں سے رہنمائی اور رہبری کی کرنیں پھوٹتی رہتی ہیں۔

ماضی قریب میں اگر جھانکا جائے تو ایسے ہی نقوش ذہن کے پردہ سیمیں پر منعکس ہونے لگتے ہیں زمانہ طالب علمی کی ایک درخشاں صبح ذہن کے ہر گوشے کو آج بھی روشن کیے ہوئے ہے۔

یہ واقعہ گو کہ ماضی کا لبادہ اوڑھ چکا ہے، لیکن اپنی اثر پذیری کے باعث ہر دن اور رات اس کی تازگی روح کو معطر کیے دیتی ہے، وہ کیا صبح تھی کہ تین طلباء روحانیت کا شغف لیے سندھ کے دور افتادہ مقام تحصیل کنڈیارو کی ایک درگاہ اللہ آباد شریف کی ایک مسجد میں شیخ العرب و عجم کے سامنے فرش نشین تھے ٹھٹرتی ہوئی سردی نے ان کو کمبلوں میں اپنے آپ کو لپیٹنے پر مجبور کر رکھا تھا، لیکن شیخ کی جیسے ہی دور بین نگاہ ان پر پڑتی ہے روح گرما جاتی ہے، عجب جذب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور گریہ طاری ہو جاتا ہے، وہ جن کی چشم بے حیا نے کبھی ایک آنسو نہ بہایا وہ آج شیخ کے سامنے زارو قطار رو رہے تھے۔ اور کمبلوں سے چہرے کو ڈھانپنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے کہ کوئی ان کو اس حال میں نہ دیکھ لے آہ! کیا منظر تھا اور کیا کیفیت تھی ار روح کی بالیدگی کا کیا پوچھنا گویا کہ واصل بحق ہونے کے لیے سرعت سے منزلیں طے کر رہی ہو، یہ جذب و کیفیات ہو رہی تھیں جب کہ ابھی تک ان طلباء کا شیخ سے باقاعدہ تعارف بھی نہ ہوا تھا اور صرف قلبی ذکر ہی لیا تھا۔ خطاب دلنشیں شروع ہی ہوا تھا کہ شیخ کی توجہ کا مرکز بن گئے خطاب کیا تھا، الفاظ موتیوں کی لڑیاں تھیں سادہ عام فہم الفاظ عجیب چاشنی لیے ہوئے ہر قسم کی تصنع اور بناوٹ سے پاک ایک دوسرے سے ملے ہوئے اس طرح وارد ہوئے تھے گویا کانوں میں نہیں بلکہ براہ راست دل میں اتر رہے ہیں ان میں کئی الفاظ تو بار بار تاکیداً دہرائے جاتے تھے جو کانوں میں رس گھول دیتے تھے یہ تاکیدیں یہ نصیحتیں کیا تھیں طلباء نے یہ سمجھا گویا شیخ نے بھرے جلسے میں انہیں اپنا آئینہ

دکھایا ہو کہ زندگی کی اصل حقیقت کیا ہے، آج جانے کہاں سے احساس ندامت وملامت ان میں امڈ آیا تھا۔ یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اب تک جو زندگی گزاری ہے گویا کہ وہ زندگی ہی نہ تھی اور اب سچ وحق یہیں سے ملنے کی توقع پیدا ہو چلی تھی ان ہی سوچوں کے ساتھ عجیب کیف وسرور کی کیفیت میں مبتلا تینوں نوجوان شیخ کا سندھی اردو خطاب سن رہے تھے۔ آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں یہاں تک کہ خطاب ختم ہوا اور حضرت تشریف لے گئے۔

دربار عالیہ میں پہنچنے والے یہ تینوں طلبا ایک دن قبل سہ پہر کو حیدرآباد سے روانہ ہوئے تھے رات عشاء کے بعد دربار عالیہ پر پہنچے تھے، تین کلین شیو نوجوانوں کو دیکھ کر اسرار احمد صاحب استقبال کو پہنچے انہوں نے اپنا تعارف روحانی طلبہ جماعت کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے کروایا اور سوال کرنے پر بتایا کہ روحانی طلبہ جماعت کے صدر خالد مغل صاحب طلبہ کے جلسہ کے سلسلے میں لاڑکانہ گئے ہوئے ہیں اسرار صاحب ان کو دربار سے ملحق مدرسہ میں لے گئے اور بستر و کمبل وغیرہ فراہم کیا اور پھر ایک باشرع نوجوان محمد موسیٰ سے تعارف کروایا اور وہ ان طلباء کو لنگر خانے لے گئے جہاں ان کو لنگر پیش کیا گیا لنگر کیا ہوتا ہے یہ طلباء کو آج پہلی بار معلوم ہوا یہ عجیب طعام تھا جس کو ایک کشادہ سینی (تھال) میں پیش کیا گیا اور طعام کیا تھا مصالہ دار چاول اور گوشت کی بڑی بڑی بوٹیاں عجیب لذت دھن کا سامان تھا، شہری کھانوں سے بالکل مختلف، جہاں شکم سیری ہو رہی تھی وہاں ہر لقمہ کے ساتھ منفرد فرحت و توانائی کا احساس بھی ہو رہا تھا، طلبہ کو بتایا گیا آج ستائیسویں شب ہے اور جلسہ نصف شب تک جاری رہے گا اور فجر کے بعد شیخ حضرت سوہنا سائیںؒ کا خطاب ہوگا لوگ آج شب جلسہ کے اختتام پر سو جائیں گے مگر رات کو آخری پہران کو اٹھا دیا جائے گا کہ وہ اپنے رب کے آگے سربسجود ہو جائیں اس سے قبل دیگر مذہبی اجتماعات میں جانے کا اتفاق ان طلباء کو ہوا تھا مگر ایسا جلسہ رات گئے تہجد کے لیے لوگوں کو بیدار کیا جاتا ہو، جہاں کہ ہر فرد نے اپنے چھ فٹ کے جسم پر اسلامی نظام نافذ کر رکھا ہو اور جہاں کوئی چندہ خیرات کی وصولی کے لیے کوئی تشہیر نہ کی جاتی ہو ایسا مشاہدہ آج پہلی بار ہوا تھا۔

ابھی سویرا ہونے میں کئی ساعتیں باقی تھیں مگر یہ طلبہ اس مبلغ سے ملنے کے لیے بے چین ہو رہے تھے جس کی تبلیغ کی اثر آفرینی اس دربار کے در و دیوار سے ہی نہیں بلکہ لوگوں کے اطوار سے عیاں ہو رہی تھی یہی تو وہ شیخ تھے جن سے ملنے وہ یہاں پہنچے تھے مگر ابھی انتظار کرنا تھا وہ کبھی اسرار احمد اور کبھی محمد موسیٰ سے وعدہ لیتے کہ وہ حضرت سے ان کی انفرادی ملاقات ضرور کروائیں گے محمد موسیٰ نے تجویز پیش کی کہ جب صبح حضرت ذکر دیں تو سب سے آخر میں پہنچا جائے پھر

وہیں حضرت کے سامنے بیٹھا جائے یہ تجویز گو کہ پسند کی گئی اور بعد ازاں اس پر عمل بھی کیا گیا تھا مگر اس کو کافی نہ سمجھا گیا اس پر اسرار احمد نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت سے انفرادی ملاقات کے لیے عرض کریں گے۔

صبح جب جلسہ کا اختتام ہوا تو اشکبار آنکھوں والے یہ تینوں نوجوان مسجد کے صحن میں دھوپ کی طرف نکل آئے اور تینوں ایک دوسرے سے اپنی کیفیت چھپاتے رہے کہیں دوسرے کو پتہ نہ چل جائے اور خفت نہ اٹھانی پڑے مگر تینوں ایک ہی جیسی کیفیت میں مبتلا تھے شیخ کامل کی طلسمی نگاہوں کے سحر نے آج ان میں جو تبدیلی پیدا کر دی تھی تینوں اس کو ایک دوسرے سے چھپا نہیں پا رہے تھے۔ بالآخر تینوں نے اپنی کیفیتوں کو ایک دوسرے پر کھول دیا یہ سحر کیا تھا یہ تو روحانیت تھی آج ان کو پہلی بار روحانیت سے آشنائی ہوئی تھی جو کچھ سن کر آئے تھے یہاں سب کچھ ویسا ہی پایا اور ان کو اپنے اندر جو تبدیلی محسوس ہوئی وہ ان طلبہ میں سے ایک کے الفاظ کے مطابق "حضرت صاحب نے تو ہماری Physiology ہی تبدیل کر کے رکھ دی ہے"

دن کافی نکل چکا تھا کافی قافلے لوٹ چکے تھے کہ اسرار احمد صاحب نے اپنا وعدہ پورا کیا حجرہ پاک کا دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے حضرت صاحب کے صاحبزادے اپنے نورانی چہرے اور صاف محسوس ہونے والی فقیرانہ شان کے ساتھ نمودار ہوئے جن کے متعلق بعد میں اسرار صاحب نے بتایا کہ یہ علامہ مولانا محمد طاہر مدظلہ العالی ہیں اسرار صاحب نے ان سے کچھ عرض کیا اور پھر کچھ دیر بعد طلباء کو حجرہ پاک میں طلب کر لیا گیا ابھی وہ دہلیز عبور کر کے آگے ہی جانا چاہتے تھے کہ ان کی حیرانگی کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ دیوار کے ساتھ زمین پر ایک اینٹ پر شیخ حضرت سوہنا سائیںؒ تشریف فرما ہیں اور ساتھ میں تین چار اینٹیں اور رکھی ہوئی ہیں طلباء کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا کہ اتنی بلند شان والا بزرگ زمین پر ایک اینٹ پر بیٹھا ہوگا عجز و انکساری کی ایسی مثال اس سے قبل کبھی ان کے مشاہدے میں نہ آئی تھی ان حیرت زدہ طلباء کو حضرت نے اپنے سلام سے متوجہ کیا اور ساتھ ہی رکھی ہوئی اینٹوں پر بیٹھنے کی دعوت دی جب یہ طلباء بھی بیٹھ گئے تو انہوں نے اپنا تعارف حضرت صاحب سے کروایا یہ تینوں طلباء کون تھے ان میں سے ایک راقم الحروف محمد شاہد انصاری تھے جو اردو بولنے والے تھے، دوسرے ان کے سینئر دوست محمد کوثر جاوید تھے جو پنجابی بولنے والے تھے، اور دونوں نے اپنا تعارف اردو میں کروایا جب کہ ان کے تیسرے دوست عبدالقادر تھے انہوں نے اپنا تعارف سندھی میں کروایا اور بتایا کہ وہ اصل میں کنڈیارو سے ملحق ایک گاؤں کے رہنے والے ہیں اس پر حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ وہ بھی قریبی

گاؤں "خانواہن" کے رہنے والے ہیں انہوں نے طلباء کی دربار پر حاضری پر خوشی کا اظہار کیا اور ان کو ذکر پر مداومت کی تلقین کی طلباء نے اپنے اپنے مقاصد کے لیے دعا کے لیے عرض کی تو حضرت نے فوراً ہاتھ اٹھا دیے پھر کیا تھا ہر ایک کو یقین ہو چلا تھا کہ اب دعا کا قبول ہونا یقینی ہے دعا کے لیے تو بہت سے ہاتھ اٹھتے ہیں اس ہاتھ نے اٹھتے ہی دلوں میں یقین پیدا کر ڈالا تھا کہ رب تعالیٰ ان اٹھے ہوئے ہاتھوں کو کبھی رد نہیں کرے گا اور وقت نے ثابت کیا کہ یہ دعا مستجاب ہوئی ہم طلباء کے لیے حضرت صاحب اجنبی تھے پہلی ملاقات تھی لیکن نہ صرف قبولیت دعا کا یقین تھا بلکہ کسی شک وشبہ کے بغیر یہ واثق یقین ہو چلا تھا کہ اگر عصر حاضر میں کوئی رہبر و رہنما ہے تو صرف یہی بزرگ ہیں جو دین و دنیا کے ہر امور میں رہنمائی کر سکتے ہیں اور یہی بزرگ اللہ تعالیٰ کے کامل ولی ہیں۔

میڈیکل کالج کے طلباء شک کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ اتنی آسانی سے کسی بات کا یقین نہیں کرتے، ان میں ایک طالب علم محمد کوثر جاوید تو پوزیشن ہولڈر تھے لیکن آج کی مجلس کی بات ہی کچھ اور تھی یہ محفل کیا تھی جس نے ہمارے اعصاب کو ایسا جھنجوڑا کہ ہمارا زندگی کے بارے میں طرز (Attitude) ہی تبدیل ہو گیا تھا حضرت کے چند کلمات ہی تو تھے کہ ہم طلباء اپنے اندر انقلاب محسوس کر رہے تھے یقین کی کیفیت شک کی کیفیت پر غالب تھی اگر کوئی شک پیدا ہوتا تو خود ہی قوت سے اس کو رفع کر دیتے۔

ہم واپسی پر حضرت صاحب کی تعریف و توصیف بیان کرتے رہے لیکن ان کی جو عظمت ہمارے دلوں میں گھر کر چکی تھی، جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے، چنانچہ ہمارے ایک ساتھی نے کہا کہ اتنی عظیم ہستی کی تعریف کرنا گویا کہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، یقیناً حضرت سوہنا سائیںؒ کا وجود سورج کی مانند روشن اور اس وجود سعید سے نکلنے والی روحانیت کی کرنیں ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں۔

اب جب کہ سوہنا سائیںؒ ظاہری حیات سے پردہ فرما چکے ہیں تو بھی ان کا فیض زندگی کے وجود کے ساتھ جاری و ساری ہے ان کی شفقت، ان کا رسول خدا سے عشق جو وہ ہم میں منتقل کرنا چاہتے تھے ان کی تلقین جو وہ ذکر اللہ کے لیے فرمایا کرتے اور ان کی نصیحتیں جو وہ سنتوں کو زندہ کرنے کے لیے کیا کرتے آج بھی ہمارے لیے راہ ہدایت کا سامان ہیں اور ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک۔

قرۃ العینی یا سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ

حضور سوہنا سائیںؒ کا حسنِ اخلاق

علی شیر شیخ
حیدر آباد

سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نہ صرف خود حسین تھے بلکہ آپ کا اخلاق مبارک اور ہر ایک سے حسن سلوک اپنی مثال آپ تھا۔ حضرت سوہنا سائیںؒ حسب مراتب جملہ قریب و بعید رشتے دار، متعلقین و احباب بلکہ حیوانات کے ساتھ بھی حسن سلوک فرماتے تھے، اور متعلقین و احباب کو بھی تاکید فرماتے تھے آپ کے حسن اخلاق و حسن سلوک کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ نے فقراء کی محبت اور دینی تبلیغی فائدہ کے پیش نظر خانواہن کو چھوڑ کر دین پور جانے کا ارادہ فرمایا تو بڑی تعداد میں خانواہن کے مسلمان اور ہندو اکٹھے ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں بیشک آپ تبلیغ کریں زیادہ عرصہ باہر رہیں لیکن آپ کا گھر ہمارے پڑوس میں ہو، مسلمان تو مسلمان کئی ہندو بھی زار و قطار روتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے کہ ایسا مسلمان. بچہ کوئی عورت نہ جنے گی، ایسا مسلمان شہر چھوڑ کر جارہا ہے کیا کوئی ایسا مسلمان نہیں جو اس مسلمان کو یہاں رہنے کے لیے مجبور کرے، اس سے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ آپ کا اخلاق مبارک کیا تھا اور آپ پڑوسیوں اور علاقے میں رہنے والوں سے کیسا برتاؤ کرتے تھے

ایک مرتبہ درگاہ اللہ آباد شریف میں ایک مجلس میں آپ رونق افروز تھے کہ ایک سفید ریش درویش صفت آدمی تشریف لائے، حضور ادباً کھڑے ہو گئے بڑے احترام سے گلے ملے اور بیٹھنے کے لیے مصلیٰ دیا، ہر ایک حیران تھا کہ یہ کون شخصیت ہیں جن کے لیے حضور اتنا تکلف فرما رہے ہیں، معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ یہ آپ کے پرائمری اسکول کے استاد محترم ہیں، جب آپؒ آخری بار مورو شہر میں تشریف لائے تو آپ سے ملنے کے لیے آپ کے استاد محترم علی بخش صاحب تشریف لائے، ان کو دیکھتے ہی آپ اٹھ کھڑے ہوئے نہایت ادب و محبت سے بغلگیر ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، آپ اس وقت تک کھڑے رہے جب تک استاد محترم کے لیے کرسی نہ لائی گئی حالانکہ ان دنوں آپ کو ڈاکٹر صاحب نے کھڑا رہنے سے منع کیا تھا۔

جب آپؒ بستی قاضی امام بخش میں بطور معلم تھے تو چند ماہ ملازمت کرنے کے بعد اسکول سے استعفیٰ دے دیا، جب آپ سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو آپ نے فرمایا اسکول میں چند استاد ایسے بھی ہیں جو طلبہ پر کبھی بیجا سختی کرتے ہیں اور خوب مارتے ہیں، جو مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا اس کے

علاوہ مجھے شریر لڑکوں کو سزا دینا بھی دشوار لگتا تھا، کہ کہیں قصور سے زیادہ کسی کو سزا نہ مل جائے اور شریر لڑکوں کا سزا کے بغیر پڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے، اس لیے میں نے یہی مناسب سمجھا کہ ایسی ملازمت سے علاحدہ رہنا ہی میرے لیے بہتر ہے، واضح رہے کہ مذکورہ ملازمت کے دوران آپ کو جتنی تنخواہ ملتی رہی وہ والدہ صاحبہ کی خدمت میں پیش کرتے رہے حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کو حرام چیزوں سے بڑی نفرت تھی۔ جس کا اندازہ آپ اس بات سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ رادھن اسٹیشن کے قریب سے گنے کا ایک ٹرک جا رہا تھا، بعض راہ گیروں نے چلتے ٹرک سے چھڑیاں نکال لیں قریب ہی موجود فقیر پور شریف مدرسہ کے کم عمر طلبہ نے لوگوں سے گنے لے کر کھائے، جب حضور کو اس کا علم ہوا تو آپ بہت رنجیدہ ہوئے۔ نماز کے لیے مسجد شریف میں تشریف لائے تو اس وقت طالب علم نذیر احمد نعت شریف پڑھ رہا تھا آپ نے ناراضگی کے عالم میں فرمایا تمہاری نعتوں کی کوئی ضرورت نہیں تم طالب علم ہو یا ڈاکو، ایک طرف تو عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پیرو مرشد کے پروانے بن کر نعت خوانی کرتے ہو اور دوسری طرف دوسروں کی چیزیں چرا کر کھاتے ہو، آج سے کوئی طالب علم نہ تو نعت پڑھے اور نہ ہی اساتذہ ان کو اسباق دیں، جو حلال و حرام کی تمیز نہ کریں ان کو تعلیم دینے سے کیا فائدہ، جب تک صحیح معنوں میں تائب نہ ہوں ان کی تعلیم اور نعت خوانی دونوں بند رہیں گی، آخر معافی مانگنے پر جب رنجیدگی میں قدرے کمی آئی، آپ نے فرمایا معلوم ہوا کہ طلبہ کی صحیح تربیت نہیں ہو رہی ہے، اگر بڑے ان کو دوسروں کی چیزوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے رہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ایسی غلطی کریں، فقیر کا کام یہ نہیں کہ بلا اجازت کسی کی معمولی چیز بھی اٹھا لے۔

آپ کے صبر و تحمل کا اندازہ اس بات سے باآسانی لگایا جا سکتا ہے کہ سفر کے دوران کسی کوتاہی پر فطرۃً انسان کو غصہ آہی جاتا ہے لیکن آپ ایسے مواقع پر بھی انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ فرماتے یہاں تک کہ ایک دو مرتبہ خادم خاص کی غفلت کی وجہ سے آپ کا قیمتی سامان ریل گاڑی میں رہ گیا اور گم ہو گیا، لیکن اس کے باوجود آپ نے خادم کو کچھ بھی نہ کہا البتہ ہر معاملہ میں احتیاط برتنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اور اصلاح و تربیت کے انداز میں سمجھاتے بھی تھے، آپ سخاوت و ہمدردی میں یکتا تھے اور اکثر حاجتمند آپ سے ادھار لیتے رہتے تھے۔ خلیفہ حضرت محمد علی بوزدار رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ دربار رحمت پور شریف قیام کے دوران ایک مرتبہ مجھے اپنے آبائی گاؤں جار کی ضلع حیدر آباد جانا تھا، میرے پاس پیسے نہیں تھے، اس وقت کرایہ کے لیے بیس روپے کافی تھے، میں حضرت سوہنا سائیںؒ کے پاس گیا اور صورت حال عرض کی آپ نے فوراً بیس روپے گھر

سے لاکر مجھے دیے اور ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ ادھار نہیں بلکہ عطیہ کے طور پر دے رہا ہوں، تاہم گاؤں سے واپسی پر میں نے بیس روپے پیش کیے تو آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کیا کہ ہم نے تو آپ کو عطیہ کے طور پر دیے تھے۔

درگاہ رحمت پور شریف، درگاہ فقیر پور شریف اور درگاہ اللہ آباد شریف میں بارہا بستی کے ضرورت مند آپ سے پیسے ادھار مانگتے تھے اور آپ بخوشی عنایت فرماتے تھے بلکہ بارہا ایسا بھی ہوا کہ کسی غریب نے ادھار پیسے لیے اور جب واپس دینے آیا تو آپ نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے پیسے آپ کو فی سبیل اللہ دیے تھے اور اسی وقت واپس نہ لینے کا ارادہ کر لیا تھا، آپ فقراء کو قرضہ لینے سے منع فرمایا کرتے تھے کہ اس سے باہمی محبت و الفت ختم ہو جاتی ہے لیکن اپنے لیے فرماتے تھے کہ جب بھی ضرورت ہو مجھ سے لے لیا کرو انشاء اللہ تعالیٰ اپنی بساط کے مطابق ضرور تعاون کروں گا۔

حضرت سوہنا سائیںؒ درگاہ رحمت پور شریف میں نماز عشاء کے بعد جب فقراء سو جاتے تھے تو مسجد شریف میں تشریف لے آتے جو کوئی مریض کمزور یا بوڑھا نظر آتا تو اس کے پاس جا کر زبانی ہمدردی کے علاوہ اس کے پاؤں دابتے اور پوچھتے کہ کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلاتکلف کہہ دیں میں سعادت سمجھ کر خدمت کروں گا۔ اسی طرح کئی مریضوں کو پرہیز کا کھانا وغیرہ بھی بنوا کر دیتے تھے، صحت کے زمانے میں تو آپ مریضوں کی عیادت کے لیے جاتے ہی تھے لیکن خود بیمار ہوتے ہوئے بھی کئی مریضوں کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے چنانچہ جب فقیر عبداللہ چانڈیو کا ٹریفک کے حادثے میں پاؤں ٹوٹ گیا، ان دنوں حضرت صاحب نور اللہ مرقدہ عوارضات کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز بھی نہیں پڑھ سکتے تھے، چلنا پھرنا ازحد دشوار تھا اور فقیر مذکور کا گھر بھی درگاہ اللہ آباد شریف کے آخری کونے میں واقع تھا پھر بھی ازراہ شفقت عصا مبارک کے سہارے بنفس نفیس جماعت سمیت ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، طبع پرسی کے بعد ان کی صحت کے لیے دعا فرما کر واپس تشریف لائے۔

حضرت سوہنا سائیںؒ کے مزاج میں صفت جمالی و رحمدلی کا اس قدر غلبہ تھا کہ کسی جانور کو ٹھیس پہنچانا بھی گوارہ نہ تھا، ایک مرتبہ کسی نے بیل گاڑی تیز چلانے کے لیے بیل کو مارا تو آپ نے اسے فرمایا، فرض کرو اگر آپ اس کی جگہ ہوتے اور آپ کو تیز چلنے کے لیے مارا جاتا تو آپ کے دل پر کیا گزرتی؟ بعد میں فرمایا جانوروں کو مارنا نہیں چاہیے، ان پر رحم کرنا چاہیے، ایک مرتبہ آپ ٹانگے پر سوار تھے، ٹانگے والے نے گھوڑے کو دو چار چابک مارے، آپ نے فرمایا کیوں بیچارے گھوڑے کو

مار رہے ہو، ٹانگے والے نے فوراً کہہ دیا جناب یہ گھوڑا ایسے سیدھا نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بتاؤ ہم اور آپ اپنے مالک سے کس قدر سیدھے ہیں؟ یہ بیچارہ چلتا تو ہے۔

ایک مرتبہ درگاہ فقیر پور شریف میں زخمی گیدڑ آپ کے دروازہ کے قریب پڑا ہوا تھا، اس کی قابل رحم حالت دیکھ کر آپ کو سخت صدمہ پہنچا، آپ نے خلیفہ حاجی محمد علی بوزدارؒ کو بلاکر فرمایا اس کی خدمت کریں اس کی مرہم پٹی آپ کے ذمہ ہے، اللہ تعالیٰ حاجی محمد علی بوزدارؒ کو جزائے خیر سے نوازے اور جنت الفردوس عطا فرمائے، آپ بڑی خوشی سے اس کی مرہم پٹی کرتے رہے، حضرت سوہنا سائیںؒ حاجی صاحبؒ سے اس گیدڑ کی خیریت دریافت فرماتے رہے یہاں تک کہ وہ تندرست ہوکر جنگل میں چلا گیا، ایک مرتبہ ٹنڈوالہیار سے گذرتے ہوئے حضور ایک جیپ میں حضرت مولانا خلیفہ محمد قاسم صاحب اللہ آبادی کے ساتھ اگلی سیٹ پر رونق افروز تھے کہ سامنے سے کافی گدھے اینٹیں لدے ہوئے آرہے تھے جس کی وجہ سے گاڑی کی اسپیڈ کم کرنی پڑی لیکن اتفاق سے ایک گدھا از خود آکر گاڑی سے ٹکرایا اور اس کو معمولی چوٹ لگی، اگرچہ معمولی چوٹ تھی اور غلطی بھی گدھے کی تھی لیکن پھر بھی آپ نے فرمایا مولوی صاحب احتیاط کریں یہ تو نا سمجھ جانور ہیں لیکن آپ تو سمجھدار ہیں، جب بھی کوئی جانور سامنے آئے تو خیال کیا کریں۔

ایک مرتبہ درگاہ اللہ آباد شریف کی مسجد میں ایک چھپکلی مری ہوئی پڑی تھی جس پر بے شمار چیونٹیاں جمع تھیں، خلیفہ مولانا ریاست علی صاحب سیالکوٹی اسے اٹھا کر بڑی احتیاط سے باہر پھینکنے جا رہے تھے تو حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نماز ظہر کے لیے تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے فرمایا اس کو سایہ میں رکھنا، دھوپ میں نہ پھینکنا تاکہ چیونٹیوں کو تکلیف نہ ہو۔

میرے عزیز دوستو! میں حضور سوہنا سائیںؒ کی کون کون سی باتیں بیان کروں، حقیقت میں ہمیں ایسی طاقت ہی نہیں کہ آپ کی باتیں مکمل بیان کرسکیں، میں آپ کی خدمت میں ایک بات آخر میں عرض کر رہا ہوں جس کے بعد شاید مزید بیان کرنے کی ضرورت نہ رہے وہ یہ کہ آپ کا اسم گرامی حضرت الحاج اللہ بخش نور اللہ مرقدہ تھا، آپ کو مرشد مربی حضرت پیر مٹھاؒ مولوی صاحب کہہ کر پکارتے تھے اور شروع میں اکثر جماعت آپ کو وڈو خلیفو (بڑا خلیفہ) سے موسوم کرتی تھی، مگر ایک مرتبہ حضرت پیر مٹھا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا! مولوی صاحب (حضرت سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ) کے اخلاق و اعمال سوہنے (اچھے) ہیں بیشک ان کو سوہنا سائیں کہتے رہیں، اس کے بعد آپ اس لقب سے پکارے جانے لگے، سوچا جائے جس کو اپنے اخلاق و اعمال کی بنا پر ایسا لقب ملے تو اس کے اخلاق و اعمال مبارک کیسے ہوں گے اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں۔

مکتوباتِ بخشیہ

وہ گراں قدر مکتوبات گرامی جو حضور سوہنا سائیں رحمۃ للہ علیہ نے اپنے متعلقین کے نام تحریر فرمائے ، ساتھ ہی حضور قبلہ عالم کے دست مبارک سے لکھے ہوئے خطوط کا تحریری عکس سندھی و اردو میں حصول برکت اور قارئین کی دلچسپی کے لیے شائع کیا جا رہا ہے۔ ادارہ

دائم سلامت باشد

مکرمی و محترمی جناب مولانا مولوی شاہ محمد صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ ! بعد از سلام و دعا عرض یہ ہے کہ محترم مولوی محمد آدم صاحب وڈھ (بلوچستان) کے علاقہ کی طرف تبلیغ کے لیے تیار ہیں ان کو رفیق سفر کی ضرورت ہے، چونکہ مذکورہ علاقہ میں پہلے کافی کام ہوا ہے اگر دوبارہ جانا نہ ہوگا تو سابقہ محنت ضائع ہو جائے گی، اس لیے اس طرف فوری سفر کی ضرورت ہے۔

مولانا محمد آدم صاحب جانے کے لیے تیار ہیں آپ ایک ہفتہ ان کے ساتھ سفر کر کے تبلیغ میں تعاون کریں، انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔

جماعت کو ہر وقت بیدار رکھیں، دین کا درد، محبت اور ادب کی طرف توجہ اور سعی بلیغ کی ضرورت ہے، سلام جملہ جماعت کو عرض کرنا۔

مولانا محمد آدم صاحب آپ کے ساتھ تبلیغی سفر میں رفیق رہتے ہیں، آپ بھی ان کے ساتھ تبلیغ میں شامل رہیں اور ہمدردی کریں، چونکہ علاقہ وڈھ میں مولوی صاحبان بکثرت ہیں اس لیے مولوی صاحب کے ساتھ دوسرے مبلغ کا ہونا ضروری ہے۔

مولوی محمد آدم صاحب مولوی محمد شریف صاحب کو بھی خط لکھیں کہ وہ بھی وڈھ میں آجائیں تاکہ وہ خضدار اور باغباں کے علاقوں میں ان کے ساتھ رہیں، گذشتہ مرتبہ مولوی محمد آدم صاحب مولوی محمد شریف صاحب کے علاقہ میں بہت کم وقت ٹھہرے تھے، اس مرتبہ ان کو سابقہ فائدہ بھی بہم پہنچائیں۔

مولوی محمد آدم صاحب اور مولوی محمد شریف جتنا عرصہ تبلیغ میں رہیں ان کو اختیار ہے خواہ رمضان شریف میں بھی تبلیغی سفر جاری رکھیں، شعبان شریف کے عرس مبارک کے موقعہ پر ان کا آنا ضروری نہیں ہے، بیشک تبلیغ میں رہیں۔

البتہ آپ آٹھ دس دن وڈھ کے علاقہ میں تبلیغ کے بعد واپس آجائیں اور شعبان شریف میں ہونے والے عرس شریف میں بمع جماعت ضرور شامل ہوں زیادہ سے زیادہ کوشش کریں کہ جماعت زیادہ آجائے۔

مولوی محمد آدم صاحب کے ساتھ جانے کے لیے دوبارہ تاکید کی جاتی ہے، آپ کے کرایہ کے لیے پندرہ روپے بھیجے جا رہے ہیں، یہ پندرہ روپے خاص اس مقصد کے لیے ہیں کہ مولوی آدم صاحب کے ساتھ وڈھ کے علاقے میں جاکر تبلیغ کریں۔

عاجز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں

لاشئ فقیر اللہ بخش غفاری

سلمہ اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب مشفقی مکرمی مولوی قاری شاہ محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ کہ آپ نے اچانک صبح کے وقت اجازت لے لی، آپ سے چند باتیں کرنی تھیں لیکن اس کا موقعہ نہ مل سکا، وہ باتیں عزیزی مولوی صوفی عبداللہ صاحب کو سمجھائی گئی ہیں، ان سے معلوم کر لینا۔

جماعت میں احتیاط و تقویٰ سے رہیں آئندہ ماہ محرم شریف کی گیارھویں کے موقع پر جلسہ کے بعد خلفاء صاحبان باہمی مل کر تبلیغی دورہ کریں گے آپ کو بھی شامل رہنا ہو گا، اس کا لحاظ رکھ کر فراغت حاصل کریں آپ کے واپس جانے کے بعد خط کے ذریعہ بھی کوئی احوال نہیں ملا، خط کے ذریعے حال احوال جلدی جلدی بھیجا کریں۔

اور عاجز بیکار کو دعاؤں میں یاد رکھیں

السلام جملہ جماعت کو عرض

لاشئ فقیر اللہ بخش غفاری

از فقیر پور

سلمہ اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب مشفقی مکرمی حاجی میاں غلام صدیق صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ عاجز بفضلہ تعالیٰ باخیریت ہے المسئول من اللہ تعالیٰ صحتکم و عافیتکم۔

عرض یہ کہ یہ دنیا چند ساعتوں کے لئے ہم اور آپ کی قیام گاہ ہے۔ چاہئے کہ ضرورت کے مطابق ہی اس کو دیکھا جائے اور جو سفر درپیش ہے اس کے لئے ہر وقت تیاری انتظاری اور کوشش جاری رہے۔ رمضان شریف کا متبرک مہینہ آرہا ہے جو نہایت ہی برکتوں رحمتوں سے بھر پور مہینہ ہے مجرموں عاصیوں کے لئے مغفرت و بخشش کا عظیم ذریعہ ہے۔ اس ماہ میں پوری جماعت کا باقاعدہ انتظام رکھیں اس بارے میں قاضی میاں محمد اشرف صاحب قاضی دین محمد صاحب، میاں محمد حیات صاحب محمد صیقل، میاں گل محمد صاحب جملہ احباب سے مشورہ کر کے پورا انتظام رکھیں، تہجد، مسواک، نماز باجماعت، ذکر، حلقہ مراقبہ تلاوت قرآن مجید، شب بیداری، غرض یہ کہ نیکی کے کاموں کا پورا شوق ذوق اور کوشش کرتے رہیں۔ بلاضرورت گفتگو، غیبت، شکایت، ان تمام کاموں سے پوری طرح پرہیز کریں۔ سردیوں کی طویل راتیں موسم سرد، ذکر مراقبہ اور بیدار رہنے کا لطف اور سہولت میسر ہے، وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے جو یاد خدا میں جاگنے کا عادی ہے، جماعت کے ہر ایک فقیر کو تاکید کی جاتی ہے کہ اپنی اولاد کو آزاد نہ چھوڑ دیں ان کو ذکر، مراقبہ اور نیک صحبت کا پابند بنائیں، اور اچھی تعلیم دلائیں رمضان المبارک میں ساری جماعت میں دینی مسائل کا درس جاری رہے۔

دیگر عرض یہ کہ ثواب پور سے واپسی پر آپ سے ملاقات نہیں ہوئی ورنہ آپ کو بالمشافہ تاکید کی جاتی، ماسٹر میاں الہ آندو خان کو بالمشافہ کہا گیا تھا کہ جن دنوں نہری پانی رک جاتا ہے آخری ایام میں ۱۴۔۱۵ گھنٹے پانی مہیا کریں تاکہ ساری گندم کو پانی آجائے، اسی طرح جب دوبارہ پانی آجائے اس وقت بھی پانی مہیا کریں تاکہ حسب ضرورت فصل کو پانی دیا جاسکے اس لئے عرض ہے کہ خط ملتے ہی ماسٹر صاحب اور اس کے والد صاحب سے ملیں اور پانی لے کر سارے فصل کو پر کریں خاص تاکید والسلام۔

دینداری نیکی کے مذکورہ معروضات کے سلسلہ میں باہمی صلاح مشورہ کر کے انتظام رکھیں۔

السلام قاضی میاں محمد اشرف صاحب، قاضی دین محمد صاحب، میاں محمد حیات جملہ جماعت کو عرض۔

لاشئی فقیر اللہ بخش عفاری از فقیر پور

(آب زر سے لکھنے کے قابل ہدایات و نصائح جو آپ نے خلیفہ مولانا حاجی احمد حسن صاحب و خلیفہ مولانا حاجی رب نواز صاحب کے نام دبئی تحریر فرمائیں)

سلمہما اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب مشفقی عزیزی محبی مولوی حاجی احمد حسن صاحب، مولوی رب نواز صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !. بحمد اللہ حقیر پر تقصیر کی طرف خیریت ہے، خیر و عافیت کامیابی اور سعادت ہر دو جہاں آپ حضرات کے لئے مطلوب ہے۔ عرض یہ ہے کہ آپ پیارے دوستوں کے جملہ گرامی نامے موصول ہوئے ہیں، احوال خیریت و صحت و آسانی سفر، دبئی پہنچنے، تائید غیبی کار تبلیغ میں کامیابی، کثیر فائدہ، مرکز کے لیے سعی و کوشش جملہ احوال معلوم کر کے از حد خوشی و مسرت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ حمداً کثیراً طیباً مبارکاً کافیہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ مزید کامیابی، ہمت، جوانمردی و سعی بلیغ دربارۂ تبلیغ عطا فرماوے، آمین۔

بندہ کمترین، باوجود عدم حیثیت، کم لیاقت آپ دوستوں سے غافل نہیں ہے، ہر وقت ہر حال، ہر مکان میں خصوصی دعاؤں میں آپ پیاروں کو یاد رکھتا ہے۔

دعا ہے کہ آپ کا گھر سے نکلنا، سفر کا سارا معاملہ رہنا سہنا، بود و باش، سعی و کوشش، خدمت، و نصیحت سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوں، آمین اور ان تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ حقیقی قلبی اخلاص عطا فرماوے، آمین۔

خصوصی نصیحت و گزارش

جملہ احباب کو تاکیدی گذارش کی جاتی ہے کہ باہمی نہایت درجہ پیار و محبت، اتحاد، ہمدردی ایثار و قربانی سے رہیں، یہی نہیں دوسرے مسلمانوں بھائیوں سے وہ ملکی ہوں خواہ غیر ملکی ہر قسم کے آدمیوں سے اخلاق، پیار، تواضع ہر طرح سے احسن طریقہ سے پیش آئیں علماء کا پوری طرح عزت و احترام کریں، جناب محترمی مولانا مولوی قاری خلیل احمد صاحب سے نہایت قریبی اور گہرا تعلق رکھیں ان کی ذات ستودہ صفات واجب تعظیم و تکریم ہے ہر طرح سے ان کا خیال رکھیں، بندہ ہر طرح سے ان کا شکر گزار اور ان کے لئے دعا گو ہے۔ جناب قاری صاحب موصوف نے عظیم صداقت، جوانمردی اور قربانی کی مثال قائم کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کو دنیا خواہ آخرت میں کامیاب اور حج کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز کرے۔ خرچ اخراجات کا احوال معلوم ہوا، حضرت رب العزۃ کار ساز حقیقی و مددگار کافی ہے۔ جناب برادرم حاجی احمد حسن صاحب حج کے لئے کوشاں رہیں حج بدل کرنا بہت ضروری ہے، دل سے بارگاہ ایزدی میں ملتجی رہیں، اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے گا۔

ضرورت کی بنا پر آپ دوست محنت، کاروبار میں مشغول رہیں، لیکن کثرت ذکر، دائمی مراقبہ ہر وقت متوجہ بفیض الٰہی رہیں ہمیشہ تبلیغی کام، خدمت خلق اور اصلاح باطن سے ہرگز سست و کاہل نہ رہیں، اولین فرضی کام یہی ہیں، نماز باجماعت مسواک، تہجد حضور دل سے حلقہ مراقبہ کی پوری کوشش کریں اس عاجز کا خط جملہ احباب کو وضاحت سے پڑھ کر سنائیں اور ایک دوسرے کو پیار، نرمی اور محبت سے سمجھاتے رہیں، اپنی اور اپنے دوستوں کی اصلاح کرتے رہیں۔

عزیزو! آپ نوری غفاری جماعت کا اولین قافلہ ہیں جو کہ دینی دعوت اور خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے نکلے ہیں، چونکہ آپ پیش قدمی کرنے والے اولین سابقین ہیں، اس لئے چاہئے کہ آپ بہترین اعلیٰ عمدہ اخلاق، تواضع اور انکساری اختیار کریں کہ جو لوگ دیکھیں حیران رہ جائیں فرشتہ صفت نورانی جماعت کے افراد، صالح مخلص، عابد زاہد عاشق صادق، تارک دنیا، ساجد، ذاکر اور ایثار کرنے والے ہو کر رہیں۔ سب سے پہلے خلفاء صاحبان عملی نمونہ سے مذکورہ امور اپنے اندر پیدا کریں نیز اسی نہج پر دوستوں کی تعلیم و تربیت کریں اور ان سے خیر خواہی کرتے ہوئے ان کو مبلغ اور دین اسلام کے صحیح خادم بنائیں۔ جناب قاری صاحب کے نام علیحدہ خط ارسال کیا گیا ہے۔

خلفاء کرام، مبلغین کے لئے خصوصی ہدایات

مذکورہ بالا ہدایات کے علاوہ آپ حضرات طریقہ عالیہ کے اسباق کا دور، مراقبہ کی کثرت نفی و اثبات، تہلیل لسانی جس کے لئے سردی کا موسم مناسب ہے، کے لئے بالکل کوشاں رہیں ہر معاملہ میں، ہر وقت پیران کبار، مرشد ہادی کو وسیلہ سمجھ کر اس طرف متوجہ رہیں۔ اپنے آپ کو نہایت درجہ ردی، بیکار، مطروح فی الطریق، لاشئ تصور کریں، ہر انسان بلکہ ہر چیز سے خواہ وہ کتنی ہی خسیس ہو اپنے کو بدترین، کمترین سمجھیں۔

متوجہ و متوکل علی اللہ، مخلوق سے کلیتاً بے طمع ہو کر رہیں روش، طور طریقہ وہ رکھیں جو صالحین، بزرگان دین کا ہے، طریقہ عالیہ کے اتباع کو لازم سمجھیں، اتباع سنت و شریعت شریفہ کے پورے پابند رہیں۔ کاروبار خواہ محنت مزدوری میں صفائی، سچائی فقیرانہ طریقہ اپنائیں، عوام کی مانند اپنے آپ کو ملوث یا غفلت میں نہ رکھیں۔ عوام خواہ خواص سے اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیش آئیں، ریاء، تکبر، دکھاوے اور فخر سے کلیتاً پرہیز کریں۔

اپنے میں علمی لیاقت پیدا کریں، تقریر میں آیات قرآنی اور ان کے ترجمہ کی صحت کا خاص خیال رکھیں، کتب بینی مطالعہ وسیع رکھیں عمدۃ السلوک، مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ، فتح الربانی اور تصوف کی دوسری کتب، نیز تفسیر، حدیث کی کتابیں مطالعہ میں رکھیں

عربی بات چیت کو اپنے اوپر لازم سمجھو تمام فقراء آپس میں عربی یا فارسی میں بات چیت کریں، نیز آپس میں بیٹھ کر عربی میں تقریر کریں تمام دوستوں کو ترجمہ قرآن شریف، اور تقریر سکھائیں حاجی غلام نبی صاحب زیادہ کوشش کریں۔ مولوی حاجی رب نواز صاحب سے گذارش ہے کہ کوشش کریں اگر ہو سکے تو مولوی حاجی احمد حسن صاحب کو کاروبار میں اپنے ساتھ رکھیں خواہ ان کی مزدوری کم ہو وہ معاون مستری کی حیثیت سے کام کریں، اسی طریقہ سے حاجی صاحب کام بھی سیکھ لیں گے اور حج کے لیے بھی آسانی ہوگی۔

بصورت دیگر حاجی صاحب کوئی اور آسان کام کریں، مٹھیاری کا کام فروٹ اور دوسری اشیاء فروخت کریں جو کام آسان بھی ہو اور فائدہ مند بھی، اس بارے میں دوستوں سے مشورہ کریں، لیکن اصل تکیہ، توکل اور سہارا کلیتاً اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہو۔ حضرات مبلغین دین کے کام، خدمت خلق، اشاعت طریقہ عالیہ کے کام کو اپنے اوپر فرض سمجھ کر اس کا خصوصی خیال رکھیں، اللہ تعالیٰ خود ہی غیبی امداد فرما دے گا، یقیناً اور ضرور لیکن اس کے ساتھ ہی دنیوی ضرورت کے پیش نظر آسان فائدے نفع والے کسی کام، محنت سے عار نہ کریں۔

حقیقی دوست دیار کی رضا کی خاطر ہر حال میں مجاہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ زندگی اور خدمت کو سامنے رکھیں دیگر عرض یہ کہ واقعی طور پر آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل پیران کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نگاہ سے تبلیغ کا کام بہتر کیا ہے، اور اب بھی کر رہے ہو۔ لیکن عزیزو! گویا کہ ابھی تک آپ پاکستان میں ہیں اس لئے کہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ آپ کی تبلیغ سندھی، پنجابی، مکرانی، بنگالی حضرات تک محدود ہے، تاحال آپ کی آواز غیر ملکی، دیگر اقوام اور عرب حضرات تک نہیں پہنچی، لہٰذا اب اس طرف توجہ کریں، حرص رکھیں، اگر دوسری زبانوں کا محاورہ نہیں ہے تو جناب قاری صاحب یا کوئی دوسرا لائق آدمی آپ کی تقریر کا ترجمہ کر کے سنائیں۔ عربی کے علاوہ ترکی، فارسی اور دیگر غیر ملکی زبانیں بھی ضرور سیکھیں، غفلت ہرگز نہ کریں، آپ اسی مقصد کے لیے تو گئے ہیں اپنی عمدہ چال، اخلاق نبوی، عادات جمیلہ کے ذریعے اپنے اور بیگانوں کے دلوں کو شکار کرو اور اسی قسم کی تجاویز اور مشورے سوچتے رہو۔ آپ نے لکھا ہے کہ آئندہ کے لئے جو احباب تشریف لائیں پاسپورٹ پر فقط دبئی کا اندراج کرائیں بعد میں اسی پاسپورٹ سے حج کے لئے خواہ دیگر ممالک میں بھی جاسکیں گے۔ چونکہ ہمارا پروگرام تبلیغی ہے، حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً کے علاوہ دیگر ممالک میں آمد و رفت کی ضروریات پیش آتی رہتی ہیں اس لئے اگر ہو سکے تو حکومت کے متعلقہ افراد سے از روئے رضائے خدا تعالیٰ تعارف پیدا کریں تاکہ تبلیغ کے

کام کے لئے آسانیاں پیدا ہوں۔

ملکی معاملات، اسلامی ممالک کے حالات معلوم کرتے رہیں، عاجز بیکار کو خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں، نیز نور چشم محمد طاہر و جملہ عیال کے لئے خاص دعاؤں کی امداد رہے، یہ عاجز بیکار اور محمد طاہر آپ کی دعاؤں کا احوال سن کر نہایت شکر گزار رہتے ہیں۔ جملہ جماعت آپ کے لئے دعا گو ہے، ان کے سلام قبول ہوں، آپ کے خطوط بار بار پڑھے جاتے ہیں۔ آپ دونوں ایک ہی لفافہ میں خط بند کر کے بھیج دیا کریں لیکن احوال ہر ایک کا تفصیلی اور جدا جدا ہو ڈاک ٹکٹ نہ بھیجیں یہاں کسی کام نہیں آتے۔ حاجی غلام نبی صاحب اور حاجی غلام رسول صاحب کو تقریر ضرور سکھائیں ان کے علاوہ بھی جماعت کے جو مخلص پکے آدمی آپ کے ساتھ تبلیغ میں شامل رہیں ان کی اصلاح کریں اور ان کو تقاریر سکھائیں تاکہ وہ بھی مبلغین کے ساتھ مل کر کام کریں۔

جناب قاری خلیل احمد صاحب سے پیار و محبت، تعظیم و تکریم سے پیش آئیں انہوں نے بڑی ہمدردی کی ہے، یہ عاجز بیکار ہر طرح سے ان کے لئے دعا گو اور شکر گزار ہے ایک دردمندانہ پر سوز گذارش و اپیل۔ جملہ احباب جو اس تبلیغی دورہ میں شامل ہیں ان سب کو عمومی طور اور امیر جماعت جناب مولانا مولوی حاجی احمد حسن صاحب اور مولانا مولوی حاجی رب نواز صاحب کو خصوصی طرح عرض ہے کہ اس عاجز بیکار ادنیٰ غلام غلامان بارگاہ عفاریہ نے آپ صاحبان کو جناب حضرت قبلہ عالم غوث الاعظم حضرت مرشد و مربینا حضرت خواجہ صاحب رحمت پوری قدس اللہ سرہ العزیز کا نائب بلکہ حضرت نبی اکرم تاجدار مدینہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ الہ و سلم کا نائب کر کے، جس طرح آپ صلی اللہ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن روانہ فرمایا تھا، آپ کو اسی مقصد دینی دعوت، اصلاح قلب خدمت خلق، اشاعت سلسلہ روحانیہ نقشبندیہ عفاریہ، جملہ مسلمانوں کی غلامی و ہمدردی کے لیے روانہ کیا ہے لہٰذا آپ دوستوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ فقیر حقیر آپ حضرات کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اولیاء عظام کے رنگ ڈھنگ، اتحاد الفت، ایثار، محبت، قربانی، ہمدردی درویشی، سادگی، پر اخلاص زندگی گزارتے دیکھنا چاہتا ہے، صحابہ کرام خود بھوکے رہ کر خود تنگ لباس میں رہ کر پہلے دوستوں رفیقوں کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اپنا آرام ترک کر کے رفیق کی راحت کی فکر میں رہتے تھے دیکھنے میں برابر بدن جدا اور زیادہ نظر آتے تھے لیکن ہوتے ایک جان تھے۔ دینی دعوت، خدمت خلق اور رضائے مولا پاک کو سب سے زیادہ پیارا رکھتے تھے۔ دوران سفر اکثر دوستوں میں رنجشیں، تنازعے، بے اتفاقی، بے صبری، کم سوچنے، اپنے نفس کی راحت، عزت اور اپنے اغراض و فکرات خیال میں

ہوتے ہیں، دوستوں رفیقوں کی غم خواری عزت و راحت وغیرہ کا خیال نہیں رہتا۔

خبردار! خبردار! اس قسم کی مصیبت اور غفلت سے بچو، بچو، بچو، اس طرح پیار و محبت سے یک جان ہو کر رہنے کی دنیا میں مثال قائم کریں کہ لوگ آپ کو جداگانہ پانچ افراد نہ سمجھیں بلکہ دیکھنے والا یوں دیکھے کہ گویا کہ یہ پانچوں حاجی احمد حسن صاحب یا حاجی رب نواز صاحب یا پانچوں حاجی غلام نبی صاحب ہیں، اگر کسی بھی دوست میں ان باتوں کی کمی ہو تو وہ آدمی داعی الیٰ اللہ دین کے خادموں کے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہے چاہئے کہ وہ بارگاہ اقدس میں ملتجی ہو اور اس نعمت کا خواستگار و طالب بنے۔

ذرا اعلیٰ پیمانہ کی گذارش اگر تمام دوست اس پر عمل کریں تو بہتر ورنہ مولوی حاجی احمد حسن صاحب اور مولوی حاجی رب نواز صاحب شوق سے اس بات کو پسند کریں اور عمل کی کوشش کریں، یہ اس عاجز سیاہ کار کے دل کی تمنا ہے اور یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تمام دوست ورنہ پھر بھی مذکورہ دونوں صاحبان آپس میں اس قدر پیار، قرب، اتحاد اور یگانگت پیدا کریں کہ کھائیں ایک برتن میں پئیں ایک پیالہ سے، کھانے، پینے اور پہننے میں حاجی احمد حسن صاحب وہ چیز پسند کریں جو مولوی رب نواز صاحب کو پسند ہو، اسی طرح مولوی رب نواز صاحب بھی کھانا، پینا اور لباس وغیرہ وہی پسند کریں جو حاجی صاحب کو پسند ہو، کام، محنت، کاروبار دونوں نے کیا، یا ایک نے کیا دوسرے نے نہیں کیا آمدنی میں دونوں برابر برابر نصف کے حقدار ہوں، دینی بھائی چارہ، دینی سفر، دینی دعوت میں اسی برادری کی ضرورت ہے، میرا دل بے اختیار یہ نقشہ دیکھنا چاہتا ہے اس دینی سفر، روحانی دعوت، خدمت خلق، خالق اکبر جل شانہ کی رضاء کے حصول میں کامیابی، کشائش فیوضات، انوار و تجلیات اور فتوحات کی سیدھی راہیں ہیں کامیاب راستے یہی ہیں، امید ہے کہ ضرور غور کریں گے۔

عزیزو! آپ ایک بہت بڑے، اعلیٰ افضل اور اہم کام کے لئے جو کہ انبیاء علیہم السلام کا منصبی کام ہے عظیم عزم کر کے نکلے ہو الحمدللہ مبارک، صد لاکھ مبارک۔

اب چاہئے کہ کام کرنے کے طریقے، کامیابی کے راستے حالات کے مطابق اختیار کرو لیکن جب تک مذکورہ بالا امور اوصاف اور حالات اپنے اندر پیدا نہیں کرو گے، حالات ساز گار اور پوری کامیابی حاصل نہیں کر سکو گے۔

ضعف دماغ کی وجہ سے یہ عاجز تحریری کام سے قاصر ہے۔ اکثر و بیشتر کسی کے نام خط یا جواب وغیرہ نہیں لکھتا پھر بھی آپ کے نام اس عاجز نے اتنا سارا دفتر لکھا ہے ...... اب دیکھنا یہ ہے کہ

آپ نے اس عاجز کی پردرد گذارش و داستان سے کیا نتیجہ اخذ کیا؟ اس بارے میں ضرور جواب تحریر کریں۔

آپ کا کچھ کھانا، مزدوری کرنا، دنیا طلبی کے لئے نہ ہو، محض دین کے لئے ہو امیر جماعت کی پوری طرح اطاعت کرو، ہر کام میں ان سے مشورہ کرو مولوی حاجی احمد حسن صاحب کام کرنے کے قابل ہوں یا نہ ہوں، حج کی تیاری ضرور کریں، عرب حضرات اور دوسرے ملکوں کے لوگوں سے ملیں واقفیت پیدا کریں، اور دوسری زبانیں سیکھیں۔ اس عاجز کی طبع میں طبی عوارض رہتے ہیں اس لئے مخصوص دعاؤں میں یاد رکھیں، پتہ لکھتے وقت لفافہ کے اوپر مغربی پاکستان لکھا کریں، یہاں رمضان شریف کا چاند پیر کو دیکھا گیا ہے۔

دعا گو

لاشئ فقیر محمد اللہ بخش غفاری

از فقیر پور رادھن

منقبت شریف

زمیں والوں پر رحمت کی گھٹائیں آگئیں دیکھو

کہ حضرت سوہنا سائیں مرشد کامل ملا ان کو

ہے جن کی شخصیت ایسی کہ پابند شریعت ہے

نبیؐ کا فعل و فرماں روح میں گویا ودیعت ہے

ہے جن کے فیض کا عالم جہان جام و بادہ ہیں

ہیں ایسی بستیاں کہ ہیں شریعت کے لبادہ ہیں

نہ ہے آوارہ کوئی مرد، نہ بے پردہ کوئی زن

ولی کے نور باطن کی جھلک سے پیدا یہ کرن

جو ان کے زیر سایہ ہیں، قطب ابدال قلندر ہیں

ہے کیسی خوبیء قسمت کہ کس زمرے کے اندر ہیں

انہی کے دم سے یہ دنیا منور ہے سلامت ہے

انہی کی ذات تو از خود کرامت ہی کرامت ہے

سلمہ اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب مشفقی محبی ارشدی اخوی مولوی فتح محمد صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بحمد اللہ، یہ حقیر پر تقصیر خیریت سے ہے اور خداوند کریم سے آپ کی خیر و عافیت اور شریعت علیہ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر استقامت مطلوب۔

میرے عزیز! اللہ تعالیٰ کا ذکر و یاد، دونوں جہاں کی سعادت عرشی خزانے، گنجینے کی چابی اور یہ نعمت خوش نصیب۔ کے حصہ میں ہی آتی ہے۔ لیکن ذکر کس طرح کیا جاوے اور ذاکر صادق کون ہے؟ ایک عزیز نے ایک فقیر کو دیکھا اور پوچھا کہ تو کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا اللہ۔ پھر پوچھا کہاں جائے گا؟ اس نے جواب دیا اللہ۔ پھر پوچھا تیرا مطلب کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ۔

موافق حال عمدہ۔ (بیت) چنانست در دلم حاضر، دگر را جائے نے در دل

وگر گویم سخن باکس، ہمیں اللہ گویانم

"وہ میرے دل میں اس انداز سے موجود ہیں کہ دل میں کسی اور کی گنجائش ہی نہیں۔ اگر کسی سے بات چیت کرتا ہوں، تو زبان پر لفظ اللہ ہی آتا ہے"

مکرما! ہم تو ذاکر ہی نہیں، ذاکر کا تو یہ حال ہوتا ہے۔

ایں بس کہ دو دیدہ در خیالت دارم

در ہرچہ نظر کنم، توئی پندارم

یعنی چونکہ دونوں آنکھیں تیرے خیال میں مستغرق ہیں، اس لئے جس چیز کو دیکھتا ہوں یہی خیال کرتا ہوں کہ تو ہی ہے۔

طالب کو چاہئے کہ اپنے دل کو اللہ کی یاد سے آباد رکھے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم کے تکرار سے دل کو تازہ رکھے اور اس طرح رہے کہ ظاہر میں خلقت کے ساتھ اور باطن میں اللہ کے ساتھ۔

(بیت) از دروں شو آشنا، و از بروں بیگانہ باش

ایں چنیں زیبا روش، کم مے بود اندر جہاں

"اپنے باطن کے متعلق باخبر اور باہر کی چیزوں سے بے خبر بن جا، یہ بہتر خصلت زمانے میں بہت کم پائی جاتی ہے" اور مراقبہ کی حقیقت درج ذیل بیت سے سمجھ لیں۔

(بیت) لب بہ بند و چشم بند و گوش بند

گر نہ بینی سر حق، بر من بخند

"غیر سے زبان، آنکھیں اور کان بند کر لے، پھر بھی اگر تجھ پر حقیقت کے مخفی راز نہ کھلیں تو مجھ پر ہنسنا"

ذکر و مراقبہ کی مزید وضاحت و حقیقت مکتوبات حضرت قبلہ و کعبہ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کر کے عرض کی جاتی ہے:

بھائی جان! خداوند جل شانہ کا ذکر جمیع عبادات کا بھید ہے۔ یہ بلند سعادت، اس شخص کو نصیب ہوتی ہے، جو تمام علائق و عوارضات دنیا سے اپنا تعلق قطع کرے اور اس پر خدا تعالیٰ کے عشق کی آگ غالب ہو جائے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دوام حاصل نہ ہو جائے، اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ نیز معلوم رہے کہ تمام ذکر کی بنیاد کلمہ شریف، اللہ اور "لا الہ الا اللہ" ہے اور اس کی حقیقت کا یہ نتیجہ ہوتا ہے، کہ بندہ جمیع اشیاء سے اپنا تعلق قطع (مراد تعلق باطنی) کر لیتا ہے، خدا تعالیٰ کی محبت کے سوا کسی دوسری شے کی طرف توجہ نہیں کرتا، یہاں تک کہ وہ اپنے وجود سے بھی بھاگتا ہے، اور پھر جمیع ماسویٰ سے روگرداں ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے ذکر میں مستغرق ہو کر اپنی زندگی گذارتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے، تو سمجھ لو کہ ذکر کا کل فائدہ حاصل ہو گیا۔ یہ ذکر کی لگاتار مشق کا نتیجہ ہے کہ بندہ، دنیا اور اس کے ساتھ جمیع لہو و لعب اور شہوت نفسانی کو ترک کر دیتا ہے اور اس ذکر کی بدولت نفس و شیطان کے شر سے بھی نجات حاصل کر لیتا ہے۔ کہدیجئے کہ اللہ بس اور ماسویٰ عبث و ہوس "و انقطع علیه النفس

مکرما! محبت ایک عجیب نعمت، بے بہا دولت، کسی ازلی سعید کے حصہ میں آتی ہے۔ وہ شخص بہت ہی نیک بخت ہے، جو بدل و جاں اس کا طالب، کوشاں و جویاں ہے، جس کے سینہ بے کینہ میں ذرہ بھر محبت ہے، بزرگوں نے کہا ہے کہ ایسے شخص کے پاس ہزار بادشاہی ہے، اگرچہ اس کے پاس رات کی روٹی نہ بھی ہو۔ تم کہو گے کہ کس طرح حاصل کی جاوے؟

عزیز من! حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سیدنا خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سیکھو۔ مجنوں، سسی، سوہنی سے سیکھو۔ تم نے کتاب "عشق حبیب" تصنیف کی ہے، واقف، ماہر!! اس کتاب کو پھر دیکھو! کسی عارف نے کیا اچھا کہا ہے:

(بیت) یک دل داری بس است، یک دوست ترا

دل در پئے این و آں، نہ نیکو است ترا

"تیرا دل بھی ایک ہے، تیرے لئے دوست بھی ایک ہی کافی ہے، لہٰذا دل میں قریب و بعید کو بسانا تیرے لئے مناسب نہیں ہے"

دوسرے نے فریاد کر کے کہا۔

(بیت) از دل بروں کنم، غم دنیا و آخرت

یا خانہ جائے رخت بود، یا خیال دوست

"دل سے دنیا و آخرت کے فکرات دور کرلوں، اس لئے کہ دل یا تو توشۂ دنیا و آخرت کا مقام ہو سکتا ہے یا محبوب کے سکون کا محل"

تیسرے نے بنالاں وگریاں کہا۔

(بیت) حدیث عشق میگوئی و دل بادیگراں بندی

دو تیغ آخر تو میدانی، کجا در یک میاں گنجد

"باتیں تو عشق کی بتا رہا ہے لیکن دل تو اوروں سے متعلق ہے۔ آخر یہ بھی تو سوچ، کہ دو تلواریں ایک ہی میان میں کس طرح سما سکتی ہیں؟"

چہارم نے بجوش وخروش تنبیہ کی۔

(بیت) در حضور دوست، ہر جانب نظر کردن خطا است

یک زمان حاضر نشیں، اے دل! کہ جانان حاضر است

"محبوب کے آتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنا گناہ ہے، اے دل! ذرا ایک ساعت تو موجود رہ، کیوں کہ محبوب حاضر ہے"

عزیز من! اسی درد کا داستان بالکل طویل، نہایت خوبرو جمیل، قصہ مختصر والسلام۔ وہ خالق کون و مکاں، مالک لایزل، ہمیں تمہیں اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمائے آمین!

لاشئ فقیر اللہ بخش غفاری

منجانب لاشئ فقیر اللہ بخش غفاری

از فقیر پور رادھن سلمہ اللہ تعالیٰ

مکرمی مشفقی صوفی میاں محمد اسماعیل!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف بخیریت۔ خط کا جواب عزیزی محمد سلام صاحب نے اپنی طرف سے، اپنے خیال سے ازروئے خیر خواہی تحریر کیا ہے۔

آپ کی طبیعت میں جو اشکال، انقلاب اور تکا سلی آئی ہوئی ہے وہ در حقیقت، حقیقت سے ناآگاہی کے سبب ہے، حالانکہ محب صادق، طالب واثق ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا، اس کے ذمہ جو کام ہے، جو کہا گیا ہے وہ ہر حال میں رنج و راحت، لذت، بے لذت شوق، عدم شوق اسی میں ہی لگا رہتا ہے یہی طالب صادق ہے اور یہی شخص بہت کچھ حاصل کر سکتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ "بیت"

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لئے

محبت و اتباع و اعتقاد و انقیاد

یہ مقفیٰ قول ہے رنگین بھی سنگین بھی، حضرت مرشد کا یہ ارشاد رکھنا عمر یاد۔ جو بھی طالب ہو اگر وہ حاصل کر سکتا ہے تو محبت اور استقامت سے۔ کچھ پالیتا ہے اگر اس کی طلب صادق ہوتی ہے، ویسے باتوں سے کام نہیں بنتا۔

آپ کے اشکال شکایات کا مدلل مختصر لیکن پر معنی اصل اصول دو چار بیتوں میں عرض کر دیتا ہوں۔

اول

دل کیوں نہیں لگتا طاعتوں میں اس فکر کے پاس بھی نہ جانا
دل لگنا کہاں ہے فرض تجھ پر تیرا تو فرض ہے دل لگانا

دوئم

لگا رہ اسی میں جو ہے اختیاری نہ پڑا مر غیر اختیاری کے پیچھے
عبادت کئے جا مزہ گو نہ آئے نہ آدھی کو بھی چھوڑ ساری کے پیچھے

سوئم

تو ہو کسی حال میں مولیٰ سے لو لگائے جا قدرت ذوالجلال میں کیا نہیں گڑگڑائے جا

بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا

چہارم

کام کر دل لگا کے پھر بھی اگر نہ لگے دل تو کچھ ملال نہ کر
حسب ارشاد حضرت مرشد فعل کر فکر انفعال نہ کر

پنجم شکر گزاری انعام

کرم سے اپنے بخشی مجھ کو توفیق انابت (توبہ) ہے
یہ وہ دولت ہے جو واللہ رشک صد کرامت ہے

ششم آخری فیصلہ کن اصولی بات

جو ہے صدق دل سے غلام محبت
وہی ہو گا اک دن امام محبت

عزیزا! مکرما فکر ملال مت کرو، تشویش انتشار، طبع میں مت آنے دو، یہ وہ رستہ ہے کہ شیطان لعین حملہ کر کے کمزور، ناکام بنا دے گا۔

یہ منعم حقیقی کا احسان، انعام نہیں ہے کہ یہ پاکیزہ راستہ دکھلایا ہے، یہ اظہار کرم نہیں ہے کہ یہ طلب عطا کی ہے۔

بیت

جس پہ ان کا کرم نہیں ہوتا حامل درد و غم نہیں ہوتا

مذکورہ بالا ابیات جملہ خطرات، فکرات اور تشویشات کا جامع جواب ہیں، جو آپ کے ذمہ کام (اللہ تعالیٰ کی یاد، ذکر ہر حال میں کرنا) ہے وہ کام آپ کرتے ہی رہیں، مزہ لذت محسوس ہو یا نہ ہو۔

بیت ذکر کن ذکر تا ترا جان ست پاکئ دل ز ذکر رحمان است

(دل کا غیر سے خالی ہونا، دل کا باخدا ہونا کثرت ذکر پر موقوف ہے، انشاء اللہ العزیز مہربانی ہوگی)

والسلام

نوجوانوں ! دین ملت کا کرو ہر دم خیال
تم میں پیدا ہوں غزالی اور رازی کی مثال
ادا کرلو ملت بیضا کا وہ اوج و کمال
وہ محمد ابن قاسم کا شجاعانہ جلال

سلمہ اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب اخوی وارشدی محبی مولوی فتح محمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ فقیر بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہے اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر آپ کی سلامتی عافیت اور استقامت، اللہ سبحانہ کی درگاہ سے طلبگار ہوں بھائی جان؛ عزیز من !! فقیر کی یہی آرزو ہے کہ اپنی عارضی زندگی کے باقی سانس خداوند کریم کے ذکر اور اس کی رضا طلبی میں گذار دیں اور اپنے قیمتی وقت کو، جس کا کوئی بدل نہیں، ضایع نہ فرماویں۔ اپنے جمیع اوقات کو شرع شریف کی پابندی کرتے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول رکھیں اور تاکید ہے کہ ہر وقت خداوند کریم کی طرف نہایت عاجزی اور انکساری سے متوجہ رہیں، تاکہ اس بارگاہ عالی میں قابل قبول ہونے کا شرف حاصل ہو۔

چند ابیات برائے رشک وترغیب۔

دور حاضر کے اے مسلم تو نے لیکن کیا کیا
بڑھ گئے اغیار تجھ سے اور تو دیکھا کیا

لٹ گیا تیرا متاع اتفاق و اتحاد
اور تو غفلت کی میٹھی نیند میں سویا کیا

فیض پایا غیر نے، تیرے اصول و علم سے
سیکھ کر علم و ہنر باب ترقی وا کیا

بڑھ گئے تیرے عقائد کے فروعی اختلاف
خانہ جنگی نے تیرے اسلام کو رسوا کیا

وہ تیرے اسلاف تھے، اعمال صالح جن کے تھے
کون کہتا ہے تو نے جو کیا، اچھا کیا

جناب محبی شاہ صاحب مولوی نصر الدین صاحب اور ان کے رفقاء کو عرض بلکہ تاکید ہے کہ

بقیہ صفحہ نمبر ۲۹۶

سلمہ اللہ سبحانہ

مکرم و محترم محمد فیض الحسن صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ! خیریت طرفین نیک مطلوب

۱۔ عزیزا! جن جن احباب کے لئے آپ نے جوابی خط ارسال کئے ان کو خط لکھے گئے ہیں، یہی نہیں بلکہ جن صاحبان کے بھی خطوط جواب طلب ہوتے ہیں، سبھی کو جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ خواہ وہ جوابی لفافہ نہ بھی ارسال کریں، البتہ یہ اور بات ہے کہ کثرۃ خطوط یا کسی اور مشغلہ کی وجہ سے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوئی ہو۔

۲۔ دیگر یہ کہ آپ حضرات نے خط میں ایک آدمی کے لئے لکھا تھا کہ ۲۸ تاریخ کو اللہ آباد آجائیں گے اور ایک آدمی کے فقیر پور آنے کا لکھا تھا، مگر یہاں تو وہ نہیں آئے، ممکن ہے فقیر پور گئے ہوں یہ عاجز پورا ماہ گیارھویں کو بھی یہیں تھا۔

لہٰذا جو بھی حضرات آپ کی طرف سے آنا چاہیں تو آپ پہلے خط لکھ کر اس فقیر کے متعلق یقین کر لیں کہ میں کہاں پر ہوں ورنہ تو اگر وہ فقیر پور یا اللہ آباد آجائیں اور میں کسی اور جگہ یا تبلیغی سفر میں ہوں تو نئے آدمیوں کو اس سے کوفت ہو سکتی ہے، لہٰذا چونکہ وہ بیچارے دور کے سفر سے ملاقات کرنے آتے ہیں تو پروگرام کے تحت آجائیں تو بہتر رہے گا۔

یا پھر ۲۷ تاریخ کے ایک دو دن قبل یا بعد میں اللہ آباد آجائیں کیونکہ یہ عاجز اکثر طور پر ستائیسویں کو یہیں موجود رہتا ہے۔

آپ اور محترم منیر احمد صاحب کی کوشش سے روحانی طلبہ جماعت کا کام محنت سے جاری ہوگا یہاں کے بھی احباب مسلسل جدوجہد سے اپنی مشن کو آگے بڑھاتے جا رہے ہیں ۳ اور ۴ جنوری کو حیدرآباد میں روحانی طلبہ جماعت کی سالانہ کانفرنس تھی، جس کے لئے آپ کو بھی دعوت نامہ بھیجا گیا تھا، شاید کسی عذر کی وجہ سے آپ نہ پہنچ سکے ہوں، الحمد للہ وہ جلسہ توقعات کے عین مطابق کامیاب رہا، سندھ کے تقریباً ہر ایک ضلع سے کافی تعداد میں طلبہ حضرات شامل ہوئے، خاص کر حیدرآباد، کراچی، نواب شاہ، خیر پور کے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے بہت اسٹوڈنٹ حاضر ہوئے، ان کے علاوہ ٹھٹھہ لاڑکانہ، سکھر، جیکب آباد کے ہائی اسکولوں سے بھی کافی دوست شریک ہوئے امریکہ کے مولانا صدیق احمد ناصر اور افغانستان کے مولانا شمس الرحمان صاحبان جو کہ کراچی میں پی ایچ. ڈی وغیرہ کے طالب علم بھی ہیں وہ بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے اور اپنے مواعظ سے طلبہ حضرات کو بہت محظوظ کیا صرف شاگرد ہی نہیں کافی لیکچرار، ہیڈ ماسٹر اور دیگر اساتذہ بھی شریک

بقیہ صفحہ نمبر ۲۹۲ پر

لاشیٔ فقیراللہ بخش غفاری

سلمہ اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب نور چشم میاں غلام مصطفیٰ صاحب، میاں نصراللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ ! بفضل اللہ تبارک و تعالیٰ اس عاجز کی طرف خیریت ہے، حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ آپ حضرات کو مع جملہ اہل خانہ باعافیت و سلامت دین و دنیا، آخرت میں سرفراز و کامیاب رکھے اور سعادت دارین مرحمت فرمائے "آمین"

عرض یہ ہے کہ یہاں اللہ آباد کنڈیارو میں ہرماہ تبلیغی روحانی جلسہ ہوتا ہے، دل چاہتا ہے اور منتظر رہتا ہے کہ آپ ہرماہ اس پروگرام میں شامل رہیں، اور اپنی اولاد کو بھی موقع فراہم کریں، اس وقت ان کی جوانی ہے کچھ دین کی طرف بھی متوجہ ہوں اور عملی طور پر ہموار راستہ پر گامزن ہو جائیں۔

ازاں سواء آنے والے اسلامی ماہ جمادی الثانی میں جماعت کے ملازم پیشہ احباب اور اساتذہ نیز کالجوں کے طلبہ اور دیگر سمجھدار دوستوں کے لئے پورے ایک مہینہ کا روحانی اصلاحی کورس رکھا گیا ہے، جس میں ایک مفید و مؤثر تعلیم و صحبت کا کورس جاری رہے گا، انشاء اللہ تعالیٰ اس میں دین و دنیا کے عمدہ تر فوائد حاصل ہوں گے۔ غلام مصطفیٰ کی تو ویسے بھی چھٹی ہوگی آپ بھی چھٹی لے سکتے ہیں، اپنی اولاد نعیم و الطاف کو بھی ضروری فرضی اصلاحی مفادات سے محروم نہ رکھیں، ضرور ان کو بھی موقع دیں۔

اب ایک دنیوی معاملہ کے سلسلہ میں ایک گزارش آپ کی خدمت میں عرض ہے، آپ کے ساتھ (قرابتداری کے) تعلق کے علاوہ آپ کی لیاقت، صلاحیت، ہمت جرائت اور خیر خواہی کے پیش نظر امید واثق رکھ کر پیش کی جاتی ہے، آپ جیسے لائق، رشید، سعید، عقیل و فہیم صاحبزادوں کی نیک نیتی اور عمدہ صلاحیت کو دیکھ اس عاجز کو شرم آتی ہے کہ ایک معمولی، ادنیٰ کام کے لئے تاکیدی خط لکھے یا کوئی آدمی بھیجے یہ درست طریقہ نہیں، اس سے آپ کو بھی دکھ پہنچے گا کہ شاید ماموں ہمیں دور رکھتا ہے، واقعی (اگر اس قسم کی کوئی بات ہوئی ہو تو) عاجز کی غلطی ہے، اور اس کے لئے معذرت خواہ ہے، عرض یہ ہے کہ فصل بونے کے موسم کے آخری ایام ہیں، زمینیں آخری سرے پر واقع ہیں پانی کی باری مقرر نہ ہونے کی وجہ سے یہ نظام درست نہیں اسی وجہ سے ہمارا کام ادھورا رہ گیا ہے، جب کہ دوسرے لوگوں کے فصل سرسبز ہیں، اس لئے تاکیدی عرض ہے کہ اس کے درست تدارک کے لئے کوئی مناسب طریقہ اختیار کریں یہ بات ناقابل فہم اور بڑے دکھ کا

باعث بنتی ہے کہ واٹر کورس کے مالک میاں غلام مصطفیٰ اور میاں نصر اللہ ہوں اور ..... یہ عاجز ہر جگہ دوستوں سے یہی کہتا ہے کہ دنیوی معاملات اور خاندانی امور میں ہم سب کا بڑا میاں غلام مصطفیٰ صاحب ہے، جو اس عاجز کا پیارا بھانجا ہے اور اس عاجز کا ہر طرح سے ادب و احترام کرتا ہے اور ہر بات و معاملہ میں اس عاجز کا کافی خیال و احساس رکھتا ہے، اور از حد سمجھدار آدمی ہے، میاں غلام مرتضیٰ سے بڑھ کر با اخلاق، عقلمند اور ہمدرد انسان ہے۔

پیارے! اس عاجز کا یہ خیال نہیں کہ کہیں سے ناجائز فائدہ دلائیں، بلکہ ہمارا اصلی خیال یہ ہے کہ حق و انصاف کے طور پر گورنمنٹ کی طرف سے باری مقرر ہو اور ہمیں اپنے حصے کا پانی ملے، ورنہ یہ معاملہ درست نہیں رہے گا، اور شکایات ختم نہیں ہوں گی۔

میاں نصر اللہ صاحب کو بھی یہی کہا گیا تھا کہ سرکاری طور پر باری کا انتظام ہو جائے تو بہتر، اصل میں یہ بات آپ ہی سے کہنی تھی لیکن ملاقات نہ ہو سکی میاں عبدالخالق شاہ آپ سے ملے تھے اور انہوں نے آپ کی نیکی اور ہمت کی تعریف کی اور بتایا کہ غلام مصطفیٰ کا بہتر خیال ہے اور میاں غلام مصطفیٰ ہی یہ کام کروالیں گے، سردی کے موسم میں تو پانی کم ہوتا ہے جب کہ اس موسم میں تو نہری پانی بھی زیادہ ہے ٹیوب ویل بھی ہیں۔

میاں غلام مصطفیٰ کو ہم زمیندار سمجھتے ہیں اور میاں نصر اللہ کو آفیسر پھر بھی ہمیں اپنی باری کا پانی نہ ملے!! چونکہ آپ دونوں گوٹھ میں رہتے ہیں، بہتر انتظام ہو چکا ہوگا ورنہ خط ملتے ہی باہمی مشورہ کر کے اس شکایت کا ازالہ کریں، دوسرے غریبوں کو بھی یہی شکایت ہوگی، کام بہتر طور پر ہونا چاہئے امید ہے کہ ہمشیرہ صاحبان خیریت سے ہوں گی، اس کو سلام آداب اور دعا کے لئے عرض جملہ رشتہ داروں کو سلام پہنچیں اور سب اس عاجز کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں یہ عاجز دعا گو ہے۔

والسلام

بقیہ مکتوب صفحہ نمبر ۲۹۰

ہوئے، اور الحمد للہ سبھی بے حد خوش ہو کر گئے، اگر پنجاب کے بھی کچھ احباب اس موقع میں شامل رہتے تو بڑا اچھا رہتا، روحانی طلبہ جماعت کی کتابیں آپ کے پاس پہنچ گئی ہوں گی، اگر اور بھی ضرورت ہو تو حسب ضرورت محترم منیر احمد صاحب سے حاصل کریں یا سندھ روحانی طلبہ جماعت کو لکھیں۔

لاشئ فقیر اللہ بخش نقشبندی فضلی غفاری

معاملات ۽ معمولات ۾ حقيقي مالڪ ڪارساز جي حوالي آهن. انهيءَ
عرض ڪرڻ جيئن آهي ته اسان اڄڪلهه دوره تبليغ ۾ هونداسين ان شاءَ الله العزيز
سڀ آسانيون ٿينديون.

اميد ته ٻئي پنهنجي عزيزن ۽ پاڙيوارن دوستن شاگردن ماسترن طلبا
هر مسلمان لاءِ پوري ڪوشش ڪرڻي هوندي ته روزانو سڀئي نماز ۽ انهن ڪرڻي
آهي ان فرض جي ادائگي ڪيو. رمضان شريف جو احترام ڪيو. پنهنجن
عزيزن الله لوڪن کي ڪوشش ڪرڻي محمد جا ٽڪرا روزن سان گڏ نماز ۽ روزن جي پابندي
سان پڙهن.

عاجز کي زندگي جي حرص آهي ته توهان جو دين طرف ڪامل توجهه ٿئي ۽ دين
وارن صالحن سان صحبت رفاقت رهي. ان ڪم جو پورو ترجيح ڏيو.
ٻيا دين بوزن صاف عام صحبت کان بلڪل پرهيز ڪيو جو انهن جي
صحبت عام نقصان واري آهي.

خانوادي جي خدمت ۾ جيڪڏهن اڳرا آهيو ته زياده سرگرم رهو ڪاڻ ته
طلب والدين جي دعا ٿا مقبول هوندي آهي.

دل کي شوق آهي ته هميشه صاحب اسان وٽ ڪجهه وقت رهن. ڪيئن عرض ڪندا
هو عاجز ۽ محمد طاهر اسان سڀني کي خصوصي دعائن ۾ ياد رکن ...
توهان به عاجز کي دعا ۾ ياد ڪندا رهو ته ڪيڏو.

السلام سڀني عزيزن ننڍن وڏن کي عرض ۽ ڪين دعا لاءِ عرض آهي.

جماعت جي جملي دوستن کي السلام عرض آهي. خاص ڪري وارن کي خط
احوال احترام رمضان شريف ۾ جماعت جي ديني نظام جو احوال لکڻو رکو
قاضي ياسين محمد سڀ ۽ حاجي فضل محمد صديقي صاحب کي خصوصي سلام عرض آهي.
توهان جماعت جو احوال لکندا رهو ته نظام ... سر جماعت سان
نظام ۾ داخل ڪوشش رهندا. والسلام ...

حضور سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کے سندھی مکتوب کے اصل عکس کا اردو ترجمہ

ز از فقیر پور

تاریخ ۲۳ رمضان المبارک

سلمہ اللہ تعالیٰ

بخدمت جناب نور چشمی میاں غلام مصطفیٰ صاحب

وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ بفضل اللہ تبارک و تعالیٰ اس فقیر حقیر پر تقصیر کی طرف خیریت ہے، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو دین، دنیا اور آخرت میں کامیاب و کامران و باسلامت رکھے، اپنی اور اپنے حبیب پاک علیہ الصلوات و اکمل التحیات کی حقیقی محبت اطاعت اور رضا عطا فرمائے "آمین"

آپ کا مختصر سا خط پہنچا! عزیزا! یہ بندہ حقیر ہر طرح آپ کے لئے دعا گو ہے اور دعا گو رہے گا۔

عرض یہ ہے کہ آپ قلبی ذکر، مراقبہ کی کوشش، ہر لحہ ذکر کا خیال رکھیں، جس قدر اس طرف توجہ میں اضافہ ہو گا، اسی قدر طبعیت میں شوق، لذت بڑھے گا اور دنیوی امور کا بوجھ ہلکا ہو گا، دل میں سکون و قرار کی کیفیت پیدا ہوگی۔

زیادہ نہ سہی آٹھ یا دس دن ضرور بالضرور گھر چھوڑ کر دوستوں کے ساتھ تبلیغ میں شامل رہیں اس سے ایک عجیب کیفیت اور حقیقت کی راہ کھلے گی اور مشکل کام آسان نظر آئیں گے۔

عزیزا! دنیوی حیاتی جو انسان کو ایک مخصوص کام (یاد خدا) کے لئے ملی ہے، عقلمندی اور دانائی سے یہ بات بعید ہے کہ اس بے بہا دولت، جوانی، صحت اور عمر کو دنیوی کام کاج اور دنیوی فکرات میں ضائع کیا جائے ۔۔ ایسا کرنے پر کل سخت پریشانی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ دنیا کے تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں اور یہ دعا مانگتے رہیں کہ میرے مولیٰ پاک جس کام میں میری بہتری ہو، فائدہ ہو اور رب تعالیٰ تیری رضا شامل ہو (ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرما) میں خود اور میرے تمام امور معاملات، تیرے سپرد ہیں تو ہی حقیقی مالک و کارساز ہے۔ اسی لئے آپ سے عرض کی گئی ہے کہ ۱۰۔۱۵ دن تبلیغی دورہ میں شامل رہیں انشاء اللہ تعالیٰ العزیز ہر قسم کی آسانی میسر آئے گی۔

مجھے امید ہے کہ آپ نے اپنے عزیز رشتہ داروں، پڑوسیوں دوستوں، شاگردوں، استادوں، غرض یہ کہ ہر ایک مسلمان کے لئے پوری طرح کوشش کی ہوگی، اور بتایا ہوگا کہ نماز کی طرح روزے رکھنا بھی فرض ہیں یہ فرض ادا کریں اور رمضان شریف کا احترام کریں، بالخصوص اپنے

رشتہ داروں کے لئے پوری طرح سے کوشش کریں اور اپنے ذمہ یہ فرض کام سمجھیں تاکہ وہ روزوں کے ساتھ ساتھ نمازیں بھی پابندی سے ادا کریں۔

اس عاجز کو ازحد یہ حرص ہے کہ آپ کی مکمل توجہ دین کی طرف ہو جائے، اور دینداروں، صالحوں کی صحبت و رفاقت اختیار کریں اور اس معاملہ میں پوری پوری ترقی کریں۔ بے دین، بد مذہب اور عام لوگوں کی صحبت سے کلیتاً دور رہیں کہ ان کی صحبت بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔

آپ اپنی والدہ محترمہ کی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں، مزید سرگرمی سے یہ خدمت انجام دیں اور ان سے دعا طلب کریں کہ والدین کی دعا ازحد مقبول ہوتی ہے میرا دل چاہتا ہے کہ ہمشیرہ صاحبہ کچھ وقت ہمارے پاس آکر رہیں، ان سے یہ عرض کرنا، نیز اس عاجز اور محمد طاہر بلکہ ہم سب کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں یہ عاجز ان کے لئے دعا گو ہے آپ بھی عاجز کو دعاؤں میں یاد رکھیں، تاکید

جملہ عزیزوں کو السلام علیکم عرض اور ان کو دعا کے لئے بھی عرض۔ جماعت سے وابستہ جملہ دوستوں کو السلام علیکم عرض،

خانواہن والوں نے احترام رمضان شریف کا احوال بھیجا ہے نہ ہی جماعت کے دینی انتظام کا احوال تحریر کیا ہے۔

قاضی دین محمد صاحب اور حاجی غلام صدیق صاحب کو خصوصی سلام عرض، آپ جماعت کا احوال لکھتے رہیں کہ انتظام کیسے چل رہا ہے آپ بھی جماعت کے انتظامات میں شامل اور کوشاں رہیں

والسلام

لاشئ فقیر اللہ بخش غفاری

<u>بقیہ مکتوب صفحہ نمبر ۲۸۹</u>

دن کو بڑے شہروں میں تبلیغ کا بہترین موقع ہے جو باہر کے آدمی ضروریات دنیا کے سبب آتے ہیں اس لئے ضرور دن کو بڑے شہروں میں چوکوں، ہوٹلوں، آفیسوں، ہسپتالوں، بازاری چوکوں، درمیان شہر با جرات تبلیغ کا کام کریں۔

جملہ جماعت کو السلام عرض۔ اس متبرک ماہ کی پوری قدر کریں۔

از فقیر پور

لاشئ فقیر اللہ بخش غفاری

حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے اصل مکتوب کا عکس

بخدمت جناب مشفقی محترمی خلیفہ صاحب مولوی شاہ محمد صاحب
دعاہم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیریت ہے وصحت وعافیت اور شریعت وطریقت پر سلامتی واستقامت آپکو عطا فرمائے

گرامی نامہ موصول ہوا کار تبلیغ حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی بہت خوشی اور مسرت حاصل ہوئی اللہ تبارک وتعالیٰ تبلیغ میں مزید ہمت وجرئت عطا فرمائے اور جماعت کو اس سے بہت زیادہ محبت و صدق اخلاص عطا فرمائے اصل چیز بنیادی محبت رابطہ ہے یہی طالب کامیاب ہے بزرگوں کا ارشاد ہے بیت۔ آنکہ طالب را رساند با مراد اعتقاد است اعتقاد است اعتقاد۔ یعنی وہ چیز جو طالب کو منزل پر پہنچائے وہ اعتقاد ہے اعتقاد ہے اعتقاد ہے

میرے عزیز محتاجی بجز حقیقی مولیٰ پاک سے کسی کی ذرہ بھر نہ رہے جتنا مبلغ بے طمع ہوگا اتنا مزید فائدہ ترقی ہوگی

اپنے پیران کبار مرشد کریم کا اتباع ضروری ہے اپنے خیال اور کسی مصلحت سے طریقہ عالیہ میں کوئی جدید چیز داخل نہ کیجائے ورنہ وہ برکت فیوضات ترقیات بند ہوجائینگی۔

وفد کی صورت اور خورد ونوش کا اپنا نظام تبلیغ میں نہایت مفید ہے اور دس آدمیوں سے زیادہ نہ ہوں تو بہتر ہے۔

جملہ جماعت کو السلام عرض۔ میاں محمد ایوب صاحب کو سلام

الراقم فقیر اللہ بخش غفارلہ

حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا منظوم پنجابی ترجمہ

مترجم
شکیل احمد نوابشاہ

منقبت شریف

پیر پیارا اندر دا ٹھارا ساہ دا سنگھارا سوہنا یار
پنھل سائیں لگے چالائیں دل دا دلبند دلبر یار

نال رہن تے نال ہوون تے نال گھمن وچ واہ مزا
کر نہ دُوری روے حضوری نپرہ نُوری ہر دم یار

نال رہئے تے نال ہوئیے پیا گھُمیے نال سدائیں نال
کٹھیاں گزاریئے کٹھیاں ای ساریئے سفر حضر وچ سوہنا یار

تیں دی محبت تیں دی صحبت کھمن ماکھی توں یار مٹھی
عیش دُنیا خواہ جنت عقبیٰ داراں تیں توں سوہنا یار

تیں دی محبت تیں دی الفت رُوح میری جُثہ جان میری
دین میرا ایمان میرا ہے مذہب ملت سوہنا یار

گوشت چ تیری پوست چ تیری، ہوش چ تیری محبت مُون
خوراک میری پوشاک میری بھی موت حیاتی سوہنا یار

ہسنا تیرا تے تکنا تیرا ایہہ گھُمنا تاں بولنا سارا تیرا
غذا الس روح دی دل مجروح دی ملہم نہ ایسی دُوجی یار

ڈینھ اول دے روز ازل دے تیری گولی ہور ناں بولی
نُوں نُوں رگ وچ خون جگر وچ تیری محبت الفت یار

تھیوے غُس پراں ای غیر جدائی رہوے ہک ہکائی ہر دم یار
عشق عطا کر صدق ایھا کر پکا سبق نُوں سوہنا یار

حضرت یا اللہ! بخش عشق محبت پیر مٹھے منٹھار دی مُوں
جیسائیں جیاں ماں ساہ دیاں تھیوے رُوح روانہ حُب اج یار

پیر پیارا اندر جا ٹھارا ساہ دا سنگھارا سوہنا یار
تحن سائیں لگے چالائیں دل دا دلبند دلبر یار

حضور سوھنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی کچے کے علاقے میں تبلیغی کاوشیں

مولانا بخش علی کھوسہ

اللہ تعالیٰ نیک و صالح بزرگوں کے طفیل ان کی اولاد پر بھی رحم فرماتا ہے۔اسی طرح جب کچے کے لوگوں کی حالت بہت خراب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر نگاہ رحمت فرمائی۔ ان میں ایک غریب، مسکین، سادہ دل، خاموش طبع خان محمد نامی فقیر تھا، جو اکثر مختلف دیہات میں سفر کرتا رہتا تھا۔ایک بار سفر کر کے تعلقہ کنڈیارو کے گاؤں خان واہن گیا۔وہاں اسے سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میسر آ گئی۔ذکر قلبی کی نعمت حاصل ہوئی۔ ذکر جاری ہوا اور قلب زندہ ہوگیا۔تبلیغی مہمات میں ساتھ جانے لگا۔محبت بڑھ گئی۔کچھ عرصہ صحبت میں رہ کر پھر گاؤں گاؤں جاکر وہاں کے بڑے بوڑھوں سے فیض و محبت کی باتیں کرتا تھا۔ ان کو فیض وصحبت کی باتیں بہت پسند آئیں ۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے گزشتہ پیر صاحب بھی بڑے فیض والے تھے۔آپ ان بزرگ کو دعوت دے کر لے آئیں، ہم ان کی خدمت کریں گے۔ پھر خان محمد فقیر حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دے کر اپنے گاؤں کچے میں لے گئے۔حضرت نے چند لوگوں کو ذکرِ قلبی کا وظیفہ سمجھایا۔ان کو محبت حاصل ہوئی اور ذکرِ قلبی جاری ہوا۔ پھر بہت سے لوگ ذکر لینے کے لئے آئے۔ کچھ دن تبلیغ کر کے خیر سے آپ واپس خان واہن تشریف لے گئے۔ یہاں محبت کی چنگاری شعلہ جوالہ بن گئی۔ رات دن ذکرِ قلبی کی گونج سنائی دینے لگی۔ کچے کے باسیوں کے دیگر اعزہ و اقارب کو بھی شوق دامنگیر ہوا کہ ہم بھی قلبی ذکر سیکھیں۔ چنانچہ خان محمد فقیر سے کہا کہ اس بزرگ کو دوبارہ دعوت دیں، تاکہ ہم اپنے رشتہ داروں میں بھی تبلیغ کریں ۔ خان محمد فقیر نے دوبارہ حضور کو دعوت دی۔ حضور کے اس بار آنے سے بہت فائدہ ہوا۔ دیگر دیہات میں بھی تبلیغ ہوئی۔ کافی لوگوں نے ذکرِ قلبی کی نعمت حاصل کی۔ پہلے سے زیادہ فائدہ ہوا۔ اس بار حضور قبلہ عالم نے جماعت کو پنجاب درگاہ عاشق آباد شریف حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں چلنے کی تاکید فرمائی۔ کافی جماعت چلنے کے لئے تیار ہوئی۔ وہاں پہنچے، ذکر بہت جاری ہوا۔ حضرت پیر مٹھا کی صحبت نے بہت گہرا اثر کیا اور آپ نے سندھ میں بالخصوص کچے کے علاقے میں تشریف لانے کی دعوت قبول فرمائی۔ مقررہ تاریخ پر آپ کچے کے علاقے میں تشریف لائے۔ کچے کے اکثر لوگ چور تھے۔ وہ آپ کا چہرہ مبارک دیکھ کر ہی حیران ہوگئے کہ یہ نورانی چہرہ فرشتہ صفت کامل ولی کیسا پیارا

ہے۔۔ نیز جب آپ کی شیریں گفتگو اور دل موہنے والی نصیحت سنی تو بے اختیار ذکرِ قلبی کی نعمت حاصل کر کے آپ کی صحبت میں رہنے لگے، نماز پڑھنا شروع کی، جنگل کی فضا فیضانِ ولی سے معمور ہوگئی۔ حضرت قبلہ عالم کی محفل اور صورت مبارک تصور میں جاگزیں ہوئی۔ نماز کے اوقات میں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے۔ جہری نماز میں حضور کا قرآن سنتے تو بیخود و بے تاب ہوجاتے۔ آپ ایسا قرآن پڑھتے تھے گویا کہ اس وقت ہی اس کا نزول ہورہا ہے۔ لوگ عشقِ الٰہی میں بھرپور ہوگئے۔ آپ تبلیغ کر کے اور کچے کو آباد کر کے جب پنجاب درگاہِ عاشق آباد واپس تشریف لے گئے تو اپنے عاشقِ صادق اور بڑے خلیفہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کو کچے میں تبلیغ کا حکم فرمایا۔ حضرت قبلہ سوہنا سائیںؒ اپنے پیر ہادی رہبر کے فرمان کے مطابق پورے کچے کے علاقہ میں تبلیغ کے لئے گئے۔ جماعت کے دیگر لوگوں کو بھی مختلف دیہات میں تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا۔ جناب خلیفہ سید نصیرالدین شاہ صاحب اور سید عبدالخالق شاہ صاحب ہمیشہ آپ کی خدمت میں موجود رہتے تھے۔ دونوں بھائی پہلے نعت اور منقبت پڑھتے، لوگ جمع ہوجاتے تو پھر ان کو ترغیب دے کر ذکرِ قلبی کی نعمت کے لئے حضرت سوہنا سائیں کے دستِ مبارک پر بیعت کراتے۔ بیعت کے بعد ذکرِ قلبی سمجھا کر مراقبہ کراتے تو کچے کے لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں۔ وہ جذبہ سے سرشار مرغِ بسمل کی طرح گرتے اور ناچنے لگتے اور اللہ اللہ کی ضربیں لگا کر عشقِ الٰہی میں مگن و مست ہوجاتے تھے۔ چوری اور چوروں کی دوستی سے توبہ کرلی۔ ایک گاؤں حسن کلہوڑہ میں تبلیغ کر کے اس کا نام ''اسلام پور'' رکھا۔ دوسرے گاؤں عبداللطیف میں تبلیغ کے لئے گئے۔ اس کا نام ''فضل پور'' رکھا۔ چوروں کے گاؤں میں اتنا دین کا کام ہوا کہ ''دین پور'' نام رکھا۔ یوں چھوٹے بڑے دیہات فتح کرلئے۔ اس کے بعد خواتین کی طرف نگاہِ عنایت فرمائی۔ ان کو پردے میں ذکرِ قلبی کی تلقین فرمائی۔ مراقبہ کی طرف توجہ دلائی۔ خواتین بھی مرغِ بسمل کی طرح نیم جاں ہوکر جذبہ سے سرشار ہوگئیں اور شکر ادا کیا اور کہنے لگیں کہ مرشد کی محبت، مرشد کی صحبت شہد اور مکھن سے بھی زیادہ میٹھی ہے۔ ہمارے وجود میں پیر کی محبت جاگزیں ہے۔ اس کے بعد سوہنا سائیںؒ نے ان جنگلی خواتین کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ پاک صاف ہوکر دودھ دوہنے، مکھن بلونے اور کھانا پکانے کی تعلیم دی۔

یعنی بھینس کا دودھ دوہتے وقت پہلے اس کے تھنوں کو دھویا جائے، پھر کپڑے سے ان کو صاف کر کے اپنے ہاتھ بھی دھوکر پھر دودھ دوہنا چاہیئے۔ دوسری صورت میں اس کے تھنوں سے ناپاک رطوبت دودھ میں پڑے گی تو دودھ ناپاک ہوجائے گا۔ اسی طرح پانی بھرنا ہو تو پہلے ہاتھ دھوئیں پھر کنویں یا دریا پانی بھریں۔ روٹی پکانے کے لئے پہلے ہاتھ دھوئیں پھر آٹا گوندھیں۔ خشک ہاتھ پانی میں نہ ڈالیں۔ مرغیوں سے زیادہ احتراز کریں۔ چوزے آنے

میں چونچیں مارتے ہیں۔ اگر وہی آٹا پکا کر مردوں کو روٹی کھلائی جائے گی تو ذکرِ قلبی کا نور کم ہوجائے گا۔ اس کے بعد سوہنا سائیںؒ نے طہارت کی تعلیم دے کر نماز کے مسائل سیکھنے کی طرف رغبت دلائی کہ وضو میں چار فرض، چودہ سنتیں ہیں۔ نماز میں چودہ فرائض ہیں، سات اندرونی، سات بیرونی۔ غسل کرنے کا طریقہ اور غسل کے تین فرائض وغیرہ۔ خواتین خوش ہوکر کہنے لگیں کہ رسمی پیر تو صرف یہ تعلیم دیتے ہیں کہ سبزیاں ہماری درگاہ پر پہنچا دو اور بس۔ انہوں نے دین کا تو کوئی مسئلہ ہمیں سکھایا نہیں۔ سوہنا سائیںؒ تو ہمیں دین کی بہترین تعلیم دیتے ہیں۔ گویا کہ ہم آپ کے آنے کے بعد مسلمان ہوئی ہیں۔ اس کے بعد سوہنا سائیںؒ نے نمازِ تہجد کا حکم فرمایا، تمام خواتین تہجد پڑھنے لگیں۔ اس کے بعد آپ خواتین کی کافی جماعت پیر مٹھا کی خدمت میں درگاہ عاشق آباد شریف پنجاب لے گئے۔ پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم، ذکر اور مراقبہ نے تو گویا سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ اس کا ایسا اثر ہوا کہ فقراء دنیا، گھربار، وطن ہر چیز قربان کرکے زیادہ سے زیادہ وقت ان کی صحبت میں رہنے کے متمنی ہونے لگے۔ وہ عشق و بے خودی میں مست ہوگئے، جذبہ سے سرشار اور بے خود ہوگئے۔ اور پہلے سے زیادہ شریعت کے مطیع وتابعدار بن گئے۔ شادی غمی کے تمام امور اسلامی شریعت کے مطابق انجام دینے لگے۔ جب وہاں سے واپس آنے لگے تو پھر پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس کچے میں آنے کی دعوت دی۔ مقررہ تاریخ پر پیر مٹھا تشریف لائے۔ کچھ عرصہ دین پور شریف میں قیام فرمایا۔ کچے کے مختلف دیہات سے روزانہ جوق در جوق وفود آنے لگے اور بیعت کر کے غلامی میں داخل ہونے لگے۔ حضرت قبلہ عالم پیر مٹھاؒ نے ان کو ذکرِ قلبی کی تعلیم دی اور مراقبہ کرایا تو تمام لوگوں میں بڑا جذبہ بیدار ہوا، وہ اللہ اللہ کے پکارنے لگے۔ بے خود اور مست ہوکر پیر مٹھا، پیر مٹھا کے نعرے لگانے لگے۔ اس طرح کچے کے بہت سے گاؤں اور دیہات دیندار ہوگئے۔ دین پور شریف مرکز مقرر ہوا۔ بعد ازاں لوگ اپنے پرانے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرکے دین پور میں آباد ہونے لگے۔ پھر تو دین پور ایک اچھا خاصا مرکز اور مشہور گاؤں بن گیا۔ جب پیر مٹھاؒ اچھی طرح تبلیغ کر کے پنجاب واپس تشریف لے گئے تو سوہنا سائیں رحمۃ اللہ کی معیت میں کچے کے کافی تعداد میں مرد وخواتین بھی پنجاب گئے اور کچھ عرصہ وہاں رہے۔ خواتین نے اپنی نمازیں پڑھ کر دکھلائیں جو سوہنا سائیںؒ نے ان کو سکھائیں تھیں تو حضرت قبلہ عالم پیر مٹھاؒ خواتین کی صحیح نمازیں دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ فرمایا کہ یہ سب سوہنا سائیںؒ کی محنت اور تعلیم کا اثر ہے۔ ہم ان سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ انہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ قیامت کے دن ہم سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے اپنی محنت وتبلیغ سے کتنے افراد تیار کیے تو یہ عاجز جناب مولوی صاحب (سوہنا سائیںؒ) کا نام پیش کرے گا کہ اے اللہ! میری پوری تعلیم اس نوجوان نے

قبول کی۔ ہم ان سے راضی ہیں، تو بھی ان سے راضی ہو جا۔

حضرت قبلہ عالم سوہنا سائیںؒ اللہ آبادی جس گاؤں میں بھی تشریف لے جاتے تھے، شیطان مردود اس گاؤں سے مایوس و نا امید ہو کر رو کر بھاگ جاتا۔ ایک بار کچے کے ایک گاؤں میں تبلیغ کرنے کے لئے گئے، ذکر و مراقبہ کی محافل مقرر فرمائیں۔ فقراء میں جوش، جذبہ اور محبت بہت زیادہ تھی، پوری رات ذکر کی آوازیں گونجتی رہیں۔ آپ صبح کی نماز پڑھا کر اور ذکر و مراقبہ کرا کے تسبیح خانہ میں تشریف لے گئے۔ یہ عاجز (بخش علی) مسجد میں ذکر و مراقبہ میں مشغول تھا تو میں نے دیکھا کہ ایک شیطان بندر کی صورت میں مسجد سے باہر انتظار میں بیٹھا ہے تا کہ مرد و خواتین کو ذکر سے غافل کرے اور ان کے دلوں میں وساوس ڈال کر ان کو دنیاوی کاموں میں مشغول کرے اور حضرت قبلہ سوہنا سائیںؒ کی پاک مجلس سے ان کو دور کر دے۔ اس عاجز کو خیال آیا کہ قسمت سے دشمن نظر آیا ہے۔ اسے پکڑ کر حضرت سوہنا سائیںؒ کی خدمت میں پیش کر کے خوب ذلیل کروانا چاہیے۔ اسے پکڑنے کے لئے یہ عاجز دوڑا مگر شیطان مردود کو بھی پتہ لگ گیا کہ یہ شخص پکڑ کر مجھے حضرت قبلہ سوہنا سائیںؒ کی خدمت میں پیش کرے گا اور سوہنا سائیںؒ مجھے باندھیں گے اور سخت سزا دے کر ذلیل و خوار کریں گے اس لئے جنگل کی طرف بھاگ گیا۔ اس عاجز نے یہ واقعہ حضرت قبلہ سوہنا سائیںؒ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بیچارہ اب شرمسار ہو کر رات کو رونے لگتا ہے کہ برسوں سے میرے مرید اللہ والوں نے مجھ سے چھین لیے ہیں، اب مجھے آنے بھی نہیں دیتے۔

ایک بار فقیر مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے تو جنوب کی طرف سے بچے کے رونے کی آواز سنائی دی۔ خیال کیا کہ یہاں قریب کوئی اور گاؤں تو ہے نہیں۔ یہ بچہ لازماً اپنے ہی گاؤں کا ہوگا۔ پھر فقراء آواز کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو رونے کی آواز کسی اور طرف سے سنائی دینے لگی۔ بمشکل وہاں پہنچے تو کسی اور طرف سے رونے کی آواز آئی۔ واپس آ کر گھر گھر سے بچوں کے بارے میں پوچھا تو سارے چھوٹے بچے موجود تھے۔ رونے کی یہ آواز مسلسل تین راتیں سننے میں آتی رہی۔ یہی شیطان مردود تھا جس سے برسوں کے پالے ہوئے چور چھین لیے گئے تھے جس کی وجہ سے وہ چیختا چلاتا بچے کی آواز سے روتا تھا۔ حضور سوہنا سائیںؒ نے کچے کے علاقے میں دین کی تبلیغ کے لئے برسہا برس بڑی جدوجہد اور محنت فرمائی۔ مذکورہ بالا واقعات تو آپ کی کاوشوں کا عشرِ عشیر بھی نہیں ہیں۔ اگر وہ تمام حالات لکھے جائیں تو کئی دفتر درکار ہوں گے۔ برکت کے حصول کے لئے اور الطاہر کے خاص نمبر میں قلمی تعاون کی سعادت کے لحاظ سے یہ چند صفحات نذرِ قارئین کیے ہیں۔ باری تعالیٰ اپنے پیاروں کے صدقے قبول فرمائے۔ آمین!

نعت شريف

ٿلهه: هي جڳ صدقي هو جڳ صدقي
چائو نبين جو ته امام اولا قائم ٿيو اسلام

عربيءَ کي مولا عرش گهرايو، ڏس مدنيءَ جو تون شان
نعلين نه لاهه تون، قدم گهماءِ تون،
وڏي ان جي عزت تمام اولا قائم ٿيو اسلام.

يار اول صديق افضل، شامل غارِ رفيق
ساڻ گڏ سرور، منجهه روضي اطهر
پهلو به پهلو آرام اولا قائم ٿيو اسلام.

عمر عادل سڀ کان فاضل، ڪامل قرب ڪمال
جنهن ڪفر کي توڙيو، دين کي جوڙيو
شمع سندو اسلام اولا قائم ٿيو اسلام.

حضرت عثمان جامع قرآن، ڪاڻ ضياء ايمان
نياٽو نبيءَ جو، شاهه مڪيءَ جو
مٿس راضي عربي ڄام اولا قائم ٿيو اسلام

شاهه مردان شيرِيزدان، شاهه علي هسوار
باب علم جو بحر حلم جو
ولين جو ته امام اولا قائم ٿيو اسلام

عرض ڪيان ٿو، يا حضرت الله بخش تمام
صدقي اصحابن، ولي، امامن
پيار محبت جو جام اولا قائم ٿيو اسلام

بچپن کے خواب کی تعبیر

میاں عبدالستار فیصل آبادی

میرے محسن جناب خالد محمود شاہ صاحب نے درگاہ اللہ آباد شریف کی ملاقات میں خصوصی طور پر تاکید فرمائی تھی کہ آپ ہمیں اپنا خاص مضمون ضرور روانہ فرمائیں جس میں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا وہ واقعہ درج ہو کہ آپ کس طرح بیعت ہوئے اور اس کے متعلق کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہو تو لکھیئے جناب شاہ صاحب آپ کے ارشاد کی تکمیل کے لیے ناچیز اپنی زندگی کا نہایت ہی اہم واقعہ آپ کے رسالہ الطاہر کی نذر کرتا ہے۔ناچیز کا خاندانی تعلق حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے خاندان سے ہے اور ان کے بعد حضرت سائیں عنایت شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ جو بابا بلھے شاہ کے مرشد تھے یہ ہمارے خاندانی بزرگ اور بڑے بابے ہیں حضرت میاں قادر بخش قلندر کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہیں یہ میرے دادا جان ہیں اور حضرت میاں صوفی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ میرے نانا جان ہیں۔

یہ سب ان بزرگوں کی نیک تمناؤں اور روحانی فیوض و برکات کا ثمرہ تھا کہ ناچیز کے دل میں بچپن سے ہی دکھی انسانیت کے مسائل کا احساس رہتا تھا۔یہی وہ فکر تھی جس نے میرا رخ خاص طور پر اولیاء کرام کی طرف پھیرا اور علماء کی طرف کیا۔

ابتدائی زندگی میں تو والد محترم حضرت میاں عبدالرحمن صاحب جو عالم دین بھی تھے ان سے ہی دینی علم قرآن و حدیث پڑھا اور اسکول سے اردو ،انگریزی ،عربی ،قرات ،اسلامیات کی تعلیم حاصل کی۔اس تعلیم سے دل کو تسکین نہ ہوئی اور یہی خیال ہر وقت دل میں رہتا اور اللہ کی بارگاہ میں آرزو مند رہتا کہ اے اللہ ،اے میرے پروردگار مجھے وہ طاقت وہ نور عطا کر جو کہ میری اصل وراثت ہے۔اور اس علم کے حصول کے لیے بہت سے بزرگوں کی صحبت اور قربت اختیار کی۔

بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر نہیں ملتی تھی۔خواب یہ تھا کہ ایک سوکھا ہوا باغ ہے جس میں میں موجود ہوں اتنا پرانا اور سوکھا ہوا ہے کہ خستہ حال ہے اور میں وہاں کھڑا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ اس باغ کو سرسبز و شاداب ہونا چاہیے تھا مگر یہ سوکھ چکا ہے۔میں اس باغ کی خشک ٹہنیاں کاٹ دیتا ہوں اور ان سب کا ایک طرف کاٹ کاٹ کر ڈھیر لگا دیتا ہوں اور صرف تنے

باقی رہنے دیتا ہوں پھر ان پودوں کی جڑوں کے اوپر دائرے بنا دیتا ہوں اور جڑوں کے اوپر کے حصے کھود دیتا ہوں پھر ان تمام پودوں کو نالیوں کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ ملا دیتا ہوں جب یہ نالیاں ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتی ہیں تو پھر پورے باغ میں بہت ہی خوبصورت راستے بھی بنا دیتا ہوں جس طرح کہ باغات میں اکثر دستور ہوتا ہے پھر اس باغ کے درمیان میں کھڑا سوچ رہا ہوتا ہوں کہ اب اس باغ کو پانی کیسے دیا جائے۔ اسی فکر میں ہوتا ہوں تو ایک بزرگ سفید لباس سفید دستار، سفید نورانی چہرہ والے میرے قریب نمودار ہوتے ہیں اور مجھے پریشان دیکھ کر فرماتے ہیں کہ بیٹے آپ اتنے پریشان کس وجہ سے ہیں میں ناچیز عرض کرتا ہوں کہ میں نے اس باغ کی خستہ حالی دیکھ کر یہ چاہا کہ اس باغ کو سرسبز و شاداب ہونا چاہیے تھا اور اس باغ میں سے تمام بوسیدہ اور سوکھی ہوئی ٹہنیاں کاٹ دیں اور ان کے نیچے ہر پودے کے لیے پانی کے گڑھے بھی بنا دیے اور ان کا تعلق نالیوں کے ذریعے بھی ایک دوسرے سے جوڑ دیا اب میں اس فکر میں ہوں کہ اس باغ کو پانی کہاں سے اور کیسے دیا جائے جس سے یہ سوکھا ہوا باغ سرسبز و شاداب ہو جائے اب وہی بزرگ مجھے بازو سے پکڑ کے باغ کے شمالی حصے کی طرف لے جاتے ہیں، وہاں مٹی کا ایک ٹیلہ ہوتا ہے اس کے پاس جاکر یہ فرماتے ہیں کہ بیٹا اس مٹی کے ٹیلے پر کہی (پھاوڑا) مارو جب میں کہی مارتا ہوں تو کہی کے ایک ہی دفعہ مارنے سے نیچے سے ایک بہت بڑا پانی کا چشمہ نمودار ہوتا ہے اور ایک سفید نورانی پتھر بھی ظاہر ہوتا ہے جس کی روشنی چاروں طرف اس طرح پھیل جاتی ہے کہ نوراً علی نور کا سماں بندھ جاتا ہے۔ سبحان اللہ اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے یہ باغ پانی سے سیراب ہو جاتا ہے اور پانی کے لگنے کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ جو باغ تھوڑی دیر پہلے سوکھا ہوا لکڑی کا ایندھن دکھائی دیتا تھا اب سرسبز و شاداب نظر آتا ہے اس میں سے ہر بھری خوبصورت ٹہنیاں اور پیارے پیارے پتے نکل آتے ہیں۔

یہ تھا بچپن کا خواب جس کی تعبیر مجھے نہیں مل رہی تھی جس کے لیے بزرگان دین اور عارفان الٰہی کی خدمت اور صحبت میں کافی عرصہ گزرا آخر وہ دن کس قدر میرے لیے باعث برکت تھا کہ اس خواب کی تعبیر کی خاطر اللہ پاک نے سبب بنا دیا، میں اس وقت محکمہ ایکسائز اینڈ ٹیکنیشن میں میاں والی شہر میں متعین تھا اور میرے اسی دور میں علی اصغر خان جو ہوم ڈیپارٹمنٹ ضلع میاں والی میں آفیسر تھے ان سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے اپنے خواب کے متعلق اور اپنی روحانی تربیت کے لیے ان سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا کہ راولپنڈی شہر میں حضرت خواجہ غلام حسین صاحب نقشبندی مجددی بزرگ ہیں اور وہ کسی کو بیعت نہیں کرتے۔ میں ایک سال کی مسلسل جدوجہد اور

گریازاری کے بعد ان کا بیعت ہوا تھا۔ میں نے جب ان سے یہ بات سنی تو کہا کہ آپ اس بات کو چھوڑیں ان کا پتہ معلوم کر کے ان کے حضور حاضر ہوا۔

چہرہ انور سے بزرگی ظاہر ہوتی تھی اور چوٹی کے حکیم بھی تھے۔ آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ناچیز نے بڑی عاجزی سے عرض کیا کہ حضرت قبلہ میں مانگنے کے لیے آیا ہوں ازراہ کرم مجھے عطا فرما دیجیئے سبحان اللہ پھر کیا تھا کہ اللہ کے کامل ولی نے مجھے سینے سے لگالیا اور شہادت کی انگلی میرے قلب پر رکھ دی اور اللہ کا ذکر خفی کی تلقین فرمائی۔ اور شرف بیعت عطا فرمایا نماز روزہ، احکام شریعت پر عمل پیرا رہنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت صاحب سے پھر دوبارہ ملاقات دوسرے ماہ ہوئی تو سرکار اپنے مطب پر تشریف فرما تھے۔ یہ حضرت قبلہ سے میری آخری ملاقات تھی اور شرف بیعت کو ابھی دو ماہ بمشکل ہی گزرے تھے حضرت صاحب کا وصال ہو گیا "انا للہ و انا الیہ راجعون" ان کے وصال کے بعد کافی عرصہ حالت غیر رہی اکثر جذب طاری رہتا، کئی کئی دن بھوک پیاس نہ لگتی، ایک دفعہ تو ستر دن (۷۰) بھوکے پیاسے گزر گئے۔ بمشکل تیسرے چوتھے روز ایک کنو مالٹا یا ایک کپ چائے پر اکتفا ہوا۔ اسی دوران روتا رہتا اور گریازاری کرتا رہتا کہ یااللہ میری منزل مکمل کرنے کے لیے میری رہنمائی فرما۔

اسی دوران ناچیز کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا مع آپ کے چاروں خلفہ کرام شرف حاصل ہوا اور عجیب و غریب کیفیات کا سلسلہ شروع ہو گیا جو کہ بیان سے باہر ہے۔

مجھے حضرت قبلہ عالم (حضرت سوہنا سائیںؒ) کے خلیفہ مولانا سردار احمد صاحب جو کہ چک ۸۰ ج ب ضلع فیصل آباد میں تبلیغی دورے پر تھے، سے ملاقات پر ہوا انہوں نے حضرت قبلہ کی درگاہ شریف اور سالانہ عرس شریف کی دعوت دی۔ اس طرح ناچیز حضرت قبلہ سوہنا سائیں کی درگاہ پاک اللہ آباد شریف حاضر ہو گیا۔ سات یوم تک قیام کیا، حضرت قبلہ سوہنا سائیںؒ سے جب ملاقات ہوئی تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی حضرت قبلہ نے جب اس دیوانے کو دیکھا تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور مجھے دیکھ کر فرمایا حکیم عبدالستار صاحب آپ کا لطیفہ قلب تو پہلے ہی جاری ہے لہٰذا آپ کو لطیفہ روح کا سبق دیا جاتا ہے۔ اسی دوران ناچیز کو تجدید بیعت فرمایا یہ میری بیعت ثانی تھی جس کی تاریخ ۸ مئی ۱۹۷۸ء تھی۔

حضرت قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس دیوانے کے قلب پر انگلی مبارک رکھ کر ذکر عطا فرمایا اور توجہ فرمائی تو ایسے محسوس ہوا جیسے کہ ایک برف کا بہت بڑا ٹکڑا ناچیز کے دل پر رکھ دیا گیا ہو اور دل نہایت ہی سکون اور ٹھنڈک محسوس کر رہا ہو۔ پھر حضرت قبلہ عالم نے

وہ خواب سچ کر دکھایا۔ درگاہ شریف کے پاس جو باغ ہے وہ ابھی ابتدائی ایام کا چھوٹا سا تھا۔ پودے تازے لگے ہوئے تھے اب تو ماشاء اللہ مکمل ہو چکا ہے یہ ۱۹۷۸ء کی بات ہے قبلہ عالم نے میرے خواب کو اس طرح حقیقت میں بدل دیا کہ پودوں کے درمیان کھالیاں ناچیز سے خود پاس کھڑے ہو کر بنوائیں اور پھر پانی بھی اسی جانب سے لگایا گیا جو میں نے بچپن میں خواب دیکھا تھا، اب مجھے اس بچپن کے خوابوں کی تعبیر مل چکی تھی میرا مقصد پورا ہو چکا تھا اور میں اپنے آپ کو بہت ہی خوش نصیب سمجھتا تھا کہ اے اللہ تیری ذات کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے مجھے قیوم زماں اور کامل مرشد جو ولیوں کا ولی اور مجدد وقت ہے اس سے ملا دیا۔ ان کی یاد میں ان کے عشق میں بہت بڑا باب لکھا کبھی منقبت کی شکل میں کبھی نعت کی شکل میں کبھی حمد کی شکل میں۔

ایک بات یہاں قابل ذکر ہے کہ حضرت قبلہ نے پہلی ہی بار ناچیز کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقعہ سٹیج پر دیا اور ناچیز کا زندگی میں اسٹیج پر یہ پہلا موقعہ تھا ناچیز کی زبان سے بے ساختہ یہ نکلا

نہیں وسعت اگر بولوں جو بولوں راز دل کھولوں

یہاں پر بات کرنے سے لرزتی ہے زباں میری

پھر ناچیز نے فنافی الشیخ اور فلسفۂ حیات کے موضوع پر کچھ بیان کیا۔ آخر میں ناچیز پر بھی وجد طاری تھا میرے کپڑے جو کہ پہنے ہوئے تھے اس وجد کی نظر ہو گئے کہ وجد میں پھاڑ ڈالے اور اللہ اللہ حق حق کے نعرہ کی صدا گونج رہی تھی کچھ دیر کے بعد طبیعت سنبھلی تو حضرت قبلہ سوہنا سائیں نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے تمام خلفاء کرام اور جماعت کے حاضر اراکین سے فرمایا۔ کہ اس نوجوان حکیم عبدالستار کو دیکھو، جب تک ایسا جذبہ نہ پیدا کیا جائے دنیا میں انقلاب نہیں لایا جا سکتا اور اس جیسے جذبے کی ضرورت ہے، صرف خلافت حاصل کر لینا یا مساجد میں بیٹھ کر ذکر کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔

حضرت قبلہ سوہنا سائیںؒ اپنے دور کی ایسی روحانی شخصیت تھے جن کے ہم پلہ کوئی دوسرا نہ تھا رات دن صبح و شام اس مرد قلندر کو صرف اور صرف دین محمدیہ کی ہی فکر اور درد تھا جس کے لیے آپ اپنی عمر کے اس دور میں جب کہ آپ کو کئی عوارضات بھی تھے اور کمزوری کا بھی غلبہ ہوتا تھا مگر اپنے مرشد حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو ہر حالت میں جاری رکھا اور دین کی سربلندی کے لیے ہر قسم کی قربانی بھی دی۔

ناچیز کو اپنے پیرومرشد کو اپنے غریب خانہ پر بلانے کا بھی شرف حاصل ہوا اور ڈجکوٹ ضلع فیصل آباد پنجاب میں سرکار کی تین دعوتیں کی گئیں جو جماعت میں انشاء اللہ یادگار ہیں، خاصی تعداد

میں جماعت ان دعوتوں میں شامل تھی۔

این سعادت بزور بازو نیست | تا نہ بخشند خدائے بخشندہ
قوت بازو سے یہ حاصل نہیں | جب تلک بخشے نہ رب العالمین

"ذَالِکَ فَضلُ اللہِ یُؤتیہِ مَن یَّشَآءُ وَ اللہُ ذُو الفَضلِ العَظِیم ہ" یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے عطا کرتا ہے، اور وہ بڑے فضل والا ہے۔

پھر وہ وقت بھی آگیا جب ۱۹۸۳ء میں آپ سرکار ہم سب کو تنہا چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جاملے "اناللہ و انا الیہ راجعون" اللہ پاک آپ سرکار کو جنت الفردوس میں خاص مقام عطا کرے آمین آپ سرکار ناچیز پر حد سے زیادہ مہربان تھے، اکثر علاحدگی میں وقت دیا کرتے اور بہت سی راز کی اور ذاتی نوعیت کی باتیں بھی ناچیز کے ساتھ کیا کرتے تھے، اور اکثر حاضری پر کچھ نہ کچھ بیان کرنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے اور اپنے گھر میں سے کھانا عطا فرماتے تھے یہ وہ محبت اور سرکار کی شفقت تھی جو کبھی بھی اور کسی قیمت پر بھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔ دنیا تو فانی ہے سب نے یہاں سے چلے جانا ہے مگر یادیں ہیں جو کبھی بھی بھلائی نہیں جاسکتیں۔ ان واقعات کا تذکرہ میری مشہور و معروف کتاب روحانی انکشافات میں بھی موجود ہے الحمد للہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ حضرت سوہنا سائیںؒ کا مشن آج بھی اسی طرح آپ کے فرزند ارجمند اور سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد طاہر عرف بخش سائیں مدظلہ کے ذریعے بالکل اسی طرح جاری و ساری ہے اور جاری رہے گا، انشاء اللہ العزیز حضرت سوہنا سائیںؒ کی جدائی میں ناچیز نے ایک درد بھری غزل لکھی تھی جو آپ کی نظر کرتا ہوں ملاحظہ ہو۔

؎

نکھڑ گئے دلدار دلیں دے وطنوں موڑ مہاراں
اُجڑی بستی نظریں آوے کنڈاں کیتاں یاراں

واخزاں دی جھکڑ کُھلے باغ ہوئے سڑ کولے
رو رو بلبل کرے پکاراں اجڑ گیاں بہاراں

جس وطنوں ٹر جاون دلبر ہوندا وطن بیگانہ
یاراں باجھوں کھاون آون کوچے اتے دیواراں

اکھیں دیدیاں چھپ جان جنہاندے محرم حال ولاندے
ہُن بے قراریاں تے غم خواریاں کون پچھیندا ساراں

بقیہ صفحہ نمبر ۳۱۵ پر

سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ اور اصلاح مستورات

مولانا محمد حسن اوٹھو

حقیقتاً مردوں کی اصلاح کا دارومدار بھی عورتوں کی اصلاح پر ہے الحمد للہ ہمارے پیران کبار رحمھم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی اس طرف بھی توجہ رہی ہے۔ کیونکہ تقویٰ کے بغیر طالب کی ترقی اور کامیابی ناممکن ہے اس معاملے میں عورتوں کا تعاون اہم کردار ادا کرتا ہے، اس لیے حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کی اصلاح اور رشد و ہدایت کو لازمی قرار دیا۔ اس سلسلے میں مبلغین اور خلفاء کرام کو خاص تاکید فرماتے تھے۔

قرآن پاک میں بھی ایسا حکم وارد ہے کہ "اے ایمان والو بچالو اپنے نفس کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ جہنم سے، جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے" جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے ایمان کے بعد اعمال صالح ضروری ہیں، اور اعمال صالح کی قوت اللہ والوں کی تعلیمات پر عمل کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔

اس مقصد کی خاطر حضرت سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کے درباروں پر مستورات کے لیے جدا گانہ جلسہ گاہ کا باپردہ انتظام ہوتا تھا ماہوار اور سالانہ اجتماعات پر آپ عورتوں کے لیے بھی خصوصی نصیحت فرماتے تھے۔ اس کے علاوہ روزانہ دربار عالیہ پر مستورات کے لیے حلقہ مراقبہ کا اہتمام اور ضروری مسائل کی تعلیم کا انتظام قائم کر رکھا تھا، الحمد للہ اس سلسلے کو حضرت قبلہ عالم محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی نے مزید مستحکم کیا ہے۔ ماہوار پروگرام کے موقع پر عورتوں کے لیے خصوصی خطاب اور ذکر کی تلقین کے بعد مراقبہ بھی کراتے ہیں۔

حضور قبلہ عالم سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلفاء کو عورتوں میں باپردہ تبلیغ اور ذکر قلبی کی تلقین کی تاکید فرمائی اور الحمد للہ آپ کی نگاہ کرم اور کوششوں کے نتیجہ میں کئی مقامات پر مستورات کے اجتماعی جلسوں کا اہتمام ہونے لگا، اس کا آغاز شہر نواب شاہ سے ۱۹۷۷ء میں ہوا، ایسے پروگرام پیرجھیری، سرہاری، جام صاحب، پریتم آباد اور لنڈو میں ہوئے۔

حضور سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ پنجاب کے سفر میں نواب شاہ میں ہونے والے مستورات کے پروگراموں کا حوالہ دیتے ہوئے وہاں پر بھی اس سلسلے کو جاری رکھنے کی کوشش کرتے تھے راقم الحروف نے بھی پنجاب میں آپ کے فرمان سے مستورات کے خصوصی اجتماعات کا اہتمام اوکاڑہ، ہارون آباد، اور فورٹ عباس کے نزدیک چک میں کیا۔ حضور سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ عالیہ

سے یہ سلسلہ مورو شہر، ہالا اور حیدر آباد میں بھی شروع ہوا جو الحمد للہ آج بھی اچھی طرح سے جاری و ساری ہے۔

عورتوں میں تبلیغ کے اہتمام کے نتائج۔ الحمد للہ! اللہ والوں کا ہر کام اور فرمان بابرکت ہوتا ہے حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی اس طرف توجہ عالیہ سے جو نتائج اور فوائد حاصل ہوئے وہ مشت از خروار بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں

★ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کا تبلیغی علاقے دین پور تعلقہ میہڑ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ اس بستی میں رہنے والے دیہاتی لوگ تھے ان کی عورتیں بھی کھیتی باڑی کے کام میں مردوں کے ساتھ ہوتی تھیں، دین سے دور جاہلانہ رسم و رواج سے وابستہ تھیں، وہ عورتیں آپ کی تبلیغ سے اتنی نیکو کار بنیں کہ نماز پنج گانہ اور تہجد نماز کے ساتھ شرعی پردہ کا اہتمام کرنے لگیں، ایک بار ایک عورت گاؤں سے باہر کنوئیں پر پانی لینے کے لیے گئی جب نزدیک پہنچی تو اسے محسوس ہوا کہ کوئی مرد کنوئیں پر بیل کو پانی پلا رہا ہے وہ دور ہی کھڑی رہی، جب وہ آدمی واپس ہوا اور اس عورت کے نزدیک آیا تو اس کی چھوٹی بچی کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ میری بہن ہے اور اس عورت سے مخاطب ہو کر کہا میں تمہارا بھائی ہوں، اس عورت نے کہا جب میری پہلی نظر پڑی میں نے محسوس کیا کہ کوئی مرد کھڑا ہے تو دوبارہ نظر اٹھا کر نہیں دیکھا، یہ اس روحانی انقلاب اور اللہ والوں کے فیضان کا اثر تھا، آج کل تو پڑھی لکھی عورتوں میں بھی شرعی پردہ کا اہتمام نظر نہیں آتا۔

نہ کتابوں سے نہ واعظوں سے نہ زر سے پیدا ۔۔۔ دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

★ نوابشاہ شہر کے ایک دوست نے بتایا کہ نہ میں نمازی تھا نہ میری بیوی بلکہ میں اپنی بیوی کو خود سینما لے جاتا تھا، رات کو واپس آکر اس فلم پر تبصرہ کرتے رہتے جب میری بیوی حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے قائم کردہ حلقہ ذکر میں حاضر ہوئی تو اس نے فلم پر جانا چھوڑ دیا، نماز پنج گانہ اور تہجد ادا کرنے لگی اور مجھے بھی حلقہ ذکر میں جانے کی تاکید کرنے لگی، یہاں تک کہ ایک بار مجھے گھر سے لے کر آپ (راقم الحروف) کی رہائش گاہ پر خود لے کر آئی اور مجھے اندر بھیجا کہ خلیفہ صاحب سے ذکر قلبی حاصل کر کے آؤ جب سے میں نے ذکر سیکھا اسی دن سے نماز کی پابندی شروع کی اور داڑھی باشرع رکھنے کا پکا ارادہ کیا اسی نیک بخت عورت کی محنت سے پنجاب میں بھی مستورات میں تبلیغ ذکر و مراقبہ ہوا، ریڈیو کے گانوں پر ڈانس کرنے والی عورتیں نمازی اور تہجد گذار بنیں۔

اس عاجز کو ایک اور واقعہ یاد آیا کہ ایک مرتبہ ہمارے محلہ گولیمار سے ایک شخص آیا عاجز سے اس کی پہلی ملاقات تھی وہ کہنے لگا کہ سائیں میں ایک ضروری کام سے آیا ہوں میری بیوی آپ کے پیر

صاحب کی جب سے مرید ہوئی ہے تب سے نماز پنج گانہ اور تہجد بھی پڑھتی ہے بلکہ وہ کسی غیر آدمی کے سامنے بھی نہیں آتی، بلکہ بڑے، بچوں کو بھی گھر میں آنے سے منع کر رکھا ہے اب میرے عزیز پنجاب سے مہمان ہو کر آنے والے ہیں اور میری بیوی کہتی ہے کہ میں ان سے بھی پردہ کروں گی، ہمارے خاندان میں پردہ کا رواج نہیں ہے لہٰذا وہ آنے والے عزیز اس چیز کو بہت برا مانیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ میری بیوی کو آپ کہیں کہ وہ آنے والے عزیزوں سے پردہ نہ کرے اس عاجز نے اسے نصیحت کی اور احساس دلایا اور کہا کہ ایک غیر شرعی کام کے لیے یہ عاجز نہیں کہہ سکتا یہ حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم کا نتیجہ تھا۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی — بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ایک مرتبہ ایک وفد سندھ یونیورسٹی میں گیا اور مولانا عبدالغفور صاحب جو حضرت صاحب کے مقرب خلیفہ ہیں لیڈیز کے ایک ہاسٹل میں باپردہ تبلیغ کی اس پروگرام کے تاثرات ہاسٹل کی انچارج صاحبہ نے حضرت سوہنا سائیںؒ کو خط کے ذریعے بھیجے اور آئندہ ایسے وفود یونیورسٹی میں بھیجنے کی درخواست کی، پروفیسر صاحبہ نے لکھا تھا کہ "الحمد للہ آپ کے غلاموں کی معرفت آپ کے طریقہ عالیہ کی تعلیم اور تبلیغ سے متاثر ہو کر کئی لڑکیوں نے نماز پڑھنا اور سر پر دوپٹہ رکھنا شروع کیا ہے"

الحمد للہ اسی طرح ہزاروں عورتیں نیک و کار پرہیزگار اور متقی بن گئیں، آج بھی میرے حضرت قبلہ عالم محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کی نگاہ کرم سے مزید عورتیں اس طرف متوجہ ہوئی ہیں پڑھی لکھی عورتیں بھی حضرت صاحب کی تعلیمات سے فیضیاب ہو رہی ہیں مرحوم مولانا میر محمد چانڈیو صاحب مٹھیانی والے جو حضرت صاحب کے خلیفہ تھے۔ نے ٹیچرس ٹریننگ کالج مورو میں کوشش کی تو کالج میں پڑھنے والی کئی ٹیچروں نے نماز پڑھنا شروع کی اور سر پر دوپٹہ لینا شروع کیا، حضور کے غلاموں کے نصیحت کے اثر سے متاثر ہو کر کئی پڑھی لکھی عورتیں دربار عالیہ پر حاضر ہوتی ہیں حضور کی تعلیمات سے اور حضور کے خاندان کی محنت، محبت اور اخلاق سے متاثر ہو کر آپ کے فکر و فیض و برکات کا پیغام دوسری عورتوں تک پہنچاتی ہیں۔

نوابشاہ شہر کی ایک عورت جب خود نیک بن گئی تو اس نے اپنے شوہر کو تبلیغ کی اور اسے کہا کہ جس طرح عورتوں کو پردہ کرنا مشکل لگتا ہے اسی طرح مردوں کو داڑھی رکھنا بھی مشکل لگتی ہے بلکہ ذکر قلبی کرنے سے یہ کام آسان ہو جاتے ہیں، اپنے مرد کو ذکر اللہ کے حلقہ میں بھیجا اس نے بھی نماز پڑھنا شروع کی اور داڑھی رکھ لی جب اس کی داڑھی شریعت کے مطابق ہوئی تو اس عورت نے اس

خوشی میں چاول پکاکر اجتماع میں آنے والی عورتوں کو کھلائے اور انہیں اپنی خوشی سے آگاہ کیا۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ھادی بن گئے
کیا نظر تھی، جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

الحمدللہ اب تو یہ سلسلہ سندھ، پنجاب، سرحد اور بلوچستان سے باہر عرب امارات اور مغربی ممالک تک پہنچ چکا ہے اور حضرت قبلہ عالم محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کی توجہ عالیہ سے مزید وسیع اور مستحکم ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ والوں کی اس نورانی تعلیمات فیض و برکات سے تمام مسلمانان عالم (مرد و خواتین) کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تباہ کار سیاہ دل، گو میں ہوں عاصی، فدائی ہوں اللہ کے عاشقوں کا
یہ امید رکھتا ہوں روز ازل سے، دل پہ پر تو پڑے صادقوں کا

بقیہ: بچپن کے خواب کی تعبیر

ظالم درد وچھوڑے والا پوندا مگر جنہاندے
قسم خدادی واہنگ لوہاراں دیندا ڈاھڈیاں ماراں

روندے تے کرلاندے پھردے عاجز حال نمانے
جیوں کر حال کرے پرواراں کونج وچھڑ کے ڈاراں

نیندر بھک آرام آسائش صبر قرار نہ آوے
اس جیونون کولوں مرن بھلیرا جتھے مکھ نہ ڈسے یاراں

سُکھ نسن دکھ بج بج ملن وچھڑیاندے تائیں
یاراں باجھ نہ بھاون ہرگز عیشاں موج بہاراں

جَل جَل مَرن پتنگاں وانگوں وچ تنور ہجر دے
باجھ حبیباں تے طبیباں کون وچھے بیماراں

درد ہجر دا کہیں کوں شالا ہرگز پیش نہ آوے
نال وچھوڑے میاں عبدالستار دے واہنگوں روندے پھرن ہزاراں

دعا ہے کہ اللہ پاک ہمارے مرشد کے فیض کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلادے اور پوری دنیا پر اسلام کا پرچم لہرادے۔ "آمین" ثم آمین۔ برحمتک یا ارحم الرحمین۔

سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اور فکر نسواں

مختار احمد

مرد و عورت معاشرے کی دو بنیادی اور اہم ترین اکائیاں ہیں کوئی بھی ہوش مند انسان معاشرے سے بے تعلق ہو کر نہیں رہ سکتا۔ خاندان معاشرے کا بنیادی ادارہ ہے، خاندان بڑا ہو یا چھوٹا، اس کا بنیادی رکن ہر فرد اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل کرنے والی ہستی عورت ہوتی ہے۔ اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ ایک مرد کی اصلاح ایک فرد کی اصلاح ہوتی ہے۔ لیکن ایک عورت کی اصلاح پورے خاندان کی اصلاح ہوتی ہے۔ ماہرین نفسیات نے کہا ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی کے واقعات و تجربات پر اسی انداز سے سوچتا ہے جس انداز کی تربیت اس نے اپنی عمر کے ابتدائی پانچ سالوں میں حاصل کی ہوتی ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ خاندان مختصر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور ازدواجی خاندانوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے ایسے خاندانوں میں تو بچے کی تربیت کی تمام تر ذمہ داری عورت یعنی ماں پر عائد ہوتی ہے اور مسلم معاشرے میں تو خاندان کا محور و مرکز عورت یعنی ماں ہی ہوتی ہے۔ اب یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ بچوں کی تربیت کس انداز سے کرتی ہے۔ بظاہر ماں بچے پر اگر توجہ نہ دے تب بھی بچہ تربیت حاصل کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ ماں سے مانوسیت کی وجہ سے اس کی عادات و اطوار کا مشاہدہ کرتا ہے اور انہی خطوط پر اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے۔ جس معاشرے میں ہم دیکھتے ہیں کہ مادیت پرستی کی دوڑ نے ماں سے آنے والی نسل انسانی کی تربیت کا اہم ترین اور اعلیٰ ترین منصب چھین لیا ہے۔ اس معاشرے میں ایسے ایسے فسادات اور افراتفری اور افراد میں ایسی ایسی بے سکونی و بے قراری پیدا ہو چکی ہے کہ وہ اس کا مداوا کرنا تو بجا اکثر اس کا سبب بھی نہیں جان پاتے۔ نتیجتاً معاشرتی انتشار کی وجہ سے مسائل در مسائل کا ایک پیچیدہ سلسلہ شروع ہو جاتا ہے کہ جس کی ایک گرہ کھولنے کی کوشش میں کئی اور گتھیاں الجھ جاتی ہیں۔

بعض خاندانوں میں ہم بے سکونی و بے اطمینانی پاتے ہیں اور آئے دن اخبارات میں خاندانی ناچاقی اور جھگڑے و فساد کی خبریں شائع ہوتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ افراد کی خام تربیت ہے۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے جسے ہم معمولی خانگی مسئلہ سمجھتے ہیں۔ اس کے برعکس نہیں بلکہ یہ معاشرتی، قومی، اجتماعی، معاشی حتیٰ کہ دینی مسئلہ بن جاتا ہے۔ اور خاندانی مسائل انسان کو ذہنی و نفسیاتی طور پر مجروح کر دیتے ہیں۔ انسان بظاہر ایک منضبط زندگی کیوں نہ گذار رہا ہو۔ تب بھی ان مسائل کا شکار ہو کر خانگی بے سکونی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا مسائل اپنی جگہ شدید نوعیت کے ہیں اور یہی مسائل بچوں کو آگے چل کر جرائم کے راستے پر ڈال دیتے ہیں۔ جس سے مزید معاشرتی مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ ان تمام کی بنیادی وجہ تربیت کی کمی ہے۔ جو کہ ماں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے یہ بات ضروری ہے کہ ماں خود بھی اصلاح یافتہ اور تعلیم یافتہ ہو تاکہ صحیح خطوط پر بچوں کی تربیت کر سکے تاکہ وہ بچے آگے چل کر قوم کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دے سکیں۔ آج جو ہمیں خاندان کا شیرازہ بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ وہ خاتون جس نے خاندان کی شیرازہ بندی کرنی تھی۔ خود ہی منتشر ہے۔ اور اس راستے پر گامزن ہے جو تباہی اور بربادی کی طرف جانے والا ہے۔

ہم اگر ماضی کو کھنگالیں تو معلوم ہوگا کہ پہلے عورت گھر کی ملکہ ہوتی تھی۔ اس کو گھر کی اس طرح فکر ہوتی تھی جس طرح بادشاہ کو اپنی سلطنت کی۔ عورت بحیثیت ماں گھر میں ہوتی تھی تو گھر ایک سجا ہوا چمن ہوتا۔ چولہا گرم رہتا۔ رشتے دار عزیزوں کا تانتا بندھا رہتا۔ بچے کھیل رہے ہیں۔ پڑھ رہے ہیں۔ ایک دنیا تھی کہ آباد تھی۔ اس رونق سے بھی بڑھ کر گھر کے اس ماحول پر ماں کی اخلاقی قدروں کی چھاپ ہوتی تھی اگر بچے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے تھے تو گھر ان کی اخلاقی تربیت گاہ ہوتے تھے۔

بچے کی تربیت بہت مشکل کام ہے اور اگر وہ یہ کام ساری عمر بھی کرے تو ختم نہ ہوگا۔ لیکن اصلاح یافتہ عورت اس سے عہدہ بر آ ہو سکتی ہے۔ اور پھر یہ تو والدہ کی ذمہ داری ہے۔ یہ دیکھیں کہ اگر ایک قمیض سینی ہو تو اس کی ہر کٹائی اور ہر سلائی بڑی احتیاط سے کی جاتی ہے۔ اور سلنے کے بعد بھی اس کی حفاظت، دھلائی اور مرمت کا کام جاری رہتا ہے جب تک کہ قمیض سلامت ہے۔ لیکن یہاں تو تعمیر انسان کا مسئلہ ہے۔ جو کہ بہت بڑی ذمہ داری ہے، اور جس کی ذمہ داری جتنی زیادہ ہوگی اس سے باز پرس بھی شدید ہوگی۔ اگر انسان میں آخرت کی جواب دہی کا تصور جاگزین ہو جائے تو اصلاح کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ ذرا سی توجہ اور شعوری کوشش کی ضرورت ہے۔

عورت کی اسی ذمہ داری کی وجہ سے اسلام نے اسے عظیم مرتبہ پر فائز کیا ہے اور ماں جیسا منصب اسے عطا فرمایا ہے۔ اسی لئے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ "میرا شکر کرو اور اپنے والدین کے شکر گذار رہو:: (لقمٰن۔ آیت نمبر ۱۴)

یہاں اللہ پاک نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کا شکر گذار بننے کا تذکرہ فرما کر والدین کو ارفع و اعلیٰ مقام عطا فرمایا ہے اور نبیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ جنت، ماں کے قدموں تلے ہے۔" یہ حقیقت واضح کر دی کہ اگر کوئی جنت حاصل کرنا چاہتا ہے تو والدہ کی خدمت گذاری کرے اس کے ساتھ ہی والدہ کی اہمیت بھی ظاہر کر دی کہ اس کا مرتبہ کتنا بلند و بالا ہے کہ جنت کا حصول بھی اس کی رضا میں

مضر ہے۔ آج کی جدید تعلیم یافتہ علم سے بیگانہ ہر وہ عورت اپنا یہ اعلیٰ منصب بھول چکی ہے جو تہذیب حاضر کی جھوٹی چکاچوند سے متاثر ہے اور اسی کو اس نے اپنا مطمع نظر بنالیا ہے اور اپنے اصل مقصد حیات کو بھول چکی ہے اسی لئے آج معاشرے میں انتشار وافتراق اور فتنہ وفساد کی فراوانی ہے۔ اسی چیز کو دیکھتے ہوئے حضرت قطب الارشاد خواجہ خواجگان اللہ بخش المعروف سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے معاشرے کے دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ خواتین کی اصلاح کا بھی بیڑا اٹھایا۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں ایک انجمن اور ایک تحریک تھے۔ اس لئے سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کا نام ہی نہیں بلکہ ایک تحریک کا نام ہے جس نے معاشرے کے ہر پہلو کو متاثر کیا ہے اور آپ کا یہ فیض انشاء اللہ تاقیامت جاری وساری رہے گا اور یہ تحریک سرگرم رہے گی ہوتا یہ ہے کہ کسی شخصیت کے وصال کے بعد وہ تحریک ختم ہو جاتی ہے یاست ہو جاتی ہے۔ لیکن حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی تحریک کہ جس کی بنیاد ہی رضاالٰہی پر ہے اس میں دن دونی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔

اس ساری بات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے خواتین میں بھی تحریک بیداری پیدا فرمائی جس کی ابتدا آپ کے عزیز واقرباء سے ہوئی اور پھر اس تحریک میں وسعت پیدا ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ یہ تحریک کراچی حیدر آباد، میر پور خاص، لاڑکانہ، دادو، سکھر اور اندرون سندھ میں کافی مقامات پر پھیلی، اسی پر بس نہیں بلکہ اب یہ مشن سندھ سے نکل کر پنجاب، بلوچستان، سرحد اور بیرون ممالک میں بھی جا پہنچا ہے۔ آج خدا کے فضل سے جہاں مردوں میں اتباع سنت وشریعت کی پاسداری ہے۔ وہاں خواتین میں بھی تقویٰ وورع کا شغف پیدا ہو چکا ہے۔ وہ خواتین جو ناچ گانوں اور رنگ ونشاط کی رسیا تھیں۔ بلکہ خود بھی عملی طور پر اس کا مظاہرہ کرتی تھیں۔ آپ کے فیض کے اثر سے آج تہجد گذار اور مبلغ دین بن چکی ہیں حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ جدید علوم عورت کو ایک ڈاکٹر یا انجنیئر تو بنا سکتے ہیں لیکن بہترین ماں نہیں بنا سکتے۔ یہ دیکھتے ہوئے آپ نے مدرسۃ البنات کے نام سے خواتین کے مدرسہ کی بنیاد رکھی وہاں پر ان کو بہترین بیوی، بہترین بہن اور بہترین بیٹی خواتین ہی قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم دیتی ہیں آپ نے سنت وشریعت کی سخت پابندی فرمائی اور پردے کو زبردست رواج دیا جو کہ آج کے فیشن زدہ معاشرے میں مفقود ہو کے رہ گیا ہے۔ الحمد اللہ آپ کی ترغیب سے خواتین میں پردے کا شوق پیدا ہوا بلکہ پردے کو انہوں نے حفاظتی حصار سمجھ لیا ہے۔

حضرت صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ہر ہر مرکز پر پردہ کی سخت پابندی کی جاتی ہے کوئی پانچ سات سال سے زیادہ کا بچہ خواتین میں نہیں جا سکتا اور کوئی بھی سات سال سے زائد عمر کی بچی بے پردہ نظر نہیں آتی۔ حضور قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمتہ اللہ علیہ لاؤڈ اسپیکر پر باقاعدہ پردہ میں خواتین کو نصیحت فرماتے

تھے جس کا اثر یہ ہوتا تھا کہ خواتین میں خوف خدا اور فکر آخرت کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی اور اللہ و رسول کی محبت میں بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؒ نے سندھ یونیورسٹی میں اصلاح یافتہ افراد اور خلفاء کرام کا ایک وفد بسلسلہ ء تبلیغ بھیجا جہاں انہوں نے طلبہ و طالبات تک حضور قبلہ عالمؒ کا ورد پہنچایا جس کے تاثرات مسز امینہ خیسانی ہیڈ آف انگلش ڈیپارٹمینٹ آپؒ کو خط تحریر کرتے ہوئے کچھ اس طرح کرتی ہیں کہ "میں نے آپؒ کی زیارت تو نہیں کی تاہم آپؒ کے چند مرید مبلغ حضرات یہاں تشریف لائے جنہوں نے طلباء کے علاوہ پردے میں یونیورسٹی کی طالبات کو بھی وعظ و نصیحت کی جن کے اثرات قابل تعریف ہیں، کہ ان بزرگوں کی نصیحت سے متاثر ہو کر بعض لڑکیاں رو رہی تھیں، جس سے میں یہی سمجھی کہ ان کے مرشد کامل بزرگ ہونگے۔ ان افراد کے چلے جانے کے بعد کئی لڑکیوں نے نماز پڑھنا شروع کی اور اب دوپٹہ اوڑھتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا تبلیغی مشن ملک و ملت اور قوم کے لیے از حد نفع بخش ہے"۔

الحمد للہ اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور حضرت خواجہ خواجگان، قیوم زمان حضرت محبوب سجن سائیں مدظلہ عالی بعینہ ایک حقیقی ظاہری باطنی، جانشین کے طور پر حضور قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو سر انجام دے رہے ہیں بلکہ خدا کے فضل سے اس میں دو چند نکھار پیدا ہو چکا ہے۔

آپ کی تربیت کا یہ اثر ہوا کہ وہ خواتین جو اپنے رب کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خاطر وقت نہیں دیتی تھیں۔ اب خدا کے فضل سے تہجد بھی قضا نہیں کرتیں اور ذکر و اذکار کے بعد مکمل وقت گھر کے کام کاج اور اولاد کی تربیت پر صرف کرتی ہیں اور اپنی اولاد کی تربیت صحیح اسلامی خطوط پر کر رہی ہیں۔ بعض خواتین تو باوضو کھانا پکاتی ہیں اور مشکوک غذا سے پرہیز کرتی ہیں۔

راقم نے دیکھا ہے کہ حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے پیش نظر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ رہی کہ "عورتیں ریاست کا ستون ہیں۔ اگر وہ اچھی ہیں تو ریاست اچھی ہے۔ اگر وہ خراب ہیں تو ریاست بھی خراب ہوگی"۔ اسی لئے آپ نے عورتوں میں انقلاب آور کام کیا اور خدا کے فضل سے جدید علوم سے بہرہ ور خواتین، کالج و اسکول کی لڑکیوں تک نے آپ کے آفاقی اور اصلاحی پیغام پر لبیک کہا۔ اپنی ذاتی اصلاح کرتے ہوئے رب تعالیٰ کی رضا کی خاطر معاشرے کے اصلاح کا بیڑا اٹھایا اسی مقصد کے پیش نظر اصلاح یافتہ خواتین محض رضائے الٰہی کی خاطر مختلف مقامات پر پروگرام تشکیل دیتی ہیں۔ جہاں باقاعدہ قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اولاد کی تربیت کے سنہرے اصول سکھائے جاتے ہیں۔ تاکہ ایک بہترین معاشرہ تشکیل پا سکے۔ آپ کے اسی درد کو محسوس کرتے ہوئے ادارہ الطاہر نے خواتین کے لیئے خصوصی نمبر بھی شائع کیا جو الحمد للہ خواتین نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے بہت سراہا۔ اور محبوب مرشد کی فکر کو اپنایا۔

متاثر کن شخصیت

ڈاکٹر محمد جاوید کھوکھر

اس عاجز کو دوستوں نے ایک انتہائی مشکل موضوع پر لکھنے کے لیے حکم فرمایا کہ مجھے سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے کس پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا؟ یہ ایک انتہائی مشکل بلکہ اس عاجز کے نزدیک ناممکل سا ہے کیونکہ اس عاجز کو حضرت صاحب کی جتنی صحبت حاصل ہوئی ہے اس میں یہ عاجز حضرت صاحب کو ایک مکمل اور جامع شخصیت سمجھتا ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر پہلو ہم فقیروں کے لیے ایک جامع نصیحت اور مثال ہے آپ ایسے شفیق اور مہربان تھے کہ ہر فقیر یہی سمجھتا تھا کہ حضرت صاحب مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں، اس عاجز کی ملاقات حضرت صاحب سے ۱۹۷۵ء میں درگاہ اللہ آباد شریف پر ہوئی تھی آپ کی پہلی ہی صحبت اور نظر کی تاثیر سے اس عاجز کی زندگی میں انقلاب آگیا، اور پہلی ہی صحبت کا وہ اثر تھا کہ یہ عاجز پابند شریعت ہو گیا۔ اور دل و جان سے حضرت صاحب کا اسیر ہو گیا آپ کی تبلیغی کوششوں کو دیکھا جائے تو یہی مثال بہت ہے کہ آپ کی دونوں آنکھوں میں موتیا اتر آیا تھا۔ اور آنکھوں سے بالکل کچھ نظر نہیں آتا تھا لیکن پھر بھی تبلیغی سفر جاری رہتا تھا، نہ صرف دربار پر بلکہ اس حالت میں بھی آپ کو مسلمانوں کی حالت سدھارنے کا اتنا فکر تھا کہ آنکھوں سے نظر نہ آنے کے باوجود آپ نے کئی تبلیغی سفر کیے، روحانی طلبہ جماعت کے دوستوں کے لیے حضرت صاحب کو بے انتہا فکر تھی۔ بار بار اس کے لیے مشورے ہوتے لیکن اتنے عوارضات کے باوجود آپ کو اس تبلیغی کام کا اتنا شوق تھا کہ آپ فرماتے تھے تبلیغ کا احوال بہت تفصیل سے روانہ کیا کرو، مریدوں کی اجتماعی اصلاح کے ساتھ ساتھ آپ انفرادی اصلاح پر بھی بہت توجہ کیا کرتے تھے، اس عاجز پر شفقت کا یہ عالم تھا کہ یہ عاجز ہر کام میں بہت سست تھا اور اب بھی ہے لیکن یہ عاجز جب بھی دربار پر جاتا تھا حضرت صاحب خاص مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے آپ کی حالت کیسی بھی ہو لیکن اپنے پیر سے رابطہ مت توڑیں، اس عاجز کو یاد ہے کہ جولائی کے دن تھے ظہر نماز کے بعد جب حضرت صاحب گھر تشریف لے جانے لگے اور دروازہ کے اندر کھڑے ہوئے تو یہ عاجز ننگے پاؤں تھا، دھوپ سخت تھی۔ اس عاجز کو حضرت صاحب سے کچھ عرض کرنا تھا، لیکن بات کرنے سے پہلے حضرت صاحب نے اچانک ہاتھ سے پکڑ کر اندر دروازہ کی طرف کھینچ لیا اور فرمایا فقیر ننگے پاؤں اتنی تیز دھوپ میں باہر کھڑے ہو ایسا نہ کریں

پاؤں جل جائیں گے۔ جوتا پہنا کریں، اس عاجز کو رونا آگیا کہ میرا پیر کتنا مہربان اور شفیق ہے کہ دنیا میں دھوپ میرے لیے برداشت نہیں کر سکتا تو آخرت میں بھی ضرور اس عاجز گناہ گار کو اپنی نظر کرم سے ساری تکلیفوں سے بچالے گا۔ حضرت صاحب کو تبلیغ کی بے انتہا فکر تھی آپ فرماتے تھے فقیرو یہ بیٹھنے کا وقت نہیں ہے آرام کا وقت صرف قبر ہے یہاں بس تبلیغ اور تبلیغ کریں، اس عاجز کو حضرت صاحب کی ان تبلیغی کوششوں محنتوں اور ہر دم تبلیغ کے لیے فقیروں کو ہوشیار کرتے رہنا کے پہلو نے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ دنیا کے کام خدا کے سپرد کردو اور خود صاحب تقوٰی اور پرہیز گاری کا خیال رکھتے ہوئے بس تبلیغ کرو، اس عاجز کو یاد ہے کہ روحانی طلبہ جماعت کے دوست سخت گرمیوں کے روزوں میں صبح ۸ بجے سے دوپہر کے ۱۲ بجے تک تبلیغ کرتے تھے، بسوں پر ریلوے اسٹیشنوں پر راستوں پر لیکن حضرت صاحب کی ایسی نظر کرم تھی کہ ذرا سی بھی بھوک پیاس محسوس نہیں ہوتی تھی ہم کو یہی محسوس ہوتا تھا کہ حضرت صاحب گویا ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور توجہ ہر وقت ہماری طرف ہے اس عاجز کے گاؤں میں صرف چار پانچ بوڑھے نماز پڑھتے تھے۔ لیکن اس عاجز نے حضرت صاحب کو اپنے گاؤں کی دعوت دی تو آپ کی توجہ و کرم نوازی سے پورا گاؤں نمازی ہوگیا اور سات سال کے بچے بھی اللہ اللہ کے نعرے لگانے لگے، اس عاجز نے دوستوں کے فرمان پر یہ چند الفاظ تحریر کیے ہیں، ورنہ حضرت صاحب ایک جامع اور مکمل شخصیت کے مالک تھے آپ کی زندگی کا ہر پہلو اپنی جگہ مکمل تھا، آپ بے طمع، پابند شریعت ، صاحب تقوٰی اور زندگی کا ہر پہلو پر آپ کی اتنی توجہ ہوتی تھی کہ کوئی کام بھی خلاف شریعت نہ ہو اور آپ کے دربار پر تو جو بھی چلا جائے ابھی تک وہی صحابہ کرام والا نقشہ یاد آجاتا ہے کہ اتنا پیار، محبت، خلوص فقیروں میں کہ جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے یہ سب آپ کی جامع شخصیت کا اثر تھا، آپ فرماتے تھے مجاہد کی شان یہ ہے کہ اگر وہ دنیا کی بات کرے یعنی کاروبار کرے تو ایسا ہو کہ اس سے بڑا دنیادار کوئی نہ ہو، اگر تلوار اٹھالے تو اس سے بڑا مجاہد کوئی نہ ہو، اگر دین کی بات کرے تو اس سے بڑا مبلغ اور دین دار کوئی نہ ہو۔ بلکہ مسلمان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، سونا، جاگنا سارے کا سارا اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے تابع ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

میرے محبوب مرشد

مولانا شفیق احمد

اللہ تعالیٰ نے جب کسی گنہگار پر اپنی خاص مہربانی فرمانی ہو تو اللہ تعالیٰ اپنے اس گنہگار بندے کو اپنے محبوب بندے کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے کی محبت جب اس سیاہ کار آدمی کے دل کے اندر آنا شروع ہوجاتی ہے تو اس محبوب بندے کی محبت کی وجہ سے وہ گنہگار بندہ بھی نیک بننا شروع ہوجاتا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ولی کامل و اکمل، مرد قلندر خواجۂ خواجگان حضرت اللہ بخش عرف سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت تھی جنہوں نے ہزاروں لاکھوں بے آباد دلوں کی آبیاری کی، غالباً ۱۹۷۹ء میں اس عاجز کو اتنی سوجھ بوجھ تو نہیں تھی مگر دل کے اندر اولیاء اللہ کی محبت تھی اور اس طرح ہی محسوس ہوتا تھا کہ مجھ ناچیز کو اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے محبوب بندے سے ملانے کا وسیلہ بنادے گا، ہمارے گاؤں کے رہائشی بشیر احمد صاحب کسی وجہ سے شفٹ ہوکر صادق آباد چلے گئے تھے وہاں سے ہر سال اپنی زمین کا ٹھیکہ لینے ہمارے گاؤں آتے تھے وہ بھی بڑے ہی بزرگوں کے ماننے والے تھے کسی جگہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں بیعت بھی تھے میاں بشیر احمد نے کہا کہ آپ کے قریب کنڈیارو شہر میں ایک مرد قلندر کی تعریف سنی ہے، صادق آباد جاتے وقت رات کنڈیارو شریف قیام کیا بتاتے تھے کہ میرے دانت میں شدید درد شروع ہوگیا رات کا وقت تھا میری اچانک معمولی آنکھ لگ گئی میں کیا دیکھتا ہوں کے ایک سفید ریش بزرگ آئے مجھے گولی اور ساتھ پانی دیا میں نے گولی کھالی جب میں بیدار ہوا تو میرے دانت میں ذرہ بھی درد نہ تھا، میاں بشیر احمد نے حضور کی یہ کرامت بتائی قبلہ والد صاحب بھی حضور کی قدم بوسی کے لیے درگاہ شریف پہ حاضر ہوئے حضور قبلہ عالم سے ملے اور ساتھ عرض کی کہ حضور میرے پیر صاحب تو وصال کر گئے ہیں حضور نے فرمایا جب ایک استاد وصال کر جائے تو دوسرے استاد سے تعلیم تربیت لینا ضروری ہوتا ہے، قبلہ والد صاحب نے حضور قبلہ عالم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت تجدید کی، قبلہ والد صاحب فرماتے ہیں کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کے ہم مکان بنا رہے ہیں، جمعۃ المبارک کا وقت ہونے والا ہے ایک بڑی پیاری جماعت ہمارے گاؤں تشریف لائی ہے، جس طرح رات خواب دیکھا اسی طرح صبح کو ہوا، درگاہ شریف پر حضور کی نگاہ کرم سے رابطہ ہوگیا۔

کچھ عرصہ بعد ہی حضور قبلہ عالم کو تبلیغ کے سلسلہ میں اپنے گاؤں دعوت دی حضور نے

شفقت فرماتے ہوئے دعوت قبول کی لنگر کے لیے کافی وسیع انتظام کیا گیا گاؤں کے ہر طرف لوگوں کو حضور کے جلسے کی دعوت دی جلسہ بعد نماز ظہر تھا حضور کی آمد کی خوشی میں راستے کو بڑے اچھے انداز سے سجایا گیا۔ صبح سے ہی فقراء جمع ہونا شروع ہوگئے، ہر طرف اللہ اللہ کی آوازیں آنے لگیں بعد نماز ظہر جلسہ ہوا کافی تعداد میں دوستوں نے ذکر قلبی لیا حضور کی نگاہ کرم سے کافی لوگ نیک صالح بن گئے کچھ عرصہ بعد حضور دنیا سے پردہ کر گئے عاجز کے بڑے بھائی نے دوبارہ جلد ہی جلسے کی تیاری شروع کر دی۔ عاجز کے بڑے بھائی کو حضور کی نماز جنازہ نصیب ہوئی بھائی بتاتے ہیں کہ میں رات کو درگاہ شریف پر ہی رہا دل میں خیال آیا کہ حضور میں نے آپ کی دعوت کی دوبارہ تیاری کی ہوئی تھی اب میری دعوت کون قبول کرے گا، رات ہی خواب میں حضور آئے اور بازو سے پکڑ کر کہنے لگے محمد صدیق آپ پریشان کیوں ہو ہم تو آپ کے ساتھ ہیں آپ سے جدا نہیں ساتھ ہی حضور محبوب سجن سائیں کا دیدار کروایا اور فرمایا یہ نوجوان ہم آپ کو دیے جا رہے ہیں آپ کی دعوت قبول کریں گے اسی سال حضور سجن سائیں نے دعوت قبول کی عظیم الشان جلسہ ہوا حضور کے وصال کے بعد حضور قبلہ عالم سجن سائیں کے ہمارے گاؤں کافی جلسے ہوئے ہیں اور انشاء اللہ اور جلسے بھی ہوتے رہیں گے یہ اللہ والوں کی خاص ہم غریبوں پر مہربانی ہے حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے کچھ سال بعد عاجز کو خواب آیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کو حکم ہو رہا ہے، دیکھو کن کن میرے دوستوں کو محبوب کا مقام ملا ہے عاجز دیکھتا ہے کہ فرشتے بڑے بڑے رجسٹر لا رہے ہیں تین یا چار رجسٹر لائے گئے تیسرا یا چوتھا رجسٹر تھا کہ آواز آئی کہ یہاں یہاں میرے دوست نوجوان سوہنا سائیں کا رجسٹر ہے جنہیں محبوب کا مقام عطا کیا ہے۔

حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد عاجز کو یقین تھا کہ حضور ہمیں تنہا نہیں چھوڑیں گے جلد ہی حضور محبوب سجن سائیں مدظلہ العالیٰ سے رابطہ ہوا عاجز پر حضور کی خاص شفقت ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کا سایہ ہم گنہگاروں پر تاقیامت قائم دائم رکھے، اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی شفقت نہ زبان کو طاقت ہے بیان کر سکے اور نہ ہی الفاظوں میں بیاں ہو سکتی ہے یہ ان کی نظر عنایت ہے، جسے اپنا منظور نظر بنالیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی پہچان نصیب فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور ان جیسا اخلاص نصیب فرمائے۔ آمین

خودکشی سے خوش قسمتی تک

فقیر محمد شریف مسافر پتو کی ضلع قصور

۱۹۸۱ء کی بات ہے دل کی دنیا پر ایک عظیم سانحہ گذرا کہ خودکشی کو جی چاہتا تھا، خوش قسمتی سے پہلے سے محترم صوفی ریاست علی کی معرفت ایک روحانی طبیب حاذق کا تعارف تھا، بس اللہ تعالےٰ پر توکل کرتے ہوئے ان کے بتائے ہوئے پتے پر عازم سندھ ہوا، غالباً مارچ کی چار تاریخ تھی ان بزرگوں کی خدمت میں درگاہ فقیر پور شریف راد حن حاضر ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔

یہ بزرگ میرے پیرو مرشد شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے پاس پہنچ کر میرا شکستہ دل ایک نئی فرحت سے آشنا ہوا، ایک اضطراب آمیز سکون ایک روح پرور اضطراب لذت ایک نغمہ ء جانفزا ایک ہمہ گیر انقلاب محسوس ہوا۔ اور فی الحقیقت بیت اللہ کے بتوں سے پاک ہونے کا تجربہ ہوا، فقیر نے پہلی دفعہ محسوس کیا کہ شاعر مشرق نے سچ کہا ہے۔

؎ اس راکھ میں ابھی شرر باقی ہیں

جن اللہ والوں کا ذکر بچپن سے کتابوں میں پڑھتا آیا تھا اور اب تک انہیں ماضی کا سرمایہ خیال کرتا تھا، اس وقت محسوس ہوا کہ ان میں سے کوئی اب بھی موجود ہے، یا یوں کہیئے۔۔۔۔۔ کہ

ترک محرومیوں سے الجھ کر جب جستجو کر دی — کسی نے کان میں چپکے سے بس لا تقنطو کر دی
وہ اک مانوس آواز آئی کہ مبارک ہو — خدا نے آج پوری تیری کہنہ آرزو کر دی
وہ جس کی جستجو میں، میں فضائیں چھان آیا تھا — زمیں پر آج حق نے ان سے میری گفتگو کر دی
چمن مرجھا رہا تھا اپنا مغرب کی گرم لو سے — نسیم مہربان نے پھر سے پیدا رنگ و بو کر دی

الغرض اس دور میں آپ کا وجود مسعود قرون اولیٰ کی نشانی نہیں تو اور کیا ہے؟ فقیر نے تو جو کچھ دیکھا، محسوس کیا بے ساختہ الفاظ کے قالب میں یوں ڈھل گیا کہ۔۔۔۔۔۔

تیری بستی کو جو دیکھوں مدینہ یاد آتا ہے — وہی جلوہ وہی نقشہ قرینہ یاد آتا ہے
تیری صورت کو جو دیکھے خدا کی یاد آتی ہے — تیری سیرت سے محی الدین کا جینا یاد آتا ہے

جماعت آپ کی اس دور پر آشوب کے اندر جناب نوح علیہ السلام کا ہم کو سفینہ یاد آتا ہے
یہ خطہ گویا نخلستان ہے صحراء عالم میں پریشان کاروانوں کا سکینہ یاد آتا ہے
تمہارے میکدے میں مستیٔ رنداں کا یہ عالم حجازی خمکدے کا آبگینہ یاد آتا ہے
ملاحظہ کیجیو ذرہ نوازی شاہ والا کی کہ محفل میں مسافر سا کمینہ یاد آتا ہے

وہ چندایام جو سرکار کی محفل میں گذرے، بلاشبہ فقیر کی اس ناپائیدار زندگی کا قابل فخر سرمایہ ہیں....!

بقیہ: سوہنا سائیںؒ اور آر. ٹی. جے

ان کے باطن میں محبت الٰہی کے دیپ جل چکے ہیں، آر۔ٹی۔جے میں طلبہ کی اک بہت بڑی ایسی کھیپ تیار ہو چکی ہے۔

یہ فکر، یہ تربیت، یہ بلند خیالی، یہ نفسی انقلاب، آر۔ٹی۔جے میں ۔میں نے یا آپ نے پیدا نہیں کیا ہے، اس باغ کی آبیاری سوہنا سائیںؒ نے اپنے خون جگر سے کی ہے، یہ انہی کا فیضان نظر ہے، حضور سوہنا سائیںؒ نے آر۔ٹی۔جے کو کوئی نعرہ نہیں دیا، معاشرے میں نام نہاد انقلاب کا کوئی سبز باغ نہیں دکھایا، شخصیت پرستی، فرقہ پرستی یا مسلک کی جنگ کا کوئی سبق نہیں سکھایا، انہوں نے اصلاح نفس کا سبق سکھایا ہے، انہوں نے طلباء کو مجاہد بنایا ہے، اپنی نظر کرم سے طلباء کے باطن کی صفائی کی ہے۔ اندر کی خلش، خلا اور بے چینی کو ختم کیا ہے، انہوں نے اپنے بند ہونٹوں سے ہمیں یہ کہا ہے کہ "ساتھیو! آر۔ٹی۔جے کا پیغام صرف کراچی یونیورسٹی یا پنجاب یونیورسٹی کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ ڈھاکہ یونیورسٹی، دہلی، بمبئی، کیمبرج، اسلے، اکسفورڈ یا رورڈ اور الازہر کے لیے بھی ہے کیونکہ یہ کوئی سیاسی پیغام نہیں بلکہ عظیم روحانی، آفاقی نقشبندی پیغام ہے۔"

حقیقت نما خواب: ۔ایک دفعہ خواب میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں محسوس کیا اور دیکھا کہ حضور قبلہ عالم سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ اور حضرت صاحبزادہ محبن سائیں مدظلہ گنبد خضریٰ سے باہر تشریف لا رہے ہیں، حضرت محبن سائیں مدظلہ کے گلے میں گلاب کے پھولوں کا ہار تھا، حضرت سوہنا سائیںؒ نے فرمایا مولوی عبدالغفور اب آپ تبلیغ میں محبن سائیں مدظلہ کے ساتھ جایا کریں اب ساری امانت حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو عطا فرمائی ہے، اس خواب کے چند ہی دن بعد حضور سوہنا سائیں قدس سرہ انتقال فرما گئے اور محبن سائیں مدظلہ آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔ (مولانا عبدالغفور مری)

حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی حرص

تحریر: عبداللہ

تصوف کے ادارے نے جتنی کامل شخصیات معاشرے کو متعارف کروائی ہیں معاشرے کا شاید ہی کوئی ادارہ یہ کارنامہ سرانجام دے سکا ہو یہ ان ہی شخصیات کا فیض اثر ہے کہ برصغیر پاک و ہند جو ہمیشہ سے کفر و شرک کے اندھیروں میں ڈوبا رہا ہے آج توحید کے نور سے منور ہو رہا ہے، تصوف کے ادارے سے وابستہ شخصیات جنہیں صوفیاءِ کرام کہا جاتا ہے اپنے سادہ انداز بیان، پر کشش شخصیت اور اخلاص کے باعث یہاں کے رہنے والوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے گھر کر چکے ہیں ان کی دینی خدمات کو جھٹلانا گویا تاریخ کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ صوفیاء کرام کے بارے میں گوشہ نشینی اور عزلت نشینی کا جو تاثر ہے منجملہ دیگر تاثرات کے انتہائی غلط ہے اگر انصاف کی نگاہ سے دیکھا جائے تو صوفیا کرام کی زندگی آرام و آسائش عافیت و اطمینان کی نہیں بلکہ جد و جہد اور کشمکش کی زندگی دکھائی دیتی ہے، نامساعد فضا، ناساز گار ماحول نامانوس آب و ہوا اور ناخوشگوار حالات میں دینی و علمی فرائض کی انجام دہی یہ صوفیاء کرام ہی کا کام ہے، آج دین اسلام کی اشاعت کے نام و نہاد دعویدار جن کی زبان اور قلم صوفیا کرام کی مخالفت کرتے نہیں تھکتے جب انصاف کی نظر سے ان کا جائزہ لیا جائے تو وہ صوفیا کرام کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

تبلیغ اسلام انتہائی کٹھن فریضہ ہے، جتنا یہ دشوار گزار ہے اسی قدر اس کی اہمیت بھی زیادہ ہے امر بالمعروف (نیکی) کا حکم اور نہی عن المنکر (برائی) سے روکنا ہی کو امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ فضیلت قرار دیا گیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالیہ "بلغوا عنی ولو آیة" میری طرف سے پہنچاؤ چاہے ایک آیت ہی کیوں نہ ہو" سے جہاں ایک طرف اس فریضہ کی اہمیت مزید واضح ہوئی تو دوسری طرف یہ بات بھی واضح ہوئی کہ تبلیغ دین کے لئے عالم فاضل ہونا شرط نہیں بلکہ جس قدر بھی اسلامی معلومات ہوں دوسروں کو پہنچانا ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

بفضلہ تعالیٰ سیدی مرشدی حضرت سوہنا سائیں مرقدہ نے تبلیغ کی ضرورت و اہمیت کو اسی انداز سے سمجھا اور اس ذمہ داری سے نہ صرف خود عہدہ برا ہوئے بلکہ اپنے لاکھوں متعلقین کو بھی اسی راہ پر گامزن کر کے دین اسلام کی تبلیغ کی طرف متوجہ کیا کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایک دو نہیں ہزاروں ایسے مبلغ تیار کئے جو باقاعدہ عالم فاضل نہیں لیکن انہوں نے حضرت سوہنا سائیں نوراللہ مرقدہ کی صحبت سے

ضروریات دین کی تعلیم حاصل کی اور اپنے اپنے شعبہ ہائے زندگی میں رہتے ہوئے دین اسلام کی خدمت و اشاعت میں مصروف ہو گئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن حضرات کو آپ کی صحبت بابرکت میں بیٹھنے کی سعادت حاصل رہی ہے وہ خوبی جانتے ہیں کہ آپ کا محبوب ترین مشغلہ تبلیغ اور اشاعت اسلام ہی تھا سفر یا حضر صحت ہو یا علالت ہر حال میں امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح وفلاح کی فکر دامنگیر رہتی تھی۔

سیدی مرشدیؒ کے تبلیغی کام کی ابتداء اگرچہ طالب علمی کے زمانے میں ہی گھر اور پڑوس کی سطح سے شروع ہو چکی تھی۔ حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت و خلافت ملنے کے بعد آپ نے اپنی زندگی تبلیغ دین کیلئے وقف کر دی۔ سندھ کے اکثر اضلاع بالخصوص سندھ کے دیہی علاقوں میں آپ کی شب و روز کی محنت بالآخر رنگ لائی اور تھوڑے ہی عرصے میں ایسے پر خلوص ساتھیوں کا قافلہ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جنہوں نے شب و روز تبلیغ اسلام میں آپ کا ساتھ آخری دم تک دیا چنانچہ آپ کی دعوت سندھ کے علاوہ پنجاب، سرحد، بلوچستان، کشمیر اور بیرون ممالک تک پہنچ گئی۔

تبلیغ کی حرص : آپ کی دعوتی جدوجہد میں کبھی کوئی مجبوری رکاوٹ نہ بن سکی، صحت کی خرابی ناسازگار موسم، آمدورفت کے نہ ہونے کے برابر ذرائع ان تمام باتوں کو آپ نظر انداز کرتے ہوئے اپنے مشن میں مشغول رہے۔

کراچی سے کوئی ۳۰ تیس میل کے فاصلے پر گڈاپ کے ایک مقام پر دوروزہ جلسہ تھا۔ سیدی مرشدی حضرت سوہنا سائیں ویگن میں سوار ہو کر جلسہ کے مقام پر پہنچے بارش اور کیچڑ کے باعث راستے میں کئی جگہ ویگن کو دھکا لگا جلسہ میں شرکت کے بعد آپ ڈاکٹری معائنے کے لئے کراچی واپس آئے اور پھر اسی دن جلسہ گاہ پہنچ گئے حاضرین جلسہ جو کافی دور دور سے آئے ہوئے تھے سے فرمایا۔ "اپنی تعریف کرنا گناہ ہے، یہ عاجز اپنے آپ کو بزرگ سمجھ کر نہیں بلکہ حقیقت حال اور آپ کے فائدے کے لئے عرض کرتا ہے کہ کل ہم جس ویگن پر آئے کئی جگہ بارش کے باعث پھنس کر رہ گئی اگر ہم نہ آنا چاہتے تو بارش کا عذر معقول اور کافی تھا مگر آپ حضرات سے ملاقات اور دین کی تبلیغ کے پیش نظر ہم چلے آئے آپ سے کچھ لینا نہیں ہے آج پھر علاج کے سلسلے میں کراچی جانا تھا تو یہ عاجز گدھا گاڑی پر ہی چلا گیا، کیا دوسرے پیر صاحبان اس طرح آتے ہیں۔ لہذا جب ہم اس قدر تکلیف برداشت کر کے آپ کے پاس آئے ہیں تو آپ کو بھی چاہئے کہ ہمارے پاس آیا کرو۔

کاچھے کے علاقے میں جہاں شدید بارش اور سیلاب آجانے کی وجہ سے آمدورفت کے تمام

ذرائع بند ہو جاتے ہیں آپ تبلیغی دعوت پر اس علاقے میں پہنچے اس وقت اس علاقے میں سیلاب آیا ہوا تھا، چناچہ بچاؤ بند سے آگے کا راستہ سیلابی پانی کے باعث ناقابل استعمال تھا، مگر سیدی مرشدی جن کی غذا ہی دین اسلام کی تبلیغ تھی کے آگے یہ رکاوٹ ایک تنکے سے زیادہ حیثیت نہ رکھتی تھی، چناچہ پانچ چھ میل کا فاصلہ آپ اور آپ کے رفقاء نے بذریعہ کشتی طے کیا جلسہ کے مقام پر جہاں نامساعد حالات کے باوجود کافی تعداد میں سامعین اکٹھے ہو گئے تھے سے آپ نے فرمایا: "آپ حضرات سیلاب کی وجہ سے دربار پر نہیں آئے تھے یہ کوئی عذر نہیں تھا بلکہ نفس و شیطان کا دھوکا تھا، ہمارا کشتیوں کے ذریعے یہاں آجانا اس بات کا ثبوت ہے کہ تمہارا یہ عذر غیر معقول تھا کیا تم لوگوں نے سیلاب کی وجہ سے لاڑکانہ اور دیگر شہروں کو آنا جانا چھوڑ دیا ہے؟ اگر دنیاوی کاموں کیلئے اور کہیں جا سکتے ہو تو نیکی اور دین کے حصول کی خاطر دربار پر بھی آنا چاہئے تھا یاد رہے کہ مذکورہ علاقے کے فقراء سیلاب کے عذر کی وجہ سے سالانہ عرس میں شریک نہ ہو سکے تھے چنانچہ آپ نے ان کو ان ہی کے علاقے میں پہنچ کر تنبیہ فرمائی۔

اسی دورے میں حاجی محمد جان صاحب کی بستی میں پروگرام رکھا گیا کیونکہ بارش اور سیلاب کے پانی نے راستے بالکل بند کر دیئے تھے چنانچہ حضور سے عرض کیا گیا کہ مذکورہ بستی چونکہ کافی فاصلے پر ہے اور سخت بارش کی وجہ سے راستے خراب ہو چکے ہیں گاڑی بھی ان راستوں پر چل نہیں سکتی لہذا اگر حضور اجازت دیں تو پروگرام کسی اور دن رکھا جائے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ "ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے، دین کی تبلیغ کا کام ہے یہ ٹھیک نہیں کہ لوگ ہماری وجہ سے جمع ہوں اور ہم یہاں سے جلسہ ملتوی کر کے چلے جائیں اس لئے کچھ بھی ہو ہمیں پروگرام کے مطابق چلنا چاہئے"

چنانچہ سواری کے لئے اونٹ لائے گئے اور حضور خلفاء و فقراء سمیت اونٹوں پر مذکورہ بستی پہنچے۔

بے طمع تبلیغ: آپ کے تبلیغی مشن کے فروغ پانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ آپ صرف رضائے الٰہی کی خاطر دین کی اشاعت کا کام کیا کرتے تھے کبھی کسی سے ایک پیسے کا بھی سوال نہیں کیا فرماتے تھے کہ ہم نے دنیا کو سو طلاقیں دے دیں ہیں۔ پنجاب کے ایک تبلیغی دورے میں نتھو چک کے مقام پر حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا آپ مطمئن رہیں ہم نذرانہ لینے والے پیر نہیں یہ قافلہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کی خاطر یہاں آیا ہے ہم کو اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہیں یہ ذکر جو آپ کو بتایا گیا ہے اس پر عمل کرنے سے آپ کا اپنا فائدہ ہوگا۔

الحمد للہ بعینہ یہی تمام خصوصیات آپ کے تربیت یافتہ افراد میں موجود ہیں آپ کی قائم کردہ

تنظیمیں جمعیت علمائے روحانیہ غفاریہ، جماعت اصلاح المسلمین اور روحانی طلبہ جماعت سے وابستگی رکھنے والے ہزاروں خاموش مبلغ بے طمع اور بلا کسی لالچ دین اسلام کی تبلیغ کے فریضے کو بہ احسن و خوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

غیر مسلموں میں تبلیغ : حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی حرص صرف مسلمانوں کی اصلاح تک محدود نہیں تھی بلکہ آپ دین مبین کے اس پیغام کو غیر مسلموں تک پہنچانے کی بے انتہا تڑپ رکھتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا ہم نبی حق صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار محمدی کہلانے والے گھر بیٹھ گئے ہیں، ہندو، عیسائی، قادیانی بہائی فرقے ہمارے ملک میں تبلیغ کریں کیا یہ ہماری کمزوری نہیں ہے کیا غیر مسلم اقوام میں جاکر تبلیغ کرنا ہمارا فرض نہیں ہے کیا یہ بیٹھنے کا وقت ہے ؟

گو کہ آپ کی خواہش کے مطابق وسائل اور فعال کارکنوں کی عدم دستیابی کے باعث غیر مسلموں میں تبلیغی کام کماحقہ نہ ہو سکا۔ مگر پھر بھی آپ کے کچھ خلفاء نے اندرون ملک بڑی جانفشانی سے غیر مسلموں میں تبلیغی کام کیا جس کے بڑے مثبت اثرات ظاہر ہوئے چنانچہ لاڑکانہ میں جماعت کے افراد کی کوششوں سے کئی قادیانی خاندان اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، عیسائیوں کا ایک پورا خاندان حضرت خلیفہ مولانا محمد ادریس ڈاہری صاحب کے ہاتھوں مسلمان ہوا ضلع بدین کے دیہی علاقوں ضلع سانگھڑ اور ضلع تھرپارکر میں کافی تعداد میں کوہلی، بھیل، مالہی اور عیسائی خاندان محترم رحمت اللہ لیکچرار گورنمنٹ کالج بدین (حال دادو) اور حضرت خلیفہ مولانا عبدالغفور صاحب کی کوششوں سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

بیرون ملک تبلیغ : حضور سوہنا سائیں ؒ کو شروع ہی سے یہ شوق و فکر تھا کہ شریعت وطریقت کا یہ پیغام پورے عالم میں پھیل جائے چنانچہ اسی مقصد کے تحت آپ مبلغین کو انگریزی، فارسی، فرانسیسی و دیگر غیر ملکی زبانیں سیکھنے کی ترغیب دیتے تاکہ یہ مبلغین حضرات بیرون ممالک جائیں تو اپنے دنیاوی کاموں کے ساتھ ساتھ دین اسلام کی اشاعت کا فریضہ احسن طریقے سے انجام دے سکیں آپ کی فکر کے تحت آپ کے متعلقین اور وابستگان طریقت برسوں غیر ممالک میں اپنی ملازمتوں کے ساتھ ساتھ شریعت وطریقت کے پیغام کو عام کرنے میں مشغول رہے حتیٰ کہ متحدہ عرب امارات میں آپ کی جماعت کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی، ہزاروں افراد سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ کئی مرتبہ آپ کو متحدہ عرب امارات کے دورے کی دعوت دی گئی مگر آپ اپنے عوارضات کی بنا پر یہ دعوت قبول نہ کر سکے، لیکن آپؒ کے وصال فرمانے کے

بقیہ صفحہ نمبر ۳۳۰ پر

نگاہِ ولی کی تاثیر

مولانا غلام نبی نقشبندی

یہ عاجز مسکین گنہگار بچپن میں مدرسہ انوار السلام بکرا پڑی کراچی میں پڑھتا تھا۔ جہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ پرائمری تک اردو میں بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد ایس ایم لیاری سیکنڈری اسکول میں داخلہ لیا۔ اس دوران میرے استاد قاری محمد حسین صاحب کسی وجہ سے مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مدرسہ میں ایک اور استاد مقرر ہوئے جو کہ بڑے سخت تھے بڑی بے دردی کے ساتھ بچوں کو مارا کرتے تھے۔ ایک معمولی غلطی پر مجھے بہت اذیت ناک طریقے سے مارا تو میں مدرسہ سے بھاگ گیا بس اسی دن سے میری بدبختی کے دن شروع ہوئے۔ پھر تو کئی مرتبہ والد صاحب کی مار کھانی پڑی۔ پھر برے لڑکوں کی صحبت کی وجہ سے روزانہ سینما کے چکر کاٹنا، پھر گانے بجانے کا شوق ہوا اور آوارہ گردی شروع ہوئی میری ماں ہر وقت دعا کرتی رہتی اور منتیں مانگتی کہ میرا بیٹا عالم بنے حافظ قرآن بنے۔ چنانچہ ایک دن والدین کی دعائیں رنگ لائیں خواجہ غریب نواز سیدی مرشدی سلطان العارفین، زبدۃ العارفین، غوث الاعظم سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کراچی مرکز روحانی میں جہاں بڑے میدان میں ایک چھوٹی سی کوٹھی بنی ہوئی تھی تشریف لائے۔ ایک فقیر مستانہ فقیر محمد کے ساتھ یہ عاجز جب وہاں پہنچا تو میں اس وقت کلین شیو اور پینٹ شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ غالباً ۷۳ء۱۹ کا سال تھا، حضرت صاحب نماز عصر کے بعد نئے آدمیوں کو ذکر کی تعلیم دے رہے تھے میں بھی ذکر پوچھنے کے لیے آگے بڑھا حضرت ہر ایک آدمی کو ذکر دے رہے تھے لیکن جب یہ گناہ گار آپ کے سامنے گیا تو پہلے آپ نے مجھے نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر بڑی شیریں گفتار سے کہا آپ کا کیا نام ہے ؟ حالانکہ کسی بھی نووارد سے نام نہیں پوچھتے تھے، لیکن مسکرا کر بڑی شفقت کے ساتھ میرا نام پوچھا میں نے کہا غلام نبی۔ آپ نے پھر مسکرا کر "کہا غلام نبی، غلام نبی بن جاؤ غلام نبی کا تو چہرہ اور لباس اس طرح کا نہیں ہوتا" پھر میرے قلب پر انگلی مبارک رکھ کر ایسی توجہ کی کہ مجھ پر گریہ طاری ہو گیا اور میری ہچکیاں بندھ گئیں۔ مجھے کوئی ہوش نہ رہا بس میں ہر وقت رونے لگتا اور گناہوں کی رب العالمین سے معافی مانگتا، پھر میں نے نمازیں پڑھنی شروع کیں اور ہر وقت مسجد میں بیٹھ کر روتا رہتا یہاں تک کہ کھانے پینے کا ہوش نہ رہا، پینٹ پتلون ترک کر کے شلوار قمیض پہنتا۔ یہ حالت دیکھ کر میرے والدین بہت گھبرائے، کئی ڈاکٹروں کو دکھایا، وہ مجھے آرام کے انجکشن

اور گولیاں دیتے لیکن میں ہر وقت اللہ اللہ کرتا، روتا اور نمازیں پڑھتا۔ پھر لگا تار روزے رکھنے شروع کیے اور داڑھی بڑھانے لگا والدین سمجھے کہ پاگل ہوگیا ہے کئی بزرگوں اور مولویوں کے پاس لے گئے مجھے تعویذ پہنائے گئے دم درود کیا لیکن میری حالت کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ آخر کار میرے والد صاحب مجھے اپنے مرشد حاجی محمد صالح پیر نسوائی کے پاس لے گئے یہ بزرگ پورے بلوچستان میں صاحب تقویٰ اور باشرع تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو والد صاحب کو کہا کہ تمہیں مبارک ہو تمہاری دعائیں قبول ہوگئی ہیں تمہارے بیٹے پر کسی کامل بزرگ کی نگاہ ہوئی ہے اب یہ بہت بڑا عالم دین مبلغ اسلام بنے گا اب خوش ہو جاؤ اس کو پھر کسی مدرسہ میں داخل کراؤ تاکہ یہ دینی تعلیم حاصل کرے، پھر مجھے مدرسہ فیض نبوی میں داخل کیا گیا یہاں بڑے شفیق استاد سید عمر دراز شاہ صاحب مشہدی پڑھاتے تھے ان کے پاس ابتدائی فارسی کے بعد کریما گلستان، بوستان پڑھی اور ساتھ ہی ترجمہ قرآن اور ابتدائی عربی صرف نحو پڑھنا شروع کی لیکن میرا ذہن ہر وقت سوہنا سائیںؒ کی طرف لگا رہتا۔ استاد صاحب سے حضرت صاحب کے پاس جانے کا ذکر کیا تو استاد صاحب نے بخوشی اجازت دی اور ساتھ ہی تاکید کی کہ میرے لیے بھی دعا کرانا، لیکن والد صاحب اجازت نہیں دے رہے تھے بڑی مشکل سے والدہ کو راضی کیا ان سے کرایہ لے کر صوفی محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ دربار فقیر پور شریف گیا اور جاکر حضور کی قدم بوسی کی اسی وقت عاجز پر جذبہ طاری ہوگیا۔ تین دن کے بعد کچھ ہوش آیا تو حضور قبلہ عالم نے مولوی غلام نبی صاحب کہہ کر پاس بلایا اور کہا تقریر کرو میں نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا حضور میں زیادہ پڑھا ہوا نہیں مجھے تو بالکل بولنا نہیں آتا لیکن حضور قبلہ عالم نے پھر حکم فرمایا نہیں نہیں تم تو بہت بڑے عالم دین ہو، اٹھو تقریر کرو اور اپنے حالات سناؤ فقیر نے صرف چند جملے ادا کیے تھے کہ جماعت پر جذبہ اور گریہ طاری ہوگیا اور فقراء حضرات لوٹنے پوٹنے لگے اور میری بھی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ میں بیٹھ گیا کافی دیر کے بعد افاقہ ہوا تو حضرت صاحب نے کہا" میاں مولوی صاحب! دیکھا آپ نے اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان میں کتنی تاثیر پیدا کی ہے اب آپ رات دن تبلیغ کرو اور لوگوں کو جاکر تبلیغ کر کے یہاں لاؤ تاکہ ان کو بھی یہ ذکر کی نعمت دی جائے۔ میں نے کہا حضور میں مدرسہ میں پڑھنا چاہتا ہوں آپ نے ہنس کر کہا اب دس سال مزید مدرسہ میں بیٹھ کر وقت ضائع کرو گے تو تبلیغ کون کرے گا، تمہارے دل میں خیال ہے کہ مولوی کی سند حاصل کروں یہ خیال دل سے نکال دو ہاں کچھ یہاں ٹھہرو تاکہ تمہیں تعلیم دیں اور یاد رکھو تم بہت بڑے مبلغ اور عالم دین بنو گے تمہارے ماں باپ اور سارے عزیز بلکہ بلوچستان کے سارے لوگ تم پر فخر کریں گے۔ یہ فقیر آپ کو کہتا ہے کہ تم مولوی ہو

مولوی، ہو عالم ہو مبلغ اسلام ہو جاؤ، بس اب دین کی رات دن تبلیغ کرو" پھر اتنی حوصلہ افزائی کے بعد جو بلوچستان میں تبلیغ شروع کی تو کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور دونوں مقدس ہستیوں نے فرمایا بیٹا تم بہت بڑے مبلغ ہو تمہیں ہمارے دوست سوہنا سائیں نے مبلغ اسلام اور عالم دین بنادیا ہے اب کوئی یہ نہیں کہے گا کہ تم مولوی نہیں ہو۔ بس یہی ہمارا طریقہ ہے تبلیغ اخلاص کے ساتھ کرو پھر یہ ناچیز جہاں بھی تبلیغ کرنے جاتا تو لوگ واعظ سن کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے خواتین کی روتے روتے حالت غیر ہو جاتی تو لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ غلام نبی جادو کرتا ہے کوئی کہتا کہ یہ لوگوں میں جن ڈالتا ہے۔ یہاں تک کے مقامی مولوی حسد کی وجہ سے زیادہ مخالفت کرتے کہ یہ سندھ سے جادو سیکھ کر آیا ہے کوئی اس سے ذکر نہ سیکھے جو بھی سینے پر انگلی لگوائے گا پاگل ہو جائے گا۔

کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ جتنی مخالفت کرتے اتنا ہی عاجز تبلیغ کا زیادہ کام کرتا سینکڑوں لوگوں کو دربار عالیہ اللہ آباد شریف اور فقیر پور شریف پر لے گیا یہاں تک کہ میرے استاد سید عمر دراز شاہ صاحب نے بھی حضور قبلہ عالم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہمارے آباؤ اجداد کے پیر حضرت صالح سوائی نے بھی حضرت صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی، اور سوہنا سائیں کو دعوت دے کر اپنے دربار پیر سوائی اوتھل بلوچستان میں لے گئے اور اپنے تمام اہل وعیال عورتوں، بچوں اور تمام مریدوں کو بھی بیعت کروایا۔ آج الحمد للہ بلوچستان میں بہت بڑا تبلیغ کا کام ہو رہا ہے۔ شاہ نورانی کا علاقہ، سسی پنوں، اوتھل بیلا وغیرہ میں حضرت صاحب کے مراکز قائم ہیں۔ ایک دن حضرت صاحب سوہنا سائیں ؒ نے فرمایا کہ مولوی غلام نبی صاحب جب تقریر کرتے ہیں تو کافی تعداد میں رجال الغیب جنات وغیرہ آکر مولوی صاحب کی تقریر سنتے ہیں اور فیض حاصل کرتے ہیں۔ ایک دن یہ عاجز اور قاری شاہ محمد صاحب مولانا حاجی عبدالستار صاحب اور مولانا براد علی صاحب بلوچستان تبلیغ کے لیے بس میں سوار ہو کر جا رہے تھے۔ راستہ میں نماز کا ٹائم ہو گیا کافی اصرار کے باوجود بھی گاڑی کنڈیکٹر نے نہیں روکی۔ ایک جگہ پر ہم زبردستی گاڑی رکوا کر نماز پڑھنے لگے ہمیں دیکھ کر چند دوسرے مسافر بھی اتر گئے۔ مجبوراً گاڑی والوں کو انتظار کرنا پڑا دوسری طرف کنڈیکٹر اور ڈرائیور ہمیں برا بھلا کہنے لگے اور غصہ میں کنڈیکٹر چرس پینے لگا اتنے میں نہ جانے کہاں سے اچانک آرمی والوں کی گاڑی آگئی انہوں نے جو روڈ پر کھڑے ہو کر کنڈیکٹر کو چرس پیتے دیکھا تو اس کو بہت زیادہ مارا اور گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔ ہم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ڈرائیور فقیروں کے قدموں میں گر پڑا اور کہا مجھے معاف کرو کنڈیکٹر بھی روتا ہوا گیا ہے تب پوری بات ہماری سمجھ میں آئی کچھ دنوں

کے بعد دربار عالیہ پر حاضری ہوئی تو حضرت صاحب نے مسکرا کر فرمایا" مولوی صاحب نماز کا وقت قریب ہو تو نماز پڑھ کر سفر میں جایا کرو تمہاری حفاظت کے لیے ہمیں فوج بھیجنی پڑتی ہیں۔

سوہنا سائیں جیسا مہربان عاشق رسول حلیم فیاض میں نے اپنی زندگی میں کہیں نہیں دیکھا۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو فقراء پر وجد و جذبہ کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ خصوصاً جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے اور روتے ہوئے یہ اشعار پڑھتے

نسیما جانب بطحا گذر کن

زے احوالم محمدؐ را خبر کن

تو جذب کی حالت میں کھڑے ہو جاتے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ اس وقت جو عالم ہوتا وہ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔ خداوند تعالیٰ آپ کے مرقد پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ جدا ہو کر بھی آپ ہم سے جدا نہیں ہیں۔ آج بھی اپنے نور نظر، لخت جگر، خواجہ غریب نواز محبوب سجن سائیں کی صورت میں اسی فیض کو تقسیم فرما رہے ہیں ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور قبلہ عالم محبوب سجن سائیں کا سایہ ہمارے سروں پر تاقیامت قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین۔

بقیہ تبلیغی حرص

بعد آپ کے جانشین خلف رشید حضرت علامہ مولانا محمد طاہر المعروف سجن سائیں مدظلہ، عرب امارات کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے اور وہاں مثالی فائدہ ہوا ہزاروں افراد بلا تخصیص کسی قوم، رنگ و نسل سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اس کے علاوہ بیرون ممالک سے کافی افراد آپ کی خدمت میں آتے رہے خصوصاً محمد عباس قاسم (ڈربن جنوبی افریقہ)، علی مرتضیٰ (امریکہ) عبداللہ ابراہیم (ماریشیس) اسحاق عبداللہ (گھانا) محترم محمد صدیق احمد ناصر (گیانا ساؤتھ امریکہ) قابل ذکر ہیں ان میں محمد صدیق احمد ناصر کی محبت، نیکی و تقویٰ، علمی قابلیت اور دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کی فکر کو دیکھتے ہوئے آپ نے انہیں خلافت عطا فرمائی تاکہ اپنے ملک میں جاکر باآسانی شریعت و طریقت کا پیغام پھیلا سکیں اس کے علاوہ محترم عبداللہ صاحب کا بی بی سی لندن سے تفصیلی انٹرویو بھی نشر ہوا جس میں آپ نے تفصیل سے مراقبہ کا طریقہ سمجھایا اور دوران مراقبہ موٹے منکوں والی تسبیح کو جاکر بھی دکھایا۔

کرامات حضرت سوہنا سائیں نور اللّٰہ مرقدہ

ذیل میں حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات میں سے چند کرامتیں دی جا رہی ہیں جو کہ مشت از خروارے ہیں۔ جو کہ مختلف دوستوں نے ادارہ کو ارسال کی ہیں۔

ذیل میں حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی بے شمار کرامات میں سے چند کرامتیں دی جا رہی ہیں جو کہ مشت از خروارے ہیں۔ جو کہ مختلف دوستوں نے ادارہ کو ارسال کی ہیں۔

حاجی محمد حسین شیخ۔ لاڑکانہ

یہ عاجز عموماً صوبہ پنجاب کے تبلیغی سفر میں حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے ساتھ وفد میں جاتا تھا اور الحمد للہ آپ کی خدمت کی سعادت بھی اس عاجز کو حاصل رہتی تھی۔ ایک مرتبہ دوران سفر جب ننکانہ صاحب پہنچے حضور نے بلا کر ارشاد فرمایا آپ گھر (لاڑکانہ) چلے جائیں اس عاجز نے عرض کیا حضور ہم لوگ کاروباری ذہن کے مصروف آدمی ہیں نہ معلوم کیسے خوش قسمتی سے صحبت بابرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے، براہ کرم آخر تک سفر میں ساتھ رہنے کی اجازت فرمائیں، اس پر ارشاد فرمایا! آپ لاڑکانہ جائیں خوشی سے اجازت ہے۔ اس وقت عاجز سمجھا کہ شاید کوئی راز کی بات ہے، جسے آپ ظاہر فرمانا نہیں چاہتے، ورنہ پہلے کبھی بھی آپ نے اس طرح واپس نہیں بھیجا، بہر حال میں اجازت لے کر گھر آیا آتے ہی پتہ چلا کہ اچھا خاصا جھگڑا بپا ہے، اور میری شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی ہے۔ الحمد للہ حضور کی نظر کرم سے اس عاجز کے پہنچنے پر معاملہ رفع دفع ہو گیا، اور حضور کے واپس بھیجنے کی حکمت عیاں ہوئی۔

مولانا مشتاق صاحب۔ کنڈیارو

★ محراب پور میں ایک جلسہ میں الحاج محمد یوسف چنہ مرحوم جو کہ بڑی خبث والا پیر قریشی رحمۃ اللہ کا فقیر تھا اور موجودہ پیر لوڑھے والے کے والد محترم میاں شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ آئے حضرت صاحب نے چارپائی پر بٹھایا اور پیر صاحب کی بڑی مونچھیں تھیں داڑھی نہیں تھی داڑھی رکھنے کا وعدہ کیا، ذکر لیا۔ پھر مجھے ایک جلسہ میں ملے ان کی داڑھی دیکھی تو بہت بڑی تھی اور کہا کہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے میں نے کبھی نہیں منڈائی اور نہ کتروائی۔

★ ۷۳ء میں میرے چچا مرحوم حاجی نصیر الدین شر کے گھر رسولپور میں دعوت ہوئی حضرت

صاحب نے ذکر قلبی کا وظیفہ بتایا اور دو پٹھانوں کو جذبہ وجد ہو گیا بڑا فائدہ ہوا حالانکہ وہ اردو نہیں سمجھتے تھے سبحان اللہ۔

علی محمد سعید۔ علی آباد

★ علی آباد کے شفیع محمد کھوسہ ابھی حج پر نہیں گئے تھے اس سے پہلے عاجز کی دعوت پر فقیر پور شریف میں سیدی و مرشدی حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قلبی ذکر کا وظیفہ حاصل کیا، وہ بتاتے ہیں کہ میں پہلے بھی نماز پڑھتا تھا اس کے باوجود فسق و فجور میں مبتلا تھا اور ایک عورت سے میرے ناجائز تعلقات تھے، جب سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کر کے اور ذکر لے کر واپس آیا تو پہلی رات ہی اس عورت نے ملاقات کا پیغام بھیجا، آدھی رات کو میں نیند سے بیدار ہوا اور اس عورت کی طرف جانے لگا تو دل زور زور سے ذکر کرنے لگا میں بڑا حیران ہوا اور بڑی شرم آئی کہ محمد سعید کہتا ہے کہ ہمارا مرشد سائیں ایسا ہے کہ جو ایک دفعہ زیارت کرے گا تو برائی نہ کر سکے گا، میں تو کرامت جب مانوں گا جب یہ عورت وہاں نہ ہو جب میں وہاں پہنچا تو اس کا گھر بالکل خالی تھا، بستر اور چارپائی الٹی ہوئی تھی، مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ برائی سے بچ گیا ہوں، صبح کو آدمی بھیج کر احوال معلوم کیا تو جواب ملا کہ در و دیوار سے آواز آنے لگی کہ اٹھو اور یہاں سے نکلو سو میں گھر چھوڑ کر ماموں کے گھر چلی گئی اس کے بعد جناب شفیع محمد نے سچی توبہ کی اللہ نے اسے حج کی سعادت بھی عطا فرمائی، آج بھی ماشاء اللہ وہ مبلغ اسلام ہے اور تبلیغ کے لیے ہمارے ساتھ چلتا ہے۔

★ غالباً شائع ہو گیا ہے حضرت سوہنا سائیں دربار طاہر آباد شریف میں تقریر فرما رہے تھے صبح بعد نماز فجر آپ نے دوران تقریر فرمایا یہ ہوا جو لگ رہی ہے یہ جنت عدن کی لگ رہی ہے۔ اس عاجز کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جنت عدن یہاں کدھر ہے ایک دم اتنا خیال آتے ہی میری نظر آسمان پر پڑی بالکل جاگتے ہوئے میں دیکھ رہا تھا کہ سفید محل کا کنارہ ہے یہ عاجز سمجھا کہ خواب تو نہیں آیا اپنے ہاتھوں سے آنکھوں مسلا تو بالکل جاگ رہا؟؟؟؟ سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے تھے کہ یہ ہوا جنت عدن کی لگ رہی ہے اس عاجز نے آہستہ سے کہا سائیں میں نے بلکل دیکھی ہے صحیح ہے۔

مدد علی پالاری۔ دنبہ گوٹھ کراچی

★ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب حضور قبلہ عالم محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی کراچی میں تبلیغی دورے پر تھے ان دنوں اس عاجز کے چہرے اور جسم کے دوسرے حصوں پر دانے جن کو (

رت گڑھ کہتے ہیں) نکلے تھے جب کے سب کو معلوم ہے وہ دانے اپنی مدت پوری کرنے کے بعد ختم ہوتے ہیں لیکن عاجز پر میرے پیر کا جو احسان ہوا وہ کچھ اس طرح ہے۔

حضور محبن سائیں مدظلہ العالی نے عاجز کے گھر آنے کی مہربانی فرمائی اسی رات یہ عاجز خواب میں دیکھتا ہے کہ حضور محبوب محبن سائیں اس عاجز (مدد علی پالاری) اور حاجی رفاقت علی صاحب کو لے کر حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ کے مزار پر آئے حضور سوہنا سائیں اور حضرت پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کی کچہری لگی ہوئی ہے حضرت سوہنا سائیں اس عاجز کو بلا کر فرماتے ہیں۔" مولوی صاحب آپ کو یہ کیا ہوا ہے اس عاجز نے عرض کی کہ حضرت دانے نکلے ہیں۔ پھر حضور سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے اپنا لعاب مبارک لگایا، جب یہ عاجز صبح کو بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سارے دانے نہ صرف ختم ہوگئے ہیں، بلکہ ان دانوں کا نشان بھی باقی نہیں رہا۔

محمد موسیٰ ۔کراچی

★ ۱۹۷۹ء میں حضرت خواجہ غریب نواز پیر مٹھا رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کا موقعہ تھا کھنڈو گوٹھ سے تمام دوست مکمل قافلہ کی شکل میں بذریعہ بس روانہ ہوگئے تھے عاجز کو والد صاحب عرس مبارک میں شرکت کے لیے اجازت نہیں دے رہے تھے، عاجز نے اپنے دوست مولانا صدیق منگی صاحب کو روک رکھا تھا (جو کہ ہماری عزیزیہ مسجد کھنڈو گوٹھ کے خطیب اور ہم سبق استاد بھائی ہیں) کہ آج شام آخری کوشش کروں گا، اگر اجازت مل گئی تو ہم رات کو سفر کر کے صبح حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب اور ختم شریف و دعا میں شریک ہو جائیں گے۔ وہ چونکہ عاجز سے بہت محبت کرتے تھے رک گئے شام حسب معمول والد صاحب آفس سے آئے تو بعد نماز عصر عاجز نے ان سے پھر درخواست کی انہوں نے رد کردی عاجز اپنے کمرے میں مغموم بیٹھا تھا کہ عاجز کے والد صاحب کے دوست تشریف لائے عاجز نے ان سے سفارش کروائی تو والد صاحب نے فرمایا کہ بات کرایہ یا تبلیغ کے سفر کی دشواریوں کی نہیں بلکہ صبح ۱۱ بجے میرا "ہرنیا" کا آپریشن ہے کلثوم ولیکا ہسپتال میں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ (محمد موسیٰ) میرے ساتھ ہو۔ عاجز نے ادب سے عرض کیا کہ بڑے بھائی آپ کے ساتھ ہوں گے میں انشاء اللہ رات ۸ بجے تک پہنچ جاؤں گا پھر آپ کی ہسپتال سے چھٹی تک خدمت میں رہوں گا۔ مگر والد صاحب کا کہنا تھا کہ تمہارے ساتھ ہونے سے مجھے زیادہ اطمینان محسوس ہوگا، عاجز کے اصرار پر مان گئے اور مجھے اجازت دے دی مگر سخت ناراضگی والے لہجے میں۔ عاجز کا سفری بیگ تیار رکھا تھا عاجز نے بیگ اٹھایا سیدھا عزیزیہ مسجد کے حجرہ میں مولانا غلام صدیق صاحب کے پاس آیا انہوں نے کہا کہ شکر ہے آپ کو اجازت مل گئی۔ لیکن ہم

عشاء پڑھ کر ۹ بجے والی سکھر جانے والی بس میں چلیں گے عشاء سے قبل لنگر وغیرہ سے فارغ ہوں عاجز عشاء کی نماز پڑھنے گیا تب تک والد صاحب کا موڈ سخت آف تھا عشاء کی نماز پڑھ کر جب مسجد سے نکلے تو یہ عاجز مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ گیا مولانا صاحب نے کہا کہ کیوں بیٹھ گئے چلو تو عاجز نے کہا آپ اکیلے چلے جائیں کیونکہ والد صاحب نے اجازت تو دے دی ہے مگر سخت ناراض ہیں۔ میرے مرشد روشن ضمیر ہیں وہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں کہ والد صاحب کو تکلیف میں چھوڑ کر آئے ہو کیا ہم نے یہی سکھایا ہے، اللہ اللہ کرو اور حقوق العباد بھول جاؤ۔ مگر مولوی صاحب نے سمجھایا کہ یہ کوئی بڑی وجہ نہیں آپ کے والد صاحب کے اور ۴ بیٹے ہیں وہ کل کا دن ان کے ساتھ ہسپتال میں ہوں گے آپ آکر ندمت کرلینا، راضی ہو جائیں گے، عاجز ان کی بات سن کر چل پڑا کہ انہوں نے میری وجہ سے سارا دن انتظار میں گزارا اب ان کا ساتھ چھوڑنا بے مروتی کی بات ہوگی۔

جب ہم کریم آباد کے بس اسٹاپ پر پہنچے تب تک بھی عاجز ذہنی و قلبی کشمکش کا شکار رہا جب ۹ بجے والی بس آئی تب اس عاجز نے ان سے اصرار کیا کہ آپ جائیں میں نہیں جاتا اس. بحث میں بس نکل گئی آخر دس بجے والی بس کے آنے تک ہم. بحث کرتے رہے۔ دس بجے والی بس آئی تو سوار ہوئے مگر مجھے شدید ذہنی خلفشار رہا کہ حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے ناراض نہ ہوں کہ والد صاحب کو ناراض کر کے کیوں آئے ہو کیونکہ عاجز سوہنا سائیںؒ سے بہت محبت کرتا تھا، اس لیے ان کی ناراضگی سے بھی ڈرتا تھا۔

جب بس روانہ ہوئی اور سہراب گوٹھ تک ہی پہنچی تھی کہ عاجز مطمئن تھا اور اب کوئی خلفشار ذہنی و قلبی نہ تھا بلکہ بہت مسرور تھا، سفر. بخیر و عافیت طے ہوا ہم پہنچے تو دربار شریف کی مسجد میں اذان ہو چکی تھی، عاجز وضو کر کے مسجد میں چلا آیا سنتیں ادا کر کے بیٹھ گیا فجر کی نماز پر حضرتؒ تشریف لائے نماز کے بعد قرآن پاک کے ختم شریف پڑھے گئے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد حضرتؒ نے ختم شریف کی دعا فرمائی اور پرانے دوست جانتے ہیں کہ یہ دعا کیسی رقت انگیز اور پر اثر ہوتی تھی، دعا کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا آخر میں حضرتؒ نے خطاب شروع کیا آپ کا خطاب عموماً تبلیغ کے فکر، دین کے درد اور پھر اختتامی کلمات ذکر کی تلقین فضائل ذکر اور صحبت کی برکات پر مشتمل ہوتا تھا۔ خطاب کے بعد تقریباً ۱۲ بجے دن کا وقت ہو چلا تھا کہ پنجاب کے خلفاء سے ملاقاتیں شروع کیں مجھے چونکہ بیعت کے شرف سے سرفراز ہوئے تین چار سال ہی ہوئے تھے پنجاب کے خلفاء کے ناموں سے واقف نہیں تھا۔ ایک خلیفہ صاحب کا پوچھا تو پنجاب کے دوستوں میں سے کسی نے عرض

کیا حضرت وہ تو نہیں آئے فرمایا کیا وجہ؟ عرض کیا قبلہ فصل پکی تیار کٹی ہوئی کھیتوں میں رکھی تھی چھوڑ کر نہیں آسکے۔ انتہائی جوش کے عالم میں فرمایا کہ خلیفہ ہو کر فصل چھوڑ کر نہ آسکے، اور کراچی سے ایک کمسن لڑکا اپنے والد کو بیماری کے عالم میں چھوڑ کر آگیا۔ کہاں ہے محمد موسیٰ کھنڈو گوٹھ والے ذرا اسٹیج پر آئیں اور دوست دیکھیں اور اس سے پوچھیں کیا آج اس وقت اس کے والد کا کراچی میں آپریشن نہ تھا والد نے اس کے رونے دھونے پر سخت غصہ میں آکر اجازت دی اس کو شیطان نے مسجد عزیزیہ کی سیڑھیوں پر نہ روکا؟ پھر کریم آباد کے بس اسٹاپ پر نہ روکا؟ مگر وہ تو چلا ہی آیا کیوں کہ اس کا اس عاجز (حضور قبلہ عالمؒ) سے قلبی تعلق مضبوط اور جماعت کے فقیروں سے دوستی نے اسے تمام رکاوٹوں کے باوجود درگاہ پر پہنچا دیا جب تک یہ عاجز بھی ان کے قریب روتا ہوا پہنچ گیا شفقت سے فرمایا کہ ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں اور جماعت کے سامنے فرمایا کہ محمد موسیٰ کے والد کے لیے دعا کرو اللہ اسے صحت کاملہ عطا فرمائے ادھر دعا فرما رہے تھے اور دوسری طرف میرے والد صاحب کو بڑے بھائی اور والدہ صاحبہ ہسپتال لے کر پہنچے تقریباً ۴:۳۰ بجے ڈاکٹر آپریشن تھیٹر میں داخل ہوئے، آپریشن کی تیاری مکمل تھی کہ اچانک والد صاحب کو کھانسی اٹھی ڈاکٹر نے کھانسی کی وجہ سے ہاتھ روک لیا۔ جب کھانسی کا دورہ ختم ہوا تو حیرت سے پوچھا کہ کیا ہمیشہ ایسی ہی کھانسی ہوتی ہے بتایا گیا کہ جی ہاں تو کہا شکر ہے ابھی آپریشن شروع نہیں ہوا تھا اور اسی وقت کچھ دوائیں پرچہ پر لکھ کر دیں اور گھر جانے کو کہا اور پندرہ دن کے بعد چند ٹیسٹ رپورٹ جو کہ بلغم، خون اور سینہ کے ایکسرے پر مشتمل تھیں لانے کا کہہ دیا، والد صاحب نے ہسپتال سے باہر نکل کر وہ پرچہ پھاڑ کر غصہ میں پھینک دیا نہ دوائیں کھائیں، نہ ٹیسٹ کرائے اور نہ ہی کبھی پھر ہرنیا کی تکلیف ہوئی اور ماشاء اللہ ۸۴ء میں تقریباً ۱۵ سال اور حیاتی کے دن گذارے۔

یہ ایک روشن ضمیر مرشد کے کشف و کرامات کی بات ہی نہیں بلکہ یہ تو معمولی سی جھلک ہے بلکہ حضرت سوہنا سائیںؒ سے کوئی بھی جب چاہے جیسی چاہے کرامت دیکھ سکتا ہے مگر محبوب سجن سائیں مدظلہ العالی میرے سوہنا سائیں کی کرامتوں میں سے بڑی کرامت بلکہ مجموعہ کرامت ہیں اور ان کی جماعت اور زندہ و پائندہ فیض اور فکر اصلاح امت کا قائم رہنا طریقہ عالیہ کی اشاعت میں روز افزوں ترقی الطاہر کا جاری و ساری رہنا جماعت اصلاح المسلمین اور روحانی طلبہ جماعت کی ترقی سب حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ کی کرامات اور سجن سائیں مدظلہ العالی سے رضامندی اور ان کی خوشی کی دلیل ہیں۔

قاری خادم حسین۔ بدین

★ یہ عاجز (خادم حسین) ۱۹۸۲ء کے آخر میں بغرض کمانے کے لیے سعودی عرب جانے کے لیے تیار تھا مگر جانے سے پہلے والد گرامی قبلہ مولانا محمد ایوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قاری صاحب دربار اللہ آباد شریف جاکر حضور سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لو اور ان کی قدمبوسی کرو پھر جاؤ یہ عاجز دربار شریف پہنچا تو حضرت صاحبؒ سے ملاقات ہوئی آپ نے ارشاد فرمایا کہ قاری صاحب جاؤ بھلے مگر کما نہیں سکو گے مگر زیارت حرم بیت اللہ شریف ہوگی۔ اور یہ عاجز جب وہاں پہنچا تو اسی طرح ہوا جیسے میرے پیرو مرشد سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

★ جب ہم دربار فقیرپور اور دربار اللہ آباد شریف میں رہتے تھے تو ایک بار دادی اماں کا پتھری کے درد کی وجہ سے پیشاب رک گیا۔ اور شدید درد شروع ہوا دادی اماں آپ کی خادمہ اور اندر حویلی میں کام کیا کرتی تھیں وہ روتی ہوئی آئیں اور حضور قبلہ عالم سوہناسائیں رحمۃ اللہ علیہ کی گھر والی بی بی صاحبہ کے پاس درد کی شکایت کی۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ نہ گھبرائیں سوہناسائیں نماز سے فارغ ہوکر جیسے ہی تشریف لائیں گے تو میں ان سے آپ کی تکلیف کا ذکر کروں گی۔ حضور سوہناسائیںؒ تشریف لائے بی بی صاحبہ نے اس معاملے سے آپ کو آگاہ کیا۔ آپ بہت شفیق اور مہربان تھے خصوصاً ہماری دادی اماں پر آپ کی بڑی مہربانی تھی آپ سیدھے اپنے باغ میں تشریف لے گئے اور ایک مولی توڑ کر لائے بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ اللہ کی بندی سے کہو کہ یہ مولی ساری پتوں کے ساتھ کھالے ہماری دادی نے اسی طرح کیا اور رات کے وقت پیشاب کرنے سے وہ پتھری نکل گئی۔

★ ایک بار ہماری دادی اماں حضور سوہناسائیں رحمۃ اللہ کی حویلی مبارک میں کام کر رہی تھیں تو اچانک وہ گر گئیں گرنے پر وہ بیہوش ہو گئیں کیونکہ ان کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت سوہناسائیںؒ اس وقت باہر مسجد میں مراقبہ کرانے کے لیے ختم شریف پڑھ رہے تھے اندر حویلی مبارک سے ان کو اطلاع کی گئی آپ مراقبہ چھوڑ کر اندر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ولی کامل کی دعا سے ہماری دادی اماں کی بیہوشی دور کی اور وہ بیٹھ گئیں۔ پھر انہوں نے پوچھنے پر بتایا کہ میں تو بالکل ختم ہوگئی تھی سوہناسائیں کی دعا سے زندہ ہوگئی ہوں آج تک ان کی گردن پر منکے کی جگہ گانٹھ لگی ہوئی ہے اور دادی اماں خود کہتی ہیں کہ یہ میرے پیر سوہناسائیں کی دعا ہے کہ آج تک جی رہی ہوں۔

سهڻو سائين اهل الله

ميـر محمد صلى الله ســرور جام ســراج الله،
رحـمت راس رسـول الله، سـهـڻـو سـائين اهل الله
(حـضـرت) الله بخـش آ نـالو جنهـن جـو
بـاطـل تـي نـت يـالـو جنهـن جو،
نرمل سوئي نور الله،سهڻو سائين اهل الله،
جنهن جي صورت سيرت سهڻي،سيرت سهڻي ،حڪمت سهڻي
ورد سندس هو سبحان الله، سهڻو سائين اهل الله
جنهن جو خاص خزينو سينو،عرش ۾ اقصيٰ مدينو سينو،
قلب ڪيو جنهن بيت الله، سهڻو سائين اهل الله،
صوفي صادق سالڪ بيشڪ مهر جي ملڪ جو مالڪ بيشڪ،
وارث وير ولي الله، سـهـڻـو سـائين اهل الله،
”جاءَ الحق“جو ناند وجهي تو باطل مـٽيون پيـڙي پـهي تـو،
جنهن جو قول آ قال الله، سهڻو سائين اهل الله،
جنهن جومـرشـد ڪلنگيءَ وارو پـيـر مـٺـاسـو نور نيـارو،
رحـمت پور ۾ مطر الله،سـهـڻـو سـائين اهل الله،
”لاخوف عليهم“ شـان بلاشڪ فـائق جو فـرمـان بلاشڪ
گهوٽ نـه آهن غير الله، سهڻو سائين اهل الله،
غوث قطب،ڪامل،بيـشڪ قـرآن ڪريم جوعـامل بيـشڪ،
سنت تي هو سعد الله، سهڻو سائين اهل الله،
تقـويٰ، طاعت، تاج ڏٺي آ، پارس جنهن جي پيـر پٽي آ،
ڪامل پڙهيو ڪلام الله، سهڻو سائين اهل الله،
تربت جنهن جي نينهن نظارو،رحمت جنهن تي وسي ٿي يارو،
جنهن جومرقد” نور الله“، سهڻو سائين اهل الله،

(حضرت)محمد طاهر سنڌس ڪلي آ، پاڻ ولي ۽ ابن ولي آ،
جنهن جو فيض آ فيض الله، سهڻو سائين اهل الله،
جنهن جا مريد بہ بخت ڀلارا، ڏاڙهي ڏندڻ،پٽڪن وارا،
جنهن جي جماعت"حزب الله"، سهڻو سائين اهل الله،
عالم ۾ انوار ڪيو جنهن،بيدار ڪي آ بيدار ڪيو جنهن
لاڪا لعل سو"لطف الله، سهڻو سائين اهل الله،
شمس، قمر، ۽ تارا آهن، سونهن ڀريانت سارا آهن
قائم ڪامل "قمرالله"، سهڻو سائين اهل الله،

وضاحت

محترم قارئین کرام! یہ شمارہ خاص نمبر ہے۔ اس میں صرف حضور سوہنا سائیں رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس لیے اس شمارہ میں سلسلہ وار مضامین اور انعامی سلسلے شائع نہیں کیے جا رہے۔

یہ تمام سلسلے انشاء اللہ آئندہ شمارے میں شائع کیے جائیں گے۔

ملفوظات حضرت سوہنا سائیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مولانا مشتاق صاحب۔ کنڈیارو

★ ایک مرتبہ حضرت خواجہ پیر سوہنا سائیں نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر اپنے آپ کو عاجز گناہ گار سیاہ کار کہلواتا ہے۔ لیکن جب ان کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو آنکھیں نکال کر کہتا ہے تو کون ہے، کیا کہتا ہے میں ایسا کروں گا، ویسا کروں گا، اے بھائی کچھ فقیری سیکھ فقیری بڑی دور ہے "کردن و گفتن فرق دارد" آپ نے فرمایا کس میں رس ہے قربانی کرو اپنا حق معاف کرو فیصلہ میں یہ سوچو کہ حق ہو جائے، حق ملے، حق کرے، حق ظاہر ہو، ہر ایک اپنا فیصلہ جیب لے کر آتا ہے کہ ایسا ہو ورنہ میں نہ مانوں گا۔

آپ نے ایک مثال دی کہ ایک شخص مصری شاہ کو گاؤں والوں نے تنگ کیا وہ بیزار ہو کر کہیں دور جا رہا تھا۔ تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا گاؤں سے آرہا ہے اور کئی کتے اس پر حملہ آور ہوئے اور گرے ہوئے کتے نے ٹانگیں اوپر کیں اور عاجزی کی سب کتے چھوڑ کر چلے گئے۔ اس نے کہا حیف ہے تمہارے حال پر جو کتے جتنا بھی عقل نہیں عاجزی کرو واپس گھر گیا ہر اک کو ملا معافی مانگی اور بزرگ بن گیا مشہور ہے مصری شاہ کا ہر سال میلا لگتا ہے۔

★ حضرت علماء و سادات کا بڑا احترام فرماتے تھے، تقویٰ تمام اعلیٰ درجہ کا تھا، سادگی خود داری سوال سے پرہیز ہر کام خود کرتے تھے۔ پانی کا بھی سوال نہیں کرتے۔ تبلیغ کا بڑا حرص ہوتا تھا۔ صابرین متوکل محبت کرنے والے ہر ایک کو گلے لگاتے تھے، سبحان اللہ عاجز تقریباً ۱۹۶۹ء میں بیعت ہوا۔ اور دوسرے لطیفہ پر اجازت (خلافت) دی اور فرمایا کہ نوکری بھی کرو تبلیغ بھی کرو حقوق ادا کرو سوال نہیں کرنا، کہیں سے کچھ روپے مل جاتے تو عاجز پیش کرتا تھا، تو آپ فرماتے کہ تمہیں ضرورت ہوگی رکھ لو ہمیں ضرورت نہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ "جن چھوڑے بھوت چھوڑے فقیر نہیں چھوڑے گا، انگل نہیں چھوڑے گی" یہ تمام محبت کمال کی تھی، آپ فرماتے تھے "کہ صحبت میں آؤ تعلیم حاصل کرو مسائل سیکھو عالم بن جاؤ تاکہ لوگ کہیں کہ یہ عالم دین ہے جاہل نہیں اس سے جماعت پر اثر ہوگا اور جو آیت کریمہ حدیث مبارک تلاوت کرو تو وہ خوب یاد ہو اعراب سے لفظی معنیٰ صحیح کرو پھر تشریح کرو"

نثار احمد مائلی

فکر آخرت ۔ آپ نے ایک عظیم الشان جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "فقیرو! دنیا کی زندگی چند روزہ ہے زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے، صحت، جوانی اور فراغت خدا داد نعمتیں ہیں ان کا صحیح استعمال کیا جائے وقت کی قدر کریں اس کو ضائع نہ کریں، زندگی کا ایک ایک منٹ، ایک ایک پل نہایت قیمتی ہے اس عارضی مہلت میں کچھ کرلیں کل ایسی مجلسیں ایسے موقع نہیں ملیں گے کتنے ہی جاگیروں کے مالک، ملک کے والی اپنا منہ لے کر جا قبروں میں آرامی ہوئے۔ آج ان کی قبروں پہ گھاس اگی ہوئی ہے، کوئی بھی پوچھنے والا نہیں ہے، یہ دنیا اور دنیا والے ادھر ہی رہ گئے بیٹے اولاد اور پیاری بیوی بھی دو دو آنسو بہا کے جا کے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ اے انسان تجھے پتہ ہے جس زندگی کے لیے تو شب و روز کوشاں ہے اپنی جان کی پرواہ نہیں ہے، عزیز و اقارب یاد نہیں ہیں، جھگڑے کر رہا ہے، خون و فساد کر رہا ہے اس زندگی میں تیرا حصہ کیا ہے، کسی اللہ کے پیارے نے اپنے دل کو سمجھاتے ہوئے کہا ہے کہ

اے دل تو در ایں دنیا چرا بے خبری

روزانہ شبان در طلب سیم و زری

اے دل تو کس لئے دنیا میں غافل ہے رات دن سونے اور چاندی کی فکر میں ہے۔

در ایں قسمت جہاں ترا یک کفن است

ایں ہم گمان است بری یا نہ بری

تجھے پتا ہے، اس خزانہ دنیا میں تیرا حصہ کیا ہے فقط ایک کفن ہے وہ بھی یا نصیب۔ آپ نے ایک حکایت بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ کسی زمانے میں دو میاں بیوی تھے، جو بہت غریب و مسکین ہوتے تھے، محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرتے تھے، اس زمانے میں گدھے کی سواری کو بھی غنیمت سمجھا جاتا تھا، ان کو بھی شوق ہوا کہ ہم بھی گدھے کی سواری کریں اس لیے انہوں نے محنت کر کے پیسہ پیسہ جمع کر کے ایک گدھا خریدا اب پھر ان کو خیال آیا کہ زین تو ہے نہیں زین کے بنا بھی سواری کس کام کی اس لیے انہوں نے اپنے کو تکلیفیں دے کے اپنے پیٹ کو بھوکا رکھ کے پیسے جمع کر کے زین خریدی اب کل ان کو سواری کرنی ہے سب پڑوسی آئے مبارکبادیں دینے لگے سب بہت خوش ہوئے۔ قدرت خدا کی رات ہوئی تو بھیڑیے نے گدھے پر حملہ کر دیا اس کا پیٹ پھاڑ کے چلا گیا اور وہ افسوس کرتے ہی رہ گئے۔ افسوس دنیا کے دیوانوں اور مال و زر کے مستانوں کا

بھی یہی حال ہے جب موت آئے گی سب امیدیں خاک میں مل جائیں گی۔

افسوس اے نفس دنیا کی محبت نے تجھے دین کی طرف توجہ کرنے نہ دی بتا تو سہی کب وہ وقت آئے گا جو تو صحیح راہ پر چلے گا؟ کیا! تونے اپنے پیارے رب کا یہ شفقت سے معمور خطاب نہیں سنا "الم یان للذین آمنو ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ" (پ ۲۷، سورۃ الحدید) "کیا ایمان والوں کے لیے وہ وقت نہیں آیا جو ان کے دل خدا کے خوف سے جھک جائیں"۔

حاجی محمد حسین شیخ لاڑکانہ

★ ارشاد: ایک مرتبہ درگاہ غریب آباد شریف آنے پر آپ نے لاڑکانہ کے فقراء کو اپنے مکان میں بلا کر نسبت شیخ کی اہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا! شیطان انسان کا بہت بڑا دشمن ہے، بڑے عابد و زاہد، ذاکر، نوافل ادا کرنے والے اور جذبہ جوش والے آدمی کو بھی اپنے جال میں پھنسا لیتا ہے، لیکن جسے اپنے کامل پیر سے کامل نسبت حاصل ہے اس پر شیطان کا داؤ کبھی اثر نہیں کرے گا، یہ اس لیے کہ جسے پیر سے نسبت حاصل ہوگی وہ ہر معاملہ میں شریعت مطہرہ کو سامنے رکھے گا اور کبھی بھی ذکر اللہ سے غافل نہیں ہوگا، اور ایسے آدمی سے تو شیطان دور بھاگتا ہے۔

★ ایک مرتبہ مرکزی عفاری مسجد لاڑکانہ میں دوران خطاب ارشاد فرمایا طریقت کے طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنے شیخ کی طرف متوجہ رہے، کسی لمحہ شیخ کی توجہ سے غافل نہ رہے کہ پیر کامل کسی بھی وقت مرید کی طرف متوجہ ہو کر اسے منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے۔

★ آپ مخلوق خدا پر بڑے شفیق اور ہمدرد تھے ایک مرتبہ فقیر پور شریف سے براستہ ٹرین سکھ جا رہے تھے، آپ کے لیے ڈبہ کے ایک مخصوص کمرہ کا انتظام کیا گیا تھا، ٹرین میں غیر معمولی رش تھا حضور نے اس عاجز کو فرمایا! حاجی صاحب رش زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو کھڑے ہونے کی جگہ نہیں رہی دروازہ کھولیں تاکہ لوگ اندر آکر بیٹھ جائیں، جب اس عاجز نے دروازہ کھولا لوگ اندر چلے آئے آپ کی اس شفقت و ہمدردی کا لوگوں پر خاصا مفید اثر ہوا۔

خدا کے عاشقوں کی محفل سجی ہے قطب عالم اپنے دیوانوں کو آداب دیوانگی سکھا رہے ہیں۔ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جام چل رہے ہیں۔ قلب و روح کے پیاسے سیراب ہو رہے ہیں قطب عالم ارشاد فرما رہے ہیں کہ عزیزو! اگر آپ کا بیٹا یا کوئی عزیز جیل میں بند ہو اور کوئی آدمی اسے جیل سے رہا کروا دے تو آپ اس آدمی کے احسان مند ہوں گے آپ کو بہت خوشی ہوگی۔ کیا آپ اس سے راضی ہونگے یا نہیں سب نے عرض کیا قبلہ ضرور خوشی ہوگی فرمایا کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ "الخلق عیال اللہ" مخلوق خدا کا کنبہ ہے پھر اگر کوئی بندہ خدا نافرمانی کر رہا ہے تو لازم ہے کہ آپ کوشش کر کے اسے سیدھی راہ پر لے آئیں اگر آپ کامیاب ہو گئے تو کیا خداوند کریم خوش نہیں ہوں گے۔ سب نے کہا بے شک آپ درست فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ یہ امت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت محبوب ہے۔ آپ کو امت سے اتنا پیار اور شفقت ہے (یہ فرما کہ حضرت قطب عالم پر گریہ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غلام کو اگر پاؤں میں کانٹا بھی چبھتا ہے تو حضور علیہ السلام کو دکھ پہنچتا ہے۔ پھر یہ آیت مبارک تلاوت فرمائی: "لقد جاء کم رسول من انفسکم" الخ فرما رہے ہیں کہ اگر آپ کی کوشش سے حضور علیہ السلام کا کوئی امتی گناہ سے بچ جائے تو حضور علیہ السلام آپ سے کتنے راضی ہوں گے۔

فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت علی سے فرمایا! اے میرے بھائی اگر تیری کوشش سے کوئی شخص راہ راست پر آجائے تو تیرا یہ عمل ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے دوسرے پلڑے میں مشرق سے مغرب تک تمام انسانوں کی نیکیاں رکھی جائیں تو بھی تیری اس نیکی کا پلڑا بھاری رہے گا۔

ارشاد ہو رہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا ارشاد مبارک ہے کہ " بلغوا عنی ولو کان آیۃ" تبلیغ کرو چاہے تمہیں ایک آیت ہی کا علم کیوں نہ ہو۔ ایک محفل ذکر میں قطب لارشاد علیہ رحمتہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم کو نماز میں جہاد کی تیاری اور جہاد کے اسباب کا خیال آتا ہے پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ ہم کو تو نماز میں تبلیغ کیلئے تیاری اور اس کے متعلق خیال آتا ہے۔

قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ غزوہ تبوک کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ تبوک کی لڑائی میں سفر نہایت مشکل تھا سخت گرمی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی سے واپس تشریف لاتے ہوئے ارشاد فرما رہے تھے۔ "رجعنا من جهاد الاصغر الیٰ جهاد الاکبر"

ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ فرمایا کہ اس سے مراد نفس سے جہاد

ہے۔ جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہادِ اکبر فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ تبلیغ کے کام میں اپنے نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور خلق خدا کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ "خیر الناس من ینفع الناس"

اچھا آدمی وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے۔ ایک دفعہ دربار عالیہ فقیر پور شریف میں نماز فجر کے بعد تبلیغ کی فضیلت بیان فرمائی کہ ہزار چلہ کشی سے وہ ایک رات بہتر ہے جو اللہ پاک کی راہ میں بسر ہو۔

فرمایا کہ جو لوگ تبلیغ میں نکلتے ہیں وہ خود بتاتے ہیں کہ ذکر میں دو چند چار چند لذت ذوق شوق پیدا ہوتا ہے اور پیچھے کا فکر بالکل جاتا رہتا ہے ایسی لذت نصیب ہوتی ہے کہ گھر بار سب بھول جاتا ہے۔

فرمایا کہ بد مذہب ہر طرح سے اپنے مذہب کا پرچار کر رہے ہیں۔ پیسے دیتے ہیں حتی کہ لڑکیاں تک دیتے ہیں مطلب یہ کہ جانی و مالی قربانی دیکر مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کی عیسائی (مشنری) لوگ مریض کو دیکھ کر اس کا منہ رومال سے صاف کر کے اس کے عزیزوں کی دلجوئی کرتے ہیں (یعنی اسطرح بھی تبلیغ کرتے ہیں) اپنے گھر سے خرچ دیتے ہیں اور اس طرح عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں افسوس کے بد مذہب اپنا وطن چھوڑ کر ساری زندگی جلاوطن رہ کر یہاں آکر (ہمارے ملک میں) مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایک کے بجائے تین خداؤں کی پوجا کرتے ہیں۔ مسلمان داعی ہم آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار لولے لنگڑے بن کر خاموش ہیں۔ افسوس ہے ایسی حالت پر۔ معلوم ہوا ہے کہ آٹھ لاکھ مسلمانوں کو ان عیسائیوں نے عیسائی کر لیا ہے۔ اور اب وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارا وزیر بھی ہونا چاہئے۔ یہاں انہوں نے ہسپتال کھولے ہیں۔ مفت کتابیں تقسیم کرتے ہیں۔ اور خدمت کے ذریعے خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔

فرمایا کہ ایک عیسائی عورت لاڑکانہ سے رادھن علاج کے لئے لائی گئی جو کہ نرس تھی۔ لانے والے نے کہا کہ تانگہ وغیرہ لائیں کہنے لگی کہ نہیں نہیں میں اپنا ملک چھوڑ کر یہاں عیاشی کے لئے نہیں آئی بلکہ خدمت کے لئے آئی ہوں۔ پھر سفر بھی تھرڈ کلاس میں کیا۔ رادھن اسٹیشن سے مریض کے گاؤں تک بھی تانگہ نہیں کرنے دیا۔ اس گاؤں میں ایک عورت زیادہ بیمار تھی۔ یہ نرس اس کے ہاں بھی چلی گئی۔ پیسے بھی خوب کمائے مگر طریقہ عجیب ہے۔ خلق کو اپنی گرفت میں لینے کا۔

فرمایا کہ خبردار ہو جاؤ اپنے آپ کو اپنی اولاد کو ان سے بچاؤ۔

*فرمایا کہ نماز پنجگانہ اچھی طرح حضور قلب سے پڑھو، اولین وقت میں پڑھو۔ بے نمازی کی جگہ جہنم ہے۔ بہت سے نیک، حاجی، حافظ، نمازی لوگ ہیں، لیکن گھر میں نماز پڑھتے ہیں، حالانکہ گھر میں نماز ہوتی ہی نہیں۔ خبردار! گھر میں نماز پڑھنے والے کا مواخذہ ہوگا۔

*جب بہشتی بہشت میں جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں تو بہشتی تمنا کریں گے کہ اپنے اعزہ اقارب کو دیکھیں کہ کس حال میں ہیں۔ پردہ ہٹایا جائے گا۔ بہشتی پوچھیں گے تم کس وجہ سے جہنم کی آگ کے ایندھن بنے ہو؟ کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

*شیطان نے ایک سجدہ نہ کیا اور وہ بھی آدم علیہ السلام کو تو مردود بن گیا۔ اب آپ خود انصاف کریں کہ جس شخص نے ہزاروں سجدے ادا نہ کئے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کو نہ کیے تو اس کا کیا حال ہوگا؟

* ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی اور عرض کیا کہ مجھ سے دو بڑے کبیرہ گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ بارگاہ رب العزت میں بخشوائیے۔ پوچھنے پر بتایا کہ میں نے غلط کام کیا، اس سے اولاد ہوئی جسے میں نے ذبح کر کے دفنادیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت برہم ہوئے اور فرمایا کہ نکل جا یہاں سے، کہیں تیری وجہ سے ہم پر بھی عذاب نازل نہ ہو۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا اس عورت سے بھی بدتر گنہگار بتاؤں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر بدتر اور کون ہوسکتا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: جس نے جان بوجھ کر ایک سجدہ قضا کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بدتر ہے۔

*ایک شخص کی بہن فوت ہوگئی، اسے دفنا کر جب واپس گھر آئے تو اس کے بھائی کو یاد آیا کہ اس کی اشرفیوں کی تھیلی قبر میں رہ گئی۔ واپس آکر قبر کھودی تو پوری قبر آگ سے بھری ہوئی نظر آئی۔ چیختے چلاتے گھر واپس لوٹا۔ ماں سے پوچھا کہ میری بہن نے کیا گناہ کیا تھا۔ ماں نے کہا کوئی اور گناہ تو نہیں کیا مگر کبھی کبھی نماز میں سستی کرتی تھی۔

* نماز حضورِ قلب سے پڑھیں، ایسی نماز جو حضور قلب اور اطمینان اور سکون کے بغیر پڑھی جائے، بالشت بھر بھی اوپر نہیں جاتی اور بارگاہ ایزدی میں عرض کرتی ہے کہ جس طرح اس شخص نے مجھے خراب کیا، تو بھی اس کو ہلاک کر۔ چنانچہ وہ نماز واپس اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

*جماعت غفاری کے افراد نماز میں عمامہ باندھنے کو لازم سمجھیں۔ عمامہ باندھ کر نماز

پڑھنے سے ۲۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ رومال یا کپڑا باندھنے سے عمامہ کا ثواب نہیں ملے گا۔

* اپنے گھروں میں دھیان رکھیں اور دیکھتے رہیں کہ خواتین نماز یا وضو صحیح طریقے سے ادا کرتی ہیں یا نہیں۔ مرد پر لازم ہے کہ گھر میں خاموش تماشائی بن کر نہ بیٹھے۔ نصیحت کرتا رہے، عورت مرد کی خدمت کرتی ہے، آپ کے کپڑے دھوتی ہے، کھانا تیار کرتی ہے، آپ کے بچوں کی پرورش کرتی ہے، آپ کے گناہوں کی ڈھال ہے، اس کے ساتھ خیر خواہی کریں۔ لیکن آپ ان کو اچھے کپڑے لیکر تو دیتے ہیں، مگر صحیح معنوں میں خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے وجود کو آتش دوزخ سے بچائیں، اچھے اخلاق اور محبت کے ساتھ ان کو نماز کی تاکید کریں، اس پر بھی نہ مانیں تو اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی کرتے ہوئے اسے وضو کے لئے پانی بھر کر دیں اور مصلا بچھائیں۔ محبت کے ساتھ اسے کہیں کہ اللہ کی بندی! اٹھ اور نماز پڑھ، مجھے امید ہے کہ انشاءاللہ تعالیٰ جس عورت کو ایمان ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔ اگر آپ اس طرح کوشش کریں گے تو انشاءاللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں آخرت میں عظیم درجات ملیں گے۔

* کپڑوں کا پاک صاف رکھنا نماز کے لئے شرط ہے۔ افسوس کہ آج کل اس طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ پیشاب سے اپنے کپڑوں اور بدن کو پاک نہیں رکھا جاتا۔ اکثر لوگ ڈھیلے استعمال نہیں کرتے، حالانکہ ان کا استعمال ضروری ہے۔ پیشاب میں احتیاط نہ کرنے کی بنا پر عذاب قبر ہوتا ہے۔

* حضرت خواجہ فتح محمد رحمتہ اللہ علیہ اپنی خانقاہ کے لئے میل بھر دور سے پانی بھر کر لاتے تھے۔ ایک بار تاخیر ہو گئی جس کی وجہ سے ان کی تکبیر اولی فوت ہو گئی۔ بزرگ نے فرمایا ہمیں ایسا پانی نہیں چاہیئے، جس کی وجہ سے آپ کی تکبیر اولی نکل گئی اور حکم فرمایا کہ یہ پانی گرا دیا جائے۔

* رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضور قلب کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نماز بالکل ہی چھوڑ دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے لئے کوشش کی جائے کہ ہمارے اندر حضور قلب پیدا ہو۔ نماز میں حضور قلب پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ الحمد کا الف پڑھے تو توجہ کرے کہ اب لام پڑھوں گا یا الحمد کے بعد للہ رب العالمین کی طرف توجہ کرے۔ اس طرح توجہ سے حضور قلب پیدا ہوگا۔ یا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ

جو نماز پڑھے اس کی معنیٰ و مطالب پر خیال رکھے۔

*جماعت ہو جانے کے بعد کچھ لوگوں کو صف سے جدا ہوتے دیکھ کر فرمایا کہ دعا سے پہلے صف نہ توڑیں، بالخصوص یہ وقت تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکت کی نزول کا ہے۔

*نماز میں ادھر ادھر نگاہ نہ دوڑائیں۔ دوران نماز داڑھی کے ساتھ کھیلنا منع ہے۔ نماز میں زور سے نہیں کھانسنا چاہیئے، جمائی آئے تو ہونٹوں کی قوت سے اسے روکے۔ سجدے میں جاتے وقت ہاتھوں سے شلوار کو اوپر کرنا ''عمل کثیر'' ہے۔ اسی طرح قمیض کے بازو سمیٹنا بھی صحیح نہیں ہے۔

*رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری جگہ پر کوئی اور نماز پڑھائے تو میں ان لوگوں کے گھروں کو نذر آتش کروں جو جماعت میں نہیں آتے، مگر چھوٹے بچوں اور عورتوں کا لحاظ ہوتا ہے۔

*جماعت میں صف سیدھی رکھیں۔ صف سیدھی ہوگی تو دل بھی سیدھے رہیں گے۔ شلوار ٹخنوں سے اوپر رکھیں، ہمیشہ مسواک کیا کریں، مسواک کر کے نماز پڑھنے سے ۷۰ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اس میں سستی بالکل نہ کریں، دوسروں کو بھی تاکید کریں۔

*ایک شخص کے اندر جذبہ بیدار ہوا تو نماز کے دوران اللہ اللہ اور حق حق کے علاوہ دوسرے الفاظ بھی کہے۔ اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔

*دوران درس مسئلہ پیش آیا کہ عصر تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔ فرمایا بے سمجھ لوگ اس بات پر اعتراض کرتے ہیں۔

*فرمایا کہ خبردار! دوران سفر نماز ہرگز نہ چھوڑیں۔ سفر میں نماز معاف نہیں۔ سفر اختیار کرتے وقت نماز کے اوقات کو مد نظر رکھیں۔ ہر طرح سے یہ کوشش کی جائے کہ نماز میں قیام صایع نہ ہو۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ گاڑی میں قیام اور قبلہ کا لحاظ نہیں کرتے۔ ایسا کرنے سے نماز نہ ہوگی۔ بہتر ہوگا کہ جہاں گاڑی رکے، وہاں اتر کر نماز ادا کرے۔

*بہت سے لوگ کہتے ہیں آج کل سفر میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ اس لئے کیوں نہ دو کی بجائے چار رکعت فرض ادا کی جائیں۔ آپ نے فرمایا جب بادشاہوں کے بادشاہ نے انعام عطا فرمایا ہے تو اسے رد نہ کیا جائے اور اللہ کے اس حکم کی اطاعت نہ کرنے والے نافرمانوں میں شامل ہیں۔ ایسی نماز نہ ہوگی، جس بات میں شریعت نے آسانی پیدا کی ہے۔ اس میں اپنی مرضی سے تنگی پیدا نہ کی جائے۔

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ
وجاھدوا فی سبیلہٖ لعلکم تفلحون
المجاھد من جاھد نفسہٗ فی طاعۃ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین وآلہ الطاھرین
واصحابہ الطیبین اجمعین الی یوم الدین

اما بعد می گوید فقیر حقیر لاشیئ محمد عبد الغفار از اولاد حضرت چنن پیر قدس سرہ العزیز کہ این عاجز
خاکسار ذرہ بیمقدار در سلسلہ خاندان نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ داخل شدہ علم سلوک تا دائرہ لاتعین از حضرت
قطب الارشاد خواجہ خواجگان پیر پیران غوث الاعظم مجدد منور مائۃ اربعۃ عشر نائب خیر البشر علیہ وعلی آلہ
من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا سیدی وسندی قبلہ عالم محمد فضل علی قریشی ہاشمی عباسی قلبی وروحی فداہ
ابی وامی فداہ حاصل نمودہ وشرف اجازت از آنحضرت قرۃ عینین محبوب سبحانی یافتہ وبرائے تحقیق
سلسلہ شریف موجود ست - پس ازین عاجز لاشیئ برادر طریقت جناب مولنا صاحب مولوی الٰہ بخش صاحب
عباسی سندھی علم سلوک وجذب وحالات وواردات صحیح حاصل نمودہ وتکمیل تعلیم طریقہ عالیہ تا دائرہ لاتعین
حاصل کردہ - برائے تعلیم اسم ذات وعلم سلوک برائے طالبان مولیٰ وبرائے خدمت اسلام بموجب ضرورت
اجازت مطلق دادہ شد

مزید برین معروض ست کہ این ادارہ تبلیغ محض حسبۃ للہ قائم کردہ شدہ ست وامیدوارم کہ اگر من نمانم این باند
پس برائے قیام این ادارہ از جمیع حضرات خلفاء کرام مولنا موصوف را زیادہ تر لائق وصاحب نسبت واطاعت وصاحب
کمالات وبرکات دانستہ قائم مقام خود کردہ می شود باید کہ ازین صاحب حضرات خلفاء کرام وتمامی جماعت بیعت کردہ حصول فیوض
وبرکات طریقہ عالیہ کنند وسعی بلیغ در تبلیغ واشاعت طریقہ عالیہ لوجہ اللہ فرمایند - اگر این چنین عمل پیرا شوند انشاء اللہ العزیز
فیوض وبرکات طریقہ عالیہ مثل ابر باران می بینند - جزاکم اللہ احسن الجزاء

وما علینا الا البلاغ

لاشیئ فقیر محمد عبد الغفار فضلی